

۳۲-	نگار (دہلی)	اپریل ۱۹۸۲ء	مدیر محمود سعیدی
۳۳-	میریج (دہلی)	مارچ، اپریل، مئی ۱۹۷۹ء	مدیر عبدالغنی
۳۴-	ادب نگار (نوابشاہ)	دسمبر ۱۹۷۵ء، اپریل ۱۹۷۸ء	مدیر ایم نسیم اعظمی
۳۵-	بہشتِ روزہ (نئی دہلی)	۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء	مدیر حسن کمال
۳۶-	نیویں صدی (دہلی)	نومبر ۱۹۷۵ء، دسمبر ۱۹۷۹ء	مدیر خواجہ گزنی، جلی بٹر
۳۷-	دو ماہی اکادمی (لکھنؤ)	جولائی ۱۹۷۸ء	مدیر علی خواجہ ریدی
۳۸-	دو ماہی (الغاط (نئی گڑھ)	مارچ، اپریل ۱۹۷۷ء	مدیر اظہار پرویز
۳۹-	لٹنات (بالیکانڈل)	جوری، سوری ۱۹۷۷ء	مدیر سلطان سکھانی
۴۰-	تعمیرِ بریاب (جندی گڑھ)	جوری ۱۹۸۲ء	مدیر سلطان اکرم
۴۱-	سلسلہ (دہلی)	مارچ ۱۹۷۹ء	مدیر طاہر انصاری
۴۲-	سعد و شمع (دہلی)	دوری ۱۹۷۷ء	مدیر گل حسن
۴۳-	ماہنامہ نکتہ (الاناد)	جوری ۱۹۷۳ء، ستمبر ۱۹۷۵ء	مدیر عیسیٰ حسینی
۴۴-	روزنامہ اردو ٹائمز (نئی دہلی)	۷ جوری ۱۹۸۳ء	مدیرہ رفیعہ شمیم عادی
۴۵-	روزنامہ آفتاب جدید (کھیل)	۱۲ دوری ۱۹۸۲ء	مدیر عصمت علی خاں
۴۶-	فنون (لاہور)	ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۷ء	مدیر احمد دیم قاسمی
۴۷-	عظیم آباد ایکسپریس (دہلی)	- - -	مدیر رمواں احمد
۴۸-	ادراک (لاہور)	اکتوبر ۱۹۷۷ء، جوری، ستمبر ۱۹۷۸ء	مدیر ذریعہ آغا
۴۹-	سیا دور (لکھنؤ)	اکتوبر ۱۹۷۸ء	مدیر امیر احمد صدیقی
۵۰-	سب سے (جدرآناد)	اکتوبر ۱۹۷۸ء، مئی ۱۹۷۸ء	مدیر اکرم الدین صدیقی
۵۱-	گھنگو (نئی دہلی)	شمارہ ۲ ۱۹۷۷ء	مدیر علی سرور احمدی

1 INTERNATIONAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY - ERUCSL_KAG (CAMBRIDGE)

2 MEN OF ACHIEVEMENT - (VIII EDITION) JOAN DORAN (CAMBRIDGE U K)

3 THE INTERNATIONAL BOOK OF HONOUR (IIND WORLD EDITION) AMERICAN BIOGRAPHICAL INSTITUTE (RALEIGH U S A)

4 WHO IS WHO IN THE WORLD - 6TH EDITION (CHICAGO U S A)

5 MEN AND WOMEN OF DISTINCTION - I B CAMBRE (CAMBRIDGE U K)

6 5000 PERSONALITIES OF THE WORLD - A B I (Raleigh U S A)

مدیر سائنسی عارفی	۱۹۷۸ء کی فائیں	۵۔ سمت رورہ یکہ صحتی و رامیوس
مدیر آل احمد سرور حلیق اکم	فائل ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۳ء	۶۔ مائی رانی (علی گڑھ) دہلی
مدیر شاہ علی حاکم	فائل ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۳ء	۷۔ کتاب کا (دہلی)
مدیر گویاں متل	فائل ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۸ء	۸۔ تحریک (دہلی)
مدیر شمس الخاں داروقی	فائل ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۳ء	۹۔ شمعوں والا آباد
مدیر انعام صلیقی امی ارامام	فائل ۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۳ء	۱۰۔ متاع عظمیٰ
مدیر عابد سہیل	فائل ۱۹۷۲ء تا ۱۹۸۱ء	۱۱۔ کتاب و لکھنؤ
مدیر شہسار حسین	دوری ۱۹۷۸ء، مارچ ۱۹۷۳ء	۱۲۔ آجکل (دہلی)
مدیر مفتی صدیقی	حصہ ۱۹۷۵ء بمئی ۱۹۷۸ء	۱۳۔ کردار و مہموال
مدیر کلام حیدری	اکتوبر ۱۹۷۵ء، اکتوبر ۱۹۷۸ء، دہلی	۱۴۔ آسگ (گیا)
مدیر کلام حیدری	۱۸ مارچ ۱۹۷۳ء	۱۵۔ موحہ (گیا)
مدیر وفا ملک یوری	جولائی ۱۹۷۸ء، دسمبر ۱۹۷۸ء، ستمبر ۱۹۷۹ء	۱۶۔ صبح لو دیش
مدیر انجمنی	ستارہ ۳، ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۸ء، ۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء	۱۷۔ تاحار و ملک
مدیر مظہر امام	مارچ ۱۹۷۵ء، جون ۱۹۷۵ء، ستمبر ۱۹۷۵ء	۱۸۔ معاون (کلکتہ)
مدیر شفیقہ رحمت، ڈوڈر سی	اگست ۱۹۷۳ء، اکتوبر ۱۹۷۳ء، کھوری ۱۹۷۵ء	۱۹۔ چاند (ناگپور)
مدیر ایساں دلوئی	جولائی ۱۹۷۵ء، اپریل ۱۹۷۵ء	۲۰۔ کھلونا (دہلی)
مدیر کامل احقر	جون، ستمبر، دسمبر ۱۹۷۳ء، جون، اپریل ۱۹۷۵ء	۲۱۔ مہلواری (دہلی)
مدیر مظہر جری	دوری ۱۹۷۵ء، دوری ۱۹۷۵ء	۲۲۔ حام لو (کراچی)
مدیر مارال قادری	مارچ ۱۹۷۹ء	۲۳۔ فائز (کراچی)
مدیر نسیم دانی	اگست ۱۹۷۸ء	۲۴۔ سبیب (کراچی)
مدیر صہبا لکھنوی	حصہ ۱، ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۳ء، ۱۲ مارچ ۱۹۸۳ء	۲۵۔ افکار (کراچی)
مدیر شمس مدلی	اپریل ۱۹۷۵ء	۲۶۔ رومان (کراچی)
مدیر محمود حواد	یکم اگست ۱۹۷۷ء	۲۷۔ مرگ آواز (حیدرآباد)
مدیر محمود احمد بھر	جولائی ۱۹۷۹ء	۲۸۔ ساککار (الآباد)
مدیر سارقی ایرانیانی	مئی ۱۹۸۳ء	۲۹۔ رمان (سید کا پور)
مدیر سیار فتح پوری	حصہ ۱، ۱۹۷۳ء	۳۰۔ نگار (لکھنؤ)
مدیر محمد حسن	حصہ ۱، ۱۹۷۱ء	۳۱۔ عہری ادب (دہلی)

مدیر احمد دیم قاسی	جدید نزل نمبر	۱۲- فوں (لاہور)
مدیر حکیم یوسف حسن	سالنامہ ۱۹۶۹ء	۱۳- سرنگ جیال (راولپنڈی)
مدیر عبدالغفور حکیم راری ایڈ	سال اولین نمبر ۱۹۸۳ء	۱۴- دو ماہی اساق (دیر)
مدیر ستہار حسین	اردو نمبر ۱۹۷۳ء	۱۵- آج کل (دہلی)
مدیر وصال پنجوری	سالنامہ ۱۹۷۳ء	۱۶- نگار پاکستان (کراچی)
مدیر عابد سہیل	افسانہ نمبر ۱۹۷۷ء	۱۷- کتاب (گھنٹو)
مدیر معنی مدنی	افسانہ نمبر ۱۹۵۴ء	۱۸- کردار (سہویال)
مدیر ستہار حسین	جدید سندھستانی ساعی نمبر ۱۹۶۹ء	۱۹- آج کل (دہلی)
مدیر ام عرفان	مجلیہ بریس اردو نمبر ۱۹۷۳ء	۲۰- سدرہ زورہ شعلہ جات (سہوال)
مدیر کامل اختر	سالنامہ ۱۹۷۷ء سالنامہ ۱۹۷۵ء	۲۱- سہلوری (دہلی)
مدیر محمود احمد ہبر	ذاتی نمبر	۲۲- ستارہ کار والا آباد
مدیر امیر احمد مدنی	ذاتی نمبر ۱۹۸۳ء	۲۳- پیادور (گھنٹو)
مدیر ادریس سیماری	جیل مطہری نمبر	۲۴- سہیل (گیا)
مدیرہ شاد علی حال	ڈاکٹر عابدین نمبر	۲۵- کتاب کا (دہلی)
مدیرہ وزیر آغا	حاصل نمبر ۱۹۸۳ء	۲۶- اوراق (لاہور)
مرتہ عبدالقوی وسوی	یادگار اقبال نمبر	۲۷- محلہ سیدیہ (سہویال)
مرتہ عبدالغوی وسوی	سرخاد	۲۸- محلہ سیدیہ (سہویال)
مدیر محمد حسن	دوسرا شمارہ ۱۹۷۱ء	۲۹- عصری ادب (دہلی)
مرتہ طہیر احمد مدنی	طر و طراف نمبر ۱۱۵۳ء	۳۰- علی گڑھ میگزین (علی گڑھ)
مرتہ عبدالعالی	طرح نمبر ۱۹۷۸ء	۳۱- گویمٹ پوسٹ گریجویٹ (کراچی)
مدیر سلمان الازہد	سالنامہ ۱۹۷۹ء	۳۲- اجتماع (کراچی)

عام رسالے

مدیر مظفر حسنی	فائل ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۶ء	۱- ماسامہ نئے حراج (گھنٹو)
مدیر ماطم علی حال	۱۹۷۸ء کی فائل	۲- رور نامہ ماطم (رام پور)
مدیر عبدالصمد حال	۱۹۷۸ء کی فائل	۳- ہفت روزہ رام پور پورٹر (رام پور)
مدیر اسد احمد محمدی	۱۹۷۸ء کی فائل	۴- اطہر دہلی (رام پور)

۲۲۔	یس سحر	سالک لکھوی	نویز سلیکٹر کلکتہ
۲۳۔	نگاہ اور نقطہ	سلیم احمر	جدید ماہرس لاہور
۲۴۔	اے پیارے لوگو	وارث علی	ماڈرن پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۲۵۔	اردو ساعی میں انٹاریت	سلیمان اطہر حادید	ماڈرن پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۲۶۔	کتاب شناسی	ط۔ العادری	مصنف دہلی
۲۷۔	فقہ قدیم و جدید	مرثہ محمود سعیدی	ماڈرن پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۲۸۔	اردو ساعی کا سامی لیس سطر	سید اعجاز حسین	کاروال پبلشرز، الہ آباد
۲۹۔	ترجمہ کاظم اور روایت	مرثہ قمر نس	تاج پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۳۔	جدید ساعی	عنازت ربطوی	بہارستانی ایڈیٹس
۳۱۔	معدہ خطوط عالمت	مولوی عبدالجنتی	اعمن ترقی اردو دہلی
۳۲۔	لٹریٹ ٹائپ کا لٹریٹ جدید اردو سوار پر	امیر حاتم	ملکت شعرو حکمت، حیدر آباد
۳۳۔	معنا میں ڈاکٹر عبد اللہ	محمد سعید درود	ماڈرن پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۳۴۔	حیات اسماعیل	سینی پریکشی	ملکت جامعہ لٹریچر، نئی دہلی
۳۵۔	جیمسٹن اسم	عسی نور محمد لوب کھٹوی	مصنف کھٹواں
۳۶۔	ساعر عیمل	عسی نور محمد لوب کھٹوی	مصنف کھٹواں
۳۷۔	بھویال میں غزل	مرثہ دلکش ساگری	سرقی تک ڈپو، بھویال
۳۸۔	بھویال ایک جواب	عبید الرحمن شستر	مصنف دہلی
۳۹۔	غزل السائیکلو پیڈیا	مرثہ دلی کاکوروی	مرثہ دکنھو
۴۰۔	دستاویز	محمود الہی	امیر پریس اردو اکیڈمی، لکھنؤ
۴۱۔	دل مگر آکیلہ	مرثہ دشوماختہ	سرنا دہلی
۴۲۔	میتاق	فاہی جس رما	چیر پریس اردو اکیڈمی، بھویال
۴۳۔	کلیات بھوس	مرثہ اکبر الدین صدیقی	ادارہ ادبیات، اردو، حیدر آباد
۴۴۔	بھوہیکا (بھوہیکا)	رام کمار ورما	کلپی لکسہ ممبئی، مظفر
۴۵۔	نئی روشی	انور رحمت	مصنف دہلی
۴۶۔	تمات	محبوب رائی	ماڈرن پبلشنگ ماؤس نئی دہلی
۴۷۔	سمندر آستما	حالہ محمود	ملکت جامعہ لٹریچر، نئی دہلی
۴۸۔	منازع واپسی	رضا نقوی واپسی	مؤڈرن پریس، میٹ

کتابیات

کتابیات

۱۔ اردو میں رقیبہ ایدادی تحریک	حلیل الرحمان اعظمی	ایجوکیٹل ملک باؤس، علی گڑھ
۲۔ آزادی کے بعد کی عرب کا تنقیدی مطالعہ	لستیر تندر	ایم ترقی اردو ہمد، نئی دہلی
۳۔ سنے تناظر	دریر آغا	اردو رائٹرز گلڈ، لاہور
۴۔ ادب اور لفظ	ال احمد سرور	دورخ ادب لکھنؤ
۵۔ ارسطو سے ایلیٹ تک	مرحوم عمیل حالی	ایجوکیٹل ملک باؤس، دہلی
۶۔ لفظ و معنی	سمس الرحمان فاروقی	سب حوں کتاب گھر، لاہور
۷۔ سنے نام	پیر محمد الہامی، حیدر آباد	سب حوں کتاب گھر، لاہور
۸۔ طرقات و مضامین	رسید احمد مدنی	مکتبہ جامعہ لیٹڈ، نئی دہلی
۹۔ اردو میں طر و طرائف	علامہ احمد وقت، کاکڑی	مکتبہ جامعہ لیٹڈ، نئی دہلی
۱۰۔ اردو ادب میں طر و طرائف	دریر آغا	مکتبہ فکر و خیال، لاہور
۱۱۔ کیفیہ	داتا ترکیبی	ایم ترقی اردو، پاکستان
۱۲۔ تنقیدی تناظر	فرزین	ایجوکیٹل ملک باؤس، علی گڑھ
۱۳۔ اردو افسانہ، روایت و مسائل	مرزا گوپی چند، مارگ	ایجوکیٹل ملک باؤس، دہلی
۱۴۔ اصنافی تنقید	کرانت علی کرانت	اردو رائٹرز گلڈ، لاہور
۱۵۔ سلا	کلام جیدری	کلچرل اکادمی، گیارہ
۱۶۔ معاصرین کو	حلیل الرحمان اعظمی	ایجوکیٹل ملک باؤس، علی گڑھ
۱۷۔ سنے سوزی محرمے	تتم کاسمری	سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور
۱۸۔ فکر و ریاض	علی حوادری	مکتبہ جامعہ لیٹڈ، نئی دہلی
۱۹۔ اردو شعری کا مزاج	دریر آغا	جدید ماسریں لکھنؤ
۲۰۔ اردو زبان اور ادب	مسعود حسین	ایجوکیٹل ملک باؤس، علی گڑھ
۲۱۔ افکار و مسائل	اجتہاد حسین	کتاب سلسلہ، لکھنؤ

کتاب

پاروں کو اردو میں مستقل کسر کے ال علائقی ادب پاروں کے توسط سے اردو والوں کو ال علاقوں کی تہذیب، طرز معاشرت، رسوم و رواج اور رہن سہن کے طور طریق سے روشناس کرایا اس کے علاوہ مختلف اصناف ادب میں ملکی رالوں کی رفتار ترقی کا جائزہ لیے اور اردو سے ال کائناتی تحریر کرنے میں بھی مطہر حسنی کا یہ کام اسی مخصوص افادیت رکھتا ہے۔

ان علاقائی کے پیش نظر مطہر حسنی اردو کے چند ایسے مترجمین میں نمایاں مقام کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے راج میں تخلیقی و ادنی تاں پیدا کر کے اردو کے ادنی دیرے کو ٹرھایا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ مطہر حسنی کے تا حال مختلف الجہات اور وسیعہ و وسیعہ تملقی، تنقیدی اور دیگر ادنی کارہوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیائے ادب میں ال کے مقام و مرتبہ کا احسن کیا جائے تو وہ ایک طرف ایسے تمام ہم عصر حدید شراز میں نمایاں مقام پر ملحوظ آتے ہیں اور دوسری طرف ایک خاص دور کے افسانہ نگاروں کی اولیں صف میں شامل ہیں تحقیق و تنقید، ترتیب و تدوین اور تراجم کے الواب میں ال کے معرود کاراموں کی ایک طویل فہرست انھیں آج کے محققین، ناقدین، مرتبین اور مترجمین میں ایک اوقار مقام کا مستحق ٹھہراتی ہے ال سب کے علاوہ دو اہم خصوصیتوں کی بنا پر وہ دیائے شعر و ادب میں ایک معرود اور متاثر حیثیت کے مالک قرار پاتے ہیں اول یہ کہ حدیدیت اور طرکی آئینہ شمس سے حواچھوتا اور معرود ہوا اور رنگ و آہنگ انھوں نے اتحاد کیا وہ انھیں دوسروں سے ممتاز بنا ہے۔ خاص طور پر شاعری میں وہ یگانہ اور سادہ و عاری کے سلسلے کی اگلی کڑی ہیں اور اس اعتبار سے ۱۹۶۶ء کے بعد مطہر عام مرآے والے ال کے معرودوں میں کوئی شاعر ال کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچتا وہ ایک طرہ خاص کے موجد اور اس میں نے مثال دیکھا ہیں مطہر حسنی کے اسے معرودوں میں سب سے ممتاز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مختلف جہتوں پر مستعمل ایک وقت کئی اصناف شعر و ادب پر مبنی تصنیفات و تالیفات کا اس قدر سخیلاؤ اور اس کا اتنا اعلیٰ معیار کسی دوسرے ایک ہی شاعر یا ادیب کے یہاں نہیں ملتا اور پھر اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ انھیں ال کا تخلیقی سوجھ بوجھ ہے جو عمر اور عمر کے کمزوری کے ساتھ ساتھ انھیں ملحد معیارات کی سرلوں مک لے جائے گا ال تمام علاقائی کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہم عمر ادب میں مطہر حسنی کی ادنی حقیقت ایسے تمام معاصرین سے معرود ہیں اور آئندہ لکھی جانے والی تاریخ ہائے اردو ادب کا ہر مورخ انھیں نور سے اردو ادب کے ال معدودے جدا افراد کی صف میں ملے دیے پر معرود ہوگا جنہوں نے مختلف ادوار میں شعر و ادب کو نور و حیات سے روشناس کرائے کا فریضہ انجام دیا ہے۔

ایک کارنامہ اسکی ادنیٰ رمدگی کا خاص ہوتا۔

سلسلہ تادعاری کی تدوین و اشاعت سے پہلے مطر قسعی سے جرائع کی شکل میں ایک اچھے مدیر کے وصال
 احام دے چکے تھے مدیر یرویس کے ایک دور افتادہ اور ادنیٰ لحاظ سے سحر تبر کھڈا سے انتہائی محدود وسائل کے
 باوجود اپنے جید مخلص دوستوں کے تعاون سے ماہنامہ 'جرائع' نکالا اور ایک العزادی شاں کے ساتھ اس کے
 سولہ شماروں (حصہ میں سے چودہ مطر قسعی کی ریادانت لکھے) کا مسلسل مطر قسعی میرا مطر قسعی کی ادنیٰ
 رمدگی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس رسالے نے ایسی کئی امتیازی خصوصیات کی ساری تقویٰ سے ہی غرض میں ہمدردان
 کے ادنیٰ حلقوں کو ابھی عام متوجہ کر لیا تھا۔ 'جرائع' مطر قسعی کی ادنیٰ رمدگی کے ابتدائی دور کی ماقاب کا نگار
 ہے جسے مطر قسعی کی العزادیت پسندی کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

دراصل ہمدردستان میں حدیدیت کے رجحانات کو فروغ دینے میں نے 'جرائع' کا بھی ہاتھ ہے ماہنامہ
 شب حوں 'الزمانہ' ۱۹۶۴ء میں جاری ہوا حکم 'سے جرائع' اس سے مایہ سال قبل ۱۹۵۹ء میں نتائج ہوا
 شروع ہوا تھا اور اس کے دریچے وہوں میں یردتی پائے والے ہم ہمدرد رجحانات کے لیے واضح سمتوں کی نشان
 دہی اور مناسب رویوں کا تعین کیا جا چکا تھا اس کے علاوہ 'سے جرائع' کی ایک اور مبادی اہمیت یہ ہے کہ آج
 کے صفا اول کے ادمن و اتاعون، نقادوں اور امارہ نگاروں میں کئی ایسے ہیں جس کے تخلیقی سفر کی ابتداء میں اس پرچے
 نے انھیں سہارا دیا اور صفا اہرائی کر کے آگے بڑھایا میراں کے ادنیٰ راستوں کا حصہ کیا صفا اول کے وہ نگار جس
 کی تخلیقات سے 'جرائع' میں سامنے ہوتی رہیں ان میں تادعاری، مگر راقی احتشام حسین، یار فقہوری اور قاسمی
 عبد اللہ و دوسرے لوگوں کے نام شامل ہیں۔

العزم سلسلہ تادعاری کی پانچ اہم کتابوں میں سے ایک حدیدیت تحریر و قلم 'اور سے جرائع' کے مجدد شماروں
 کی روشنی میں مطر قسعی ایک اچھے محقق و مرتب اور مصلحت مدیر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔

حقیقت مترجم بہ نرمی کے میدان میں بھی مطر قسعی کے کارناموں کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے انھوں نے
 ادنیٰ غری میں چند ماسکسی ماہولوں اور کچھ کما میوں کو اس گری سے اردو میں مستقل کیا آگے
 بل کر مطر قسعی نے دیا کہ کچھ ماہور مصنفین کے چند سامکاروں کو اردو کا ماسکس طکار کر کے ہمارے ادنیٰ حراست میں عام
 کیا ہے مختلف اور تعداد لطرات کے حامل ردسی مصنفین مثلاً میکیم گورکی، بیخوف، الیگزینڈر سوشس وغیرہ کی سہور
 رمارہ تصانیف کو مطر قسعی نے کچھ اس جونی سوارو میں مستقل کیا ہے کہ دونوں رالوں کے امیں تاریخی حواضیاتی،
 سماجی، ماسکسی اور سیاسی الحاد کے ماہور راں ویاں اور مزاج و حال کے اعتبار سے مقام و کردار سے قطع نظر
 یہ اردو کی تخلیقات معلوم ہوتی ہیں علاوہ ازیں ہمدردستان کی ملاقاتی رالوں کے مشہور پاروں کو اردو میں
 مستقل کر کے رالوں کے امیں مردہ قصبہ رنگ نظر لوں اور غلط فہموں کو دور کرنے کے سلسلے میں مطر قسعی
 کی طرف سے محسن اور نام کیے گئے ہیں اس میں مطر قسعی نے گراقی، مگالی اور اڈار اڈاں کے نام کا راد

عمر مردی حوالوں سے پاک ہیں اور ان میں مرقہ تنقید کا مسئلہ احاطہ سے بھی گزر کر گیا کیلئے عیادی طور پر ایک تخلیق کار ہونے کی صورت سے مطر صمی تخلیق کی پیچیدگیوں سے اس طرح میں اس لیے تخلیق کاروں کے تئیں ان کا رویہ بالعموم صمدوار ہے۔ ان کے تنقید کی معانی میں ایک نوع کی معرفت تخلیقی شاں نمایاں ہونے کی سبھی ہی وجہ سے بقول ٹونی چندارگ "انھوں نے ادیبوں اور ادبی مسائل کو بھی عیادی طور پر ایک تخلیق کار ہی کی نظر سے دیکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسکی تنقید چاہے اتنا خاص سے متعلق ہو یا کوائف و مسائل سے بہت دور تعدادوں کی تنقید سے مختلف ہے، اور یہی ان معانی کی العرادیت ہے"۔

حاصل تک بحیثیت نقاد مطر صمی کے مقام و مرتبہ کے تئیں کا سوال ہے دیگر اصناف کی طرح ان کے تنقید کا کارنامے مکمل صورت میں سامنے آئے کے بعد ہی آخری فیصلہ کیا جائے گا تاہم احوال تحریر کردہ معانی کی روش میں بھی وہ ایک ماقار یا قدرہ جیتنے کے مالک میں احوال کی دیگر اصناف کی طرح یہاں بھی انکی العرادیت مسلم ہے۔

ترتیب و تدوین کے سلسلے میں بھی مطر صمی کے کارنامے کم اہم بحیثیت مرتب و تدوین کا رہے ہیں تاہم عارفی کے سلسلے کی پابجا ہدایت اہم اور دستاویزی اہمیت کی حامل کتابوں کی اتاعت کے لیے انھیں محض ترتیب و تدوین ہی کے فرائض ادا کرنے پر اکتفا نہیں کرنی پڑی بلکہ تحقیق و مستحق کے حار راہوں سے بھی انھیں پڑا ہے کیونکہ شاد عارفی کی حیات، شخصیت اور اس پر سیکڑوں صفحات پر پھیلا ہوا مواد انھیں ایک وقت کسی ایک یا دو چار جگہوں سے حاصل نہیں ہو گیا بلکہ رسوں کی مسلسل کاوش و جستجو اور تنقید و جدوجہد کے بعد ہر دو ایک کے لئے شمار رسائل، حواہ اور احادیث و حدیث میں شاد عارفی کا کام نکھرا ہوا تھا کہ علاوہ درجوں کو گولہ کے دروازے کے ٹکڑے پڑے ہیں اور اس حاصل شدہ مرقہ القدر و حیرہ بحیثیت اب کو ہی طریت، تملک سستی اور وسائل کے فقدان کے باوجود سیکڑوں صفحات پر مشتمل پانچ مجیم کتابوں میں نتائج کر کے لیے انھیں کسی کسی ماقابل عسود حاصل سے گزرنا پڑا ہو گا اس کا اندازہ وہی لوگ بہتر طور پر لگا سکتے ہیں جو یہ معنویتیں جمیل جیکے ہیں شاد عارفی کو گروہ مدی اور مقامی سیاست کے تحت خود ان کی زندگی میں مسلسل نظر انداز کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ مرے کے بعد ان کے ساتھ ہی ان کے لئے مثال ادبی کارنامے بھی دس کر دیے جاتے جس کے نتیجے میں ارد و شعروادب کا حرارہ اس نتائج گراہی سے حالی رہ جاتا مطر صمی کا یہ کارنامہ ایک بڑے گمشدہ ادبی دینیہ کی ماریات کے مترادف ہے شاد عارفی کے کم و میں تمام تخلیقی سرائے کو سلیقے کے ساتھ ترتیب دے کر اور مطر عام پر لاکر مطر صمی نے ادبی دنیا میں شاد عارفی کو ایک ماحصل قرار اور معرر مقرر کی حیثیت سے رمدہ جاوید کر دیا کہا جاسکتا ہے کہ مطر صمی اگر ادبی کچھ سے کرتے تو ان کا یہی

تصدیق کا یہ تحقیق کے اس میں 'تادعاری' شخصیت اور من، مطہر حسی کا ایک نمایاں کارنامہ ہے جس کی اہمیت و افادیت کے میں نظر اولیٰ ملاحظہ اسے ایک مہار کی مقالہ تسلیم کیا ہے۔ مطہر حسی نے اس مقالے کی تیاری میں جس محققانہ طرز پریری سے کام لیا ہے اس کے نقوش اس کتاب کے ہر صفحہ پر رسم ہیں۔ پرویسر سود جس نے اس تصنیف کو مطہر حسی کا حاصل عمر قرار دیا ہے۔ اور ملحق انہی نے اسے تادعاری کے مربوط تحقیقی کارناموں پر ایک جامع اور مسود کتاب تسلیم کیا ہے۔ مطہر حسی نے رسوں کی اسٹیک دستور اور سلسل کاوش کے نتیجے میں تادعاری کی شخصیت اور اس کے من پر تحقیق قابل قدر مواد اکٹھا کیا اور اس کی روشنی میں تاد کی شخصیت اور من کا حسن و بامعنا ادار میں متوازن تحریر کیا ہے اس کی مثالیں تحقیقی مقالوں میں مست کم ملتی ہیں یہ مقالہ مطہر حسی کو ایک دیباچہ اور مداح صاحب بصیرت محقق تسلیم کرائے کے لیے کافی ہے۔

پرویسر گولڈ جیڈ مارک کی معاونت سے تیار کردہ 'وماحتی کتابیات' دو جلد اول اور دوم بھی مطہر حسی کا ایک قابل ذکر تحقیقی کارنامہ ہے۔ ہندوستان سر میں نتائج ہونے والی اردو کی تقریباً ہزارہم اور غیر اہم کتاب کا اردو تفصیلات و تعارف کے ساتھ 'وماحتی کتابیات' میں اندراج کرنا ماحمی تلاش و جستجو اور محنت و کاوش کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جدا جلد اولیٰ رسوں سے قطع نظر ان کے لفظی کنایوں کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا علمی و ادبی حلقوں میں بالعموم اختلاف کیا گیا ہے۔ ان کی اہمیت اس اعتبار سے اور بھی گروں تر ہو جاتی ہے کہ انہیں دو جلدوں پر اس کام کا احصاء نہیں ملے گا۔ یہ نکتہ کئی رسوں تک سلسل جاری رہے والا سلسلہ ہے۔ دو جلدوں کے مطہر عام ہر امانے کے بعد ان کی ایک وقت کئی جلدیں زیر طبع ہیں جس کی اشاعت کے بعد مطہر حسی کے تحقیقی کارناموں کا دائرہ اور وسیع ہو جائے گا۔ موجودہ صورت میں تادعاری، شخصیت اور من کے ساتھ 'وماحتی کتابیات' مطہر حسی کی محققانہ حیثیت میں اوقاف امانے کا باعث ہے۔

تحقیق کے ساتھ تصدیق کے میدان میں بھی مطہر حسی نے نمایاں کام دیے ہیں مختلف موضوعات اور ادبی شخصیات پر تصدیق و تحقیقی معانی کے دو قابل قدر نمونے 'تقدیر برے' اور حیات و جستجو کے علاوہ مختلف رسائل میں لکھنے ہوئے اور ادبی سیماؤں اور ریڈیو کے لیے لکھے جانے والے معانی مطہر حسی کی مائتد بصیرت کے عمار میں ان معانی میں عام تصدیق و رس اور مروجہ بیانات سے ہٹ کر ایک معرور اور آزادانہ انداز فکر کو ماننے کا رالیا گیا ہے۔ اور مانتوں کے علاوہ، بجا اور حاسد اور فیصلوں کو غیر معامات پسند کرنے لگا اور بے باک مانی گئی کے ساتھ رد کرتے ہوئے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ مطہر حسی نے ایسے تصدیق و نظر بابت پیش کیے ہیں شخصیات اور نظریات پر لکھے گئے ان معانی میں ایک سوار اور حقیقت پسند رویہ اختیار کرتے ہوئے ان مستحق اور غیر مستحق و کاروں کو ان کے حقوق دلوانے کی شعوری کوشش کا رد و کھائی دیتی ہے جو یوں کی ماہر ایسے حقوق سے محروم رکھے گئے ہیں مطہر حسی کی نظر باقی ماہر سنگی نے ان معانی و جہرائی اور ایک پہلو دار العزیزت عسستی ہے ان کا ایک ٹرا و صف یہ بھی ہے کہ رمزوں کی تعدادوں کے

کے فن مجموعہ دو عدد سے ایٹ کا جواب دیدہ میزبان اور رسائل میں شائع شدہ سمت سے اصناف کے ذریعے کم و
 بیش دس سال کی مدت میں اردو مکتب میں عام امانہ کیا ہے آج کے علاماتی امانے کے لیے رائج معیارات سے
 ہٹ کر اس کے اس دور کو نظر میں رکھیں تو اس کے امانے اپنے عہد کے جدید امانے شمار ہوتے تھے رسائل
 میں اس دور کے صف اول کے امانہ نگاروں مثلاً رام لعل، سید پال، آسہ، عیاض احمد گدی، اقبال محمد
 ٹھاکر، ٹوٹھی اور کوثر یا مد پوری وغیرہ کے پہلو پر پہلو مطہر حسنی کے امانے شائع ہوتے تھے کہ جس چندر عامہ سہل
 لکھیالال پور رام لال اور تن سسنگھ جیسے معروف امانہ نگاروں کے علاوہ اس دور کے بہتر ماہرین سے
 انھیں ایک کامیاب اور معدود امانہ نگار تسلیم کیا ہے مثلاً ذوق گورکھ پوری نے لکھا ہے۔

”ان کے امانوں میں رہنمائی کے کئی پہلوؤں کی عکاسی ہے یہاں بابت سلخا ہوا ہے ان میں مایاں ہے ان کا
 انداز دلکش ہے۔ مکالمے مطری ہیں اور بلاٹ میں حدت ہے۔“

عزیز مطہر حسنی کے اصناف میں ترسیل و اطلاع کے ساتھ تہ دار محسوسیت، جدید تکنیک، مہر و اسلوب
 مشورہ موصوعات، دلکش اور سیدہ بلاٹ نظر آتے ہیں اور ان میں دلچسپ اور اچھوتے کرداروں، فطری
 مکالموں، عصری مسائل کی ترجمانی اور مشق کی طرح بے ماک، کھلے ڈلے اور مخصوص طرز انداز مایاں بے لکڑی
 نشان پیدا کر دی ہے ان تمام اوصاف کا میسر اس امانہ نگاروں اور نقادوں نے اعتراف کیا ہے جس کے پیش
 نظر مطہر حسنی موجودہ صدی کی جیٹی دہائی کے نمایاں امانہ نگاروں میں شمار کیے جاسکتے ہیں ماحصوں ہی اصناف
 میں مشق کے بعد مطہر حسنی کو شرف اولیت حاصل ہے حالانکہ بعد میں معتبر محقق کہا مایاں بہت لکھی گئیں
 جدید امانے کی کہانی ہیں اور ترسیل و اطلاع کی طرف عالیہ مراحت کو دیکھتے ہوئے یہ خیال کرنا غلط ہوگا
 کہ آئندہ چند برسوں میں مطہر حسنی کے یہ امانے ایک تاریخی اقدار سمجھے جائیں گے

مطہر حسنی کی بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ ”یلا پیل“ شائع ہو چکا ہے جس میں اسکی اوائل عمری کی کہانیوں
 میں سے چودہ منتخب کہانیاں شامل ہیں ان کی بچوں کی لکھنوں ہی کی طرح کہانیاں بھی بچوں کے ادب کے معیار
 اور تقاضوں پر پوری اترتی ہیں جس کا اعتراف انڈین کونسل آف اسٹریٹس فار چیلڈرن نے بھی کیا ہے
 اس کونسل نے چند داستان کی تمام رمانوں کی بچوں کی سماندہ کہانیوں کا انتخاب شائع کیا ہے جس میں
 ان کی سماندہ کی لیے مطہر حسنی کی کہانی ”خلوہ جوڑ“ منتخب کی گئی ہے۔

مطہر حسنی کی ان کہانیوں اور بچوں کی نظموں کو دیکھا کر کے دیکھیں تو وہ بچوں کے سادہ وادب کی حیثیت
 سے بھی اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں

بہشت محقق و نقاد ساعی کے بعد مطہر حسنی کے ادبی کارناموں میں اعتبار اہمیت دوسرا مرتحقق

جدید نظم میں بھی مظهر حسّی نے اسی العراویت کو قرار دیا ہے۔ ان نظموں کے لیے انھوں نے ماہی سے ایسے چھوٹے موٹے موضوعات کو اپنایا جس تک دوسرے نظم گوؤں کے خیال کی رسائی نہیں ہوتی۔ انہی جدید نظم کی دلچسپی حویلوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی ہر نظم اول تا آخر ایک مخصوص محرتیں ہوتی ہے۔ مصرعے پہلے ہی ٹوٹ جاتیں۔ متنبہ کر لیں۔ ہنس یا قی دوسری حویلی ان نظموں کے عنوانات ہیں۔ تو ہر نظم کے ساتھ ہم ہر کی طرح مریوطہ ہیں۔ عنوان ہٹا دیجیے تو نظم کا مفہوم ہی صاف ہو کر رہ جائے گا۔ اسی ایجاد کردہ تکنیکوں میں تشکیل کردہ مظهر حسّی کی یہ نظمیں بھی العراویت کے ماوجود اسلوب کے حس کو محروح نہیں کرتیں اور عدل نظم گو کی حیثیت سے بھی وہ مسرور اور اہم نظر آتے ہیں۔

ان کے علاوہ مظهر حسّی کی مسرور شعری تخلیقات میں راعیات اور شععی مرتبہ بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ان کی راعیات موضوعات کے مجموعہ کے لیے کی ترتیب، احساس کی شدت اتنا ہے کی باریک می، شعری حیثیت سماجی مصوئیت اور دروڑہ مسائل کی ترجمانی جیسے نمایاں اوصاف کی حامل ہیں۔

شاعرانہ کے اسعال پر مظهر حسّی نے جو مرتبہ لکھے حلیہ مسود اسلوب اور شدت تاثر کی وجہ سے قابل ہیں۔ ان میں خاص طور سے وصیت اور مردی کی اہمیت و اعادیت اور تاثر شعری کا اعتراف کرتے ہوئے باقدوں نے اردو کے اہم مرتبوں میں ان کا شمار کیا ہے۔ مثلاً:-

مظهر حسّی کی نظم وصیت، اردو کے اہم مرتبوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ طر اور مردی کا الہا اقرار کم دیکھے میں آتا ہے ۹ (شمس الرحمان ماروئی)

مظهر صاحب نے مردی کے عنوان سے شاد صاحب کا مرتبہ کیا لکھا ہے، ہمارے عہد کا مرتبہ لکھا ہے عالی کے مرتبہ کے جدید دوسرا مرتبہ جس میں دل کو رہاں مل گئی ہے۔ یہ (اکثر ملی ماں) (تشی راہ) مسرور شعری تخلیقات میں راعیات اور شععی مرتبوں کے علاوہ مظهر حسّی نے کچھ سہرے بھی لکھے ہیں حواں کے دہن سے عدم آہنگی کی وجہ سے صرف دم ادائی کے طور پر لکھے گئے ہیں

مظهر حسّی نے بچوں کے لیے میسر نظمیں بچوں میں تخلیق کی ہیں۔ یہ نظمیں تعداد میں کم بھی لیکن بولنے کے معیار و مزاج اور لسانیاتی تقاضوں سے ماسست کی ماہر شعری ادب اطفال میں بھی مظهر حسّی کو ایک خاص مقام عطا کرتی ہیں۔

بے ابتدائی دور تخلیق میں مظهر حسّی بحیثیت امارہ نگار خاصے مہرور ہوئے اور ان بحیثیت افسانہ نگار کا شمار اس وقت کے جدا چھے امارہ نگاروں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے اپنے اناؤں

رنگ اختیار کیا ایک سوچو بیس^{۱۲} حاکوں پر متعلیٰ کی طویل نظم عکس ریر اور تیکھی مرلیں، میں تامل ان کی طرہ
 عروں میں تاد عاری کا رنگ بہت نمایاں ہے جس کی نشاندہی بہت سے ماقدمی و معرہ نے کی ہے۔ بعض نے
 اسے تاد عاری کے رنگ کی توسیع کہا تو بعض نے اسی رنگ سے ایک سارنگ راند کر کے سے تعبیر کیا ہے۔

شمس الرحمن ساروتی نے رسالتوی و آجی کے شعری مجموعے پر مستحکم لڑاؤ
 میں شعرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت ہمدیاک میں حالص طرنگار صرف ایک ہے اور وہ مطہر قسبی
 ہیں "تاد عاری کے بعد ان کا دم عیبت ہے؟"۔

مطہر قسبی کو صرف حالصا طرہ تاعری کی سعادت سے لگاتہ اور تاد عاری کے سلسلے سے منسلک کیا
 جاسکتا ہے لیکن جہاں تک ان کی جدید عمل کا تعلق ہے ان کی حیثیت معرہ ہے تاد عاری سے اکتان کو
 طرہ اسلوب میں عمری حیثیت، تحریریت، علامت نگاری، جیکر تراسی اور داخل کیعیات جیسے نئی نادر
 کے میادی اوصاف کی آمیزش سے مطہر قسبی نے اسی آثار اور ایسے ہیے کو ایک سے اور ایجھوتے رنگ آہنگ
 میں ڈھال کر پیش کیا ہے قائل و کرات ہے کہ لکھنؤ کی آمیزش روایت کا احترام کرتے ہوئے شعور و الماع
 کی سطح پر عصری حیثیت اور ذاتی تحروں کی ترجمانی اور العزادیت پسندی کی شعوری کوشش کی سار وہ
 ایسے تمام ہمعصر شعراء سے بھی الگ تھلگ ابھی ایک مخصوص اور معرہ شاحت قائم کر چکے ہیں جس کا اعتراف
 کئی ماقدمی و معرہ نے کیا ہے جند عتہ اقتاسات کی مدد سے ان کی جدید تاعری کے بارے میں عمومی تاثر
 کو اس قسم کا راند ہوتا ہے

"تاعری میں مطہر قسبی نے مدت اطہار اور ادنیٰ سمیدگی میں ایک بروقار و قاروں سر قرار دکھا
 ہے"۔ (ڈاکٹر محمد حسن)

"ہیے کی رمرت ساسی ان کو ملاعت کی اس منزل پر پہنچا دیتی ہے جو دور جدید کے بہت کم شعرا کو عیبت
 ہوتی ہے"۔ (ڈاکٹر سید اعجاز حسین)

"میں اردو تاعری میں مطہر قسبی ایک معتبر و مستند اور معرہ واد کا نام ہے۔ ان کا ہمد و د سے پہنچا جاتا ہے ان کے
 ہیے کی العزادیت کا ہیستہ اعتراف کیا گیا ہے" (گوبینی جند مارنگ)۔

۱۔ شعرہ شمس الرحمن ساروتی تیکھی مرلیں، اشعور، الراماد موری ۱۹۷۷ء ص ۵۸

۲۔ علیپ رائے ڈاکٹر محمد حسن دیک مارنگ مطہر قسبی

۳۔ علیپ رائے ڈاکٹر سید اعجاز حسین سررہ مطہر قسبی

۴۔ شعرہ گوبینی جند مارنگ محلہ ہامم مطہر قسبی اوراق لاہور ماہ مارچ ۱۹۹۸ء ہمارے زمانہ ۸، دسمبر ۸۸

ہے ال کے طریہ رحماں میں مرید مدت اگئی ہے ابتدا میں اُسوں نے شادمانی کے لقتس قدم پر ملتے ہوئے اپنا تخلیقی سفر طے کیا لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اُن کے رنگ کی آمیزش سے اپنا ایک سیار رنگ برآمد کیا اور طر کے میدان میں رنگ آمیز شادمانی کے بعد اس سلسلے کی قسری اہم اور مسرور آواز کی حیثیت سے سامنے آئے اور ادنی حلقوں سے اس حقیقت کا اعتراف کروالیا۔

مظفر حسنی میا دی طور پر سائرین اور ادنی دنیا میں اسی حیثیت سے اپنی ایک مستحکم اور معتبر راحت قائم کر چکے ہیں۔ لیکن ان کی گونا گوں صلاحیتوں نے صرف شاعری کے جتنا درجہ کی شخصی جہاؤں میں سزاؤ ڈالنے کی بجائے ادب کی مختلف الجہات، دستور و راز اور سگلا ح گماہٹوں میں بھی اہم تخلیقی سفر جاری رکھا اور تقلیدی ڈگر سے ہٹ کر حس سمت چلے اپنی ایک مسرور راہ برآمد کی۔ مظفر حسنی کے ادنی کا زمانوں کی مہرست عامی طور پر ہے اردو شعر و ادب میں ان کے کارنامے مختلف جہتوں میں نظر آتے ہیں۔ قصیدہ اور تنوی کو چھوڑ کر شعر و ادب کی کوئی اہم صنف اسی ہیں ہے نوال کے قلم کی دسترس سے باہر رہی ہو۔ اُسوں نے تخلیق کی ایک وسیع دنیا آباد کی ہے جس میں طریہ غزل، اہدید غزل، پامدلم، آزادلم، اوار، سا سوسی ماو، تحقیق، تنقید، تریب و تدوین، ترجمہ، بچوں کا ادب، گویا ہر صنف، آبی مسرور صنف، زندگی اور احساس کی بحر پور حرارت کے ساتھ حلوہ گر ہے سحر کرم و مین ہر صنف میں ایسا مکمل، جامع اور وسیع سرمایہ تخلیق کیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہی صنف ادب ان کی مسرور حقیقت کو تسلیم کرالینے کے لیے بہت ہے۔ مظفر حسنی ایک مسرور شاعر ایک کامیاب اوار نگار ایک صاحب بصیرت محقق، ایک صاحب نظر اور غیر عادی سادہ نقاد، ایک اچھے مترجم اور مشہور و معروف مدبر و مرتب ہیں اور ان کی ان تمام الگ الگ حیثیتوں کا مستند ادنی حلقوں میں اعتراف کیا گیا ہے جس کے سلسلے میں معقل ماحسنت اور تنوید مقالیہ کے مختلف ابواب میں پیش کر دیے گئے ہیں ان تفصیلات کا اجمال درج ذیل ہے جسکی روشنی میں مظفر حسنی کی ان تمام ادنی اور مئی حیثیتوں کا مجموعی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مظفر حسنی کی میا دی ادنی حیثیت شاعر کی ہے ایس سال کی مختصر مدت میں شائع ہوئی شاعری ہوئے والے ان کے شاعری مجموعے دیکس دیر و تیکس عربی، پانی کی رماں، صریرہ، لہجہ حرف، دیپک ناگ، ایم ایم، مکمل ہاسم سم اور پردہ سن کاغ اس بات کا ثبوت ہیں شاعری میں بھی نوال ان کے ہاں میا دی حیثیت رکھتی ہے ان کے اس دعوے کی تصدیق، عکس دیر، کے علاوہ ماتی، آئینہ مجموعوں میں غزلوں اور غزلوں کے حدودی تناسب سے ہوتی ہے ان مجموعوں میں شامل نوسو پانچش غزلوں کے بالمقابل غزلوں کی مجموعی تعداد ایک سو ساٹھ ہے۔ ابتدا میں غزلوں کے میدان میں مظفر حسنی نے فرسودہ روایت اور مرقی پسندی سے کنارہ کش ہو کر شادمانی کی پیروی میں مشغول ہو کر

گہد راست اور تعلیم و تربیت کے لیے والدین کی سرپرستی و مدد ضروری ہوتی ہے مظهر حسنی کی زندگی کا یہ دور
 ماساعد و مناسب حالات میں بسر ہوا وہ کسی اپنے والد صاحب کے ساتھ والدہ سے دور کھنڈوہ میں رہے
 کسی والد کو کھنڈوہ میں چھوڑ کر والدہ کے ساتھ اپنے مہال ابراہیاں سادات اور کسی ہسودہ (مختسودہ)
 میں رکھے گئے اس طرح بار بار ایک سے دوسرے مقام کو منتقلی کی وجہ سے صرف بڈل تک پہنچنے کے
 لیے انھیں چار مرتبہ اسکول تبدیل کرنے پڑے اس پر سردار والد صاحب کی سخت گیری اور ملاحظوں
 معاشی تنگ دستی تو بار بار ان کے تعلیمی سلسلے میں عارح ہوتی رہی جس کے نتیجے میں وہ ناقاعدہ اعلیٰ تعلیم
 کے حصول سے محروم رہے اور انھیں پڑھائی لکھائی کو حیران دہ کر معاشی انھیں سلجھانے کے لیے
 چھوٹی موٹی ٹیوشین اور بیہودہ کے علاوہ لڑکھائی اور پہلیا خاص جیسے دور افتادہ دیہاتوں میں ملازمت
 کی معمولی جھیلی بڑ میں طعنا خود دار جوئے کی وجہ سے اپنے چچا زاد بھائی سیٹھ مظهر الدین کے وسیع
 کاروبار میں شرکت انھیں گوارا نہ ہوئی ایک طرف تو یہ تمام دشوار مسائل اور ناگفتہ بہ حالات تھے اور
 دوسری طرف عام سطح سے بلند ہو کر معدوم حیثیت کے ساتھ ماضی کی سرگردانی کی خواہش تھی ان تمام
 عوامل نے مل کر کچھ ایسی پیچیدہ صورت حال کو جنم دیا جس کے اثرات مظهر حسنی کی شخصیت پر عیب
 و عریب انداز میں مرتسم ہوئے خود داری، اما اور حرارت و عیا کی توان کے مزاج کے میا دی عناصر
 تھے ہی، متذکرہ حالات نے ان پر دو آتشہ کا کام کیا جس کے نتیجے میں غیر مصلحت پسندانہ عاف گوئی
 اور تلخی آمیز حقیقت بیانی ان کی فطرت ثانیہ میں گہی جس کا میا کا کہ اظہار وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں
 قول و فعل کے علاوہ ادب میں اپنے مں یاروں کے وسیلے سے بھی کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اس رحمان
 کی بدولت اس مصلحت پرست معاشرے میں ان سے متعلق طرح طرح کی حلط ہمایاں اور بدگلیاں
 پیدا کی جاتی ہیں اور آئے دل ان کے معادات پر ضرب پڑتی رہتی ہے، جس سے وہ ایک حرارت
 استعمال کے ساتھ بالعموم بے یار رہتے ہیں عزت و اعلا اس اور معتق و تنگ دستی کے نتیجے میں گہی و گہی
 پر ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد مسلسل اور صحت جہد و جد کے نتیجے میں آج انھیں لستنا خود تعالیٰ اور
 فراغت کی سائیں نصیب ہوئی ہیں، لیکن ایسے صورت و اُلام کے تلخ ایام کو وہ خاموش ہیں گریاتے ہیں
 اسی لیے ان کے مزاج میں ایک نوع کی ترشی، تیرگی اور تنہائی کے ساتھ ساتھ زوہی اور جلوس و ہمدردی
 کا دلچسپ امتزاج پایا جاتا ہے ان کی زندگی سرسراہٹار و اعلا اس اور بے لوثی کا مرتبہ قریبی عزیزوں
 دوستوں اور واقف کاروں پر ہی موقوف نہیں، بیشتر غیر متعلق لوگ بھی ان کی دانت سے مختلف صورتوں
 میں فیض یاب ہوتے رہتے ہیں مظهر حسنی کے مزاج کی یہ حقیقت آمیز تلخی اور میا کا نہ صاف گوئی ان کے
 ابتدائی مں یاروں میں بھی احتجاج آمیز طنز کی شکل میں جا بجا جھلکتی رہی تھی رحمان منفرد طنز کا شاعر
 و ادیب شاد عارفی سے ان کی قمریت اور استادی و شاگردی کی نسبت کا باعث ناہ شاد عارفی کی تربیت

ما حصل

فائدہ مطلق صحت کی تلاش وقت ۵ برس ہے ان کی فکر میں اسی توانائی ہے تخلیق کے معرے تیسری کے
ساتھ رواں ہیں وہیں شاداب ہے اور وہ شعروادب کی بہت سی مسرلوں کی جستجو میں اپنے تخلیقی سفر پر
موجود امدادی، استقامت اور سرعت کے ساتھ کام میں ہیں ایسی صورت میں اردو ادب میں سرودست
ان کے مقام و مرتبہ کا نہیں کرنا اقل اور وقت سمجھا جائے گا اور ایک اعتبار سے خود ڈاکٹر مظفر صحت کی دہت
سے عالمی کے مترادف بھی، لیکن اگر ہر استثنائے چند شعروادب کی تمام مرد و مہمات میں ان کے وسیع
و دقیق کارناموں کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کے دقیق تخلیقی و تصنیفی سرانے کو موصوفہ کے کل ادبی سرانے
کا ایک حریق نقطہ اول سمجھ کر نتائج احد کیے جائیں تو ان مصلحوں کے مناسب اور حق محاسب ہونے میں
کوئی تشدد نہ ہونا چاہیے علاوہ ازیں اگر مظفر صحت کے تخلیقی سفر کے تمام ہونے کے استوار میں اس کام
کو متویر رکھا جائے تو اس وقت تک یہ کام اس قدر پھیل چکا ہو گا کہ کسی ایک فرد کے لیے بیک وقت
دیا مندرجہ سے اس کا سینٹا اور ایک مقالے میں پیش کرنا امر محال ہو گا اور بہت سی اہم چیزیں تلخیص
و اعتبار کی مدد ہو جائیں گی۔ موجودہ صورت میں سوائے اور شخصیت کے تمام قائل ذکر پہلوؤں کے ساتھ
ساتھ مظفر صحت کے ان ابتدائی ادبی کارناموں پر بھی روشنی ڈالی جاسکتی ہے جہیں وہ خود غیر اہم ماں
کرمارج اردو فکر کر چکے ہیں اس اعتبار سے یہ مقالہ مظفر صحت کی ماقاعدہ ادبی و تخلیقی سرگرمیوں کے
سرمآراء یعنی ۱۹۵۳ء تا ۱۹۸۶ء تک کے تین تین برسوں کا احاطہ کرتا ہے اور اسی عرصہ تخلیق و تصنیف
کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے ادبی مرتبہ کا نہیں کرنا ہے

کسی شخصیت کی تعمیر و ارتقاء میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ بچپن میں بچے کی مصروفیت،

باب ششم

ماحول

مظفر حسنی کے ترجمہ کردہ اسانوں و کونوں، حرا تہم کی چوری اور اضطراب کا ذکر بھی تکمیل گسکو کے لیے ضروری سے
 'کون' مظفر حسنی نے ہمدی سے اردو میں مستقل کیا ہے۔ ان کے قیوں ترجمہ کردہ اسانوں میں ہر سب
 سے طویل اور سب سے حیرت انگیز ہے ماسا سہرکت ہلال آباد ستمبر ۱۹۵۲ء میں یہ اسارہ شائع ہوا
 'لایم کی چوری' کے عنوان سے ایچ جی ویس کی انگریزی کہانی کو اردو کا روپ دیا گیا ہے۔ یہ ماسا سہرکت
 'لایم کی چوری' ہوا اضطراب، بیخوف کی روکی کہانی کا ترجمہ ہے ان میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو اچھے ترجموں
 کے لیے طرہ امتیاز کی حیثیت رکھتے ہیں ماحموادہ صاف ستھری راں کے علاوہ روئی اور سلاست کا وہ عالم
 ہے کہ کہیں بھی ان کے دوسری راں سے ترجمہ ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا قیوں اصوائے مظفر حسنی کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں
 یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ نیلا سیرا میں شامل مظفر حسنی کی کچوں کی تخلیقات میں آخری کہانی
 'ناینگلاریس' بھی انگریزی سے اردو میں اس حوالی کے ساتھ مستقل کی گئی ہے کہ اس میں طبع را کہانی کا سا
 لطف پیدا ہو گیا ہے یہ کہانی ۱۹۵۲ء کے آس یا اس کی ترجمہ کردہ ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
 کہ وہ سترہ برس کی عمر میں ہی انھیں ترجمہ میں خاص مہارت حاصل ہو گئی تھی۔
 ان حقائق کی روشنی میں مظفر حسنی اردو کے جید کامیاب اور لیے ترجمے میں ادبی ستارے پیدا کرنے والے
 ترجمان کی صف میں نظر آتے ہیں

دھا کر بھر ٹوٹ گیا اس طرح تو موت ہمیں کا تا حاسکے گا۔ شاید روئی بہت میری ہے لیکن میں نے اس سے پہلے بھی تو اس یونی سے کا تا تھا، اس وقت تو یہ ہیں ٹوٹا تھا شاید میرے ہاتھ یاؤں کا پربے میں روئی ٹھیک طرح سے بکڑی اور کھچی میں جلدی ہے آنکھوں کی بتلیاں ایسے لگی ہیں۔ موت دھندلا دھندلا نظر آئے لگا ہے۔ شاید میانی خواب دیے لگی ہے آخر عمر کا تقاضا ہے کہتے دل اعصارا تھا دیں گئے ہمیں میں اپنے آب کو دھوکا دے رہا ہوں اس وقت میری عیسیٰ وہی حالت ہے اس میں جرو کا تا قطعی مانگن ہے رستم بہا اب کی کہانی میں کوئی تاریخی بجائی نہیں ہے۔ اسے تو لوگوں نے گڑھ رکھا ہے باپ بیٹے میں بھلا ایسے کھی ہو سکتا ہے اس دیا میں سا کچھ ہے تاریخ گو کہ ہے کہ حکومت کے لیے باپ بیٹے کی روایاں ہوتی ہیں لیکن مجھے یہ سرائیوں ہکلی پر رہی ہے سرائی ملی تھی سکھوں کے گرد گوند گھگھ کو جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے لبت حکم کا حوں کیا تھا اب اس طرح اس کے بچے سے وائے کی طرح حوں ال رہا تھا "ریداری"

اڑیسہ کے ایک بے ستادی ستدہ حوڑے کے ترقی پسندانہ خیالات ملاحظہ کیجئے !
 "بچے کا صھٹے واقعی ایک ٹاھیلہ ہے" رتسانے کہا اسے باؤ گیا کہ سمت کے کسی میں قیمت ساریوں کو میاں اور تے سے حرا کیا ہے اور کئی راتوں کی مید تزام کی ہے "دیکھو یہ ہمارا پہلا بچہ ہے اُسندہ دس سال تک ہیں۔ دوسرا بچہ پیدا ہیں کہ با ہے تمھاری صحت، حوصلہ، دہنی سکوں اور میری مصروفیت ہر لحاظ سے ہم کو اھی جیہ نہیں چاہیے لیکن پیر اس ایک کو صھٹے کھک نہیں ای میں قیمت چیز کے طور پر بدست کرد" روٹا افساے !
 گھرائی دیہات کے ایک اوسط گھر کا یہ ساؤگی آ میر اور دلش مسطور اور ایک گھرائی حواں عورت کا سراپا اور ساؤسنگھا ملاحظہ فرمائیے !

مکان کا ایک گوشہ۔ کونے میں امیں رکھ کر چلھانا لیا ہے۔ چولھے کے سامنے والے حصے میں ادھ طے کندوں کی راکھ کا ڈھیر اور ڈھیر پر کڑے کرکٹ کا جھوٹے ڈھکس والی ٹوکری یا اس ہی چادریکالے کے رتس اور ٹوٹی ہوئی کڑا ہی کے کھرے ہوئے ٹکڑے جو لھے پر دیگی جڑھی ہوئی ہے جو لھے کے سامنے کڈے سلگ رہے ہیں

رویا کا داخلہ عمر میں اور کمین کے درمیان۔ جہرہ۔ گولی۔ لسا گہراں رنگ آنکھوں میں حواں کی جھک، سر اور ٹھیکہ برادر صی، یڈ کا ایک سرائے کھوسا ہوا اور دوسرا سر پر راستھاں چھاپ گھا کر۔ سورج کی کڑوں سے گھا کرے کی ارک اس طرح جھک رہی ہے جیسے اندھیری رات میں تارے چمکتے ہیں۔ یوری آستیں کی جوتی پیسے ہوئے سے، ایک ہاتھ میں لیک کی جوتی۔ دوسرا ہاتھ جانی ہے یاؤں میں کڑے ہیں، میں جو لھے کے سامنے والے حصے کے پاس تھک کر رو دیا کہ بھی اٹھاتی ہے

۱۱۰۱ کو دیکھتی ہے دگھرائی کے یکالی ڈرائے

میراجیل سے کہ علاقائی رمان سے ادبی ترجمے کے رجحان کو مروج دیا مناسب اقدام ہے مرکز کی جانب سے ایک ایسے ادارے کا قیام نہایت ضروری ہے جو برعلاقائی رمان کے بہترین ادب کو دوسری تمام علاقائی زبانوں میں منتقل کرے گا اصطلاح کرتا ہے:۔

اس سلسلہ میں پینل مک ٹرسٹ انڈیا اور ڈی ایچ جی، سنگالی، گجراتی، اڑیا، تامل، خلیا لمبھی اور مراٹھی زبانوں کی چند کتابیں اردو میں شائع کی ہیں جس سے اردو والوں کو ان زبانوں کے لئے والوں کے تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی حالات سے روشناس ہونے کے مواقع نصیب ہوئے جیسا کہ ایلی۔ ایس۔ لونا کے ماول، گنگا جیل کے سیکھ، کے در پیلے آسام کی تعمیر بدیر زندگی اور معاشرے کا علم ہوا ویکیش کلکرم کے اول، رہمن لڑکی، اور وی ماہکلر کے سگر وائی کے ویلے سے مراٹھی سماج میں عورت اور تعلیم نسوان کے موضوعات اور مہاتر کی دیہی زندگی کی دلچسپیوں اور تلمیحوں سے اردو والے متعارف ہوئے اور دوسرے ماول، چل دیواروں میں سے کیرالا کے منٹے ہوئے معاشرے کی حکمتی سے ابھرتے ہوئے حالات سے آگاہی ملی اسی طرح ادھر ایریش کی معاشرتی زندگی کی آگہی کے لیے رنگلا یکسا کا اول، ماس کے محل، سیما کی تہذیب و تمدن کی ترجمانی کے لیے ارک سلگھ کا ماول، سفید حوں، سنگالی زندگی کی حکمتی کے لیے سند پادھیائے کا ماول، شاعر اور گجرات کے حالات کی ترجمانی کے لیے سالال مثل کا ماول، زندگی ایک ماہک، حمد و معامل نامت، ہوئے پینل مک ٹرسٹ نے کچھ اور علاقائی زبانوں کے انسانی مجموعے بھی اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیے ہیں۔ مظفر حمی کی ترجمہ کردہ کتابوں میں سے من کامیں، پیداری، گجراتی کے یکسانی ڈرامے، اور اڑیا اسمائے، بھی پینل مک ٹرسٹ انڈیا اور ڈی کے اسی سلسلے کی کتابیں ہیں۔ ساہتیہ اکاڈمی بھی اس سلسلے میں کچھ نیتیں ریت کر رہی ہے بھارتیہ ہریش چندر اور سکھ چند جیڑی، کے مترجم بھی مظفر حمی ہیں، یہ کتابیں ساہتیہ اکاڈمی سے شائع کی ہیں سنی ماہک بھادوڑی کے ماول، جاگرتی، کو اردو میں، میداری، کا دیو دے کر مظفر حمی نے رنگالوں کے طرز معاشرت اور ان کے دیہی رجحانات سے روشناس کراے کا نصیہ احکام دیا ہے اڑیا اسمائے، اڑیہ کی شہری اور دیہاتی زندگی کی ترجمانی کا حق ارا کرتے ہیں اور گجراتی کے یکسانی ڈرامے کے در پیلے گجرات والوں کے رہن سہن اور زندگی کے طور طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے علاقائی زبانوں کی ان کتابوں کے ترجمے کچھ اس منکارا بہارت کے ساتھ کیے گئے ہیں کہ ان کے اردو کی تخلیق ہونے میں کسی بھی حصہ کی گمانش محسوس نہیں ہوتی، اور بھراں تخلیقات کی اصلی روح بھی کہیں مخرج نہیں ہوتی محض اساتذہ ملاحظہ کیجیے۔

بہرے دار کی طرف نگاہ اٹھائی جا ہیے یا نہیں، سامنے دیکھنے کی صورت میں معلوم ہوجائے گا کہ مجھ کو کون سے خطرے درپیش ہیں اور ساید اس کی فوج بھی ایسی طرف مرکہ کر لوں گا نگاہ اٹھانے کی کیسی شدید توجہ میں رہتا ہوں۔ لیکن میں ادیر نہیں دیکھوں گا۔

ہندوستان مختلف مذاہب، تہذیبوں، فرقوں، قبیلوں، رسوم و رواج اور مذاہل کا گہوارہ ہے یہاں ایک ملک ایک قوم یا جسے عرف عام میں قومی یکجہتی کہا جاتا ہے، کے خواب کو حقیقت کا رویہ دینے کے لیے تمام علاقائی رماؤں کو ایک دوسرے کے قریب لانا اور ان کے ادب یا ردی کو ایک دوسرے میں مدغم کرنا سب سے اہم اور میاوی ضرورت ہے۔

قومی یکجہتی کے عدات پرواں پڑھانے میں ترجیحی میاوی کردار ادا کر سکتے ہیں بقول مظہر حسنیؒ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قومی یکجہتی کے لیے ہندوستان کی مختلف علاقائی رماؤں میں ماہی رابطے کی ضرورت ہے رابطے سے مراد صرف جیداناط کالیں دیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے مزاج سے آشنا ہونا اور ادنی رحمانات کو سمجھنا ہے۔ دور حد میں عرب کے شعری اداوی خمرات کا ہندوستان کی تقریباً سبھی علاقائی رماؤں نے حیرت منگ کیا ہے۔ اداوی خمرات کی روشنی میں ایسی روایات کو آگے بڑھایا ہے لیکن ہندوستان کی علاقائی رماؤں اسے طوریہ ایک دوسرے کو حنا کچھ دے اور لے سکتی ہیں اس حد تک آپس میں متعین نہیں ہوئیں جس سے انسانی تہذیب نے آکھ کھولی ہے اعلیٰ رماؤں میں تاثر و تا حد کا سلسلہ جاری ہے یو مانی رماؤں نے عربی میں فلسفہ و احلاق اور مذہب و حکم کی روح دوڑائی، جہاں سے دوسری عربی رماؤں نے اسے محفوظ کر لیا اسیبیوں کی اصلیت و علیت یورپ سے یورپ کے نشاۃ مایہ کا سب سے عربی اور فارسی نے اردو رماؤں کو رنگ دھڑک عطا کیا اور پھر یہ سلسلہ انگریزوں کے آنے کے بعد انگریزی سے حاوی رماؤں میں اسی طرح ایک دوسرے سے یس دین کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہیں۔

یہ یس دیں والا معاملہ ہندوستان کی دیگر رماؤں کے مابین کسی حد تک ہوتا رہا ہے خواہ لیاں کس ہرگز ہیں لیکن اردو کے ساتھ یہ یس دیں بہت محدود دیا ہے کہ وہ سانی نقیب ہے جسے ہندوستانی ماہیگزوں نے ہمیشہ ادب و فلسفہ کے دہوں میں سیدار رکھا ہے اور سو قومی یکجہتی کی جھوٹ کو کھوکھلا کرتا رہا ہے۔ قومی یکجہتی حکومت کی میاوی یا لیبیوں میں سے ایک ہے اور علاقائی رماؤں نے ماہی رابطہ اس کے بہترین معائنہ اس سلسلے میں مظہر حسنیؒ لکھتے ہیں،

۱۔ سید مظہر حسنیؒ و حاجی شوکی لہانی اسی کہانی (مقتسم ماسقاول گلگت (فروری ۱۹۴۴ء) ص ۵۳

۲۔ علاقائی رماؤں سے ادنیٰ ترجیحی (اور قومی یکجہتی مظہر حسنیؒ تقدیر ص ۱۱۸

بچہ گھر لکھ کر دیا گیا ہو۔“ (دہری سار ش)

”سکر یہ قول کیجیے، یائے کی خیالی داییں سرکاتے ہوئے پردہ میسرے کہا، میں جائے کا عادی
 اس پہلے یہ بات نہیں کہ میں اسے کوئی ری چہرہ نکھتا ہوں لیکن اکثر اس کے اشتعال سے میرا صدمہ تڑپا ہوتا
 ہے“ (شزلک ہومر ہمدوستان میں عتاب و دم ہوائی قتل) اس اقسامات میں گردازِ رماں محاورے اور
 کہلوں حالتیں اردو یا ہندی ہیں درجہ محال، ماہید، مطہر حطیب، ڈاکٹر ممتاز جیسے کردار، لڑھی
 ٹھوڑی لال رنگام، مرآت کی آیتیں دماغ کا پارہ جڑھا ہونا یہ تمام چیزیں انگریزی رماں کی ہیں اور یہ
 اس سے راہِ راست ترجمہ ظاہر ہے کہ سوائے مرکری خیال کے سب کچھ اردو اور مفسر حسی کا ہے۔
 اندر سے کی وہ تمام گویاں تو ترجمہ کو تخلیق سے رتدہ دلاتی ہیں، مفسر حسی کے تراجم میں کس و کمال موجود
 ہیں ہر رماں صرف یہ کہ تعطیلات ہی کے اعتبار سے ایسا ایک معرودہ تو درکھتی ہے بلکہ اس کا مزاج اور ماحول
 بھی دوسری سے جدا گاہے ہوتا ہے لہذا اس رماں کے کسی اعلیٰ تخلیقی ستہ یا رے کو دوسری رماں میں منتقل
 کرنا ان کے کردار مزاج اور ماحول ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جائیں اور مقام اور حکم اعلیٰ ہونے کے
 اور وہ وہ تخلیق نہیں اسی رماں کی تخلیق ہے، جس میں وہ ترجمہ کی گئی ہو، رٹے جو کھوں کا کام ہے۔

ایک گونہ سولیشن نے 'گٹاگ' جمع اطراف کے بارے میں خود نوٹ لکھا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے،

"اسلامد خواہش کے او خود رسول سے تیار شدہ اس کتاب کی اساعا کو میں اس تک االتاربا مرقاعے واول
کے قلعے میں رندہ افراد کے تئیں میری خودنوٹ داریاں ہیں انھیں محسوس کرتے ہوئے میں نے اس کتاب
کی اشاعت کو روک رکھا لیکن اب چونکہ ریاستی دفاعی تنظیم نے اس کے مسودے کو مصط کر لیا ہے، لہذا
میرے سامنے اس کی فوری اشاعت کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے اس کتاب میں کوئی کردار واقعہ
پر مبنی نہیں ہے مقامات اور افراد کے نام تک صحیح دیے گئے ہیں اگر کہیں کہیں بد سے ناموں کے محاشے
ان کے ابتدائی حروف دیے گئے ہیں تو ایسا صرف طاقی وجوہ کی سبب ہوا ہے۔ اور اگر کہیں کچھ ناموں کا ذکر
نہیں ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ انسانی یادداشت انہیں معمولات دیکھے میں ماکام نہیں لیکن اس کتاب میں
واسط کا ہر طرح یاں ہوا ہے، وہ بھٹیک اسی طرح وروح پدیر ہوئے ہیں، لہذا

وہاں کی حس و لطافت اور احمادہ ترجمے کی حوایاں مددِ مدیل اقتصادات میں ملاحظہ فرمائے

"میں شریکِ مالک ہوں اس لیے پہلے مجھے ہی حاما جاسیے میرے ہیٹ پر جا تو کھوٹا سولہ ہے اور تار
مے کا آکر میرے ہاتھوں میں ہے "میں سرِ مدی تار سے سکل حاویں تو میرے پاس آجانا"

نا ہیٹ کے لڑ رہی تھیں ہوں اور اپنے جسم کو ریں کے ساتھ چسپاں رکھے کی کوکشی کڑتا ہوں۔ مجھے ملانے

ہوئے لگتے ہیں۔ ۱۰

ترجمہ کی میادی خصوصیات، مقاصد، اہمیت و افادیت اور ترجم کی مہارت اور دورہ داروں کے بارے میں
میں کردہ اقتباسات کی روشنی میں منظرِ حمی کے تراجم پر نگاہ ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے ان کے ترجمے ان تمام
حوالوں سے متصف ہیں جو اچھے ترجموں کے لیے ماقدین نے ضروری قرار دی ہیں اس سلسلے میں قابلِ ذکر بات
یہ ہے کہ ترجمہ کے بارے میں ان تمام خصوصیات اور مراکتوں سے منظرِ حمی اپنے ترجمہ نگاری کے ابتدائی زمانے
ہی سے واقف تھے جس کا اندازہ ۱۹۵۵ء میں شائع شدہ ان کے دوسرے حاسوسی مادل پر اسرارِ قتل میں
ان کے پیشِ لفظ کے حسبِ دین حلوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

”یہ پیر مستی تیر تھ رام مرحوم کے تراجم سے علاحدہ ہے میں نے مادل کو حالص ہندوستانی روپ
میں ڈھالا ہے لفظ ہر یہ ایک معمولی سی بات نظر آنے کی لیکن اس کی دشواریاں کچھ وہی لوگ سمجھ سکے ہیں
جنہوں نے ماتِ خود اس قسم کی کوشش کی ہے مادل کی روح وہی ہے لیکن قالب بدل دیا گیا ہے جی لانگ
یہ امر بھی مدنظر رہا ہے کمال مصنف کی خصوصیات رائل۔ ہوئے یا نہیں۔ ۱۱
لفظِ مثال منظرِ حمی کے ترجمہ کردہ حاسوسی مادلوں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

دریہہ حال نے واضح طور پر اپنے جسم میں حوالی کے حدودِ حال نمایاں کرنے کی کوشش کی تھی حالانکہ وہ
چالیس اور پچاس کی درمیانی سرول میں تھی، پھرے پر تو حیر کسی حد تک میک اپ کے دریے قدرت حاصل
کر لی تھی لیکن اس کا جسم زیادہ صدی تات ہوا تھا اور نوڑھی گھوڑی لال لگام کا مکمل سانس نورڈ معلوم
ہوتا تھا۔ (پر اسرارِ قتل)

”اَلْعَوْدُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ دوسرے کمرے میں نامید کی ماں قرآن کی تلاوت کر رہی تھی اور اپنے
کمرے میں بیٹھا ہوا منظرِ حلیب اس کا ترجمہ کر رہا تھا، ”اے اللہ میں شیطان سے تری یاہ چاہتا ہوں“
اس وقت شیطان سے مراد ادیس فال سے تھی۔ اور نامید کی ماں بڑھ رہی تھی ”اَلْعَوْدُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“
”عُرْطُ الْوَدُنْ“ اور ادھر حلیب نے بچے دل سے دعا مانگی، ”اے خدا مجھے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے“
(دوہری ساریس)

”اس دن ماشیہ بردا کڑم تار کے دماغ کا پارہ کچھ چڑھا ہوا تھا پہلے اس نے تلے ہوئے اٹوں
میں مک کی ریادی کا شکوہ کیا، پھر حیرت ظاہر کی کہ آج چائے اتنی ٹھنڈی کیوں ہے کہ معلوم ہوتا ہے یاں میں

۱۰ ترجمے کی میادی مسائل۔ ط الصدا مشورہ ترجمہ کانس اور ولایت مرتبہ ڈگریہ قمریہ میں ۱۹۵۵ء

۱۱ پیشِ لفظ پر اسرارِ قتل منظرِ حمی

۲۱۔ ساحل کی تسلی رویا یاٹی بہا تھی
کتاب کے آخری صفحات "امار نگاروں کے تعارف" پر مشتمل ہیں

بیداری!

نگالی رماں کے معروف ناول "نگار تھی" ہاتھ بھاڑوڑی کے ناول "حائری کو مظہر حسنی نے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ۲۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا یہ ناول قسطنطنیہ میں لکھا گیا اور دہلی کے ادیبوں نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ۲۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا یہ ناول قسطنطنیہ میں لکھا گیا اور دہلی کے ادیبوں نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ۲۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا یہ ناول قسطنطنیہ میں لکھا گیا اور دہلی کے ادیبوں نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔

طوفان

تہرہ آفاق روسی مصنف میکسم گورکی کے ناول "دی آرٹسٹ" (The Artist) کا مظہر حسنی نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کا مسودہ نسیم ملک ڈپو لکھنؤ نے اشاعت کے لیے منظور کر کے ایسے باس خصوص کر رکھا ہے لیکن میں اس سے زیادہ متاثر ہونے کے بعد بھی شائع نہیں کر سکے۔
تہرہ آفاق روسی ادیب انیسٹیموف کے ناول کا یہ نامکمل ترجمہ (رقیب المم زنگیلے نواب) مسودہ میری نگاہ سے گزر چکا ہے ناول "طوفان" کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر سے مدد ہو کر مظہر حسنی نے یہ کام ادا ہو رہا ہے۔

سجارتینڈو ہریش چندر: مدد گو بال نے ہندوستان میں بھارتیہ دھرم کی جدوجہد کی سوجہ دیکھی ہے، جسے مظہر حسنی نے محاورہ اور دو میں ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی ایک نئی دہلی کے اہتمام کے ساتھ ۱۹۸۴ء میں شائع کیا ہے

سات حاسوسی مادلون پر مظہر حسنی نے ایسا نام مترجم کی حیثیت سے درج کیا ہے بلکہ یہ ناول لفظی یا ہونے پر ترجمہ نہیں بلکہ محاورہ ہیں اصل کہانیوں سے صرف مرکزی خیال لے کر انھیں ہندوستانی ماحول اور معاشرت میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے ان مادلون میں میٹر و اتھت بھی تبدیل کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ اعتیاد یا اس احساس کے تحت کر انھیں حاسوسی مادلون نگاروں کے درمے میں شامل کر لیا جائے، جس کا ذکر یہ بھی آچکا ہے) مظہر حسنی نے ان مادلون پر ایسا نام مترجم کی حیثیت سے ہی پیش کیا ہے۔ درہ عام روش سے ہے کہ ایسی چیزیں طبع نادکہ کر شائع کی جاتی ہیں اور بہت ہوا تو کتاب کے آخر میں "مرکزی خیال انگریز سے" جیسے فقرے لکھ کر حفظ و التقدیم کر لیا جاتا ہے۔

بالعموم ایک زبان کے مواد کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ترجمہ کہلاتا ہے اور اس عمل سے گزرنے والے کو مترجم کہا جاتا ہے ترجمہ کے کچھ اصول و ضوابط بھی بتائیں کیے گئے ہیں جن کی پابندی مترجم کے لازمی ہوتی ہے ترجمے کی مختلف تعریفیں میان کی گئی ہیں یہاں بھی لے ایک زبان کے منتقلی مواد کو دوسرے

مردم پر مفسر صحنی کا نام ہے جس کے یہ تینوں دفتر مفسر صحنی ہی کے ترجمہ کیے ہوئے ہیں و ہر سماردوں نے کہا کہ انوار میں بیاں کی حایکی ہے، مادہ خود انتہائی ماریک لکھائی اور بھیجیائی کے یہ تینوں دفتر ایک ہزار سات سو اٹھائیس صفحات کا احاطہ کرتے ہیں

گجراتی کے یک بابی ڈرائے؛

۱۔ گلاس جمع الحرائر کی مذکورہ مالا تیس جلدوں کی طباعت کے دوران ہی یعنی ۱۹۷۷ء میں مستقل مکٹسٹ انڈیا روڈی مفسر صحنی کی ایک ترجمہ کردہ کتاب، گجراتی کے یکابی ڈرائے، شائع کر دیا تھا گجراتی والوں کے ڈراموں کی اس کتاب کے مرتب ایم ایم راول میں مضمون کے گجراتی کے معروف ڈرامہ نگاروں کے ہر شاہکار یک بابی ڈرائے کیجا کر دیئے ہیں جس کا مفسر صحنی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ کتاب کے آخری صفحات پر ڈرامہ نگاروں کا مختصر تعارف بھی شامل ہے۔ اس ڈراموں اور اس کے مصنفین کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) اما گجری در سبک لال بھونالال بارکھ (۲) سوں (چندر دھول مہتا) (۳) اوس کے موتی (میتوت میتیا) (۴) ہسارٹھ بھائی امر ولویا (۵) آج واما سکو سوختی (۶) پرا ما حوشار (دھیس سنگھ) (۷) گٹھ کی ماں (جی لال) (۸) مانکے کا پڑوسی (شکر جید واکر) (۹) ایسے ہیں تو دھیس (پالال بٹیل) (۱۰) موتی کی لوک (جیتی دلال) (۱۱) مغلانی روشنی (کرش لال سری دھرائی) (۱۲) تارک کا ایک صفحہ (کتاب داس روکر) (۱۳) گلی آزاد دی (شیرکار عوشی)

اڈیا رماں کے سائندہ افسانہ نگاروں کے کہیں تادہ کار اسانے مسوع

اڈیا افسانے: کر کے پچھائی پشایک نے انھیں مرتب کیا اور کتابی شکل میں مسطر عام پر لائے

عمر میں لے اڈیا افسانوں کے اس سائندہ مجموعے کو اردو کاٹوس عطا کیا اور میل مکٹسٹ انڈیا روڈی کے پراہام یہ کتاب ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں ۱۳ اڈیا افسانہ نگاروں کی تحلیق شامل ہیں وہ

سب دیل ہیں۔

۱۔ رمتی (میر موبس سبیا جیتی) ۲۔ میل ماسٹری (گودا وریس دھیا تارا) ۳۔ گوشت کا لودہ (کالندی چرن
 ۴۔ بان لڑائی) ۵۔ ادمہ ورا (سجدا سندادت راد) ۶۔ گوپی ساہوکی دوکان (امست میر سادہ پٹا) ۷۔ کالا
 پیاڑ (راج کشور رائے) ۸۔ ادمہ میرے کا آسپ (پراش سدھوکر) ۹۔ سوسم راول (میتو سدھ تارا)
 ۱۰۔ ٹنگ (راج کشور شیا یک) ۱۱۔ انڈیا گولی ماتھ بھائی) ۱۲۔ جاند کی دھما (اکل موہن شیا یک) ۱۳۔ تارا
 ۱۴۔ رما چرن متر) ۱۵۔ ٹوٹے کھلے (کتوری چرن داس) ۱۶۔ جاند کی دھما (اکل موہن شیا یک) ۱۷۔ تارا
 کی ہسی (بھاپا تریل می ساہو) ۱۸۔ عام دعوت (سنت کاری شیا یک) ۱۹۔ جنگل میں (سورج داس) ۲۰۔ چنگ
 (رجوٹی بھوشن تریا بھٹی) ۲۱۔ جنگل اور اوجھ (کرش پر سادھو) ۲۲۔ صرب کاری (دھانوک کر ایار

مقالے میں زیادہ صحیح ہے۔ دوسرے دو حصے میں خود دفتر اول کے حصوں سے مربوط ہیں۔ اور چہارم حصہ سوم میں ۱۲ ابواب اور جہیزم میں جدا ابواب ہیں خواہ اس طرح ہیں۔

حصہ سوم :- عادت کرشتیہ کیب، الہاب، آدروا کی انگلیاں، سند سے جمع الخراز کا طلوع جمع الخراز کی توسیع جمع الخراز میں سختی آتی ہے۔ جمع الخراز کی اساس، وہ ماستوں کو لے آئے جمع الخراز کے ماستدگان، طرز مدنی اور رسم و روح، کیب میں حواتین، ممتد قیدی، سیاسی قیدیوں کے مقام پر وادار قیدیہ کھٹ کھٹ اپنی دوسری کھال بھی ہمارے حوالے کر دو قسمت کی تبدیلی سرائیں۔ سامعی اعتبار سے دوست حاضر محرم کیے، گلاگ جمع الخراز کی مولیٰ لطیفہ کی دیویاں قیدیوں کی قوم، کان کون کی حدات یہ کپوں کے قرب و حوالہ میں ہم معروبہ تعمیر ہیں۔

حصہ جہیزم :- عنوان روح اور کاشے دار تار۔

ابواب :- چڑھائی یا گراوٹ بہاری یا سرکیر تادی الگ الگ کہایاں۔

(مترجم کے نوٹ مرسل خواہی)

گلاگ جمع الخراز (دوسرے سوم) ۱۰ ۵۲ صولات میرتسل یہ جلد ۱۱۹۸ میں چھپ کر مطبع عام پر آئی اس کتاب پر مقرر حصی کو چند اردو اکادمی نے دوسرے العام سے لوارا ہے۔

اس دفتر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے خود دفتر اول اور دوم کے حصوں سے مربوط ہیں

حصہ یکم، حصہ ششم اور حصہ ہفتم میں بالترتیب ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ابواب ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

حصہ یکم :- عنوان کورنگا

ابواب :- تصویب طے - انقلاب کی آدیں سانس سلاسل سلاسل - ہم اس صف میں کبوں شامل ہوتے۔

سرور گور صداقت تہہ سنگ سیمہ حرم معرور سعید بلوگرشہ وادار جی نیو کی کہانی خود اس کی رمالی کیب سے قرار، حرأت اور طریقہ کار، نامی گس واسے لڑکے تاروں کے بھیے زمین مل رہی ہے سنی سلاسل شکی

کیبگیر کے چالیس دن

حصہ ششم :- عنوان حلاوطی

ابواب :- آزادی کے ابتدائی رسول میں حلاوطی کساوں کا طاعون حلاوطوں کی تعداد و رھی حلاوطیں

سرکار کا احتتام حلاوطی کی تر لطف و مدگی نیکوں کی آزادی

حصہ ہفتم :- عنوان اسائن ہیں رہا۔

ابواب :- گزشتہ واقعات یہ ایک طائرہ نظر حکراں مدلتے ہیں جمع الخراز رقرار رہتا ہے قانون کی موجود

صورت حال (ریس مقرر مار لوست استاد یہ)

گلاگ جمع الخراز کے دفتر اول پر مترجم کا نام مطبع حصی کی حکم یریم گویاں مثل روح ہے دفتر دوم اور

ان پانچ مضمون ماسوسی ادبوں کے علاوہ مظهر حسنی نے سیکش ایک سیریز
 ماسوسی ادبوں کو ہندوستانی ادب میں اردو کا نمونہ عطا کیا ہے۔ اس میں ایک ناول 'تار عکس'، 'ماہنامہ متلو و
 نظم'، 'دلی میں ۱۹۵۶ء میں قسط اور شائع ہوا 'ماتی دو ناول' میں 'الاقوامی لٹریچر'، 'اور پہلی کو بھٹی'، 'تاحال غیر
 مضمون ہیں اس طرح 'تار عکس'، 'سمیت اس ماسوسی ادبوں کی تعداد سات ہو گئی ہے اس ادبوں میں
 مظهر حسنی کے نام کے ساتھ اس کی وطنیت، ماسوسی بھی تحریر ہوئی ہے

مذکورہ بالا ادبوں میں 'بتر لاک' جو ہر ہندوستان میں 'کے تعلق سے ایک قابل ذکر بات یہ کہ اس
 پُرکھت داساں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کے اب کتاب اول، کتاب دوم، کتاب سوم، کتاب
 چہارم کے نام سے دیئے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں 'بتر لاک' کی ترتیب حسب ذیل ہیں

(۱) دھندلکا (۲) ہوائی قس (۳) خوب دہراس (۴) ظورج صبح

غیر ملکی اور ہندوستانی زبانوں کا غیر ماسوسی ادب:

(۱) سکراب نے کہا: نون العام یا مہ روسی سائمنڈاں، آندری ڈی سماروف کے پندرہ تہلکہ غیر ماسوسی
 اور کمر روں پرسل انگریزی کتاب SAKHAROV SPEAKS کا ہمارے اردو ترجمہ میل اکاڈمی دلی نے مظهر
 سے کرایا اور اگست ۱۹۶۵ء میں اسے شائع کیا اس دلوں بھارت میں ایمرحسی مادحتی ماحترے مخلصانہ عدلے
 کی جس مترجم کا نام مظهر حسنی کی حکمتیہ یکا ش پھاب دیا میں یہی معاملہ 'گلاگ' مجمع الخرائر (اردو ادب) کے
 ساتھ بھی میں آیا حالانکہ اس کتاب کے دفتر دوم اور سوم بہتر ترجم کی حکمتیہ مظهر حسنی کا نام چھپایا ہوا ہے
 (۲) گلاگ، مجمع الخرائر (دفتر اول)۔ میل اکاڈمی دلی نے ایک اور نون العام یا مہ روسی مصف الیکٹرڈ سولیت
 کی من مسم دفتر اول پرسل یا دواست اور دوس کے مستقی قیوں میں خود مصف پریتی ہے) ترجمہ کے لیے
 مظهر حسنی کے حوالے کس اس میں پہلی جلد 'گلاگ' مجمع الخرائر (دفتر اول) ۱۹۶۵ء میں شہادت اہتمام کے ساتھ
 اور شائع سے آراستہ ہوئی اس کی صفحات ۵۸ صفحات ہے اس دفتر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصہ
 اول کا عنوان 'صحت رعدان' اور حصہ دوم کا یہیم روانی ہے حصہ اول بارہ ابواب اور دوم چھ ابواب ترتیل
 سے اس طرح ہیں

گرمادری - گندے پانی کی نکاسی کی مالیاں - نفیس پٹی ٹوٹی والے، پہلی کوٹھری پہلا پیار، موسم
 ہار، اچھر دم میں قانون کا عہد طعلی قانون و درستان میں، قانون پمٹی کے عہد میں، علی کاروائی، تیوراک
 عہد دوم، مجمع الخرائر کے ہار، مجمع الخرائر کی سدر گاہیں علاموں کے کاروائی تحریر سے تحریر سے
 مل (۳) مترجم مرہگ خوشی

گلاگ مجمع الخرائر (دفتر دوم) صفحات ۶۲۴ صفحات سرائعت ۱۹۶۵ء یہ دفتر اول اور دوم دونوں

(۶) میں الا تو امی لیٹرے (۷) پہلی کوٹھی

آئرا لڈ کر تیں جاسوسی ماولوں میں سے تار عنکبوت مابعدہ، متعلقہ دستہ، دہلی میں قسط و دستاں
موتارہ بانی دوتا حال غیر مطوعہ ہیں اور اظہار اثر کی تحویل میں ہیں ان سات جاسوسی ماولوں کے علاوہ جس
کتانوں کو مظہر حسنی نے اردو میں منتقل کیا ہے ان کے نام ہیں:

(۱) سمار دہ لے کہا (۲) گنگا نبع الخزانہ و مژدوم (۳) گنگا نبع الخزانہ و مژدوم (۴) گنگا نبع الخزانہ و مژدوم
سوم (۵) گنگا نبع الخزانہ و مژدوم (۶) اڑیا افسانے (۷) میڈری (۸) طوہاں (۹) بھارتیہ و ہندویش جند (۱۰)
ریگئے لوب را مکمل (۱۱) سکچہ جند پڑھی۔ ان کے علاوہ مظہر حسنی نے تیس اصنام بھی ہندی اور انگریزی سے
ترجمہ کیے ہیں ان میں کوہاں، ہندی سے اردو میں منتقل کیا گیا اور بہت 'الانامہ میں شائع ہوا 'مترجم
کی چوری' ایچ جی ویس کی انگریزی کہانی سے اور 'اصطراب' ایٹش جیو کی روسی سے انگریزی میں ترجمہ
کردہ کہانی سے اردو میں ترجمہ میں 'مترجم' 'سبب' 'الانامہ اور 'پگڈنڈی' امرتسر میں شائع ہوئیں
مظہر حسنی کی مذکورہ بالا ترجمہ کردہ کتابوں سے متعلق دیگر تفصیلات اس طرح ہیں:

انگریزی جاسوسی ادب:

(۱) چور دن کا قاتل مظہر حسنی کاسب سے پہلا انگریزی کی سیکس بلیک میر سے ترجمہ کردہ ماول ہے اسے
ہندوستانی ماول میں ڈھالا گیا ہے جسے امرتسر پبلشنگ ایجنسی نے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا اسرور
کے چیف ایڈیٹر گوردیٹر سکر اسرور اور ایڈیٹر ویک لی اسے تھے اس ماول کی صفحات ۱۲ صفحات ہیں
(۲) شرناک ہومن ہندوستان میں اس ماول کا مرکزی خیال کارٹرڈکس کے انگریزی جاسوسی ماول ڈی ریڈ
اور وارنڈ READER IS WARNED سے ماخوذ ہے۔ مظہر حسنی نے اس ماول کا اضافہ ایسے محلو
بھائی سیٹھ مظہر الدین، مظہر کھنڈی کے نام کیا ہے ۳۴۸ صفحات کی صفات پریمی یہ ماول سیم ک ڈیو لکھتو
نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا۔

(۳) دہری سارس، چترجہ ماول بھی سیم ک ڈیو لکھتو ہی کے زیر اہتمام ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا مظہر حسنی نے

AN OVER-DOSE OF DEATH اور ڈور آف ڈیوٹ اور ڈور آف ڈیوٹ

کو ہندوستانی ماول کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے جو ۲۸ صفحات کا احاطہ کرتا ہے
(۴) یاسر قتل، ۲۸۷ صفحات پر مشتمل یہ جاسوسی ماول ارنل اسٹائل گارڈر کی دلچسپ تخلیق اور سی جی راول
CASE OF THE ROLLING BONES دی کیس آف وی رولنگ بونس کا اردو ترجمہ ہے اور مترجم نے اسے
بھی ہندوستانی ماول میں پیش کیا ہے سہ ماہی ۱۹۵۵ء اور سہ ماہی سیم ک ڈیو لکھتو ہی ہیں یہ مظہر حسنی کا ترجمہ
کردہ چوتھا جاسوسی ماول ہے

تراجم

ترجمہ کے میدان میں بھی مظفر حسنی کا کام حاصل وسیع و وسیع اور اہمیت و اہمیت کا حامل ہے ۱۹۵۴ء سے اعلیٰ مختلف رسائل میں لکھے ہوئے مختلف ممالوں سے ترجمہ کردہ اہل کے کئی مضامین ملتے ہیں اور بہت کا دوسری زبانوں کی کہانیوں کو انھوں نے اردو کا طوس عطا کیا ہے علاوہ ان کی اور غیر ملکی زبانوں کے ترجمہ مشہور مصنفین کی کتابوں کو اردو زبان میں منتقل کر کے انھوں نے اردو ادب کے سرمائے میں اضافہ کیا ہے بحیثیت مترجم مظفر حسنی کا سب سے اولین کارنامہ ایک انگریزی حاسوسی مادل کا اردو ترجمہ ہے جسے 'چاندنی کا قاتل' کے نام سے ماسروریات سنگ ایڈیٹڈی الاآنادے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا ماسرور ایک ماسنامہ تھا جو 'حاسوسی دیا' الاآناد کے مقابلے میں شائع ہوا تھا۔

'حاسوسی دیا' الاآناد کے مستقل اول نگار ان تھے جنھیں اردو کے حاسوسی مادل نگار کی حیثیت سے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ابتدائی زمانہ میں ماسامہ 'بکبت' الاآناد میں ان کی کہانیاں طویل و دراز کے قلمی نام سے مظفر حسنی کے دوست مدوش شائع ہوتی تھیں 'بکبت' الاآناد کو جب ایک مستقل حاسوسی نامہ طر پر ماسرور کا اصرار عمل میں آیا جس کے چیف ایڈیٹر گدی شکر اختر اور ایڈیٹر دیکتی نے تھے اس زمانے میں مظفر حسنی کا نام ایسے افسانوں کی وجہ سے حاسوسی ادب میں خاصا حاما بہیا ماسما لہذا ماسرور و انوں نے ان کا ترجمہ کردہ مادل چوروں کا قاتل' شائع کیا جو خاصا مقبول اور ادرہ کے ساتھ سلسلے میں مددگار ثابت ہوا یہاں بیش مظفر صومع مظفر حسنی کی ترجمہ نگاری ہے لہذا مترکہ حاسوسی مادل سمیت ان کی ترجمہ کردہ حاسوسی ناول؛

۱) چوروں کا قاتل (۲) شرلاک مورمر سہستان میں (۳) دوسری ساریش (۴) پراسرار قاتل (۵) تار

باب سبقت

الحمد

ہے۔ راقم الحروف جو ایسی محسوسات کہہ کر پلوم نے (حیدر آباد) تنازعہ لکھی اور 'خریک' (دہلی) میں اپنے بھائیوں سے لفتیں وصول کر چکا ہے، ہم یہ ہے کہ قابلِ گرفت چیزوں پر اعتراض ضرورتاً درست اور 'دقیقا' کسی ایسے لوگوں کو کہہ دیا جانتا ہے جو عمر بھر بہل روایتوں کے حلاب صاف آرا رہے ہیں یوں بھی ہمیں کہ حدید تنازعہ میں کوئی اچھی چیز نہ ہو۔ شہر یاد، مداح اصلی، مزاح کوئل اور دیگر کئی سے تنازعوں کے یہاں (اور کہیں کہیں عمیق حسی کے ہاں بھی) بیشتر چیزیں ایسی لمبی ہیں جو ایسی تاریکی، مذرت اور حوصلہ و واضح علامتوں کی وجہ سے کرکشت ہیں، انکی اہمیت ایسی جگہ مسلم لیکن یہی جو عادل مصوری کی عمر آج کے موجودہ مساجد میں شائع کی ہے اور ایسی قسم کی دوسری سے کارہ پیار کی طرح تہہ دار لیکن جھٹکے، انارے، بے معر، یا پھر کوک شاستر، کی تفسیر قسم کی نئی تنازعہ کو اگر سجدہ لوگ پسند نہیں کرتے تو کسے حقہ سمجھتا ہے کہ انہیں نقول عمیق حسی ادب سے رٹا کر دے اور اگر یہ دستور عام کرنا ہے تو پھر کیوں نہ ساتھ ہی ساتھ ماقدیں کو احمد بھیجیں، قسم کے تنازعوں کو ڈس کر دے کے اختیار بھی دے دیے جائیں جو اعلیٰ ادب کی جو دایمی معیثت کردہ معرکہ پر نو رہے ہیں اس لئے

مقالے کی طرح بنی ہوئی طوائف احاد ہیں دینی دورہ مظہر حسی کا ایسے ادبی مساحت پر مشتمل ہر خط اس قابل ہے کہ اس سے کم از کم ایک آدھ اقتباس پیش کیا جائے آئندہ صحت کبھی یہ خطوط لکھا ہو کہ کتابی شکل میں شائع ہو گئے تو مکتوباتی ادب میں قابلِ دراصلہ کاموں کا مجموعہ ہے جسے یہ کہ مظہر حسی کے تنقیدی مضامین کے دو مجموعے (تقدیر سے) اور (تجربہ) حسی تحقیقی مقالہ (تجادعاری توجہات اور) و صاف کتابیات کی دونوں جلدیں، مختلف اور متنوع تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر مشتمل ایک غیر مطبوعہ مضامین (رسائل میں شائع شدہ) و دور رس پیش لفظ اور دیباچہ، ڈیڑھ سہ سے زائد تصدیق اور ادبی مسائل و مساحت پر مشتمل ایک بے سادہ خطوط کی صورت میں ہمارے سامنے اس وسیع اور وسیع تنقیدی اور تحقیقی سرمایہ ہے جو ہمیں ایک مستند و معتبر ناقد کی حسرت دل سے لے کر کافی ہے اس کیلئے ہڈیا آف انڈین لٹریچر (ساہیہ) اکیڈمی دہلی کی جانب سے جو کہ اساعتیم میں اردو کی کئی اصناف بھی سلاحتوں سے سوانح عمریاں، سوانح عمریاں، سفر نامے، طر و مزاج اور تاجدارانی کے بارے میں مظہر حسی کے آرٹیکل (تقابل مضامین) شامل ہیں اور وہ حسرت سہانی کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک ٹرسٹ کے لیے ایک مستقل کتاب کا شکل ہے جس کو ایک وقت متعدد ہندوستانی زبانوں میں شائع ہوگی یا اس سے قاعدہ تنقید کچھ کی اسرار انھوں نے ابھی حیدر میں جیتری کی ہے اس لیے سرورست بحیثیت تنقید نگار ان کے مقام و مرتبہ کا انعقد کرنا قابلِ اہم و وقت ہو گا ایک ملاحظہ وہیں اور مسلسل کچھ لکھنے کے لیے اسے آج کو وقف کر دیے کی وجہ سے جن نظر اگلے حیدر برسوں میں ان کی کئی اور تنقیدی تصانیف مظہر عام برائیں گی اور بحیثیت نقاد ان کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گا

لے 'پلوم' حیدر آباد میں یہ خط مظہر حسی اور طیل الرحمن اعلیٰ کے مابین چھری تھی

سے مکتوب مظہر حسی متعلقہ کتابوں الاناد دسمبر ۱۹۶۶ء ص ۷۵

شاہد ویر آغا صاحب کا مصوں ویر عت متخاص کا جواب نہ میڑا تو مصوری صاحب نے
مادم کو عاریہ سلسلے کا علیہ اول اور مدللہ کہہ کر اپنی تسکین کر لی ویسے ابھیں میرا ایک تعریف
آیا ہے بلکہ یہ قطع بھی میں

مظہر جو رک ڈاڑھی میں ترکا دیکھا ہو تو ہمارا طہر حرم دہیں پراچھا چکیا ہے " نہ
نار" (مئی) میں حدیدیت کے موضوع پر کچھ ایسا ہی معرکہ مظہر حسی اور عتیق حسی کے مابین بھی حل
ہوئے اس سلسلے کے ایسے ایک خط میں حدید ماقدیں سے مفکروں کی توصفات کا ذکر کرتے ہوئے
مظہر حسی لکھتے ہیں۔

ادھر حدید ترین سسل اور اس کے حامیوں کا یہ دطرہ رہا ہے کہ حب کوئی کام کی حب جلتی
ہے توصافات کرنے کی بجائے اسے مسمی ماتوں میں الجھا کر حتم کر دیا جاتا ہے۔ اصل سوال یہ ہرگز
اس کے مفکروں کو ماقدیں سے لوظات رکھی جاتی ہیں یا نہیں، عرض صرف اسی ہے کہ حب ایک بالکل
مائع سسل ایسے حق سے زیادہ حاصل کرے کے لیے داویلا بجا رہی ہے اور کہیں مصلحتوں کے
تحت کچھ لوگ اس کی حمایت بھی کر رہے ہیں تو کیوں نہ یہ مطالعہ واقعی ایسے لوگوں کی جانب
سے سامنے رکھا جائے جنہیں طویل اور موثر خدمات کے وجود ان کے حقوق سے واقعی محروم رکھا
گیا ہے " نہ

مئی شاعری کے نامے میں جس ماتہ آراہ کی رائے رنی پر مظہر حسی ابھیں متورہ دیے ہیں کہ
"یہ کام وہ زیادہ دیے نامک اور وسیع الطرزوں پر چھوڑ دیں تمام کی تمام مئی شاعری نہ تو صحیح
مکوں میں ہی اور قابل قبول ہے نہ ایک سرے سے لغو اور گرد رونی قرار دیے جانے کے
لائق نہ لکھی ہوئی رگوں پر انگلی رکھا اور مات ہے اور گندگی کر مادوسری " نہ

حدید شاعری کے ابتدائی دور میں اس قسم کی بحثیں خوب جلی ہیں۔ مظہر حسی ابتدا ہی
سے حدیدیت میں استہجابی اور حدیدیت کے نام پر مہمل گوئی کی مخالفت کرتے ہوئے
ان بحثوں میں ایسے متوارن طرز فکر کے ساتھ سرگرم حصہ لیتے رہے۔ اسی موضوع پر "ستخوں"
اور "آماج" میں شاخ ستہ ان کے ایک طویل خط کا اقتباس ملاحظہ کیجیے

حدید سسل کا سرکار اصرادی طور پر ایسے علاوہ بہت کم لوگوں کو حدید سمجھتا ہے اور
اسی علاوہ مہمل کا واک، مے معصدا اور آوٹ، بٹانگ، چپروں کو بھی اعلیٰ ادب تسلیم کرانے پر مہر

وہ تقریباً ہر گزرنے والے کو ایسی طرف متوجہ کر لیتے ہیں لیکن آخرات ایک مسکراہٹ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک ادنیٰ بلیٹ فارم پر آوارہ سوچے والے اسٹر صاحب کب تک مرتبہ پر پہنچے ہیں جب کہ اس کی اس سوچ کا نتیجہ نکلتا ہے سوچ کا نہ جاگیر دارانہ اسلوب خوش چلنیسی شخصیت کے ہاں برداشت نہیں کیا گیا جس میں بڑے ٹٹے ماسے تھے دیویدر اسٹر صاحب کو تو حیران بھی ہم جیسے ٹٹ لکھے، ہی آج تک سب ہیں، ۱۱

اس زمانے میں 'تحریک' اسی کے صفحات پر مکتوبات کے کالم میں مظہر حسنی اور عادل مصوری کی بھی اچھی خاصی لوک جھومک چلی ہے۔ وزیر آغا کے ایک مضمون پر عادل مصوری کا حسنی کا ملاحظہ 'تحریک' میں شائع ہوا جس پر مظہر حسنی کی گرفت ملاحظہ کیجئے،

”عادل مصوری صاحب کا حاط اس کی تحالیتی کی طرح محملک ہے وزیر آغا صاحب کے اس مضمون نے حدید ترین نسل کے اور بھی بہت سے عظیم و نگاروں کو براہِ رحمتہ کر دیا ہے سوال اس کے دیر سے لولے کو نہیں (کہ برم اور برآمد لکھے میں وہ ادنیٰ دنیا کے پرالے شماروں میں بہت کچھ کہہ چکے ہیں) ساری مارا صلی اس کی صاف گوئی یہ ہے جو موصوفے پہلی مار حدید بریں نسل کے مشفق رتی ہے اور ایسی مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ رہی بات یہاں حلاؤں اور اس کی کرامتوں کی، تو وہ رماہ بھی لدا نہیں صاحب، 'بھو کی بیڑھی' کے شاعر اعظم آج اس کی کرامتوں کے زیر اثر جلد کشی کرتے ہوئے لپڑا تے ہیں، میرا ایسا مشاہدہ ہے۔ عادل مصوری صاحب بھی اس بار سے دافع ہو گئے، ۱۱

عادل مصوری نے ایسے ایک خط (مطوعہ تحریک حوری ۱۹۶۶ء میں مظہر حسنی کو بطور طبر غار منہ سلسلے کے حلقہ اول، لکھ کر ان کا یہ شعر طبر نقل کیا،

بھر پڑھی دم والا کتا۔ ہتھی پر لکھا کر

مظہر حسنی کا رجسٹر حوالی رد عمل اس کے مخصوص تنکھے انداز میں ملاحظہ فرمائیے

”اس اثر تحریک میں عادل مصوری صاحب کا مدد در دیل شعر دیکھا،

یوں تنگ ہو اتیرے تہیدوں نہ کہیں کہ میروں کو اگر ڈھکیے تو سر کل آئے

۔۔۔ اگر معقولیت سے سوچیں اور بات کرنے والا کوئی نگار ہو تو اس کے 'اور ڈھکیے' پر اظہارِ خیال کیا جاسکتا تھا لیکن وہاں تو مات کو گول کر کے دوسرا رخ دے دیا عام بات ہے

ایک میاک ماقداحی اسرا کھارتا دکھائی دیتا ہے۔ موت کے لیے حد اقتناساب ملاحظہ

نامہ ساگر کی مقدار موصوعہ پر لکھی ہوئی ایک کہانی کسمیر کی بیٹی، 'سنگم' ختموں میں
شائع ہوئی، جس پر مقرر حصی نے رسالے کے ایڈیٹر مونس یادو کے نام سخت ہمدیدی خط لکھا
اس خط کی آخری سطریں ملاحظہ کیجیے

"جہاں تک اس قسم کے گمراہ کن ادب کی اساعت کا سوال ہے، میں گورگی کی اس رائے
سے بالکل متفق ہوں کہ بیشک اگر آپ کی طبیعت ملارہی ہے تو قے کیجیے لیکن حد کے لیے۔۔۔
سارے عام پر نہیں یہ تو انتہائی خود غرضی ہوگی کہ آپ آرادی کا حوالہ دے کر جید کریں کہ ہمیں
میں پورا ہے یہ بیٹھ کرتے کروں گا تاکہ دوسروں کی طبیعت بھی متلائے لگے آرادی کے نام پر
سیاہ حاشیے نہ جاتیہ آرائی، 'رخص' اٹیس، یا حد، اور اسان مرگیا اور کسمیر کی بیٹی،
میا ادب اور زیادہ یوحا حائے والا نہیں اس کا احساس عالا ساگر صاحب کو بھی ہے
اور 'من کا' سے سنگم، سنگ کسمیر کی بیٹی نے ایسا سرچھ سال کی مدت میں نہ طے کیا ہوتا ہے
'اسانہ' تحریک، دہلی میں مستقل کالم و تاثرات اور تعصبات کے تحت ادنی مسائل پر
بحث و محیص کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا تھا جس میں دیوید اسر مختلف ادنی موصوت پر قلم کاروں
کا ماس سے اٹھائے گئے مسائل کی وضاحت ایسے نقطہ نظر کی روشنی میں کرے تھے مقرر حصی
سے دیوید اسر کی ان وضاحتوں پر ایسے مرایلے میں جو رد عمل ظاہر کیا وہ کچھ اس طرح ہے
"مونی مونی غیر ملکی اصطلاحات اور معنی مصنف کے حوالوں سے قطع نظر، تاثرات اور
لفظ (جس کا بہترین عنوان تعصبات ہو گا) میں اب تک اسر صاحب نے جو کچھ کہا ہے اس
کا مواضع یہ ہے کہ ہمارے ادیب اور ساعر متوازن انسان نہیں ان کی فکر محدود ہے، ان
میں زیادہ اٹھرائی ہے، ان میں احساس کمتری ہے، انگلیس میں یوجوں کی بھر مار ہے، مانسرا بھی
چیزیں ہیں جیسی تے، نقاد تنقید کر رہے ہیں حالت، وغیرہ وغیرہ۔ میں بتا ہوں انہی انتہا پسند
اور قومی اتوں سے اسر صاحب کا مقصد کیا ہے؟" کہ

۔۔۔ اس موصوعہ پر ایسے اگلے خط میں مقرر حصی لکھتے ہیں
"مآوارہ سند سپر جسے یہ کوئی پابندی نہیں ہو رہا ہے یہ اس قسم کے لوگ مل جاتے ہیں اور

۱۔ مکتوب مقرر حصی مکتوب سنگم ختموں ۱۹۳۳ء ایڈیٹر مونس یادو سے
۲۔ مکتوب مقرر حصی تاثرات و تعصبات، تحریک، نئی دہلی، سوری ۱۹۳۶ء سے

عسی انعام کے سعری مجموعے 'دستِ آرد' پر تحریر کردہ مقرر حصی کے اس پیش لفظ کی تعریف میں مشہور ادیبہ عصمت جغتائی رقمطراز ہیں:

"یہ سلاٹیش لفظ میری نظر سے گزر رہا ہے جس میں صاحبِ عقیدے اسی علیہ کار عرب جھاڑنے کے محاکے ٹڑے حلوں اور سادگی سے صرف تنازع اور سعری پر ایسے رائے دی ہے جو قاری کو پڑھنے پر رعب کرے کے لیے ٹری اسمیب رکھتی ہے" ۱۷

محبوب راہی کے مجموعہ کلام پر ایسے ہیں لفظ "اتات" میں بھی ایسے لطریات پیش کرتے ہوئے مقرر حصی اس طرح اظہارِ خیال فرماتے ہیں

"میرا خیال ہے کہ دو کرے کی سرلِ قول کرے کے بعد آتی ہے اور تحریر کا حق استعداد کے بعد حاصل ہوتا ہے جسو صناد دو عمل میں روایت سے مکمل اسقطاع کا مطلب ہی تخلیق موت ہے یہاں روایت ایسے کے ان ٹکڑوں کی طرح ہے جس کے حصار میں خیالی کی رنگیوں سے پیش جوڑیوں کے ٹکڑے الفاظ کی شکل میں رکھ دیئے سے حو لصور ت نقش میں جاتا ہے اور تحریرات و احساسات، روانہ و ماحول کی تبدیلی سے یہ نقش سے حو لصور ت تر لقصش میں تبدیل ہوتا رہتا ہے چنانچہ محبوب راہی اس رسر سے واقف نظر آتے ہیں" ۱۸

ایک اور جرحوہ صرف مقرر حصی کے عقیدہ کاراموں میں کچھ برسوں بعد مخصوص اہمیت کی حامل قرار پاتے گی بلکہ مکتوباتی ادب میں بھی پیش ہوا اصالے کا ماعت ہوگی ان کے مکاتیب میں جو وہ ایسے ہمعصر شعراء، ادباء، باقدیں اور مدیرانِ رسائل کے نام لکھے گئے تھے ریتے ہیں اور جس میں مختلف ادبی مسائل پر کھل کر انھوں نے ایسے لطریات اور مانی الصمیر کا اظہار کیا ہے اکثر خطوط تند و تلج ماحت پر بھی مستمل ہیں مشکل یہ ہے کہ ان خطوط سے کچھ لوگوں کی ذاتی کرداروں کے اکتاف کا حوف بھی والستہ ہے اس لیے ماحود کو تسق کے سر دست ان کا لسا محال ہے آئندہ حب بھی اس موضوع پر تحقیقی کام ہو گا یہ خطوط ٹڑے کار آمد تاس ہو گئے الہ کچھ برس پہلے تک مختلف رسائل میں مقرر حصی کے جو خطوط تانے ہو کر ادنی دیبا میں ایک ہر گامہ ساسر یا کرتے رہے ہیں ان سے دوسرے خطوط کی نوعیت کا اندازہ لگا ماا سکتا ہے، حد بر سن پیشتر تحریر کردہ ان خطوط میں مستقل کا

مرد کام لیا گیا ہے جو شعر کے مہیوم میں وسعت اور تازہ ترین کئی یرتیں پیدا کرتا ہے۔“ لے
 بیشتر جدید شاعر و نقاد مظفر حسنی کی اس قسم کی باتوں پر ابھیں ترقی پسندوں میں شمار کر لیتے
 ہیں شاید میر کے مجموعہ کلام پر ایسے بیٹیں لفظ میں انھوں نے ایسی ہی کچھ اور مائیں بھی ہیں
 ”اب کچھ ایسی باتیں کہہ لیے دیکھیے جس کے اظہار میں ہی ترقی کے نگہ سالوں کو اکساراً ص
 لڑائیاں ہوں۔ شعر میں سماجی معنویت اور مقصدیت اگر وہ حد لے میں تحلیل ہو کر اور میں ڈھل
 کر آئیں تو کچھ اتنی بڑی باتیں بھی نہیں ہیں کہ لاربا اس لیے ترک کر دی جائیں کہ ترقی پسندوں
 نے ان کو انھیں پروپیگنڈے کی شکل میں بیٹیں کہ ہے شاید میر نے اپنے گرد ایسا کوئی موضوعانی
 حصار نہیں بچھ کر رکھا، حایچہ اس کی ساعری میں یاسیت اور قومیت کی جگہ رحامت اور حوصلہ بندی
 نظر آئے گی۔“ لے

بہتہ عمری میں کلاسیکی رنگ سخن سے جھٹکا را حاصل کر کے شعوری طور پر جدیدیت کو
 لکھنے والے شاعر میں اعجاز کے رجحان کی تبدیلی پر مظفر حسنی کا تحریرہ ملاحظہ کیجیے
 ”میں سمجھتا ہوں کہ مزاج سخن کو اتنی تازگی سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا جس طرح آب اور ہم کڑے
 بدل کر لیتے ہیں ایک خاص ہیج کا شاعر مزاج تشکیل و تکمیل کی سیرل سے گزرے کے بعد مدلا
 لئے تو اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی کہ مدہ کھال اترے سے ہوتی ہے اور اشعار گواہی دیتے
 ہیں کہ یہ معنویت میں اعجاز لے اٹھائی ہے۔“ لے

اپنے اس بیٹیں لفظ میں مظفر حسنی نے ص اور شخصیت کے ایک دوسرے پر اثر امداد
 و لے تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے
 ”کتابادہ فکس اور کھلی آنکھوں کے مسابدے لے شاعر کو مصائب لو کے اسار تک
 پہنچا یا ہے اور دلسوری و ہمدردی کے حدات لے اس کے لہجے میں طس کی کاٹ اور
 صداقت کی تاثر کا دوحکا یا ہے صی اعجاز صاحب کی شخصیت کی دلاؤیری ال کے کلام
 کی داناں ہیں ساتی ایسے آس یاس کے لوگوں کو بھی متاثر کرتی ہے آخر کوئی تو وجہ ہو گی کہ
 جس کے حاضر ادے تشکیل اعجاز لے ایجھے ہتھور اور اتنا ویر دار ہیں اور ان کے داماد شیج جس
 کو کوئی اس لئے کے مزاج نگار۔“ لے

لے بیٹیں لفظ مظفر حسنی، سمد آتسا، خالد محمود ص
 لے بیٹیں لفظ مظفر حسنی، موسم رد گھالوں کا، شاد میر ص،
 لے بیٹیں لفظ مظفر حسنی، دشت آرزو، صی اعجاز ص ۶،
 لے بیٹیں لفظ مظفر حسنی، دست درد، صی اعجاز ص ۱۹

”یہ گونی اور رود و لوسی کو میں فی ہسبہ کوئی مستحسن یا مدموم فعل قرار نہیں دیتا۔ میر اور اقبال نے بہت لکھا اور عظیم ٹھہرے ہیں اور تلو عالمی کی تخلقات کا دوسرا سرمایہ بھی اس کی بلند قاسمی کے آڑے نہیں آتا۔ اس کے برعکس محض ڈٹوہ حر و کے دیوانے اسد اللہ شاہ کو عالم سادیا اور یہ بھی ہے کہ آٹھ ضخیم دیوان تخلیق کرنے کے باوجود مصحفی تک کروں اور تارکوب میں گونج کر دم گئے، میر آج ہر شہر اور ہر قصبے میں درس دو درجہ عربی اساتذہ میں رکھے دے تھے شاعر موجود ہیں جس کے سروں پر محض کم گونی کے باعث عطمتوں کے تاج نہیں رکھے دیے جاویں گے۔ اکثر طبیعت روانی میں ہو تو شاعر مسلسل اور اچھا کہتا رہتا ہے اور کبھی طویل خاموشی کے بعد کہے ٹھہرے تو شعر کے نام پر مظلوم بیانات پیش کرتا ہے۔“

رامی کی لکھا مشکل پسند صنف شعر پر مستقل امیر چند بہار کی راعیات کے مجموعے پر مظهر حسی کے پیش لفظ سے یہ معلومات اور اقتباس بھی دیکھے

”ہر جید کہ راعی کے ۸۳ اور ان بیاں کہے جاتے ہیں جس میں تقریباً ۵۰ میں جس مرحل مادی لے، حاد سمیت کا دریا، میں راعیاں کہہ کر دکھائی، ہیں لیکن چھ دھوں کی آویزش سے حاصل ہونے والی ۲۳ دھوں اور ۸۳ اور ان کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر حال راعی کے لیے ایک اور صرف ایک ہی عمر کی یا سدا مکارے لیے بل صراط کی سی حیثیت رکھتی ہے مولیٰ معدار کہے ملے تنازع کے لیے ایک عمر کے چار مصرعوں میں عینی تحرات اور گہرے خیالات میں اپنے متصور تحرات پیش کرنا ابتدائی دستور ہے۔ اس کے لیے و مدہ ریری، راعی ص

اقتساب و احتساب اور غیر معمولی قدرت کلام کی ضرورت ہوتی ہے۔“

یہ تتر نام بہاد اور استہایسہ حدیدیوں نے ابہام و تعہیم کی بھی ہی کو حدیدیت کی میاد قرار دے رکھا ہے جب کہ مظهر حسی ابہام کی ضرورت کے ساتھ ”معموم کی ترسیل کے بھی حامی ہیں ایسے اس نظریے کو وہ مختلف انداز میں مار مار کر پیش کر چکے ہیں تاکہ محمود کے شعری مجموعے میں شامل ایسے پیش لفظ میں پھر لکھتے ہیں

”ملاحظہ انکی عربی اس آئوب آگہی اور کرب و ات کا اظہار جس میں لوری حدیدسل مثلاً نظر آتی ہے، لیکن استعار کی تعمیر و تشکیل میں آہنگ اور تناظر کے ساتھ ساتھ معہوم پر جتنا دور صرف کیا گیا ہے، تشبیہات، استعارات اور لفظی تشکیلات میں حسی معنی چیری مدائی گئی ہے، اسے اہمال سے دور رکھتی تعلق نہیں، اللہ کہیں کہیں اس تخلصی ابہام سے

۱۔ پیش لفظ مظهر حسی، لفظوں کا سیرا، مدایع الرماں حاور ص ۱۹۷

۲۔ پیش لفظ مظهر حسی، دس و دس، امیر جید بہار ص ۸

آخر میں تری نظم کے بارے میں مظہر حسنی کی رائے ملاحظہ کیجیے

”میں اردو میں آزاد غزل اور تری نظم کے پیسے کے اسکاں بہت کم دیکھتا ہوں اور ایسے اس
حال کے اظہار پر کئی دوستوں کو مارا صی کبھی کر چکا ہوں“۔

یہ تین کردہ تفصیلات سے تائب ہوتا ہے کہ مختلف رسائل و جرائد کے صفحات پر کچھ بے
ہوشیوں کے مختلف النوع تصوروں میں مظہر حسنی نے شعروادب کے مختلف الجہات مسائل پر مدلل بحثیں
کی ہیں، حائرے کی اسداں کے تصوروں کا انتخاب کتابی شکل میں محفوظ کر لیا ضروری ہے ورنہ
امتداد اس کے ہاتھوں اس کا صانع ہو جائے یا نفسی سے ملتا رہے کتاب حالی، عبدالحق، قاصی، عداود و
طلح الرحمن، عطی، کلام حیدری، ط الصاری اور شمس الرحمن فاروقی کے تصوروں کے مجموعوں
کے بعد اردو کے معیاری ادب میں اصافۂ ناست ہوگی

پیش لفظ: جس کتابوں میں مظہر حسنی کے پیسے لفظ شامل ہیں ان میں مدد رحہ دیل
نائل وکر ہیں۔ دیں و دیار، رعایات امیر حید (سار) لفظوں کا پیرا ہیں (مدلیع الہاں حاکم)
لوم و دو گلوں کا دستاوند میرا سیتے کی چٹاں (سراج الورا) حادثہ گل (مختار شمیم) آئینہ درآئینہ
(شادان) دوری (دست آرد و صی اعجاز) درد موسم کی ہوا (تساؤں درد) سمندر آستنا
نہال محمود (سلسلوں کی صلیب (عارف حلال) اسی روشنی (انور سرہب) عکس (گمال جعفری)
ساق (قاصی حس (صا) تنات (محبوب راہی) ملاعوں (سیح) رحمت اکو لوی (تیرے سر سے گیت
(سرا زبانی) است (موسم) (صفا کو تری) علاوہ اس میں میکا آتسا ہی، عوت محمد عوتی اور کئی
دوسرے شعرا کے مجموعہ ہائے کلام پر ان کے پیش لفظ اور دیباچے شائع ہوئے ہیں ان پیش لفظوں
پر کچھ مظہر حسنی نے متعلقہ کتابوں کے موضوعات پر تاریخی و ادبی میں مسطر اور دیگر اوروں کے مختلف
نئی پہلوؤں کا تعارف کراتے ہوئے جامعہ ایسے تنقیدی لطریات کا بھی اظہار کیا ہے ملا آتسا ہی مدد
کے بعد نظم و غزل کے مجموعے، درد موسم کی ہوا کے دیباچہ میں اردو کی تمام اصاف سب کے
روح و رواں کی اسداں کے پس مسطر میں غزل کی سبک حالی پر تھیل کے ساتھ روشنی
ڈالی ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اردو گوشتا و ادیب تخلیقی معیار پر قرار نہیں رکھ سکتا مظہر حسنی
یقیناً پسندانہ تحریر کر کے اردو گوئی کو دھڑکھڑاتے یا اعتدالی سمجھنے کے خیال کی تردید
کرتے ہیں

”ہیں اور وہیں کئی طرح کے سفر نامے مل جاتے ہیں۔ اس قسم کے روایتی سفر نامے بھی ہیں جن میں سیاح عرب معرانیائی حالات بیان کر دیے کو کافی سمجھتا ہے جس میں بہت ہوا تو اس مقام کے آداب معاشرت وغیرہ بھی شامل کر دیے جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے سفر ناموں میں عموماً عرب ملک کی تاریخ سے سروکار رکھا جاتا ہے جس میں سے سائے نقوش کی تخلیق کی حاضی گماشت ہوئی ہے۔“ لے (سفرنامہ) ”سیاح کے لیے حوس کی ترنگ، دیدہ میا اور اسیا و مناظر سے لطف اندوز ہوئے کی صلاحیت درکار ہوتی ہے، یہ دیکھنا کہ سفر نامے میں اس کا ہر سطر میں احساس ہوتا ہے کہ لکھنے والا دل لڑیٹھ ہو یا اولو، مارگ جہاں جاتے ہیں، بطور اکرا دی کی طرح کھلی آنکھوں اور قلب متان کے ساتھ وہاں کے مناظر اور ماحول سے محظوظ ہوتے ہیں۔“ لے (سفرنامہ)

مطرحہ جی نے ان تصوروں میں موقع و محل کی ماسحت سے ایسے تنقیدی نظریات بھی پیش کیے ہیں اور ایسے ہمعصر ناقدین کے نظریات پر بھی روشنی ڈالی ہے دور جدید کے مامور نقاد ٹس الرمل فاروقی کی سفر و قدارہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”۱۹۶۶ء کے بعد سفر نامہ پر آئے والے ناقدوں میں فاروقی کو میں سب سے اہم مانتا ہوں ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ معرانی ادب کے ساتھ ساتھ اردو کے کلاسیک سرمائے اور ملکی ادبیات پر بھی اچھی نگاہ رکھتے ہیں اور جدید اصول نقد کے ساتھ مشرقی مراجع شعر کے معنی شناس بھی ہیں تنقیدی مز میں وضاحت اور غیر آراستہ راں کا استعمال بھی انھیں ایسے دور کے حلیہ طرازوں سے معر و سانا ہے۔ وہ ای رائے کے میناک اور حرا تہمداء اطباء و انصاف پر قادر ہیں می محاسن و معائب، عرصی و عید کیوں اور فی یاروں کے لسانیاتی پہلوؤں کا تحریرہ فاروقی بڑی جانکدہ سخی سے کرتے ہیں ان کی مشیر تنقیدی آراء سے اصلاح کیا جاسکتا ہے، لیکن ان کی اہمیت، العرا دیت اور حلاص میں پرستہ نہیں کیا جاسکتا۔“ لے

دیر آغا کے تنقیدی نظریات پر تصرہ کرتے ہوئے مطرحہ جی لکھتے ہیں:-

”دیر آغا ادب کو ایک حاص راویے سے دیکھتے ہیں اور می یاروں کی ادنی قدر قیمت میں کر کے لیے اس کے منبع و ماحد کی ملاس میں ایسے نظریہ تخلیق اور علم اللساں سے مدد لیتے ہیں ان کی تنقید تحت تنویدی، اساطیری، داخلی اور قدیمی محرکات کی روشنی میں ادب کا مطالعہ کرتی ہے۔“ لے

۱۔ سفر بردگ کے لیے سور و سار (صالحہ عام حین) مصرہ مطرحہ جی کتاب ما دلی مدح ۱۳۵۳ھ ص ۹۶

۲۔ سفر آستانہ کوئی حید مارک، تصرہ مطرحہ جی کتاب ما دلی حوالی ۱۳۵۳ھ ص ۹۳

۳۔ بطر نامہ (مرت حسن المی عنالی) تصرہ مطرحہ جی ہمایاں دلی، یکم اکتوبر ۱۳۵۳ھ ص ۶

۴۔ سناط (ڈاکٹر در راعا) تصرہ مطرحہ جی ما یار ماں دلی دار حوال ۱۳۵۳ھ ص ۶

”تیم اور کی ادنیٰ عمر ابھی بہت کم ہے لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے ہاں حدے کا جیسا کھرا اور
 لے کار اظہار ہے وہ حدید لیل کے بہت کم نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔“
 ”مڑی مات یہ ہے کہ شیخ رحمان عرافت کے مبادی میں شائستگی اور شستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے
 دیتے اس وجہ سے اس کے ہاں کھونڈے اور بے شکم قبچہوں کا ساماں کم ہے اور لطیف طسر کا تشہیر و ریب
 زیادہ ہے۔“

”نصیح سے گریز، سادہ سے یرہیر، مکر کی سادگی، لہجے کی معصومیت، رماں کی گھلاوٹ اور
 صاف حدہ ال اعتبار میں تارہ لہو کی طرح دوڑتا ہے۔“
 اردو ادب کی مختلف اصناف و موضوعات مثلاً ناول، اسرار، مکتوب نویسی اور سمرامہ وغیرہ پر متشکل
 والوں پر مطلقہ صحت کے تحریر کردہ تصویروں سے اس کے مطالعے کی وسعت اور شاہدے کی گہرائی و گیرائی کا
 عارہ ہوتا ہے ثبوت کے لیے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔
 ”رماں ویاں پر اچھی گزرت، گردلوں کی جارحی اور باطنی کیفیات کو پیش کرنے کا ایسا سلیقہ،
 دستانہ طرز میں بلاٹ کی بہت کا یہ قریہ، طرہ ادب میں قدیم و جدید اسالیب کی آمیزش سے نئی ہیئت پیدا کرنے
 کے طور پر اس ناول میں نظر آتے ہیں، وہ مصرعی بھدی کو اپنی نسل کے لکھے والوں میں ممتاز مانے کے
 لے کافی ہیں۔“ (لکھ راول)

”رمضان احمد نے ایسے دور کی لے جہرگی اور لالچیت کے اظہار کی کامیاب کوشش کی ہے
 ان میں کہانی کا نامانا منے اور مکر کو حدے سے آمیز کرنے کا سلیقہ موجود ہے ساتھ ہی ساتھ وہ
 اطلاع کی سطح پر قاری کے وجود کو نظر انداز نہیں کرتے اور یہی خصوصیت ہے تو رمضان احمد کو
 اپنی نسل کے دوسرے تحریکی اسرار نگاروں سے ممتاز مانتا ہے۔“ (تحریکی اسرار)
 ”اردو میں مکتوباتی ادب کی نوعیت عجیب سے میں سمجھتا ہوں ہماری رماں کے سہاواں ادبی
 نگاروں کے بیشتر مجموعے ایسے مکاتیب پر مشتمل ہیں تو بطور خاص جیسے چھپانے کی غرض سے ہی
 لکھے گئے تھے اور ایسی شعوری کاوشوں کو سچے معنوں میں خط نہیں کہا جاسکتا۔“ (مکتوب نویسی)

۱۔ اسی حد و تسلیم اور ساتھ مظهر صلی، سہارن پور (دہلی) پیمہ پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء

۲۔ تنہ مظهر صلی ملاحظوں شیخ رحمان اکوئی، کتاب ما (دہلی) ایریل ۱۹۷۵ء ص ۳۴

۳۔ ثبات (محبوب آباد)، تنہ مظهر صلی، سہارن پور (دہلی) لومرسٹ ۱۹۷۵ء ص ۴

۴۔ بزدلی (مصرعی حدی)، تنہ مظهر صلی، سہارن پور (دہلی) لومرسٹ ۱۹۷۵ء ص ۵

۵۔ مسدود رماں کے مسافر (رمضان احمد)، تنہ مظهر صلی، سہارن پور (دہلی) لومرسٹ ۱۹۷۵ء ص ۱

۶۔ سخن و نثر (علامہ السیدی)، تنہ مظهر صلی، کتاب ما (دہلی) لومرسٹ ۱۹۷۵ء ص ۸۲

ہر ساعر کے ہاں نظریات تلاش کرے گا فائل راہم الحروف ہیں ہے لیکن کسی ایسے ساعر سے جس کے لفظ میں، راغبت، تیس ویدیم سے بڑا حصہ دیا جا رہا ہے اگر یہ امید کی جائے تو غلط بھی نہیں۔
 دہلے کے خدائیں مار دق کے یہاں ایسے شعر ہیں ملتے جہاں ال کا ایسا تحریر، مشاہدہ یا حدیث لول
 بابو ال کے ہاں ایسے شعر بھی کم نکلیں گے جہاں مدد ادا سے ٹھکائے کا کام لیا گیا ہو۔
 ان اشعار میں روایت وحدت کی حوتواں امیرت ہے، وہ ساعر کے دہب و اکتساب
 کا نائدہ ہے جہاں جہاں میں نیازے حالقتا حدید سے کی شعوری کوشش کی ہے، ال کے اعتبار
 ہر ساعر، عمل گوئیوں کے خیالات کا حیرتہ سگئے ہیں اکثر شعروں میں ال کے ہم وطن ساعر ظفر
 بھائی کی مارگست سائی دیتی ہے کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر دیر آغا نے لکھا تھا کاسس
 جہاں سے اپنے ادبی نظریات سے متعلق ایک مصحف حیرتہ لکھ کر اس کی بھی کی جوتی ہے۔
 "آبادی کے تعداد دو میں" "سعداد" اور "دلاس یا ترا" جیسی کئی اچھی طویل نظمیں لکھی جاتی ہیں
 ان کی موجودگی میں جواب ہے، کسی اہمیت کی حامل نظر ہیں آقی نظم میں روایتی کا نقداں ہے اور
 گورنر انھما ہے ریاں ویاں کی اعلاط اور ہی حامیاں تقریباً ہر شعر میں موجود ہیں۔
 "ہمیں غیر ہم سندہ معلومات کاسپاٹ اظہار ہیں بعض نظمیں ترکیب کے ایسے کاشکار ہو کر سندہ
 بگڑنے کی طرح شیکتی رہ جاتی ہیں مانگے کے انکار کو حد سے کی تحریر ثابت کم ہی نصیب ہوئی ہے۔
 معروف و معروف یا بڑے چھوٹے کا اختیار کرتے ہوئے مظہر حسن نے جس حکاروں کی کتابوں
 "اسم انداز میں غیر حاد ارادہ تصرعے کیے ہیں ال میں ڈاکٹر سید احمد حسین، مشفق حوامہ، دیر آغا،
 نور الحسنی، سائی مار دق، مدحت الامت، خالد محمود، شاہد کلیم، بہیم اور دیگرہ قابل ذکر ہیں ان شعروں سے
 گورنر متفرق مقامات ملاحظہ کیجئے۔
 ایسے موضوعات پر حروئی معانی لکھا ہی مشکل ہوتا ہے کئی صدیوں کے ادب کا جائزہ کر
 لیا لاکھ اور مقول متائیں پیش کرتے ہوئے خاطر خواہ نتائج برآمد کرنا حوتے تیر لالے سے کم
 میں اس کے لیے عمر بھر کے ریاض، حوگیوں کے سے صط، تحقیق کی سی کھوج، وسیع ترین مطالعہ، گہرا
 ۱۷۰ اور طب ویاں کی چھان پھٹک کا مادہ درکار ہوتا ہے۔"

۱۔ جن حوالوں میں مطالعہ (تیسرے مار دق) تصرعہ مظہر حسن نظام وطن ویکلی دھوپا ۶۱۱ ص ۵
 ۲۔ حوالہ (عدالتیں بیاب) تصرعہ مظہر حسن کتاب مار دق ۱ ص ۶۸ ص ۲۳ و ۲۵
 ۳۔ جواب ہے (مظہر حسن) تصرعہ مظہر حسن ساری ریل سٹی دہلی ۲۲ ص ۵، ۶ ص ۱
 ۴۔ مسکند لہاں، (شہادہ مرزا) مظہر حسن، ساری ریل سٹی دہلی ۲۲ ص ۱
 ۵۔ درو ساعی کا سامی پس منظر (ڈاکٹر سید احمد حسین) تصرعہ مظہر حسن کتاب لکھنؤ ص ۱۰

کے طور پر ایسے خط میں میں نے محمود آباد کو لکھا تھا کہ پھر کا ڈک نکال دیا جائے تو وہ محض ایک گھنٹہ تاخیر کرنا
مافی رہ جاتا ہے۔ پھر کوین اور مقررہ ماری تو دراصل دارت علوی کی انفرادیت ہے اس معرود اسلوب میں
وہ ایسی جتنے کی بات کہہ جاتے ہیں اور ان میں مکس کا سائلف اور چٹکارہ پیدا کر دیتے ہیں کہ ان کے
مصائب کی طوالت بھی تو تنگوار س جاتی ہے۔ لیکن ان کی بجا طوالت ایک وقت تمام مصائب میں
سایہ آتی ہے تو ناقابلِ برداشت س جاتی ہے، خصوصاً اس یکمائی صورت میں کہ تقریباً ایک جیسی بہت
سی باتیں مختلف مصائب میں بار بار دہرائی گئی ہیں جو پہلی بار تو تنگوار محسوس ہوتی ہیں لیکن بعد ازاں طبیعت
کو معصوم کر دیتی ہیں تو نے ساحتہ مجھ جیسے تجلیں کار کا حجامی چاہتا ہے کہ اس مانکے نقاد کو ایسے موضوع
کے دائرے میں رہ کر گفتگو کرنے کی رائے دوں کہ ان میں اور عادات ریلوی میں محض اسلوب ہی کا فرق
رہ جائے۔

دورِ آفاقی عمل کوئی یہ تصریح کرتے ہوئے مطہر حنفی لکھتے ہیں۔
”محبتِ عمل کو وزیر آغا اپنے لیے ویسا کوئی معرود مقام نہیں مانگے جیسا کہ ابھی نظم و
تمقید کے میدان میں حاصل ہے۔“

مطہر امام کے تمقیدی مصائب کے مجموعے پر مطہر حنفی کی مصلحہ رائے ملاحظہ فرمائیے۔
دارِ ادب اور ایک نوٹ میں مطہر امام نے ایک متنازعہ تحریر کی کامیابی پر اصرار کیا ہے یہ تحریر
موصوف نے ۱۹۲۵ء سے شروع کیا جسکاں کی عمر موجودہ پندرہ سال رہی ہوگی تقریباً ۲۷ سال گزر جانے کے
بعد بھی اس تک یہ تحریر، تحریر کی سرل ہی میں ہے اور آؤ اذ غزل کے بیروں میں تاحال مطہر امام کے علاوہ
کسی اہم فنکار کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا۔ حکم ترقی پسند تحریک ۱۹۲۵ء سے شروع ہو کر ۱۹۳۷ء تک ۲۵ سال
میں ایسے ستائش بھی اور دوسرے ردال بھی ہو گئی ایسی صورت میں مطہر امام کے اس تحریر کو کامیابی
کہا جائے گا، خواہ وہ اس کی وکالت میں کتنا ہی دور قلم کیوں نہ صرف کریں۔
مطہر حنفی کے ان تصویروں کو رٹے تلوں کو توڑنے کی شعوری کوشش سے بھی تعبیر نہیں کیا جاسکتا
کہ انھوں نے لستائکم معروف یا غیر معروف فنکاروں کے لیے بھی محض ان کی بہت اگرائی کے پیش نظر غلط
مصلحہ کر کے عوامی مقبولیت حاصل کرنے سے گریز کیا ہے۔ شیر ماروق، عبدالنیر، طعرا دیب اور بہت
کی کتابوں پر تصریح اس کے شاہد ہیں۔ ان چاروں تصویروں سے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

”اے پیارے لوگو! ذاتِ علوی تصریح مطہر حنفی کتاب کا“ (دہلی، مئی ۱۹۸۱ء، ص ۲۷، ۲۸)
”عزیزیں“ (دورِ آغا، تصریح مطہر حنفی، ہمدانی، دہلی، ۸ مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۱)
”آئی جاتی بہرین“ (مطہر امام، تصریح مطہر حنفی کتاب کا دہلی، نومبر ۱۹۸۲ء، ص ۲۶)

دن کی بھر دی رکھتے ہوئے ایوں اور اعیار کے درمیاں اختیار و انحراف روا نہیں رکھا ہے واقف و اواق
اور عزم و غیر معروض کی پرواہ کر کے جہاں کوئی حوالہ دیکھی ہے اسے کھلے دل سے سراہا اور حامی پر مباحی سے
لکھنے لگے

مطہر حمی تصرفے لکھتے وقت ہر صورت اپنی اصالت رائے کی یگڑی سمجھائے رکھتے ہیں تعلقات یا
علمی کی میادیں ان کے کسی تصرف میں حاسداری یا بے انصافی کی تھلک نظر نہیں آتی۔ صاف گوئی اور
پاک تو مطہر حمی کے مزاج کا میادیں عنصر ہے انھیں کسی شے یا نام سے مرعوب نہیں ہوتے دیتا۔ طالعہ
ہر علمی اور تیرا ماہ اور عبدالعزیز جیسے بلند قامت مفکاروں کی کتابوں میں ان کے تصرفات کے
نوس میں پس کیے جاسکتے ہیں ان تصرفوں میں جہاں متعلقہ مفکاروں کی حامیوں پر حرارتِ مدی کے ساتھ
اُستِ مائی کی گئی ہے وہیں ان کی حویوں کو اگا کر کرے میں بھی مکمل نہیں رہتا گیا ہے مثلاً طالعہ
طالعہ کے انتخاب کتابتِ تناسی، یہ تصرف کرتے ہوئے مطہر حمی لکھتے ہیں

”علمی حرم میں عائشہ، ہر دو آزاد و محمد حسین، اور ابوالکلام، اور آل احمد سرور کے بعد مسعود احمد
طالعہ ہی کو نصیب ہو سکا ہے شاید لہجے کی یہ انفرادیت یا امتیاز پسندوں کے ہی حصے میں آتی ہے
اور وہ عائشہ، بیگم اور شاد عالمی جیسے شاعر ہوں یا ابوالکلام آزاد اور طالعہ انصاری جیسے ترجمان
لغوی، مقالات میں ذاتی تعلقات بھی سمی یا مثبت صورتوں میں سر اٹھاتے نظر آتے ہیں
مثلاً عائشہ، شعرا، اقبال، اور بیار، مقبوری، حبیبی کتابوں پر کبھی تو عیبی زیادہ کس ہیں لیکن قرۃ العین حیدر
کے اول کار حوالہ دراز ہے، یہ خاصے خارجہ امداد میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے ایک طرف، حالِ مکالم،

”نکاح، مصائب، ظلم، حق، اور دو افکار روایت و مسائل، حبیبی کتابوں کے محاسن و معائب کا مناسب
تحریر کیا گیا ہے تو دوسری جانب، انتخاب و عقد، نقوش اقبال، و صاحبی کتابیات، ”در درجہ“ اور امکا
مجموعہ یا ایسا تھا پسندارہ بکھترہ سعی رویت اختیار کیا گیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے تصرفے ان کے محاسن کو درست
طرز امداد کیا ہے“

مطہر حمی نے اسی امداد کے لاگ تصرفہ مشہور صاحب طر اور مباح لغات و ادرت علوی کے متعلق
حاشیہ کے مجموعے ”اسے پیارے لوگو، یہ کیا ہے“ میں وادرت علوی کے معام میں کے دونوں پہلو اگا کر
لکھے ہیں ملاحظہ کیجیے

”محمود یار نے ایسے رسائے و سومات میں وادرت علوی کو مستورہ دیا تھا کہ انھیں اولیٰ مسلمات پر
کیا خیال کے دوران مسات اور تردادی سے کام لیا جاتا ہے اور طول کلامی سے گریز کرنا چاہیے“

نہ کتابتِ تناسی طالعہ انصاری تصرفہ مطہر حمی کتابتِ مسعودی، اپریل ۸۲ ص ۵۳

ہیں، ان کی اہمیت و افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ترقی آردو بورڈ سے دوساویں اہمیت کی حامل یہ کتاب آئینٹ کے درلئے ایسے عمدہ اضافتی معیار کے مطابق لگتے اور کڑے کی حوصلہ دہانہ میں شائع کی ہے کتاب کی اس حوی میں تہیں کی حصہ داری ہیں، تاہم ڈاکٹر قمر رئیس ادارہ کے اس قابل تعریف اقدام پر بھی معترض ہیں بقول ان کے،

”ترقی آردو بورڈ کا ایک قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اس کی حلقہ کتابیں۔ ہارڈ وائرڈ کے بجائے پیپر میک میں شائع کی جائیں لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وصاحتی کتابیات لگتے اور کڑے کی حوصلہ دہانہ میں شائع کی گئی ہے۔“

اظہار حسرت کے ساتھ ڈاکٹر قمر رئیس نے ترقی آردو بورڈ کے اس اقدامی سلوک پر حواس طلب کیا ہے۔ میرے خیال سے اسے اعتراض مرائے اعتراض سے زیادہ اہمیت ہیں دی حالی جا ہے۔

۱۹۸۴ء میں وصاحتی کتابیات کی دوسری حلقہ ترقی آردو بورڈ سے ہی شائع کی ہے جس میں ۸ صفحات پر ۹۷ کتابوں کا ادراج شامل ہے۔

یہ کتاب چونکہ مقالے کی تکمیل کے بعد مطبع عام پر آئی ہے اس لیے اس مرحلے پر اس کا تفصیلی جائزہ پیش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن عمومی مطالعے سے واضح ہو جائے کہ نقش مالی نقش اول سے مدد جہاں ہر تہیں تبصرے، پیش لفظ وغیرہ مطبعہ حسی کے احوال تنقیدی کاراوں میں ان کے تحریر کردہ ڈیڑھ سو سے کچھ رائے تبصرے اور تقریباً دو درجن پیش لفظ اور مقدمے بھی حاضری اہمیت کے حامل ہیں یہ تبصرے اور پیش لفظ مختلف اصناف اور موضوعات پر مشتمل کتابوں پر لکھے گئے ہیں۔ وصاحتی کتابیات، کی روشنی میں ظاہر ہے کہ ان میں شعری مجموعوں کی تعداد بہت زیادہ ہے شعری مجموعوں کے علاوہ صن موضوعات کی کتابوں پر مطبعہ حسی نے تبصرے لکھے ہیں ان میں تحقیق و تنقید، ترتیب و تدوین، مکاتیب اصناف، ڈراما، طرہ و مراجع، ماول اور عبارتہ شامل ہیں یہی مساحت ان کے پیش لفظ اور مقدموں کی ہے حالی میں نظریات و مسائل پر لکھنے والے ماہر نامہ کتاب ما (دہلی) کا اجماع ہارہ مرتب کیا ہے جس میں ان کے درجوں تبصرے کتابی صورت میں محفوظ ہو گئے ہیں۔

تصروں میں بھی مطبعہ حسی ایسے تنقیدی نظریات و رجحانات پر لکھ کر کسی لوح و لک اور مصلحت تبصرے: پسندی کے استہانی حلوں و صداقت کے ساتھ کارہ مطبوعہ ہیں اور تبصرہ نگاروں کی مردہ

دستِ ایں خیال کو اور مٹی قومی کر دیا ہے
 اگلے اوتو دھات کی کتابیات میں کچھ جامیاں ضرور رہ گئی ہیں لیکن مرتب نے ایسا کوئی
 نمونہ دیکھ ہی نہیں اس کے مارے میں ہیں کیا ملک وسائل کی کمی اور اردو اداروں کے تعامل کے
 عمل پر ایسا محدود رویہ کا اعتراض بھی کیا ہے۔ اہل حقائق کے بین نظر جیسا ہے تو یہ تھا کہ اس حرات
 اور دوسریں کو داد دینے سے ہوا راجاتا اور ان تمام درائعہ وسائل کی پینجائی کے لئے کچھ ٹھوس
 ہووی ہیں کہ حیاتیں جس کا فقدان اس حایوں کا صوبہ ہے۔ تاکہ اس کی موجودگی اور ان رہا
 اہل قومی سوسروں کی روش میں جب مرتبیں دھات کی کتابیات کی اگلی حلیوں میں کرتے تو وہ
 ان متوجہ قسامات سے پاک ہوتیں۔

اعداد کی آراء سے قطع نظر کر کے اس کتابیات کا احاطہ ملاحظہ فرمائیے دھاتی کتابیات کی
 علامتیں اصطلاحات پروردگی جس کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے اس سے بڑے دلچسپیتے
 کثرت ہوتے ہیں اس میں تقریباً ایک ہائی یعنی ۱۱ کتابتیں نصف شاعری پر مشتمل ہیں جس سے اردو
 شاعری کی رماں ہوسے کے ارقام کو تقویت ملتی ہے۔ دوسرا عمر تنقید و تحقیق کا ہے جس پر ۴۵
 کام شائع ہوئی ہیں۔ فکس کے موضوع کے تحت ۲۷، ۲۳، ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ رماںوں کے
 نمونے کتابیات میں دکھائی دیتے ہیں۔ اول ٹکڑوں میں حواتیں اور مردوں کے دریاں ۲۲ اور ۱۵
 اہل قومی کی تخلیق ایک مکرری تنظیم، دہی بیکسوی اور ویراغت کی طالب ہوتی ہے اس
 اعتبار سے اس کتابیات کی روشنی میں یہ دلچسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مردوں کے مقابلے میں
 قوام کو دہی ویراغت اور بیکسوی زیادہ حاصل ہے اہل قومی میں معاملہ اس کے برعکس ہے
 ۲۴ میں صرف پانچ اہل قومی مجموعے حواتیں کے ہیں۔ ان معروف اصناف کے علاوہ دھات کی کتابیات
 میں معروف اصناف کی کتابوں کا تعارف پیش کرتی ہے وہ اس طرح ہیں۔ رماں، قواعد، اسلوب
 لہجہ (روکنا میں) سائنسی علوم (روکنا میں) تاریخ و تہذیب، سیاسیات، تعلیم، صنعت و حرفت
 (۱۱ کتابتیں) مذہبیات (۱۲ کتابتیں) بچوں کا ادب (۸ کتابتیں) مسابین انتائیہ جاکے (۸ مجموعے)
 لمحات (۳ مجموعے) ان تصنیفات کی روشنی میں ہم سہ آسانی امداد دے سکتے ہیں کہ اردو میں
 قومی کے بعد اہل قومی اور اہل قومی سہ آسانی دے سکتے ہیں۔ دھاتی کتابیات کی یہ حالت رہی ہے جب کہ سب
 اور سائنسی علم سے ہمارے اہل قومی بہت کم دلچسپی رکھتے ہیں۔ دھاتی کتابیات کی یہ ایک حوالی
 کی امدادیت کا ثبوت ہے اور مرتب کو داد دینے کا مستحق سائنسی سے اس کے علاوہ جتنی بھی حواں

طالعہاری صاحب کے کی ہے۔

تقریباً اسی قسم کا مضمون ڈاکٹر قمر رئیس نے بھی 'دعاحی کتابیات' پر لکھا ہے۔ مرتب کا
دو بیاجے میں تحریر کردہ (وضع کردہ اصول کو
کتاب کے بارے میں معلومات پیش کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ معروضی امداد احتیاد کیا گیا
ہے اور یہاں اہمیت معلومات کی حراہی کی ہے، کیسے قاتی رائے رنی کی ہیں" لے۔ - -
نقل کرتے ہوئے قمر رئیس لکھتے ہیں

"یہ بہت مناسب اصول ہے لیکن اہمیت اصول کی میں ہوتی ہے اسے علائقہ کرتے کی ہوتی ہے۔
'دعاحی کتابیات' کے مطالعے سے امداد ہوتا ہے کہ مرتب اس اصول پر معروضی اور حکامیت
کے ساتھ عمل کرتے ہیں (ما کام) رہے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض کتابوں کے تعارف میں معلومات کے
ساتھ ساتھ تنقیدی مائترائی رائے رنی سے بھی کام لیا جائے" لے

اس میں شک نہیں کہ 'دعاحی کتابیات' پر اگر مدہ ماقدم کی رائیں حاسد امداد اور مکمل طور پر
ہیں تنقید میں تنقیدی امداد نظر سے لی جائیے اگر ایسا ہو تو یہ حضرات ایسے
لفظ نظر کے مطابق صرف غلط حوالے اس عظیم تحقیقی کاوش کو صرف تالوں کی گھڑی ہی سا
کر پیش کرتے آئیں یقیناً اس میں کچھ حوسیاں بھی ضرور نظر آئیں جس کی تائید ہی بیشتر ماقدم
نے کی ہے ڈاکٹر قمر رئیس کے تنقیدی مضمون کے بارے میں صرف قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ
مرتب سے ان کے کسی نظریاتی اختلاف کا ذکر عمل ہو۔ البتہ جہاں تک طالعہاری کے مضمون کے بارے
تعلق ہے، ملاحظہ فرمائیے اس کا حوالہ پیش کیا ہے جو قریب قریب اور کسی تحقیقت محسوس ہوتا ہے
ملاحظہ فرمائیے کتاب 'سبائی' پر مضمون کرتے ہوئے لکھتے ہیں

'دعاحی کتابیات'، 'درد در حیر' اور 'امکان' وغیرہ پر ایسا انتہائی سیدانہ، یکطرفہ مضمون دیا گیا
اختیار کیا گیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے مضمون نے ان کے محاسن کو دانتہ نظر امداد کیا ہے۔ 'دعاحی کتابیات'
پر مضمون کے دوران طالعہاری نے اسی ہی میں کتابوں کا مواد دوسری کتابوں سے کرتے ہوئے
دنیان دار کے اس قیاس کی تقویت بھیجائی ہے کہ اس مضمون سے کاسب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتابیات
کے مرتب نے ان کی کتابوں کا معضل ذکر نہیں کیا۔ 'حدرد آیاد میں اردو صحافت کے مضمون میں اسے
ہی مضمون کا تذکرہ اور سو فوکلیر 'مضمون میں اسی ہی میں کتابوں کا موصفی حوالہ دے کر طالعہاری

لے ایاجہ 'دعاحی کتابیات'، گوئی حدرد مارگ ملاحظہ فرمائیے
لے 'دعاحی کتابیات'، مضمون، ڈاکٹر قمر رئیس۔ 'قومی آواز' (دہلی)

سہا میں ہیں حکمہ کما ماب کی تیاری کا کام اسامی طور پر لائبریری سائنس کے محسوس سے تعلق رکھتا ہے دئے گئے دھماحتی کما ماب جیسی اردو کی کتابیات تیار کرنے کے لیے کسی بھی فرد سر یا ٹرے مالک کی خدمت کی ضرورت نہیں۔ اردو دریاں و ادب کا کوئی بھی ماسعودر طالب علم حوالہ لبریری سائنس کے دسلسل سے واقف ہو کر کام انجام دے سکتا ہے سترط یہ ہے کہ اس کام کے لیے مناسب مافی اہولیں ہتیا کی جائیں۔

ڈاکٹر اعلیٰ نے اس لائبریری سائنس کی نصیرت سے، مزین کے لئے ہرہ ہوئے کو اسامی اکر اپنے طویل اور حادہ تفرے میں جس جس کو حاماں گوانی ہیں انصاری صاحب کے امدار کے لئے کہیں کہیں مزین کے متن مدگانی نمی تھلکتی محوس ہوتی ہے لگتا ہے انھیں ان کے حادہ ہونے میں کچھ سہہ سا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں

”حما سروری ہیں کہ دھماحتی کتابیات سائنس ماب قول کا کام ہے۔ لبرٹری کی تراد میں لکھی کو کیا چاہیے کیا برایا، کما مفید ہے کیا مھر کیس سے کمییکل اسلا ٹر کے کیسے مراسم حادہ کا کام رتی رتی تو حادہ ایلا ٹر کا کام حواس و احرا کو الگ الگ دکھا مائے کس اکر حواس لاسطہ (و حواس احساس ساسطہ اور نول کی کمی میسی۔ مثلاً ص ۱۵ پر شعری مجموعوں کے ساسطہ کی ریاضت علی سائنس کے پہلے مجموعہ کلام کا نام، ”یا سوریا“ صفحہ ۱۱۲ قیمت ۵ روپے، تعاری طری سات۔ کتنی لطیف ہیں کیا عسواں ہیں (عسواں ساد کما دحدرد جہوریکو، حادہ الی مصوری حادہ لادھی و غیرہ) کس نے یقین لفظ لکھا اور پھر شاعر کا بیتہ معلی تعلیم ایم، اے تک سادی تفصیل اکر دہیں اس صفحہ پر بہار کے مسعودر بختہ کار اور مقول شاعر کلیم ساجر کے مجموعہ کلام کا نام ”وہ شاعری کا سبب ہوا“ صفحات ۳۳۲۔ قیمت ایک سو دس روپے تعاری سطر صرف ایک کوئی دوم ہوئی کہ اس مجموعے کی قیمت ایک سو دس روپے ہے اور صفحات ۳۳۲۔ اور کوئی تو حادہ لکھی کہ اول کو حواس کی تعلیم ایم اے تک ہے ۲۴ سال کی عمر میں یہلا مجموعہ کلام سالیخ کرے حادہ لکھی ا بیتہ دی گئی“

اسی طرح کتاب سہاسی کے ڈیبا نی سائنس کے حید صفحات پر پھیلے ہوئے ابے طویل ترے میں دھماحتی کتابیات میں مختلف کتابوں کے تعلق سے ماب قول کی کمی میسی، معیارات کی عدم مطابقت، ریسرچ در حادہ کی، اہم کتابوں پر مختصر اور حیرانہ کنائوں پر سنا طویل رالیوں کی شائیں متن سہاسی اس علیم انسان کام کو مابہ تکمیل کے اعتبار سے ساسطہ اور ناقص مات کرے کی کوشش

تفرہ دھماحتی کما ماب ڈاکٹر قمر نس قوی آدار دہلا

دھماحتی کتابیات، تفرہ، ڈاکٹر قمر نس قوی آدار دہلا ص ۵۰-۵۱

گیا۔ عینہ خاطر خواہ حاصل ہوا۔ رسل و رسائل کی ترقی، رابطوں اور حلالی مقررہ جہوں کے اس دور میں صحت چھوٹی سے چھوٹی حسرت اس کردہ اوص پر پھیل جاتی ہے اور مغرب کی ایک سے ایک سٹی کتاب حیدر دور کے اندر اندر کسی بھی ملک میں پہنچ جاتی ہے، اور دو کتابوں کے مارے میں ہنوز روز اول کی کیفیت ہے۔ اردو کی تمام سٹی کتابوں کی زیارت کرنا تو درگذازاں سب کے نام معلوم کرنا بھی جوئے تیر لائے کے مترادف ہے۔ جدا جدا رسل اور رسالوں میں مقررے شائع ہوتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر وہ سہ اتاعت کے اندراج سے لے میاں لکھے جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا انکشاف بھی کتابیات کا کام شروع کر دینے کے بعد ہوا کہ رسائل و حرائد کے تبصرے اردو مطبوعات کے دسویں حصے کی بنیاد بن گئی تھی یہیں کوئے۔ ادھر ادھر حواطعات شائع ہوتی ہیں اول تو ان میں کوئی ناقاعدگی نہیں، دوسرے اکثر و بیشتر ان میں ایرانی کتابوں کا تذکرہ بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔

کتابیات کے سلسلے میں مرتب کی پیش کردہ ان مشکلات کے باوجود ہر صورت یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلسل کوششوں کے بعد ان مشکلات کو عبور کر کے اس کام کو مزید بہر اور ممکن سے قریب تر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ایسے آپ کو ہر طرف سے خارج کر کے ہمہ وقت صہرہ ای کام کی تکمیل کے لیے دفع کر دیے کی ضرورت ہے، بلکہ ڈاکٹر قریشی۔ اس کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب لوری ہی ہدیہ دیا دیا کے ساتھ رنگ کے اردو کتب خانوں کے مہتمم صہرہ کے تعاون سے) اس کا مقصود یہ پایا جائے اور تمام رسائل کی بنیادی کے بعد اسے رد عمل لایا جائے۔

ڈاکٹر قریشی کے تجویز کردہ لائحہ عمل کے مطابق ایک ہمہ وقتی شیم ورک ہے حوالہ محدود رسائل کا طالب ہے جسکے مارنگ صاحب اور مظهر صہی تمام قلمی، ادبی، تحقیقی اور تخلیقی ہنگاموں سے تلب و در و سر دآر مارہتے ہوئے آہستہ آہستہ رسائل کے مادہ در صہا کا دارہ طور سے یہ حد انجام دے رہے ہیں اور کتاب میں حریڈے کے لیے ان کے پاس کوئی بحث نہیں ہے لہذا اس عظیم کام میں حامیاں رہا حاضری امر ہے۔ کچھ حامیوں کی نشاندہی تلب۔ انصاری اور ڈاکٹر قریشی کے کی ہے۔

ڈاکٹر قریشی کتابیات کے تقاضے کا سبب بیاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں
 "تقاضے کا ایک اہم صہرہ یہ ہے کہ اس کے مرتب لائبریری سائنس کی نصیرت اور تربیت سے

ط۔ الصہاری اور ڈاکٹر قمر زین نے دستاویزی نوعیت کی اس کتاب پر کچھ ایسے سعی اور
 عارمانہ تبصرے کیے ہیں۔ مرتبین کی پہلی میدی تن آسانی اور شہرت طلبی پر جوٹ کرتے ہیں ملاحظہ
 کیجئے

”وصاحتی کتابیات“ کا پر و حکیت جب ماتھ میں لیا ہو گا تو مرتبین سوچے ہوئے کے خواہ قدر
 پر ہو پٹلی دیا کو ہم ایک تھوڑے ہی ڈالیں۔ پھر اسی کتاب تیاری کے مرحلے میں بھی کو اس کی
 پہلی شروع ہوئی۔ کتاب کلی تو حاشا تبصرے اور استہارہ کیلے (سب علمی تصانیف کو یہ نعمت کہاں
 نصیب) اور سبھی تبصرہ نگاروں نے کتاب کے محض تعارف اور تھوڑی بہت تعریف پر اکتفا کیا۔ بلکہ
 ڈاکٹر قمر زین ”وصاحتی کتابیات“ کے بہت سے نقائص گنواتے ہوئے لکھتے ہیں،
 ”وصاحتی کتابیات کا ایک اہم نقص یہ ہے کہ اگرچہ اس میں ہر طرح کی کتابیات شامل
 کی گئی ہیں، اس کے باوجود ۱۹۷۶ء کی یہ کتابیات مکمل اور جامع ہیں۔ جو کتابیں اس میں شامل
 ہیں ہو سکیں اُس کے بارے میں مرتبین نے لکھا ہے کہ ”باوجود ہر غن کوشتش کے دستیاب نہیں
 ہو سکیں، ہر غن کوشتش کی بات تو الگ رہی، سوال یہ ہے کہ کیا مرتبین نے ہندو سماں کی
 مختلف ریاستوں اور گھرے ہوئے نے شمار اتنا سعی اور ادوں سے رابطہ قائم کرے اور ان کی
 مطبوعات حاصل کرے کی کوشش کی۔ مجھے تہائی ہند کے ایسے کئی اردو بیلت سر ملے، جنہوں نے
 اس سوال کا جواب بھی میں دیا ہے

ط۔ الصہاری اور ڈاکٹر قمر زین کے تبصروں کے متنی کردہ اقتباسات ایک ہی بات کہتے ہیں
 مگر مرتبین نے صرف و مشقوں کے تار کردہ کارڈ پر انحصار کرتے ہوئے کتابیات ترتیب دیکر
 کتابت کے لیے پیش کردی ان کی کوشش کا اس کی تیاری میں عمل دخل کم ہے۔ جبکہ مرتبین
 کا مقدمہ کچھ اور ہی بات کہتا ہے۔ یہ تارے کی ضرورت نہیں کہ کتابیات میں کتابیات یہ مقدمہ ان
 الرات کی صفائی میں ہمیں بکھا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے
 ”ہندوستان کی تیار ہی کسی راس میں ہی کتابوں کی فراہمی آسان مسئلہ ہو خدا اور دو
 میں ہے اور دو میں کوئی اور نہ کوئی انجس ہو کوئی ہستہ کوئی تاجر ایسا ہیں جس کے ہاں اور دو
 کی تمام مطبوعات دستیاب ہو سکتی ہوں۔ اس بارے میں کئی باتوں سے رابطہ قائم کیا

۱۔ تبصرہ وصاحتی کتابیات۔ ط۔ الصہاری۔ کتاب سیاسی ص ۵۰
 ۲۔ تبصرہ وصاحتی کتابیات۔ ڈاکٹر قمر زین، ”قومی آواز“ (دہلی)

۱۹۲۳ء سے اب تک کئی بار اس کام کی شروعات ہوئی اور ہر بار تھوڑا بہت ہو کر رہ گیا و بعد یہ کراول تو کام پتہ مارے گا دوسرے ہی کی داوہ طلب پھر یہ کچھ عملی تیاری نا کافی اس کے لیے مشکل لائبریری جیسا مرکز ادارہ بھی ہونا چاہیے یہ تو سب ہو پھر دو تین مالوں، مستحق لیند مالوں کی ٹیم خرچے جو بہت امرائی، قدر والی اور نام و نمود سے بے یار ہو کر یوں سال اس پر صرف کر سکیں اس قسم کا کام انسائیکلو پیڈیا اور کسے امرادیا مارا دھم کے لوگ کیا کرتے ہیں روکھیں، گارماں و تاسی، علوم، لٹ، انٹیرنگ، ایجنے اسٹوری، علی علی براہیکوں، دھوپا اور رکھکس سب کے سب ال میں سے کسی ایک عامے میں آتے ہیں۔ ملے

کتابیات کے سلسلے میں کی گئی پچھلی کا دستوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر طبعی انکم لکھتے ہیں،

”جب بھی کتابیات کی اسکیم تیار ہوتی تو سوچا جاتا کہ اردو میں اب تک شائع ہوئے والی تمام کتابوں کی بہت مرتب کی جائے جو بحیرہ پھر بہت بھاری تھا اس لیے اسے مارا یوم کر چھوڑ دیا گیا ہے خوشی ہے کہ گوئی جید مارنگ نے ایک راستہ نکالا انھوں نے ۱۹۷۶ء سے یہ کام شروع کیا، اس سے یہ ہوا کہ کام کی ابتدا ہو گئی یہ دیکھ کر گوئی جید مارنگ اور ان کے رفیق کا مظہر حمی نے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے والی کتابوں کی دھاتی بہت مرتب کی ہے۔

اکثر اقدس نے ’دھاتی کتابیات‘ کے مرتب کی کاوشوں پر اعتماد کا اظہار کر کے انھیں سراہا ہے۔ یہ دیکھ کر عبد القوی دسوی رمطو ار ہیں

دھاتی کتابیات کا اس طرح کا کام حیا گوئی جید مارنگ اور ڈاکٹر مظہر حمی نے پیش کیا ہے، اردو میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ایک دو کام حس کی طرف مظہر حمی نے ایسے دیئے ہیں اشارہ کیا ہے ان کی حیثیت، اس کتابیات سے مختلف ہے۔۔۔ اردو دانوں کی یہ خوش نصیبی ہے کہ ایسے خشک، مشکل، محنت طلب اور مہد کام کو سلیقہ سے دھاحت کے ساتھ ترتیب دے کی دہ داری شعبہ اذود، جامعہ تہ کے لائق صدر ڈاکٹر مارنگ اور اسی شعبے مسلک لائق استاد ڈاکٹر حمی نے کی ہے۔ یقین تھا کہ حس کام میں ایسے حضرات کا ہاتھ ہوگا وہ ہر اعتبار سے اس لائق ہوگا حس بر اردو دے خوش ہو سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دھاتی کتابیات کی پہلی جلد بہایت سلیقہ سے شائع ہو کر مظہر عام پر آگئی ہے۔“ ملے

۱۔ تصوف دھاتی کتابیات ط الصاری مستور، کتاب تسمی، ص ۵

۲۔ تصوف دھاتی کتابیات ڈاکٹر طبعی انکم۔ ہندی سال نئی دہلی۔ ۵ دسمبر ۱۹۸۰ ص ۶

۳۔ دھاتی کتابیات تصوف دیکھ کر عبد القوی دسوی کتاب ما، دہلی دسمبر ۱۹۸۰ ص ۵

افراد کا مجموعہ ہیں اور کسی واضح تعلیق کا دسترس کے بغیر مرد کے جذبات کی تفسیر کا مریضہ احاطہ دیتا ہے، اس کے لیے روحانی غذا فراہم کرتا ہے اور حالت کے الفاظ میں آدمی کو اسان سا تا ہے اس طرح مرد ایسے طور پر خود اطلاق انتہا کا احترام کر سیکھتا ہے اور اس کے اعمال و اعمال تغیری روح اختیار کرتے ہیں۔ مخصوص نعروں کو ایسی نگارشات میں جگہ دیے والے توجیر ادیب و شاعر ہو ہی نہیں سکتے لیکن میں اس کے حق میں بھی نہیں ہوں کہ مکار ستوری طور پر کوئی خاص لسانی یا قول تیار کرے کی کوشش کرے۔^۱

ایسے حالات میں کہ حکومت کی رسا و حوسودی حاصل کرنے کے لیے میتر ادیب و شاعر حکومت کی پالیسیوں کے پروپیگنڈے اور تفسیر کے لیے ایسی تمام تر مصلحتیں وقف کر چکے تھے اور نیشنل رائٹس فورم قائم کر رہے تھے مظہر حق کا یہ دو ٹوک جواب ان کی حقیقت پسندی اور حرأتِ مدنی کا ترجمہ ہے۔

میاں ان میں سے سرائے جبر مطبوعہ مصا میں (جو جلد ہی "تعمیدی انقلاب" میں مطبوعہ برائے والے ہیں) کو زیر بحث لانا مناسب نہ ہو گا ان سے قطع نظر کرتے ہوئے "شادمانی شخصیت اور میں"، "تقدیر ہے" اور "جہات و جستجو" ہی انھیں ایک دیامدار اور استوار محقق پر اعتدال پسند جبر حامدار اور مبالغہ لعادات کرنے کیلئے کافی ہیں۔
وضاحتی کتابیات ۱۹۷۱ء سال شائع ہونے والی تمام اصناف و موضوعات پر مبنی کتابیات کی ترتیب و تدوین ڈاکٹر گوپی چند ہارنگ اور ڈاکٹر مظہر حق ۱۹۷۶ء سے کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ہندوستان میں شائع ہونے والی اردو کی تمام دستیاب کتب کے محقق تعارف پر مشتمل وضاحتی کتابیات کی پہلی جلد ترقی اور دو ورڈ سے ۱۹۸۰ء میں شائع کی اور تمام اردو دیباچے اس کتابت میں انتقال کیا۔ ۱۹۸۰ء کی مطبوعہ کتب پر مشتمل وضاحتی کتابیات کی مشترک جلد دوم بھی ۱۹۸۲ء میں اسی ادارے نے شائع کی ہے تیسری جلد میں ۱۹۸۶ء کی مطبوعات پر مشتمل ۱۹۸۷ء اور پانچویں جلد میں ۱۹۸۸ء کی کتابوں کے اندراجات شامل ہیں۔ یہ جلدیں زیر تکمیل ہیں اور دو میں وضاحتی کتابیات کی اہمیت اس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس زمانہ میں اس نوعیت کا کام بہت کم ہوا ہے اور جو کچھ ہوا ہے وہ بھی ادھر، انہل اور سرسری ہے۔ بقول پروفیسر عبدالغنی وسوی

"اردو میں اتنا یہ ساری کتابیات کی ترتیب کی طرف مبالغہ تو بہت کم کی گئی ہے کسی مصنف یا لکھار کی تخلیقات یا مصا میں مقالات کا اتنا یہ یا اس سے متعلق مصا میں کے اتنا یہ ضرور ترتیب دیے گئے ہیں لیکن یہ کام انفرادی کوششوں سے ہوئے ہیں اور محدود وسائل تک محدود رہے ہیں۔"^۲

۱۔ ایک سرائے پر افکار خیال، تقدیر ہے، مظہر حق ص ۵۲ (۲) سوالنامہ اور حوالات محوری سیدی سے قصہ مدید و قدیم کے عنوان سے مرتب کیے ہیں۔ جس میں موڈرن بیات تک ماؤس سے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا)

۲۔ یہ مجموعہ مقالات اردو اکادمی دہلی کے تعاون سے شائع ہو چکا ہے
 ۳۔ وضاحتی کتابیات، تفسیر پروفیسر عبدالغنی وسوی کتاب ماہی و کسر ۱۹۸۰ء ص ۴

مظفر حسنی کے تنقیدی مہا میں کے پہلے مجموعے 'نقدِ ریسے' میں دو مقالے ایسے ہیں جن میں نظرِ تنقیدی کی سوانح، شخصیت اور ۱۹۷۴ء تک ان کے ادبی کارناموں کا احوالی خاکہ شامل ہے یہ مقالے ان کی مختصر اور حروی خود نوشت سوانح حیات ہیں۔ پہلے مقالے کا عنوان 'کچھ ایسے بابے' لکھے گئے ہیں۔ مقالے کے مختلف ابواب میں اس مضمون سے کئی اقتباسات پیش کر چکا ہوں۔ اس نے یہاں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ دوسرے مقالہ 'عصری ادب اور میری بیجاں' ہے خود دراصل ابراہیم شفیع حوں کے لیے تیسرا الرحمان فاروقی کے ایک سوال کے جواب کی حیثیت سے لکھا گیا تھا اس میں مظفر حسنی نے ایسے شعری و ادبی لطایف و درجائے خود ایسی تخلیقات کی روشنی میں واضح کی ہیں۔ علاوہ ان کے ادبی کاوشوں کی تفصیلات احقر ہمارے ساتھ بیٹھ کر کرتے ہوئے خود اعتماد کے ساتھ عصری ادب میں اسی سماعت کا تعین کیا ہے مظفر حسنی کی شخصیت کی تفہیم اور نگاہ ترقی کے لیے اس مضمون کے بھی مختصر استعار اور رسمی اقتباسات مختلف ابواب میں استعمال کے چاہئے ہیں، لہذا یہاں ان کا پیش کرنا غیر ضروری ہو گا۔

نقدِ ریسے میں شامل آخری مضمون ایک سوال کے پراگھار خیالات دیئے گئے ہیں اور اس میں اپنا ایک ہنگامہ تحریر کیا ہے۔ مظفر حسنی نے جدید اور قدیم شعری و ادبی رجحانات پر غور و تعمید کیا ہے، تحریک ادبی ستارہ و دیگر مسائل و مسائل کے متعلق ایک سوال نامہ تیار کیا تھا۔ یہ بار بار وہ تھا جس ملک میں ایمر حسنی اور تھی جدید سوالوں کے معجزات لیے تھے کہ ان کا جواب دیے کے لیے واقعی اصلاحی حرکات کی ضرورت تھی۔

عالمِ نیا ادب نے جس صاف گوئی سے سوالات کے جوابات دیے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکسٹ کا تامل پہل بن جانے کا الزام اردو ادبیوں پر بھی ہے اس کے غم یا تو وہ شاعر تھے جن کی گردن تار کر کے کاروں پر تھی یا وہ ادیب اور شاعر تھے جن نے اس کو سیاست کا تامل پہل سمجھ رکھا تھا مظفر حسنی یہاں بھی اپنی رائے دینا کی کوشش سے اقتدار سے انکسٹ مضمون میں تھے۔ دسمبر ۱۹۷۴ء کے شمارے میں سوال نامہ تیار ہے، ہوا اور حوی قلم کے شمارے میں مکارطی میں سے سب سے پہلے ڈاکٹر یوسف حسین حوں پر دسمبر کوئی چند بارنگ، فہرست ادب کے کوشش چند کے ساتھ ہے وہ لوگ اور دنیا کی خواتین کے ساتھ مظفر حسنی بھی تریک مٹ تھے ان کے بعد تحریک میں بد توں سلسلہ چلتا رہا لیکن خواتین میں مایاں کردہ اصحاب کے خیالات کی مارگٹ کے علاوہ ان کا ماہر نہیں تھا۔

ایمر حسنی کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مارگٹ ترین سوال اور مظفر حسنی کا غیر معلوم پسند۔

نکات و محط کیسے؟
یہاں کیا ملک و قوم کی تعمیر جدید میں ادب کوئی کردار ادا کر سکتا ہے؟
مظفر حسنی ادب سے ہر ملک، ہر قوم اور سرود میں عیشہ تعمیر کردار ادا کیا ہے حاصل معانہ، ملک یا قوم۔

تذکرہ آثار السعراء مظہر حمی کا حوالہ تصنیفی و حبی کا مضمود ہے جو بھوپال کے شعراء کے ایک
تدویم اور سجد کیا بتدکرے کے خانہ پر مشتمل ہے بقول مظہر حمی:

بھوپالی شعرا اور اس شاعروں کے حوالہ طارمت یا تجارت بھوپال میں مقیم تھے، حالات زندگی
اور عموماً کلام پر مشتمل یہ تذکرہ ۱۳۶ھ (مطابق ۱۸۹۰ء) میں سید متا علی التملکس نے حافظے سے رتب
دیا تھا۔ اس وقت کی حکمران ریاست بھوپال نواب شاہجہاں سلیم کی حوالہ کے مطابق مستی و راعلی
فارغ سے اس ریلو تالی کی تھی اور یہ تذکرہ مطبع شاہجہاں میں ۱۳۶ھ میں ریور طبع سے آراستہ ہوا
تھا۔

ایسے اس مضمود سے مظہر حمی نے بھوپال کے عہد رزی کے اس تاریخی ادبی تذکرے کو گمانی
کے مضمود میں عرق ہوئے سے بجا لیا ان کا اسی نوعیت کا ایک اور تحقیقی مضمود 'شعراء ریدال' ہے
یہ مضمود مولانا عارف ہسوی کی ترتیب شدہ ایک متاخرے کی رد داد کے مضمود سے پرکھا گیا ہے۔
حک آرا دی کے ساسی قیدیوں میں بہت سے مامور شاعر بھی ہوتے تھے، اور عارف ہسوی جن
میں شاعرے محقق کرتے رہتے تھے، ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۲ء میں مسعودہ ایسے ہی ایک متاخرے کی رد داد
کو مبادا سا کر مظہر حمی نے یہ مقالہ قلمبند کیا ہے مضمود کے حوالے سے مظہر حمی نے ایسے آبائی
وطن ہسودہ (میتور۔ یوپی) کے امیوں ہمدی کے مشہور و معروف شعراء علماء اور صوفیائے کرام کا
مضمود تعارف کراتے ہوئے تحریک آرا دی کے مامور اور ریحوتس رہما، صحافی، ادیب اور شاعر
مولانا عارف ہسوی کے طول ادبی اور سیاسی کارناموں کا مختصر خاکہ بھی پیش کیا ہے۔
جیل کے شاعرے کی اس رد داد میں ۱۲ شعراء کی ۱۳ احریں، ہر شاعر کے نام کے ساتھ اس کی
مراکرتب ہر جیل کے سچے عارف ہسوی کا مختصر تعریفی نوٹ درج ہے۔ ان شعراء میں مولانا محمد
فران گورکھپوری، شاد ماحری، کرش کامت، مالویہ، جہا میرتیائی اور احمق پھچھو مدوی کے نام
قابل ذکر ہیں۔ اس مضمود سے حکب آرا دی ہمدستان کی تہہ گہریت کا بدارہ لگایا جاسکتا ہے
کہ اس میں صرف ساسی رہما ہی نہیں جالہتا علمی و ادبی شخصیتیں تھیں انتہائی سرگرمی کے ساتھ
سرپرہیار تھیں۔ اس حد تک کہ سلاسل و رمدان کی سختی قرار دی گئیں اس اعتبار سے یہ مضمود
ادبی اور تاریخی حقیقتوں کا حامل ہے اس موضوع پر اولین اور مظہر حمی کا پہلا تحقیقی مضمود
ہوئے کے لحاظ سے اسے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

تذکرہ آثار السعراء۔ جہات و جستجو ص ۱۲۔ حال ہی میں تریو دیس آردو اکادمی نے بروصر محمود علی
کی کتاب متاخرہ رمدان، شائع کی ہے جس میں اس مضمود (مطبوعہ ۱۹۶۲ء) سے استفادہ کیا گیا ہے
مضمودے ہی کتاب میں کہیں بھی مظہر حمی 'شعراء رمدان' کا حوالہ دیے سے گریز کیا ہے

جوانا کی بیعتی مصلحتیں کرنے والا غزل گو قیفاً اہم مرتے کا مستحق ہے لیکن قدم قدم پر رعایت شمری سے لاکھ لے کر پہل یسوی کا اور شاعر عمر کا اعتراض کرنے والا، ایک مصرعے میں پانچ یا پانچ، چھ حروف کو دانے اور ساقط کرنے والا، تہمت کے لیے حدیث کو ادیر سے اور حصے والا، شاعروں کے لیے حکم کے رنگ کی طرح کہنے والا، صرف معاملات حس و عشق میں محدود رہنے والا کیسے بڑا شاعر ہو سکتا ہے لیکن ادھر حذر رہو، اس سے ال کے ہاں تو سیارہ دوی اور مصطو قتل کے آثار نظر آتے ہیں اُن کے بیس مصرعوں پر عمل سیرتہ کا آمد آمد امید مند تھی ہے۔

کچھ اور شاعروں کے بارے میں ال کی لے مال اور لے لاگ آواز کے اقتضات ملاحظہ فرمائیے
سادہ حکمت کوئی غزل کے پتھر دُلوں میں تو لٹکا جا سکتا ہے لیکن ابھیں مصرعوں کو نہیں کہا جاتا۔
”ترجہ رومی“ مسلسل کہہ رہے ہیں اور لہر لہر دیا گہری، اجنت و یلوار اور مسابقت، ال کے غزل
مصرعے سنگ بڑے سیل ہیں لیکن ال کا یہ تخلیقی سفر شیب و فرار کی بجائے ہموار و سپاٹ راہوں پر ہے جیسا
ان کے پہلے اور آخری مجموعے کی غزلوں میں مہارت کلام کے علاوہ اور کوئی فرق مشکل ہی نظر آتا ہے۔
”راں کی توڑ پھوڑ میں عادل مصوری کو زیادہ مہارت حاصل ہے۔ عادل اماع کے بھی قائل نہیں ہوئے۔
جیسا یہ غزل صبی ایما کی اور مر یہ صعب کس بھی، تو اکثر بے بسی باتوں میں بھی مبہوم پیدا کر لیتی ہے عادل مصوری
کے ہاتھوں ترسیل کے لیے کا شکار ہو جاتی ہے۔“

”تشریوار اور مظہر امام ۱۹۶۶ء سے قبل بھی عربی کہہ رہے تھے اور آج تک کہہ رہے ہیں لیکن
دولوں کے بیال غزلوں میں حویا پس اور حدت سے وہ کچھ اوپری اوپری سی لگتی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ وقت اور حالات کے تقاضوں سے ہمدردی کی شہری کو شش کی جا رہی ہے۔“
”ریت جو رہی زور و رجز، کا شاعر، میا مصلحت غزل گو مائی کی تقلید میں مانا گیا اور اس نے
کے ساتھ خاموش رہے۔“

ایسا بھی نہیں ہے کہ مظہر صبی صفا اول کے ہر شاعر کی شہرت و ناموری کو گروہ بندی یا گروہ سازی
ہی کی دیں سمجھتے ہوں۔ استثنائے چند بہتر شعراء کی شہرت و مقبولیت ال کی معروفی صلاحیتوں اور معیار
ادبی تخلیقات کی مرہون مست ہے۔ مظہر صبی معروف و غیر معروف کی روایکے لیراں کی الصراحت اور صلاح
کا کھٹے دل سے اعتراف بھی کرتے ہیں لہذا محمود آرا، طیل الرمل، عطی، جو رتید، عطی حافی، محمود سعید
حسن، نسیم، محمد علوی، بڑا مصلی، کل کر شش اشک، آئی، شہر یار کی معروف صلاحیتوں پر مظہر صبی نے قدر
تفصیل کے ساتھ توصیفی رائے کا اظہار کیا ہے، حکم لطف الرمل، مصوٰف سرحدی، ممتاز رات، آیتہ اعجاز

ہاں گارڈی کم قہائی اور معطلے موتیں" و معطلے موتیں اہل

موتیں اہل عالمہ مصوں میں میرا بھی دگر فرمایا ہے جس کے لیے سگر گرا ہوں یہ آیت ہے اور
اور اس کے لیے ہیں اس کی طرف توجہ کروں گا۔ "نصا اس معنی اہل

اعترافات و اعترافات کے مستر کہ انرا تیر می ال حطوط میں قطع نظر اس سے کہ ان اعترافات میں کتنا
بہت مظهر حسی کو بھی اس بات کا اندازہ تھا کہ ہم عصر و نگاروں پر اس قسم کا حقیقت پسند تحریاتی و
مصلحتی دیکھا اکثریت کو ایسے اور پتھر آؤ کرے کی دعوت دیے اور اپنی حمایت کو حطوط میں ڈالے والا
لے اس کے انعم مظهریات و رجحانات پر لکھ کر مادیں مقید کے حار رادوں سے دامن بچاتے ہوئے
لاق و نایاب گرجاتے ہیں مظهر حسی لکھے ہیں۔

۔ ساری سوال مقید میں بہت کم اٹھایا جاتا ہے کہ ہمارے سے عربی گو حد بدیت کے آثار سفر میں
بہت ادب کہاں تک پہنچے ہیں۔ ظاہر ہے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہیں مرد افراد تمام اہم
فرم و لکھ پیچھا ہو گا اور اس میں محنت زیادہ پڑتی ہے۔

حد معائنات کے اس مختصر مضمون میں کچھ اہم ماموں کا سہرا اور بے شمار عراہم ماموں کا واسطہ چھوٹ جانا
کون ہیں کہ مضمون نگار کی نیت پر شک کیا جائے موصوٹا کے اعتبار سے یہ متاثرہ مکمل ادب کا ہے مظهر حسی
یاد دہانی کہ نہ ساری ریح تحریک کرتے ہوئے تاغیر اس کے ادنیٰ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے تفصیل و
تفصیل لکھا ہے اور ال شعرا کو بھی ایسی مقید و توجہ کا مستحق سمجھا ہے صحیح جم عصر نقاد کی دھ سے یا
مطلوع نظر انداز کیے ہوئے ہیں مظهر حسی راہ اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ وہ کسی نظریاتی گردید یا
لے مسئلہ کا نہیں ادب میں کردہ ساری اور گت سدھی سے وہ محنت سفر میں لہذا اس مضمون میں کسی کی حمایت
دانی کی کسی کی مخالفت کا سوال ہی نہیں اٹھتا مظهر حسی نے جس کے اس میں اور جو کچھ لکھا ہے آزاد اور
مستعار انداز میں لکھا ہے کسی کی شہرت و ناموری سے مروجہ ہو کر نہیں مثلاً آج کے سہرا و معروف متاع
جس کے بارے میں ال کی یہ دو نوک راستے ملاحظہ فرمائیے۔

۔ سرسید کے معاملے میں میری رائے بڑی مصلحتی ہے یہی ہے کہی ال کی کوئی اتنی حسیں عرب لکھ
دانی ہے کہ ماحضہ انھیں بڑا شاعر سمجھے کوئی یا بہت ہے ایسے جو صورت پیکر تازے والا شاعر ایسے پر
سلک حدات کو جس طرح قائل ہیں۔ آتے ہیں شعر میں سے تکلفی کے ساتھ دھال دیے والا سکاڑھ لاتی ہوئی

۔ مکتوب معطلے موتیں سام مظهر حسی

۔ مکتوب نصا اس معنی سام مظهر حسی

۔ لکھنؤ کے میں سال بدشتاں میں۔ حیات و شہرہ مظهر حسی ص ۶۶

کا جھوٹ حاما یقیناً قابل گرفت ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک مضمون میں مضمون نگار سے اس قسم کا مطالبہ کرنا کہ موضوع کے تحت کوئی نام جھوٹے نہ پائے، زیادتی ہے۔ ویسے مضمون میں ۲۷ حد لفظوں کے عنوانات اور مختلف شعراء کی غزلوں کے ۲۴۲ اشعار کی تنویدیت اس بات کی گواہ ہے کہ مطلقاً جھوٹے موضوع کی مناسبت سے تقریباً تمام قابل ذکر مجموعہ شعراء کے نام گواہی دے گی انکاں کو مستثنیٰ کی ہے اور یہ سبیل کا اعتراض تو جرح کسی حد تک معقولیت پر مبنی ہے۔ یہی غزل کے میں سال ہندوستان میں، مابہام اشاعر، مثنیٰ میں شائع ہونے ہی مطلقاً جھوٹ کے نام معدودے چند تقریبی حطوط کے علاوہ متعدد اعرصات پر مشتمل حطوط کا ایک ناناٹا گیا۔ بہت سے شعراء مضمون میں ایسے نام نہ پا کر برہم ہوئے تو کچھ ایسے کارناموں کی غیر معصمانہ سانسدگی پر معترض بنائے حطوط کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں جس میں مضمون کے متواتر اور معصمانہ تجربے کی توصیف کی گئی ہے۔ چند حطوط سے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے

(۱) ”شاعر مثنیٰ کے مارہ شمارے میں آپ کا مضمون ہی غزل کے میں سال ہندوستان میں پڑنے کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا کہ شکایا آپ سے دو ایک باتیں عرض کروں۔ بیس سال سے ادبی حلقے میں شامل ہوں۔ وحید اور سادہ نمکنت کے ساتھ لکھا شروع کیا ہے۔ چار کتا میں شائع ہو چکی ہیں۔ چاروں نے انعام پایا۔ لفظوں کے علاوہ عربی بھی کہیں جو پاکستان کے تمام معیاری رسائل میں نہیں۔ برویدہ احترام حسین وزیر اعظم اس الزام داروقی، اور صدر ڈاکٹر عبداللہ نے ال پراگھی راہیں دیں آپ نے کوئی سختی نہیں کھا لگے تھارے میں دھما کر دیں (محمد الماس)“ (۲) ”آپ کی حرارت و حوصلہ مندی قابل ستائش ہے پہلی بات تو یہ کہ نقاد عام طور سے غیر عالمانہ حالی اور افتال و غیرہ پر لکھا محطوط بھی سمجھتے ہیں اور سود مند بھی۔ مجموعہ ادب کی محنت و زحمت پر محاکمہ کرنے سے عموماً لوگ کراتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے لوگوں کے معبود کا دالہ تلخ ہو جائے گا میں ایسا نام بھی تلاش کرنا پڑا لیکن ملاقات نہ ہو سکی اب آپ پر میرا قلم واجب ہو گیا اس کی ادائیگی اس طرح ہوگی کہ آپ رنگ سرور کی ردی میں ایک علیحدہ مضمون لکھیں اور اسے شائع ہوگی اور شائع بھی کر دیں۔ دہائی انصاری“

(۳) ”آپ نے بڑی جامعیت اور تفصیل سے موضوع کا حق ادا کیا ہے اور بڑی عمدگی سے ایسے موضوع کی موافقت میں دلیلیں پیش کی ہیں۔ بہت سارے ناموں کو اپنے مضمون میں جگہ دی ہے دوسرے جو اہم ناموں کو براہ روی طور پر درج کرنا محض گزروں میں۔ طہیر صدیقی، سید احمد شمیم، احمد علی آبادی، شمیم فاروقی، وقت قادری، رولن علیہ، روبرجی، حمید رسول، الہی، احمد دوران، نعیم اسحاق، اور سید عارف دوسرے کے علاوہ متعدد

۱۔ مکتوب حمید الماس سام مطلق جھوٹ

۲۔ مکتوب دہائی انصاری سام مطلق جھوٹ

اس دلچسپ پہلو سے زیادہ لوگ واقف نہیں کہ وہ ایک کامیاب طر و مراح نگار بھی تھے۔
مظفر حسنی نے ڈاکٹر عاکب حسین کی ادنیٰ شخصیت کے اس پہلو کو سمجھا رہا ہے اور بڑی دھماکت کے
ساتھ ان کی طر و مراح پر تحریروں سے مثالوں کے ذریعہ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ان
کے یہاں طر و مراح کی حیثیت تالوی نہیں بلکہ سیادی تھی۔ صرف موضوع کے اعتبار
سے بلکہ لفظ ربط کے اعتبار سے بھی۔ چاہے کوئی اس سے اتفاق کرے یا اختلاف یہ موضوع
قابل توجہ ہے۔

مظفر حسنی نے اور بھی کئی ادنیٰ شخصیتوں اور ان کے ادنیٰ کارناموں پر مضامین لکھے ہیں۔ ایسے
مہم اور مردہ استادوں و تادعاری اور عبدالغنی دسوی برتو انھوں نے ضابطہ لکھ دیا ہے اس مقالے
کے شخصیت والے باب میں اس پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ مظفر حسنی نے صرف صفِ اول کی مشہور و معروف
ادنیٰ شخصیتوں پر ہی ایسا ردِ قلم نہیں صرف کیا ہے بلکہ مشہور و معروف، کم مشہور اور اوسط درجے کے نگاروں
پر ماقذی کی مردہ روش کے خلاف حاصل توجہ دی ہے اور ان کے فی محاسن اور صلاحیتوں کو منظرِ عام پر
لانے کی کوشش کی ہیں۔ بحیثیت تنقید نگار ان کی ایک العزادیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی تخلیق کا مطالعہ
کرنے سے قبل مینر و ماقذی کی طرح تخلیق کار کے بارے میں معنی رائے قائم نہیں کرتے بلکہ معروف اور معروف
کی برواہ کیے بغیر ہر تخلیق کا عمومی انداز میں ہمدردی کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ مظفر حسنی
کے ضمنی مضامین میں ایک اور معمولی مختصر بحیثیت حاکم نگار سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے

”مختصر عام زندگی میں جتنے سادہ لوح میں حاکم نگاری میں اتنے ہی جالاک، مدح مالہم اور تعظیم
کے ایسے ایسے گراں ہیں یاد رہی کہ وہ آپ کے معہ پر بات کہہ جائیں اور کئی دن بعد آپ پر عقدہ
کھیلے کہ حضرت نے آپ کی کسی جوتی میں حاکم کو آٹا گر کیا تھا۔ دراصل فی البدیہہ ہر اچھے بھائی
لکھ لکھ کر وہ اتنے جالاک دست ہو گئے ہیں کہ جب ان کا چانک ممدوح پڑتا ہے تو وہ اسے
سمید شوقی پر تار یا یہ تصور کرتا ہے۔“

ڈاکٹر ابو سعید رحمت و جستجو، برترہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”دیگر کتاب میں ڈاکٹر مظفر حسنی نے سستا سٹے موضوعات پر کام کیا ہے، مثال کے طور
پر اردو شاعری اور سندھو سائیت اور اردو شاعری میں جنگ کے مسطر، بالکل سٹے موضوعات
ہیں۔ مقالہ شاعر کے بیس سال ہمدوست ہیں، ان کے وسیع مطالعے اور صاف رائے کا

نہ جیس لفظ۔ ڈاکٹر گوینی جدمارنگ، محلات جستجو، مظفر حسنی ص ۱۵
نہ مختصر حسین بحیثیت حاکم نگار۔ تقدیر سے مظفر حسنی ص ۱۵۱

کر لے کی جگہ اکثر ہم محض معرعہ میں کے وسیلے سے شخصیت کے مختلف گوشوں پر
روکا ڈالنے کے عادی رہے ہیں، اور سا اوقات ایک ہی شخصیت کے مختلف گوشے
اندک کے حصے میں آتے ہیں، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم نہ تو اس شخصیت کے ساتھ انصاف کر پاتے
ہیں اور اس کے طائفہ کو صحیح راستہ دکھایا نہیں۔ مختلف رسائل میں عالمت کا تعریف
مطلوبی کو ہر کی عقل، حقیقی کا سیاسی شعور، موتی کی حُث، الوطی، اقبال کا نظریہ قومیت جیسے معانی
آس کی نگاہ سے گزرتے رہے ہوں گے۔ یہ ہماری ریرہ حیاتی اور شخصیتوں کو ٹکڑوں میں مارٹ
کر دیکھے والی دہشیت کے عمار ہیں۔

مظہر صبی کے اس لفظ نظر کی روشنی میں شخصیتوں کے مارے میں ال کے تخریر کردہ معانی کا جائزہ
لیا جاوے گا۔ اس لئے کہ انھوں نے احقار کے ماوجود میتر معانی میں جامعیت کے ساتھ متعلقہ
مطلوبی کو ہر کی عقل، حقیقی کا سیاسی شعور، موتی کی حُث، الوطی، اقبال کا نظریہ قومیت جیسے معانی
آس کی نگاہ سے گزرتے رہے ہوں گے۔ یہ ہماری ریرہ حیاتی اور شخصیتوں کو ٹکڑوں میں مارٹ
کر دیکھے والی دہشیت کے عمار ہیں۔

”حسرت کی شخصیت ایک مرتے ہوئے سپرے کی طرح پہلو دار نظر آتی ہے۔ وہ انتہائی سادہ مزاج
پڑھوں سالن میں اور ایک ایسے صوفی مائل جو حد کی محنت، وطن کی الفت اور معشوقی محاری
کی محنت میں ہمہ وقت سرگرم رہتے تھے۔ تو دوسری طرف سیدھے اور سچے خدمات پر شکر کی سیاد
رکھے والے ایک ایسے فن کار ہیں جس کی ستاوی میں شخصیت کے اعتبار سے عام انصافی
کیمیت کی جگہ فعالیت کی سرگرمی ہے اور یہ ستاوی تکلف اور ظاہری آراستگی سے پاک
جدائی صداقت سے مملو، ناگیرہ، اریحیت، معصومیت، حمایت سے لبر ہے۔ جلوں، حق
گوئی اور لے مائی استعداد اور فقر، کسب المسرہ، اسال دوستی اور یا گیرگی عمل ال کی شخصیت
کے سادی عناصر میں سیاست اس شخصیت علمی رج ہے اور تصوف دستاوی اس کا
حالانی پہلو“

شخصیت پر مظہر صبی کا ایک اور معمول، ڈاکٹر عابدی شخصیت طر و مزاج نگار ہے ایسے میں لفظ
اس معمول کا خصوصی طور سے ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر گوپی چند مارنگ رقم طراز ہیں
”معمول اردو ادب کی ایک ایسی شخصیت سے متعلق ہے جو اسی جگہ انتہائی اہم ہے ڈاکٹر
عابدی اردو کے ایک معرکہ اور داستانورادیس کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ ال کی شخصیت کے

نہ حسرت کی شخصیت حیات و جستجو مظہر صبی ص ۱۴۱

نہ حسرت کی شخصیت حیات و جستجو مظہر صبی ص ۱۴۵

آزاد عمل کے بارے میں کہتے ہیں "مول ایسے مخصوص فریم میں محدود، قایم اور دلیف کا التزام برقرار رکھے تو عمل ہے ورنہ کچھ اور نام دیا سوا کہ کبیر کو عمل کی شراحت یہی ہے کہ مخصوص سٹیٹ اور تکنیک سے جس سے ممکن نہیں ہے کہ ادب کی تقاضا و مانگی اور غیر ارادہ کی قلیل زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں

"ہر شاعر خواہ وہ کسی عہد سے تعلق رکھتا ہو، ادب کے ساتھ ساتھ غیر ارادہ بھی تخلیق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میں فرق ہوتا ہے۔ ادب تو تازہ رہتا ہے۔ غیر ارادہ میں کار کے حوالے سے کچھ عرصے تک ادب کا رعب دیتا رہتا ہے اور بالآخر قدیم قرار یا کر دھن کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوقی و جگر کی اپنے عہد میں لے پاہ مقبولیت کے باوجود حالت اور رنگا جیسے لسانی کم مقبول میں کاروں کی ادبی عمر کافی ٹری ہے" ۱۰

ملک و قوم کی تعمیر جدید میں ادب کے مثبت تعمیری کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے مظفر حسینی لکھا ہے

"ادب نے ہر ملک ہر قوم اور ہر دور میں ہمیتہ تعمیری کردار ادا کیا ہے۔ دراصل معاشرہ ملک یا قوم، افراد کا مجموعہ ہیں۔ ادب کسی واضح تخلیقی کاوش کے بغیر فرد کے خدمات کی تطہیر کا وسیعہ اسام دیتا ہے اس کے لیے روحانی عدا وراہم کرتا ہے اور حالت کے الفاظ میں آدمی کو اسال ساتا ہے اس طرح وہ ایسے طور پر خود اعلیٰ اقدار کا احترام سیکھتا ہے اور اس کے اعمال و افعال تعمیری روح اختیار کرتے ہیں" ۱۱

مظفر حسینی کے تنقیدی مضامین میں سے متیر مختلف ادبی شخصیتوں کے مخصوص شخصی اور ملی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ سبگامی مرد و قوی اور دفنی تقاضوں کے پیش نظر لکھے گئے یہ مضامین مختصر ہونے کے باوجود ایسے موضوعات کے اعتبار سے مکمل ہیں۔ تاہم مظفر حسینی اس قسم کے مضامین کی موافقت میں نہیں ہیں۔ شخصی مضامین کے بارے میں ان کا ایک مخصوص نقطہ نظر ملاحظہ کیجیے

"کسی بھی فرد کے کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے اگر اس کی شخصیت کے کسی خاص پہلو یا جدید پہلوؤں پر نگاہ رکھی جائے اور شخصیت کے مافیہ مادہ پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جائے تو اکثر گمراہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں اور ہماری تنقیدیں اتفاق سے یہ روئس بہت عام رہی ہے۔ ایسے فکروں کی شخصیت کا مکمل تحریر کر کے صحیح نتیجے برآمد

۱۰ آزاد عمل پر ایک نوٹ، معمولی آتی جاتی لہریں، مظفر امام ص ۸۵

۱۱ ایک سوال مانے پر اظہار خیال، "تقدیر سے"، مظفر حسینی، ص ۲۳

۱۲ ایک سوال مانے پر اظہار خیال، "تقدیر سے"، مظفر حسینی، ص ۲۴

ساعی میں لعلوں کا استعمال عام رنگی کی گنگو سے مختلف انداز میں ہوتا ہے جسے
لعل کا استعاراتی تاثراتی اور جذباتی استعمال کہنا مناسب ہو گا۔^{۱۷}
طر دمراج کے بارے میں اس کا لفظیہ دوسرے تمام ناقدین ادب سے مختلف ہے۔ کہیں کسی طرح کی
مردمت کے لغز اس کا علی الاعلان اظہار کرتے ہیں

”یرونی عرب کی رومی اسگری SATIRE کی طرح اردو میں بھی طر کے ساتھ مزاح کی
آمرش کا حور جہاں عام ہوا اس میں تواری کی کمی لیے گل کھلائے کہ طر دمراج نگار
لعلے دوام کے دربار میں سجادس کر رہ گئے اور اس کا کام محض اہل دربار کو ہنسنا رہ گیا
اور منتخا طر دمراج کو دوسرے درجے کا ادب سمجھا جانے لگا مثال کے طور پر اگر آزاد کی
فسرہ دمراجیت ساعی کے مادتاہ ہیں لیکن آج تک کسی نقاد نے انھیں فیر و عالت نوکھا
دوق اور دواج کے حصے کا من کار تسلیم نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ مد لفظی طر دمراج میں طریت
کی ٹھیک ہوئی کے کی دوسرے سے پیدا ہوئی ہے۔“^{۱۸}

اسی طرح حاکر نگاری کے من پر اظہار جیال کے تھے ہوتے رقم طرار میں
”حاکر نگاری لے حد مارک اور حط مارک من ہے۔ ایسا حط مارک کہ درادار ترجیا بڑا کر یا
لومتعلقہ شخصیت مخروج ہوتی ہے یا خود حاکر نگار رچی لطر آتا ہے۔ یہاں محض کوادر سے
الط کر اس کی درستہ جعلی میں لوستیدہ سیطیت اور کیگی اور کیگی میں دنی ہوئی ایک
صفت کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔“^{۱۹}

قصیدے کے مزاج اور اس کے لیے مناسب ماحول کا تحریکیے ماہرہ انداز میں کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو
”قصیدہ ایسے مزاج کے اعتبار سے ایک عظیم الشان دربار، حالات آب حکر اس، مستحکم
سلطنت اور متمول معاشرے کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس صنف سخن کی مخرومی دیکھیے کہ اس
لے اردو میں آنکھ کھولی تو دکن کی ریاستیں تقریباً تاریخی کی مزل کو پیسے والی تھیں اور دوسری
طرف سمائی ہمد میں سلطنت معلیہ روال کی حدود میں داخل ہو رہی تھی ایسے دور میں کرد
والیباں ریاست اور رام سہادر دوسرے ملک کی ستاں میں قصیدے کہنے کے لیے شاعر کے پاس
حقیقی واقعات اور سچے کردار کی حکر لے دے کر رو تھیل اور ممالو جیسے حکر لے رہ جاتے ہیں حیرت
سولی ہے کہ ایسے مصنوعی اور لروں سے کام لے کر سودا اور دوقی لے ساہ عالم اور سہادر تاہ جیسے نام سہادر
مادشاہوں کی ستاں میں قصیدے کے ملدو والا ایواں تعمیر کر ڈالے۔“^{۲۰}

۱۷۔ دل کی راں۔ حیات و حشو مطھر جی ص ۶۳۔ ۱۸۔ حائرے مطھر جی ص ۲۷۲
۱۹۔ حائرے، مطھر جی ص ۲۷۲۔ ۲۰۔ عمیل مطہری کے قصیدے مطھر جی متوالہ اسیل و گیا میں ۶

اس کیفیت سے قریب ہوتی ہے جو موسیقی سے حاصل ہوتی ہے۔ تجریدی شاعری کے کامیاب نمونے اکثر ایسی جمالیاتی مسرت فراہم کرتے ہیں۔^{۱۱}

شعروادب کے ساتھ ساتھ فن موسیقی کے مارے میں بھی غمگین صحنی نے اظہار خیال کیا ہے جس کا اندازہ اس کے مسدودیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں کئی رنگ راگیوں کے نام گوائے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے

”کما جاتا ہے کہ ستار امیر سوہی کی دس ہے اس سے قفل یا تو ہمدی سار‘ میں‘ اور
’دیا‘ ہونے تھے یا ایرانی سار عود یا طسور تھے اس میں ملاکر امیر جسوئے ستار ایما دکیا
ایسی طرح اسھولے کھداح کی جگہ ڈھولک اور طبلے رانگ کیے اور بہت سے ہمدوستانی اور
ایرانی راگوں کو آمیز کر کے قوی قلدار، نقش گل اور ترانہ راگ ایجاد کیے۔“^{۱۲}

یہی کردہ بیشتر اقتباسات تحریراتی یا تحقیقی نوعیت کے ہیں جس کے میں میں غمگین صحنی کے تنقیدی نظریات
سھی حروی طور پر شامل ہیں۔ دلی میں رماں وادب کے مختلف پہلوؤں پر اس کے آزادانہ تنقیدی نظریات کی کچھ
مقالات پیش کر رہا ہوں۔

ادب اور معاشرہ کی ایک دوسرے سے اثر پذیری کے مارے میں لکھتے ہیں
”ادب ایسے عہد کا آئینہ اور ایسا ریزرڈ سکری ہوتی‘ رنگی کا عکاس ہوتا ہے۔ لہذا کسی بھی
رماں کا ادب ایسے ملک، ماحول، معاشرت، جغرافیائی حالات، تہذیب و ثقافت اور
اسی قسم کے دیگر عناصر سے بے بہار نہیں رہ سکتا۔ مقامی حالات، معاشرتی کوائف اور عمری
حیاتیات ادب کو ہر وال جڑھالے میں ریزرڈ کی ہڈی کا کام کرتے ہیں۔“^{۱۳}
شاعری اور ستر میں رماں و العاطف کی کمرستار نیوں پر غمگین صحنی کی دور رس نگاہ کے تجربات
ملاحظہ کیجیے

”لفظوں کی ظہمائی قوت کے سب سے زیادہ کرستے ہیں عرووں میں نظر آتے ہیں۔ ہر لفظ
ایسی جگہ ایک حجر ہوتا ہے۔ رماں لفظوں کی ترتیب سے تشکیل پاتی ہے۔ ستر میں رماں کی
عایت ہے، ترسیل معانی، لیکن شاعری میں رماں معانی کی ترسیل کے علاوہ احساسات
حدبات اور قصورات کی صورت گری اور اظہار کا وسیع بھی اسام دیتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے

۱۱۔ تجریدی شاعری اور ترسیل کا المیہ۔ تقدیریہ۔ غمگین صحنی۔ ص ۱۷
۱۲۔ اردو شاعری اور سندوستانیات۔ حیات و جستجو۔ غمگین صحنی ص ۱۹
۱۳۔ اردو ادب میں سندوستانی عناصر کی تلاش۔ تقدیریہ۔ غمگین صحنی ص ۵۵

اور سکوں سے دوچار ہوا اور حیدر بانوں کے لیے اطمینان اور راحت سے آتا ہوا تو بحر الیال اور

انگار اسم جیسے سہ ہارے وجود میں آئے۔ یہ
مبصر علامتی افسانے کے روشنی مستقل کی پیش گوئی کرتے ہوئے مظهر حسی رقم طراز ہیں
”حیدر بن لیل نے ایسے بیس روکھالی کاروں کے تحریکات سے تخلیق کے بحر علاقوں کی تاسدی میں
امداد حاصل کی ہے اور یہی کہانی کا راجہ رجیر میدانوں کی طرف موڑ دیا ہے۔ رفتہ رفتہ قاری اور کہانی
کار کے درمیان کی جلیق سسکرتی جاری ہے۔ الاؤ میں جھنگاریاں سر اٹھانے لگی ہیں۔ سسے ول آنکھیں
مل رہے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ کئی کہانی حلیہ ہی کے عریہ گامی سے جھٹکا ریا لے گی اور
نئے امن کی طرف تیر گامی کے ساتھ گامزن ہوگی کوئی وجہ نہیں کہ ہم کئی کہانی کے آئے والے کلمے سے
مالوکی کا اظہار کریں۔“

مہدوستان کے علاقائی رمالوں کے ادب کو ترجمے کے درجے ایک دوسرے میں منتقل کرنا مظهر حسی کی
وائے میں کوئی کچھتی کے لیے ایک مؤثر اور معیار دہی ہے۔ لہذا اس رمالوں کے ترجمہ کو موردی قرار دیتے ہوئے

لکھے ہیں
”ایک سطر حقیقت سے کہ قوی کچھتی کے لیے محفل علاقائی رمالوں میں ماہی ریلے کی
مرورت ہے۔ ریلے سے مراد صرف جدا جدا کالین دیں ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مزاج سے

آسا سونا اور ادبی رجحانات کو سمجھا ہے۔ دور حیدر میں مغرب کے شعری و ادبی تحریکات کا ہندو
کی تقریباً سبھی علاقائی رمالوں نے جبر مقدم کیا ہے اور اس تحریکات کی روشنی میں ایسی روایت
کوٹا گے کر دیا ہے۔ لیکن مہدوستان کی علاقائی رمالوں میں ایسے طور پر ایک دوسرے کو حفا

کوٹا دے اور نہ کہتی ہیں اس حد تک آپس میں مستفید نہیں ہوتیں۔ یہ سطر
تحریر کی شاعری میں مظهر حسی ایسے ابھام و اسال کے خلاف ہیں جس سے شعری نظم کا مطلب ہی حط
کر دیا جائے۔ ہاں اگر میں یادہ کوئی صوتی تاثری جی کے کہے تو بات اور سے۔ ملاحظہ فرمائیے
”میرا ترجمہ سب کے بعض اوقات کسی میں یارے کو ٹھہ کر ایک ایسی ماقابل سیال حالیاتی مسرت
کا احساس ہوتا ہے جس کا اس میں یارے سے کوئی قابل ہم تعلق نظر نہیں آتا۔ ایک
ایسی حالت سر جوئی حوالہ عاطف کے معنی سے آزاد ہوتی ہے اور ایسی اس نوعیت کی دھ سے

ن جیل مٹھری کے قصبہ۔ مظهر حسی سہیل بگیا، جمیل مٹھری مسرت ۴
ن اردو کہانی آج اور کل۔ حیات کوستو۔ مظهر حسی مسرت
ن علاقائی رمالوں سے ادبی ترجمے اور قوی کچھتی۔ نقدیہ مٹھری مسرت

ترسیل کا مسئلہ، حدیثیت، ایک تعارف،، رمانس ادویں،، اردو شاعری اور ہندوستانیّت،، مئی، عمل کے میں سال ہندوستانی میں،، عمل کی زبان،، حگل کے مناظر اور شاعری میں،، میل مطہری کے تصدیق اور شادمانی کی مستقیم عمل،، العزم صعب شاعری رانھوں کے مختلف ادولوں سے گفتگو کی ہے

نثر میں اردو کہانی، آج اور کل،، اردو میں ادب اطفال،، مئی اور برائی تنقید،، کو ترجیح دے دے اور تنقید کی روشنی میں،، علاقائی رانوں سے ادنیٰ ترجمے اور قومی یکجہتی،، معنی حسین بحیثیت حاکم نگار،، گوبال سنگ عیثیت سرنگار،، کرشن چندر ایک تاتر،، ایک سوال سے پر اظہار خیال،، آرا محی خطوط کے آئیے میں،، حواہ حسن لطیفی کا اسلوب اور طرز و سراج،، ہندوستان کی علاقائی رانیں اور کلاسیکی ادب،، جیسے مصائب نثر کی مختلف اصناف و موضوعات پر مطہری حسی کی تنقیدی بصیرت کے مطہریں اس سے قبل مطہری حسی کے تنقیدی مصائب سے حواہات مسائل پیش کیے گئے ہیں تقریباً سبھی تنقید، عمل اور نظم سے متعلق ہیں شاعری اور نثر کی دیگر اصناف پر بھی ان کے تنقیدی نظریات کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔ رمانی کے بارے میں مطہری حسی لکھتے ہیں:-

”رمانی کی کم سن اور مرد اعلیٰ صنف محسن، موضوع کی قدرت اور لفظوں پر قدرت سے زیادہ خیال کی گہرائی اور جو تھے مصرعے کی قوت برات کو سمیٹ کر کہیے کا مطالعہ کرتی ہے۔ رمانی کے پہلے میں مصرعے دراصل کال اور چلنے کا کام کرتے ہیں جن پر لکھ کر جو تھے مصرعے کا تیر سماع کے دل میں بیوست کر دیا جاتا ہے اردو رمانیات کے سرمائے پر نگاہ ڈالی جائے تو نظر آتا ہے کہ ہمارے کم و بیش تمام رمانی گویوں نے موت بے تائی دیا، قناعت، خود داری، انسان دوستی، حسرت و قدر اور اسی قسم کے دیگر فلسفیانہ تفصیلات، ہی پر طبع آزمائی کی ہے بہت ہوا تو عمر حیات کے انداز میں عمریہ مصائب کی ترسہ رمانی میں بھر دی جس و عشق کے نیکے تحرات جس کی تھلکیاں عمل میں نظر آتی ہیں، رمانی کے پیرائے میں بہت کم نظر آتے ہیں۔“

مطہری حسی مندی کا تاہم بھی تحریر میں کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”اردو تصدیق کا مطالعہ ہمیں بڑے دلچسپ نتائج تک پہنچاتا ہے میرا خیال ہے کہ مختلف اصناف محسن کے عروج و زوال کا تعلق ان ادوار سے بہت گہرا ہوتا ہے جس میں یہ پرواں چڑھتی اور اپنے عہد ساس کو پہنچتی ہیں مثلاً شوی کے لیے سکوں، اطمینان اور مادی عالمی درکار ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصرعے محسن دکن میں اس دور میں پھلتی پھوٹی ہے جب سلاطین دکن مثل بادشاہوں کی تسکری اور پلدار سے سناٹا چھوٹا تھے، اس کے عکس ملیر سلطنت کے عہد زوال کے دوراں شمالی ہند میں دستاں دہلی کے سترار شوی میں کوئی رٹا کارامہ پیش نہیں کر سکے اور اُس کے چل کر لو ایں اور دھڑ کے دور میں جب معاشرہ سناٹا شمالی

--- تیر کا انسان ملک کے برسوں پھر بڑھ چاک کے برسوں سے نکلتا تھا اور میر تو کو ان پر آگہہ طعنوں میں گردا سنے تھے جو کیا ب تھے۔ غالب ملت کو انھیں سمجھتے تھے انتقال کا دہرہ دور گس کے ہر اردن سال روئے پر پیدا ہوتا ہے یہ سب کیا ہے ال سادسہ پر وہ ہائے نگاہی میں تخلیقی ادبا کی تہائی سائیں کو کہہ بہ "ن" مذکورہ بالا اقتباس میں مطہر حسنی کی عین تنقیدی بصیرت کے ساتھ معروضہ تخلیقی صلاحیت کے امتزاج نے اسے ایک تو بصورت تخلیقی میں یا رہے کی شکل عطا کر دی ہے۔ ان کے تقریباً ہر تنقیدی مضمون میں ماسما تخلیقی مثال ہلکتی ہوئی دیتی ہے۔

اردو شاعری کا مختصر تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے ای ٹی تحریر میں صریح ساری اور داستان طراری کی سحرانگہ کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

وہی قدیم و جدید کی اوپر سن میں مبتلا ہے مثل تہذیب کا آفتاب عزم ہوا مرطالوی حکمراں نے آئیں اور جدید اصطلاحات رائج کر رہے ہیں دوق صغائی رمان اور محاورہ مندی کے قلعے میں اسیر ہو جاتے ہیں مومن ماسق ہر جاتی سن کر عمل کے چاروں پر محاکات اور معاملہ مدی کی قل ہوا لٹکھ کر دل ہلاتے ہیں حالت کی تھنید مسمی کا ظلم مادھے وائی شاعری کسی آواز اداس کی طرح ہمہ وقت متحرک رہ کر اس خارجی و داخلی کشمکش طرحی اور پیچیدگی کے لغزش ہمارے سامنے پیش کرتی ہے جس سے اس کا دور گرد ہاتھا فلسفیانہ فکر و خیال اندھڑے کا تو بصورت امتزاج کہیں غالب میں پہلی مار رہا ہے۔"

اور ایک تحریر بانی مضمون کے اس اقتباس میں بھیوئے جھوئے جھوئے کے ذریعے السابرداری اور نکالہ نگاری کا یہ ڈرامائی اور دلکش انداز بھی دیکھیے۔ "بھویال کا ادلی مزاج بھی عجیب و غریب واقع ہوا ہے۔ اسی اختتام حبس صاحب مشکل چار مشد ہی لولے تھے کہ بار لوگوں نے ان پر چاروں طرف سے بغا کر دی ایک وقت کی سمتوں سے مختلف اعتراضات ہوئے۔ اختتام صاحب نے کسی ایک کا جواب دیا چاہا تو بات یج میں سے کاٹ کر کسی اور سے دوسرا اعتراض خڑو دیا۔ فصل تاس نے ات مسالھی جایابی تو انھیں شمیم احمد نے ڈبٹ دیا۔ ڈاکٹر میں نے سکوں وسط کے ساتھ اختتام صاحب کو سننے کا مستورہ دیا تو اکرام اشعر بکڑہ گئے کہ مقتول ہوا شاعر ہی سے سیکھیے حبس بھویال کے آنگے والے بھی حاشے اور اسے ہیں آب کو دس بارہ لوگوں کے علاوہ کوں بھیجا تھا ہے میں نے اتھا کی کہ حدار بھویال کے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بتائیے تو مجھ پر بھی نا پڑی، بھر کا فی در رنگ شمیم احمد نئی شاعری کی حاسوں پر نگہ رسانی کرتے رہے ان کے بعد دوسروں کا کمر آیا سب سے مل کر نئی شاعری کے حویا بھیے اوچھڑے جلسہ تقریباً د گھنٹے

بعض مادی کے مارے میں مخالفتوں کو دعوت دیے والی اس کی یہ لے مار کے ملاحظہ فرمائیے
 ”جلیل الزماں اعظمی، حاتی کے بعد اں معدودے جدید نقادوں میں سے ہیں جو واقعاً تخلیقی
 دس بھی رکھے ہیں درپردہ آغا جیسے دو ایک مادیوں کو جھوٹ کر اکثر کی حمایتی میں تہمت
 لپڑائی ہے۔“

ظہر اقبال کے مارے میں ال کا یہ طرزِ عمل بھی دیکھیے
 ”ظہر نواسی غزل کے سمیر میں ڈکر فصل تنقید عہدِ سارس گئے یہ
 لاس اور فدایت سے احواف پسندی کے رجحان کے زیر اثر جدید مادیوں عام طور پر اسے سے بیشتر کے کسی نقاد
 لکھ جاس رہی پسندوں کو خاطر میں نہیں لاتے جب کہ ملاحظہ حاتی سے احتیاط میں تک نقد صلاحیت بھی
 کا قیام حیات کے معروف ہیں اور اس کے من اور اس کی شخصیتوں سے تاثر پذیری کا ملاحظہ اظہار بھی کیا ہے یہ
 احسام میں کے مارے میں اس کے حیالات ملاحظہ فرمائیے

”ہمارے سینہ سجدہ وقفہ لکھے والوں کا قلم، تنہا جوں کے لیے لکھتے وقت تنہا ہی برآ آتا
 ہے اور اگر گتہ قلم ادیب، اردو ادب کے لیے معصوم قلم برد کرتے ہوئے سجدگی کا لہذا ڈر
 لیے ہیں۔ احسام میں نے بہت لکھا مگر بچوں کا مراح دیکھ کر کبھی نہیں لکھا اس کا ایسا راویہ
 لکھ جاس میں مصلحت کے تحت لکھ کی گمانشہ نہ تھی۔ انھوں نے بہتہ وہی لکھا ہے اسے
 شمس بچ سمجھا میرے دہن پر اس کے معانی لے مختلف اثرات تسلیم کیے۔ ایک طرف اس کی
 طبیعت حق گوئی اور سادہ سادہ کا کہ جا تو دوسری طرف شخصیت کے مارے میں کچھ اس قسم
 کا تاثر قائم ہوا کہ موصوف نے جد شک قسم کے گھر دے کر دے سے آدمی ہوں گے
 ایک دہشت کی محسوس لکھگو میں ہی ساری مرغویت دھل گئی معلوم ہوا کہ وہ نوحا سے شکستہ
 حراج اور کھلے دل کے آدمی ہیں۔ خود کسی طرح کے احساس مرتزی کا سکارت ہیں۔ مخاطب کو
 گمراہی کے احساس میں مبتلا ہونے دیتے ہیں۔“

میتز لہو مار قسم کے جدت طراروں کے نزدیک تنہائی کا المیہ صرف آج کے عینی دور کی پیداوار
 ہے صنعتی پھیلاؤ کے اس دور سے قبل کا اسال اس مسائل سے دوچار نہ تھا اور اس کا تنہائی کے شدید
 مسائل میں مبتلا تھا۔ لیکن مطلق حسی کا خیال اس سے مختلف ہے۔ لکھتے ہیں
 ”ادب میں تنہائی کے من احساس کی حسیات نظر آتی ہیں وہ تخلیق کار کی قسمت سے،
 خلق کار اس وقت بھی معاشرے میں جیڑ کو سماجوں کی اقتصاد میں پیدا ہونے وہ موثر اعتبار کی ہی جو آج ہے“

نویسٹی غزل کے میں سال ہندوستان میں مطلق حسی حیات و جستجو
 نے بہت حد تک اس میں کی وفات کے بعد یہ ص ۱۳۲-۱۳۳

مالا دستی خروج سوئی ہے اللہ تعالیٰ عین لفظ و ساپہ تنقید و تقریر لکھ کر حقیقت بھٹوں پر کھمٹی کھا دستِ شفقت سپہ
دیے میں کوئی نوح نہیں سمجھتے ۔ ۱۷۵

ٹھیکہ ایک طرح جدیدیت کے محاسن گنوائے کے ساتھ ساتھ انھوں نے ان کے لغات کو بھی صاف گوئی کے
ساتھ احکا کر کیا ہے جدیدیت اور ان کے اعتدالوں کا مخصوص جدید عمل میں ابہام و ابہال کی انتہا کے مارے میں ستی یا
میں مظهر صحنی کے نظریات ان کی تحریروں اور استعار کے وسیلے سے پیش کیے جا چکے ہیں ۔

جدیدیت انھوں کے لیے کی کیا سبیت کو تقلیدی روایت کی دین سے توہین کرتے ہوئے مظهر صحنی ہمعصر ادب کا تحریک
حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ” لکھنے والوں کا ایک یوں لاشکر کا لاشکر عہری ادب کی تخلیق کا عجیب
ہے لیکن یہ سب فنکار ایک ہی لیے میں مات کیوں کرتے ہیں مجھے غم کرنا ہے کہ یہ توہر دور میں ہوا ہے ہر عہد میں صاحبِ طر
میں کار دوچار ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے چلنے والے ان گنت تقلیدِ حالت کی رو آئی تو سیکڑوں پہ گئے نظر میر کی ہوا صحنی نو
مراروں نے مھول میں لٹھ گھمائیے سوچ سمجھ کر حقیقی مھول میں کیا ادب تخلیق کرے والوں کی تعداد فطری طور پر کم ہے لیکن
لوگوں کی تعداد ہمیشہ کم ہوتی ہے ۔ صحنی مھول میں گنتی کے جدیدی فنکار سچا اور سچا ادب تخلیق کرتے ہیں تقلیدیں ان کی ایمٹ
برایمٹ رکھ کر دیوار اور اڑھٹالے ہیں اور کچھ دلوں اور تیرہ تیرہ جلیں یا تاکر میاں کی ایٹیں کہاں ہیں یہ مسئلہ

جدیدیت انھوں میں ابہام، اسامی اور متحدہ طرزِ لہجہ کے واسطے اور شعوری رویے کو مظهر صحنی نے کبھی سطر استعناں نہیں
دیکھا ۔ مابرا اس روش سے لغت اور بر لوی کا اظہار کیا جدیدیت انھوں میں گھلک، پیچیدہ اور مبہم و اہل تخلیقات کا رجحان
کس طرح پیدا ہوا اور اسے رائج کرنے اور شروع دیے میں کس لوگوں کا ہاتھ ہاں ان حقائق پر بہت کم لوگوں نے سوچا اور
لکھا ہے صحنی صاحب اس معاملے میں حقائق کا انکشاف کیا ہے انھیں قبول کرتے ہی حق ہے ترقی پسند تحریک کے ردال کے
اسباب بیان کرتے ہوئے مظهر صحنی لکھتے ہیں ” نظریات پر سیاست اور ادب پر پوچھنا مار حاوی ہو گئے ۔ اتنا اس تحریک کا
ردال متروک ہو گیا جس رائے میں کے حامیوں کو حاجت کے خلاف اتحاد سالے کا مڑا سہرا موقوفہ مانا آیا اور انھوں نے مختلف حیلوں
سے اور عدم مافیہ ردال تحریک پر چوٹ پہنچائی شروع کی سلسلہ پسند اور سستی سہرت کی متلاشی کی سلسلے میں عینی طرف تہائی کو احلیت
ایجادات کی تلاش، رہبرگی سے وار، الم تحریکی کی عظمت اور اس قسم کے لیبائی کو رکھ دھندل میں اتحادیے والے موصوعاً
کو عام کر کے اس سلسلہ کو ٹری آسانی سے بہکا لیا گیا علامتی استعار اور افسانہ نگاری کو اس طرح باقوت ہاتھ لیا گیا کہ
یہ سلسلہ چڑھ کر اٹھی ہوئی اور گھلک جیریں لکھنے پر آمادہ ہو گئی ۔ اس بہکائے والی سازش میں مخصوص نظریات رکھنے
والے مافوق سے لے کر ماترین اور دیوال برسا کی سبھی سامان تھے ۔ ۱۷۶

۱۷۵ نئی نعر کے میں سال ہمد و ستاں میں ۔ مظهر صحنی حیات و جستجو ص ۴۹

۱۷۶ عہری ادب اور میر کی بیجاں ۔ تقدیر ص ۱۴۲

۱۷۷ نئی اور پرانی تنقید ۔ مظهر صحنی ۔ تقدیر ص ۲۵

لے جدیدیت کو ترقی پسندی کی توسیع قرار دیے کا حود حوگ رچایا ہے وہ بہر طور اس کی پسپائی
کا اعتراف ہے یہ حضرات دونوں باتوں میں لٹور رکھا جاتے ہیں اور ادب میں عامصار طریقوں
سے حاصل کردہ کرسوں سے چپکے رہنے کی عرصے سے لوقت ضرورت نئے عرفاں ایجاد کر لیتے
من بدلت

جدیدیت کو ترقی پسندی کی توسیع قرار دیے کا مطلب یہ ہوا کہ جدیدیت کو بھی اس تحریک سے مسلک
لدا جائے جس کے اصول منظرِ صحنی جدیدیت کوئی تحریک نہیں مختلف نئے ادنیٰ رویوں کے اجتماع کا نام ہے
جو کہ پہلے کے لیے ضروری نہیں کہ ترقی پسندی سے برابری کا اعلان کیا جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ نئی
رہنما کو ترقی پسندی کی توسیع سمجھا جائے جدید رجحان رکھنے والوں میں بیشتر متاعِ رایے مکمل گئے جو
سلسلہ حالات یا ایٹمی کمیونسٹ نظریات رکھنے کے ماحود کامیاب نئے متاع ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ
نیا مافیٰ مخصوص نظریات کی حامل ہیں۔ ہر سیاستِ اعزای حکمِ اپنے طور پر چلے۔ اس اقتباس سے منظرِ صحنی
الوجہ التفکری اور اعدال پسندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چند نام سہادِ جدیدیوں نے ایسا اتہا پسند
کی ہم سے صداقت اور ترقی پسندی کے خلاف مبالغہ اور مبالغہ آمیز روئے اختیار کر رکھی ہے اور ترقی پسندی
ادب سے متصادم قرار دے کر کئی لے عیاد غلط فہمیوں کو فروغ دے رکھا ہے۔ ترقی پسندی اور جدیدیت
واقعی سے منظرِ صحنی کا یہ حقیقت پسند اور مضامین تحریر ال غلط فہمیوں کے ارالے کی ایک متواتر
فہم ہے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ ماقبلِ تردید حقائق پر غشی ال کے یہ خیالات خود ال کے حق میں
ا۱۱ ادہ ناست ہوئے۔ ترقی پسند اور جدید قلم کار دونوں ال سے بدگماں ہیں۔ ترقی پسند ال کو
جدیدیت کا ہم لوا اور جدید نقاد انھیں ترقی پسندی کا حامی سمجھتے ہیں اور منظرِ صحنی دیدہ و دانستہ ہر سودویاں
کے سار اپنے اصول و نظریات پر پورے حلوں کے ساتھ اٹل ہیں۔ ایک سچا جدید متاع و نقاد ہونے
لئے انھیں انھوں نے ترقی پسند ادب کی حامیوں کی تسامی کی ہے وہیں اس کی عیوں کو سربا بھی ہے۔
شکاروں کے مارے میں لگتے ہوئے ماقبل لے فہرست ساری، جائزے اور نظریاتی رائے
طریقہ گفتا کر کے کی روش ایسا رکھی ہے۔ کہ میں، مد کے رد رہے ساتھ سے حسرت لگی، کی تصدق تعقید
الاکسی اور عاقبت دونوں محفوظ رہتی ہے۔

اس مسئلے پر منظرِ صحنی کی رائے ملاحظہ فرمائیے
”مارے حمد میں نظریات اور رجحانات پر قلم اٹھانے کو ہی علمیت اور تعبیر کی دلیل سمجھا گیا ہے
اور نگاروں کے مارے میں زیادہ تفصیل کے ساتھ اور براہ راست اظہارِ خیال سے متعقد

اتحاس و افکار پر تحریر کردہ مظهر صبی کے تقریباً ہر تنقیدی اور تحریاتی مضمون میں واضح طور پر ماقذرا اس غیر مصفاہ رویے پر برہنہ کی گئی ہے۔ مبادی طور پر وہ خود ایک تخلیق کار ہیں اور کسی گروہ سے منسلک ہونے کی ساری ماقذیں کی لئے العافوں کو خود کھٹکتے چکے ہیں اور کھٹکتے رہے ہیں۔ ذاتی تحریکات کے ال اظہار کو زیادہ مؤثر اور حقیقت سے قریب تر کر دیا ہے۔ لہذا استعارے کی طرح ان کی تنقید بھی ای ایک العافیت رکھتی ہے۔ جس کا اعتراف کئی العاف پیدا اور حقیقت شعاع ماقذیل لے گیا ہے۔ گویا رنگ لکھتے ہیں۔

”ڈاکٹر مظهر صبی مبادی طور پر ایک تخلیق کار ہیں اور اس حیثیت سے ان کا شمار مرصع کی ممتاز ہستیوں میں ہوتا ہے ان کی اپنی آواز ہے اور اپنا لہجہ ہے۔ انھوں نے ادبوں اور ادبی مسائل کو بھی مبادی طور پر ایک تخلیق کار کی ہی نظر سے دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقید چاہے احماس سے متعلق ہو یا کوائف و مسائل سے متعلق وہ نقادوں کی تنقید سے مختلف ہے اور یہی ان معام میں کی تحریر سے ہے۔“

ڈاکٹر فرید الدین احمد نے فرمایا ہے کہ مظهر صبی کے ان تخلیق کار موجود ہے وہ حسب اپنی مود تنقید و تحقیق میں کرتا ہے توصیف کو دریافت کرنے اور اسے صداقت سے پیش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔“

ادیب سہیل فرماتے ہیں: ”صحافت و ادب کو جو توجہ دینا چاہیے وہ اس کا مصفاہ نہ سکے نہ قسم کا مانتا ہے۔ لکیر کا نظریہ اس کی توجہ نہ دے جوئے موسومات اور نئے حوالوں کی تلاش رہتی ہے اس کتاب میں ڈاکٹر مظهر صبی ایک یہ سچے سچا محب ہیں اسی وجہ سے وہ ایسے نقد و نظر میں ایک وسیع الطور

اور دو لوگ ایسے کہے دئے نقد کرتے ہیں۔“

مظهر صبی کی ماقذرا شعوریت تحریر کی ہے اس کی اہل مابکی اظہار کی حید متالیں ملاحظہ فرمائیے۔ قدیم قدیم کی حیدریت کو توجہ دینے کی توجہ دینے کی پروین گداری برکس صاف گولی ادا کرتے ہیں۔“

”مظهر صبی نے جو حیدریت کے حوالہ دئے ہیں وہ حیدریت کے حوالہ دئے ہیں۔“

اور آج بھی سراپا ہوں^۱

اس سے قبل کے مش کردہ اقتباسات کے بالمقابل مذکورہ اقتباس کو روک کر دیکھیے تحریر کی محنتگی، کائنات و سجدگی، روایات و وقار و اعتماد بے کے ساتھ اس کے تبدیل شدہ نظریات کا بھی موازنہ ہے۔ اول الذکر دو مضامین روایتی فنکاروں کے مارے میں تھے جب کہ آخر الذکر جدید عربی نثر میں لکھا گیا ہے۔

ماقدیس کی غیر مصعفاہ حاسداری کا شکار ہونے والے فنکاروں کے تعلق سے مظفر حسنی کے خیالات اور ان کا ہولناک ادبی مقام کو تسلیم کرانے کے لیے توجیر مظفر حسنی نے اسی عمر اور صلاحیتوں کے حامل مصنف کیا۔ ماقدیس کی لے اعتدالیوں کا شکار، ایک اور ستارہ، اعرار افضل، مظفر حسنی کے ایک نامور معاصرے حسن کا عنوان، ایک اور تنقید گریہ اعرار افضل ہی ماقدیس کی مروجہ لے العالیوں کا احتجاج کا اعلان ہے۔ اس مضمون کی تمہید ماقدیس کے ردیوں پر اظہارِ رنج کے ساتھ ہوتی ہے ملاحظہ

”حصہ سے معزز قدیم و جدید چھڑا ہے عام طور سے ہمارے ماقدیس کرام کا رویہ ٹھٹھاؤں کا سا ہو گیا ہے جس کے حال میں حلق کا شات لے رو رہا آتش سے سی دیا کو جو و ستر، نور و مار جیسے دو ٹوک ٹیما سسٹم کر رکھا ہے اور ساری سچائیاں اور نوروں کے حصے میں دے کر ستر اور تاریکی دوسروں کے لئے بھڑک رہی ہے۔ اردو ادب کے ایسے نقادوں کا طرزِ عمل انتہائی غیر فطری اور غرضی نظر آتا ہے جو کبھی تو دہلوی اور لکھنوی دستاویزوں کی حد سے بے گھڑی کر کے دوسرے دستاویزوں کی اہم اور ممتاز تخلیقات کو بھی لفظ حقارت سے دیکھتے ہیں مثلاً ”سحر البیال“، لکھنؤ میں لکھی گئی اور لکھنؤ معاشرت کی آئینہ دار ہے لیکن اسے دستاویز دہلی سے اس لیے سب سے کم تر سمجھا گیا کہ وہاں اس یا سے کی دوسری مثنوی موجود نہ تھی اور آتش کے کلام کی پہلو کو دہلوی شاعر کی کاثریر حامیوں کو لکھنؤ کا حوالہ کی دین قرار دیا گیا ہے۔ اس رویے سے پہلو ملنا بدل کر محفل ادوار میں سجدے کے وسیلے سے سارے فن کاروں کے ساتھ حاسد واریاں رہا رہی ہیں، یہ سب

اردو مصنف کے ان تاریخی حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے مظفر حسنی نے مختلف ادوار میں ماقدیس کے عمر مصعفاہ کا سلسلہ پیش کی ہیں جو حدیث کے اس دور میں بھی امتدادی سے جاری و ساری ہے۔

۱۔ انار کا مثلاً تھی، جو ستر احمد حامی۔ مظفر حسنی۔ ”القدریرے“ ص ۸۲

ایک اور تنقید گریہ اعرار افضل۔ مظفر حسنی۔ حیات و جستجو، ص ۱۲۲-۱۲۳

ماقدین کو دعوت دی کہ ان کی تحقیقات کے ڈھیر کو چھان بھٹک کر ان میں مکمل حامیوں اور حوسیوں کی لٹا کریں اور ان کی روشنی میں کوثر صاحب کے مقام کا تعین کریں۔

مظفر حسنی کے ال نقدیاریوں سے ال کی تنقیدی صلاحیتوں کا اندازہ لگا کر بحیثیت نقاد ان کے تنقیدی نظریات کی بنیاد مایا جاسکتا ہے کہ یہ مضامین ال کے بالکل ابتدائی دور کے تحریر کردہ ہیں۔ تنقید کو الیاد اور کوثر جیلوری کی یاد رکھ کر یہ مضامین کا سنہ تصنیف ۱۹۶۲ء ہے۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ شعرائے اردو مظفر حسنی کا سب سے پہلا مطبوعہ تنقیدی معیوں ہے جو ۱۹۶۲ء کی تحریر تصنیف ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ بالا مضامین کا عمر دوسرا اور تیسرا ہے۔ ”نقدیرے“ میں مضامین کی ترتیب کے بارے میں مظفر حسنی لکھتے ہیں

”مضامین کی ترتیب کے وقت میں نے ان میں ترمیم و اضافہ سے بھی احتساب کیا ہے تاکہ آپ میرے تدریج ارتقاء پر ردیوں سے رو متاس ہو سکیں۔ اگر ان مضامین میں آپ کو کہیں کہیں تضاد سیانی کا احساس ہو تو اسے میرے دہن و فکر کی اسٹیمیں تبدیلیوں کا مظہر سمجھیے“۔

عمر، تحریر، مطالعے اور مشاہدے میں اضافے کے ساتھ ساتھ دہن و فکر میں تبدیلیاں رونما ہونا یقیناً فطری بات ہے۔ کتناہ لفظ اور وراج دل رکھے ولے کسی بھی فن کار سے اس بات کی توقع رکھا کہ وہ کسی ایک لفظ سے، اصول یا رجحان کی ڈور سے ہمیشہ مددگار ہے گا، بحث مادی ہے، گونا گوں تحریکات و مشاہدات کے ساتھ ساتھ لفظیات اور رجحانات بھی بدلتے رہتے ہیں اور فن کار جو دایہ پہلے کے لفظیات سے آگے چل کر اختلاف بھی کر سکتا ہے۔ لہذا اور مایہ کا اظہار بھی انھیں مالتوں کا مہوں مست ہوتا ہے۔ مظفر حسنی کے ال مضامین میں بھی ان کے لفظیات کی تبدیلی حاشا دکھائی دیتی ہے جس کا اعتراف انھیں کے ایک معیوں کے حسب دلیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیے:

”ای اڈی رندی کی انداز سے آج تک شاعروں کی لیسیدگی و مایہدگی کے معاملے میں میرا مزاج غیر متغیر رہا ہے۔ مثلاً حضرت جتوئی جگر اور عدم کسی میرے محبوب شاعروں میں سے تھے، آج میں انھیں اوسط درجے کے شعرا میں گناہوں اور محدود متاوعاری، معیوں وغیرہ لے مجھے متاثر کرنے میں کافی وقت لیا۔ سرچیدہ جاتی ان معیوں کے شاعر ہیں۔ (اور یہی سہاں دوسرے شعرا سے ان کا موازنہ مقصود ہے) لیکن وہ ان دو چار شاعروں میں سے ایک میں جھیں میں کل لیسید کرتا تھا

ۛ شرح نگار۔ مظفر حسنی۔ نقدیرے، ص ۱

”میں نے ان مسائل میں کچھ کا تعلق ال ادما و مستور سے ہے جنہوں نے ایسے دور میں بہت
 لکھا لیکن، ترقی پسندوں نے ال کی حاسب نگاہ التفات کی نہ تھی ماقولیں لے انہیں
 ذہنی اعتنا سمجھا جو ان میں ال فنکاروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکا ہوں لیکن یہاں
 لکھے آؤ گے کہ اس کے ساتھ ہونے والی لے انصافی کا قدرے ارالہ ہو سکے۔
 نادر الصلوات للاحظ فرمائے
 ”سقا ماص، ذراع اسکول سے متعلق اور علامہ سیتاب آکر آبادی کے ذراع الاصلاح ستا گرد
 ہیں اس معمول کے ذریعہ نام گوا کر من کوئی محنت کھڑی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن خود میں اتنی
 سول نے جو تصور و عمل بنایا ہے اس میں ال کی گہیر اور متن آوار اسے مخصوص نہ ہو کے ساتھ
 ملدی رہا اور الگ سوائے نہ رہی ہے۔“

ہے، بڑے حلوں کے ساتھ لکھا ہے۔ اس بات سے میں انکار کر سکتا ہوں۔ کوئی ماقہ
 پہلے کر اچھی اور بڑی حیرت کی نشاندہی کی جائے ال کی اچھی حیرتوں کا ال کے کل میں کیا
 اوسط ہے اور دوسرے اہم اصناف نگاروں کی نہ سست انہوں نے کتنا کم یا زیادہ اچھا
 لکھا ہے اس کا فیصلہ کیا جائے کہ کسی میں کار کے مقام کا نہیں کرنا اس کے لہذا میں سے ظاہر
 ہے اس طرح جہاں میں کہتے ہوئے کو تر ماص کی حامیاں بھی مسطر عام آؤں گی اور حیران
 مہی ہنستہ

مظفر حسنی کے متوار اہلار لقد و لطر کا ادارہ مذکورہ بالا اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں
 نے اور عادلوری کے تمام رطب ویانس کو اعلیٰ میں یاروں میں متار کیے حالے یہ امر ار کرنے کی بجائے
 لہذا کو پہلے تو یہ اطمینان دلایا کہ کو تر عادلوری ال میں کاروں میں سے ہیں جو اسی تخلیقات
 ماص امر اصوات کو گوارا نہیں کر سکتے اور دیات دار لعد کو حقیقتاً اس کی پروہ بھی نہ ہونی چاہیے۔ لعدراں

ن سرعہ لعد - مظفر حسنی - تقدیر سے ص ۱۶
 ن سقا گوالیاری کا م - مظفر حسنی - تقدیر سے ص ۳۲
 ن کو تر عادلوری تسلط سگ کی روشنی میں مظفر حسنی - تقدیر سے ص ۳۵

گروپ کی طرف سے سب سے بڑا ستارہ قرار دیا گیا ایک طرف خواجہ احمد عباس جیسے دس سیدہ صحافتی افسالوں کے خالق اور تحقیق الرحماں جیسے بنگلے بنگلے افسانہ نگار ایسے حقوق سے بہت زیادہ لے گئے وہاں اعظم کرلوی، ملوس سنگھ، کوثر جاوید پوری، شمس مظہر پوری، دیوبند رستگار بھٹی، قیس العارونی، سندس اور آسی رام سگری جیسے رودلوئس افسانہ نگار نظر پاتی تھے تعلقی کی ساویر یکسر نظر انداز کر دیے گئے۔ سہمت سے اہم ستارہ حمد کے کلام میں حال ہے، ادھر کے ماقدوں کی نظر میں آئے۔ ادھر کے ماقدوں نے انہیں قابل اعتنا حاکما۔ ستارہ عارفی، مسکند علی دھند، روشن صدیقی، ستارہ لطیفی، داؤد مارش پر تباب کرطھی، شعیق حوسوری۔ اور شکیل بدایونی وغیرہ اس زمانے میں نظر پاتی تعصب کا شکار ہوئے۔ ایک گروپ نے انہیں اس لیے نظر انداز کیا کہ ان کے من میں مقصد کی حسیل تھی دوسرے دھڑے نے اس تصور پر مجبور لگایا کہ مقصد ہمارا کی حد تک پہنچا ہوا تھا یا یہ لوگ یارنی لاش پر کام کر لے والوں کے مقابلے میں غیر اہم تھے، مٹ

تقسیم ملک کے بعد نئی نسل کے لقادوں کی استہلا سدی کے مارے میں لکھتے ہیں

” اسی اتنا میں ایک نئی نسل بھی اٹھ کر سامنے آئی جو کاتا اور لے دوڑی، کے، مصداق فوراً جیسے لیے تنقید کے مروجہ اصولوں میں کمزوریوں کا مطالعہ کر لے لگی دیر آغا، راسی معصوم تھا، رئیس اور وہی اور سلیم احمد جیسے دس لوگ اس نسل کو ماقاعدہ ممولے پر آمادہ ہوئے۔ اول الذکر نے رحلت مدرس جیسے مقصدی افسانہ نگار کو مسٹو سے اوجھا اٹھا دیا۔ راہی نے سہر پار جیسے نئے ستارہ کو خوشی کے ساتھ سنبھلی کر دیا اور رئیس کو طیش آیا تو لہجہ جیسے نو وارد میں کار کو فیس اور سردار جعفری سے میلوں آگے بڑھا دیا،“

مظہر حسنی نے اس معمول میں ایسے عرصہ دارہ تنقیدی لطرات کی وضاحت کر لے کے ساتھ ساتھ اردو تنقید کی تاریخ کا احاطی حاکمیتیں کر کے حاسب دارہ تنقید کا کچا جیٹھا میاں کر دیا ہے اور نظر پاتی احتکافا یا تے تعلقی کی وجہ سے مسلسل نظر انداز کئے جانے والے من کاروں کی لتا سدی کر کے اور ان کی ادنی حد کا اعتراف کرتے ہوئے مروجہ لے انصافی کا ارادہ کر لے کی لسا ط سمجھ کو شیش کی ہے جس کا اظہار تقدیر ہے کے عین لفظ میں اصولوں نے اس طرح کیا ہے۔

۱۔ ’نئی اور پرانی تنقید‘۔ مظہر حسنی۔ تقدیر ہے۔ ص ۲ تا ص ۲۴

۲۔ ’نئی اور پرانی تنقید‘۔ مظہر حسنی۔ تقدیر ہے۔ ص ۲۵

تکلف نہیں کیا اور جونی جہاں کہیں ٹپ ہے اس کے اعتراف میں محل سے کام نہیں لیا،
 اور ساری سادوں کی دین کے اعتراف کے ساتھ ہی اس کی حالتاً عسراۃ
 عس کے ساتھ اس کے تاریک گوشوں پر بھی نگاہ ڈالی ہے، "مٹ
 مٹ کر صحن کے ان دعوؤں کی صداقت کے ثبوت میں شفا گو یاری، کوثر جامد پوری، پروردگار احتتام
 مسکن سعدی، کرشن چندر، کیفی اعظمی اور حررت محبوبانی جیسے معصا میں بیت کیے جاسکتے ہیں جو
 لفظ ادب اور ترقی پسندوں کے مختلف پہلوؤں اور عقیدتوں پر لکھے گئے ہیں جن میں مظهر صحنی نے خود
 ان کی کتاب ہے، "ای" آواز کا متلاشی، حوزہ تدریس احمد حاشی، "حدیث بیت ایک تعارف"، "ایک سوالیہ
 پانچ سو سال"، "نئی نئی" میں سال ہندوستان میں، "اردو کہانی آج اور کل"، "ایک اور تنقید
 اردو ادب"، "جیسے معصا میں حدیث تعری کے محاسن کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی
 دہلی کے اہل علم کی ہے۔ اس سلسلے میں اس کا مضمون "اردو پرانی تنقید، حاسن اہمیت کا
 ہے۔ اس مضمون میں روایتی، ترقی پسند اور جدید خیول اقسام کی تنقیدوں میں حاسن ادارہ
 عدت پسند ادارہ میں کی گئی ہے۔ ترقی پسند تحریک سے قبل اردو تنقید کی حالت بیان کرتے ہوئے
 مظهر صحنی لکھتے ہیں

"یاد فرمائی کی خوش دھکر کے کلام پر تنقیدوں سے لے کر محلوں کو گھیروری کے تنقیدی
 معصا میں تک ہیں وہ معصا اور کھرا تنقیدی مزاج نظر نہیں آتا جو کسی تخلیق یا مکار
 کا صحیح مقام معین کرنے کے لیے مروی ہوتا ہے، "مٹ
 کی پسند تحریک کے آغاز اور عروج کے ریلے میں ماقذیب کی گروہ صدی اور حاسن ادارہ ریلوں
 کی لڑائی کرتے ہیں

"ماقدس نے فردا فردا ان میں کاروں کو حاسن ادارہ کی دات یا لطریات سے تعلق تھا
 پسے اپنے طور پر رکھا اور ان کے مقام متعین کرنے کی کوشش کی — کسی مسئلہ
 اہمہ نگار ترقی پسندوں کے نزدیک گردن ردی ٹھہرا، کسی میراجی جیسا سا جرم کی

ن سرج گھارہ۔ مظهر صحنی۔ نقد پرے ص ۶
 ن "ای" اور پرانی تنقید متحول مظهر صحنی۔ نقد پرے ص ۲ تا ۳

لیکن احتیاط کے ماحولوں معائنہ کی جامعیت تسبیگی کا احساس نہیں ہوئے دیتی۔ عنوان کی سست اور موضوع کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں سمندر کو کورے میں سمودییے کا کمال دکھائی دیتا ہے۔ 'لقد یکتا' میں شامل تمام طویل و مختصر معانی مختصر حصی کی ماقادار بصیرت کے عمار ہیں جس کے مطالعے کے بعد اس کے اس اعتراف کو صرف اس کی لئے بیادارہ کمر کسی پر محمول کیا جائے گا کہ:

”بیادری طور پر میں تخلیق کار ہوں اور ایسے نقاد ہوں پر مجھے کوئی امرار نہیں ہے لیکن اس محسوس کو کیا کہا جائے جو تخلیق و تنقید کے مابین جوئی دامن کا ماطہ جوڑتی ہے اور اگر تخلیق کار کو تنقید لکھے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس مجموعے کے معانی بھی تخلیق کار کی اس لئے جاری کے مظہر ہیں۔ معلوم نہیں ماقاعدہ قسم کے ماقادیں کو بھی تخلیق کے سلسلے میں ایسی محسوسوں سے سالتہ پڑتا ہے یا نہیں؟“

یہ اور بات ہے کہ کس بھی تخلیق کاروں کو ماقاعدہ تنقید لکھے کی محسوس پیش نہیں آتی یا ماقاعدہ قسم کے ماقادیں کو تخلیق کے سلسلے کی محسوسوں سے سالتہ نہیں پڑتا، بشرطیکہ تنقید اور تخلیق کی دو جدا گانہ حقیقتوں سے تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ تخلیق سرائے راستہ زندگی سے تعلق رکھتی ہے اور تخلیق میں یارے میں پیش کردہ زندگی کے ہر پہلو کو مختلف نقطہ نظر سے دیکھا ہی تنقیدی شعور کہلاتا ہے، اس شعور کو بہتر سے بہتر کی تلاش میں سرگرداں رکھے اور اعلیٰ تخلیقی صوبہ کی تلاش پر آمادگی کے لیے رہی کر رہی اچھی تنقید کا درجہ ہے اس اعتبار سے اعلیٰ تنقید بھی اعلیٰ تخلیق کی سائے نشانہ رکھی جائے گی۔ لیکن جہاں تک تنقید اور تخلیق کے مابین جوئی دامن کے رستہ کا معاملہ ہے کچھ لوگ تخلیق پر تنقید کی اور کچھ تنقید پر تخلیق کی مالادستی کے قائل ہیں۔ دراصل اچھی تخلیق حالات و کائنات کے تعبیر پر حالات کا حائرہ لیے، ہر شے کا سچا وفاق و ادراک رکھے، اچھے اور بُرے کا امتیاز کر لے، زندگی اور دیاد و مایہا کے داخلی اور خارجی مسائل کو سمجھے، کا شعور عطا کرتی ہے اور السالی زندگی کے مختلف محسوسات اور تہ در تہ حقیقتوں کا انکشاف کرتی ہے اور ہر اچھی تنقید توجیر اچھی تخلیق سولی ہی ہے۔ اس اعتبار سے مظہر حصی کی تقریباً ہر تخلیق تنقید کے رمرے میں اور ان کا ہر تنقیدی مضمون ایسے اندر ایک تخلیقی ستار رکھے کی وجہ سے اچھی تخلیق کے دائرے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں موضوع محبت صرف مظہر حصی کے تنقیدی معانی میں جو اصولوں نے شعور ادب کے مختلف پہلوؤں اور مختلف ادنیٰ شخصیتوں پر قلم بند کیے ہیں۔ اس معانی تک محدود رہ کر بھی ہم اسی تہ پر پہنچتے ہیں کہ ہم شعور ادب کو ہر کھسے کے لیے مظہر حصی کے عام نقادوں کے کھسے پٹے راستے سے الگ راہ ایرانی پٹے اور تہ راہیے کے محمول اور باترا

(۲۱) مولیٰ شگال کا سری مزاج نثر و روح ادب، کلکتہ
 (۲۲) اردو زمانہ کے موجودہ مسائل، عہدِ استر اردو اکادمی کے سیمینار مسعودہ باگپور میں پڑھایا گیا،
 (۲۳) اردو رسم الخط کا مسئلہ، مسلم لائبریری جمشید پور کے سیمینار میں پڑھایا گیا،
 (۲۴) کھڑوا میں اردو ادب کے پچاس سال، (مرید بریلی) اردو اکادمی کے سیمینار مسعودہ کھڑوا میں پڑھایا گیا،
 (۲۵) وقت کلکتہ کی کتابت کے آئیے میں مطبوعہ روح ادب، کلکتہ
 (۲۶) ستارے سیمینار، متحول احوال سیمینار، مرتبہ عبدالعوی دسوی، کلکتہ
 (۲۷) گردیں رنگ کا ستارہ، (عجم مطبوعہ)
 (۲۸) رام کی عظمت اردو ستاری میں منظرِ تعمیر بریاب، حیدری گڑھ،
 (۲۹) اردو میں طر و مزاج کا سری حائرہ مطبوعہ تعمیر بریاب حیدری گڑھ،
 (۳۰) غروب سلطان پوری کی گفتگو پر گفتگو مطبوعہ کتاب ماہ، دہلی،
 (۳۱) محول کے میں الاقوامی سال بر حکومت ہند کی وزارت اطلاعات و نشریات کی حاسب سے شائع کردہ کتاب

CHILDREN'S LITERATURE IN INDIAN LANGUAGES
 (۳۱) انگریزی میں متعلل لغاری مضمون ۶۶-۷۷-۱۹۷۵ء میں شائع شدہ اردو مطبوعات سے متعلق دہلی کی سیرٹل ہندی ڈائریکٹریٹ
 کی شائع کردہ، ورکس، (۱۹۷۵ء) میں ہندی زمانہ میں مطبوعہ حسی کے مضامین متال ہیں۔

اس طرح مطبوعہ حسی کے تنقیدی اور تحقیقی مضامین کی تعداد ۷۳ تک پہنچتی ہے۔ ان کے علاوہ ہنگامی لہو و تاب، و فی مطالعات اور عادی مہربیات کے تحت انھوں نے رسائل، ریویو اور ادنیٰ حلوں کے لیے بہت سے مضامین لکھے ہیں۔ انیس عظیم حال کران کا ریکارڈ رکھا مہربی سیمینار، ۵۵ سب دستیاب ہو جائیں تو ان کے مضامین کی تعداد، مذکورہ تعداد سے یقیناً آگے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ وہ برسوں سے تنقیدی و تحقیقی مضامین لکھ رہے ہیں اور تقریباً ہر مہینے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان میں نقد میرے، میں صرف چار ریویو یا مضامین متال ہیں، جنہاں و جستجو، میں اس نوعیت کا ایک بھی مضامین نہیں ہے۔ ریویو یا مضامین کے بارے میں مطبوعہ حسی لکھتے ہیں کہ "کچھ مضامین آپ کو محض اور کسی حد تک تسکین بخاتیں گے۔ یہ ریویو کی مہربیات اور محدود دہ کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قلم سید کے لئے تھے اور اس مرحلہ پر ان میں کوئی افساد کیا میں نے مناسب خیال نہیں کیا۔" شری گھٹار، "نقد میرے، مطبوعہ حسی ۷۹

محیط ہے۔ 'عرل کی رماں' اور 'اردو کہانی' آج اور کل اس کتاب کے مختصر معامیں ہیں جو ماح یا رخ مصحات کا احاطہ کرتے ہیں تاہم یہ دونوں 'قدریرے' کے مختصر معامیں کے مقابلے میں تقریباً دو گنی طوالت رکھتے ہیں۔ 'جہات و جستجو' کی کتابت حاکمی ہار یک ہے۔ اس کے ایک صفحہ کا مواد اردو کی عام کمالوں کے کم از کم دو صفحات کے برابر ہے۔ 'جہات و جستجو' اگر اردو کی دیگر عام کتابوں کی طرح قدرے حلی کتابت میں پیش کی جاتی تو اس کی مصحات میں سو صفحات سے یقیناً راند ہوتی۔ بہر حال 'قدریرے' اور 'جہات و جستجو' میں شامل مطفر صمی کے اس معامیں کی تعداد جو نیش کی ہے۔ ال کے علاوہ مختلف رسائل میں شائع ہونے والے اور غیر مطبوعہ قابل ذکر معامیں کی فہرست درج دیل ہے

- (۱) کھنڈہ کا ادنیٰ پس مطفر - مطبوعہ میدرہ رورہ 'شعلہ حیات' سہو یاں ۱۹۷۲ء
- (۲) اسرا حسی حطوط کے آئیے میں - مطبوعہ ماہنامہ 'شعلہ و ششم' دہلی آرا حسی عمر ۱۹۷۵ء
- (۳) مطفر صمی: الوالا مطفر کی نظر میں - مطبوعہ 'ماہنامہ' صبح لا، ٹیہ
- (۴) صوفی سائر کیر داس - مطبوعہ 'تعمیر سربار' جیدی گرهہ دسر ۱۹۸۰ء
- (۵) حدیدیت سحر کید ہے یارو - مطبوعہ 'برگ آوارہ' حیدر آباد یکم اگست ۱۹۷۷ء
- (۶) اردو امیر صمی کے افق پر - مطبوعہ 'ہماری رماں' نئی دہلی
- (۷) ساقی فاروقی ایک تاتر - مطبوعہ 'ادب لطیف' لاہور
- (۸) حوا جس لطافی کا اسلوب اور طر و طراف - مطبوعہ 'رماں و ادب' ٹیہ
- (۹) جمیل مطہری کے قیدرے - مطبوعہ ماہنامہ 'سہیل' کا جمیل مطہری عمر
- (۱۰) خوش و فراق تصادات و ملائیتیں - مطبوعہ 'میدادور لکھنؤ' - ذوقی عمر
- (۱۱) اساتذہ کا فونی کر دار - مطبوعہ 'آدھر ایردیش' حیدر آباد
- (۱۲) گو یاں مثل کی سزا صاف کے ساتھ - مطبوعہ سلوڑ (دہلی) مثل عمر مرتہ کمار یاتی
- (۱۳) ۱۹۷۲ء کے بعد اردو کے علمی و ادبی رسائل - مطبوعہ 'قومی آوار' دہلی - یلتر عمر
- (۱۴) تخلص سہو یاں ایک تاتر متولہ مدیہ تخلص - مرتہ عبد القوی دسوی
- (۱۵) ہندو پاک اردو افسانہ سیمینار - سالنامہ 'اوراق' لاہور
- (۱۶) بہدوستان کی علاقائی رماں اور کلاسیکی ادب -

(WORLD BOOK FAIR SEMINAR NEW DELHI 1980)

- (۱۷) ایس امداری تہر سراس کے ساطر میں و محور کے ایک را کرے میں پڑھا گیا
- (۱۸) رعدت سروش بحیثیت عرل گو مطبوعہ و نگار دہلی
- محبت کے پیامر کیر داس - مشمولہ اردو کی آٹھویں کتاب (مکتہ جامعہ ٹیڈ سی دہلی)

۳، عرب کی زبان، دہ، جنگل کے مسافر اردو ستاویں ہیں۔ اس کے بعد مختلف موضوعات پر تحقیقی اور تحریراتی مضامین ہیں، ۱۱، اردو کہانی آج اور کل، ۱۲، اردو میں ادب اطفال، ۱۳، تذکرہ آثار الشعراء۔ آخر میں تحقیقات سے متعلق مقدمہ و تحریہ برہمنی چار مضامین، ۱۴، کیتی اعظمی، ۱۵، حنکت کا تیسرا ادیب، ۱۶، ایک اور تنقید گریہ تنہا اور از اہل، ۱۷، حسرت کی شخصیت، دہ، ڈاکٹر عابدیس بحیثیت طر و مراح نگار شامل ہیں۔

’لقدیر کے مشعل‘ میں شائع ہو چکی تھی ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۲ء چار سال کی مختصر مدت میں متعدد علمی اور ادبی موضوعات پر تحریر کردہ اہل کے مضامین مختلف ادبی رسائل میں اشاعت پذیر ہوئے اور سمندروں میں پڑھے گئے اہل میں سے گیارہ منتخب مضامین ’حات جستجو‘ میں شامل کیے گئے ہیں ان میں سے اردو ستاویں میں ہندو ستاویں، ’دلوئے ادب، ممبئی‘، ’نئی عرب کے میں سال سندوستان میں‘، ’داسع، ممبئی‘، ’لومر، دسمبر ۱۹۷۸ء‘، ’عرب کی زبان‘ اور ’تذکرہ آثار الشعراء‘، ’رسالہ جامعہ دہلی‘، ’ڈاکٹر عابدیس بحیثیت طر و مراح نگار کتاب سما، دہلی کے عابدی‘ اور ’جنگل کے مسافر اردو ستاویں میں‘، ’تعمیر ریاضہ‘، ’مدی گڑھ‘، رسائل میں شائع ہوئے۔ سیمپار میں پڑھے گئے مضامین کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۸، ایک اور تنقید گریہ اعز از اہل۔ ’حسن اعرار اہل کلکتہ‘، ’حوالی‘ ۱۹۷۸ء میں پڑھا گیا۔

۱۹، حسرت کی شخصیت۔ ’عربی سگال‘ اردو اکیڈمی کلکتہ کے حسرت سیمپار فروری ۱۹۸۱ء میں پڑھا گیا۔

۲۰، ڈاکٹر عابدیس۔ ’بحیثیت طر و مراح نگار علم و طبع السلاویڈی کے سیمپار میں پڑھا گیا۔

۲۱، اردو کہانی آج اور کل، تحریک ملیت کے فلسفہ سیمپار مارچ ۱۹۸۱ء میں پڑھا گیا۔

۲۲، اردو ادب میں ادب اطفال۔ ’بجول کے NCERT دہلی کے سیمپار مسعودہ مارچ ۱۹۸۳ء میں پڑھا گیا۔

’جہات جستجو‘ کے اہل مضامین کے بارے میں بروہی سرگوبی جیدمارنگ رقم طراز ہیں

”مضامین مختلف موضوعات و جہات پر مشتمل ہیں، لقدیر کے اشاعت کے بعد کی مختصر مدت میں معرض وجود میں آئے ہیں اور اسی سے ڈاکٹر مظفر حسرت کی محنت و لگن تیر لگائی اور وہ نگار کا ادارہ لگایا جا سکتا ہے۔ رود نگاری اکثر سرسری انداز نظر کا باعث ہوتی ہے مگر مظفر حسرت کی سنجیدگی نے ہر جگہ علمی معیار کو قائم رکھنے میں مدد دی ہے۔“

’حات جستجو‘ کا سب سے طویل مضمون ’اردو ستاویں میں ہندو ستاویں‘ سے جو ۲۴ صفحات پر

سوانح حیات کا ایک حرو ہے جب کہ دوسرا جو ماہنامہ 'منہاجوں' کے لیے شمس الرحمن فاروقی کے سوانح کا جواب ہے۔ دوسری ادب میں مظہر حسنی کے مقام و مرتبہ کا تعین کرنے میں معاونت کرتا ہے۔

نقیرہ مصائب حالۃ نقیرہ نقیرہ لوعیت کے میں جس کے در لیے جید اچھوتے موضوعات پر نئے امداد اور راویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان معانی کے عنوانات ہیں 'نئی اور پرانی تنقید'، 'اردو ادب میں ہندوستانی عناصر کی تلاش'، 'اردو شاعری کے نئے العاد'، 'عالت اور نئے شاعر'، 'تحریری شاعری اور ترسیل کا مسئلہ'، 'جدیدت ایک تقاروف' اور 'ایک سوال مانے بر اظہار خیال' (آخر الذکر مضمون اصلاً ماہنامہ و تحریک 'ادب' کے مدیر گوپال سنگھ کے سوانح کا جواب دیتے ہوئے قلم سد گیا تھا۔

ان مضامین کے مانے میں کتاب کے میں لفظ 'تشریح' گفتار میں مظہر حسنی رقم طراز ہیں

''اس مجموعہ میں شامل مضامین ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء کے دوران مدیران رسائل یا ریڈیو والوں کی فرمائش پر لکھے گئے اور ان میں سے اکثر ادبی حیدروں میں شامل ہو چکے ہیں''

''نقد پر نئے میں شامل مضمون کے ساتھ اس کا سہ تخلیق درج کیا گیا ہے اس اعتبار سے متعزے رنداں جو ۱۹۶۲ء کا تحریر کردہ ہے، مظہر حسنی کے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین میں پہلی تنقیدی و تحقیقی کاوش قرار پایا ہے۔ اس مجموعے کا سب سے طویل مضمون مظہر حسنی کا مائیکل حود لوست سوانحی خاکہ 'کچھ ایسے مارے میں' ہے جو کتاب کے ۱۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور سب سے مختصر مضمون 'اکر ش جدر' ایک تاثر، صرف تین صفحات میں سمٹا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ 'اردو ادب میں ہندوستانی عناصر کی تلاش'، 'آوار کا مسلای' و 'حزب سید احمد خاں'، 'علاقائی رمالوں سے ادبی ترجمے اور قومی یک جہتی' اور 'گوپال سنگھ سچیت سرنکار'، 'چار صفحات پر مشتمل ہیں جو عالئاریڈیو کے تقاضوں کی تکمیل میں لکھے گئے ہیں۔

جہات و جستجو

مظہر حسنی کے تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا دوسرا مجموعہ ہے جو ۱۹۸۲ء میں شمس الرحمن علی احمد اردو کمیٹی کے مانی اسٹرک سے مکتہ جامعہ لمیٹیڈ دہلی کے زیر اہتمام مطبع عام پر آیا ہے آکسیٹ کی دیدہ زیب طاعت سے آراستہ ۱۶ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں گیارہ تنقیدی و تحقیقی مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کا انتساب مظہر حسنی نے ایسے بڑے بڑے فیروز مظہر کے نام کیا ہے۔ اس کا میں لفظ مشہور نقاد ڈاکٹر گوپی حیدر مارگ کا تحریر کردہ ہے۔

کتاب میں شامل گیارہ مضامین کو اصناف کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ پہلے چار مضامین شاعری سے متعلق ہیں جس کے عنوانات ہیں۔

۱، اردو شاعری اور سندوستانیات (۲) نئی نول کے میں سال (۳) سندوستانیات میں

جو لوگ پاکستان و سرزمین کے نام سے مشہور ہیں۔ لطف کی بات یہ کہ خود مظفر حسینی نے اس معامی اور معمول نگاہ کو قائل و اعتماد سمجھا اور اپنی طرف سے ایک لفظ بھی اس سلسلے میں نہیں لکھا البتہ اس سے قبل کچھ ہی حال عری زدہ اور پروفیسر محم الدین نقوی کو وہ رام پور سے ماہر کے حریفوں کی تحریک اور ساری رماں میں ان کے اس حوالہ سے چلے گئے۔

ان تمام بحثوں میں عری گروپ نے مظفر حسینی اور استاد مرحوم کو بد و لامنت سائے میں کوئی کسر اٹھا رکھی البتہ کہ انک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ شاد عارنی کے ہم عمر اور ملک الشعراء رام پور اسٹیٹ، سندھ صلیبی لے لک کتاب، نگارستان حیرت، تصنیف کر کے شائع کی جس میں مظفر حسینی اور استاد عارنی کو طر و ہم کا سار سا کر لکھی گئی جو بیات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ماہنامہ، ماہ نو، دگرچی، 'نقوش' (لاہور) 'نورنگ' (دہلی) اور دیگر کئی رسالوں میں بھی محالین استاد عارنی کے معامی ان کے اس طرح ریریت لائے گئے ہیں جس تک ادنیٰ دیبا میں گرا کر گری رقرار رکھی۔

عمر مسک مظفر حسینی کا یہ تحقیقی مقالہ فی ایچ۔ ڈی کے لیے قلم بند کردہ جید معیاری مقالوں میں سے ایک ہے اور انھیں ایک سلسلہ مایہ دیات دار اور صاحب بصیرت محقق اور نقاد تاس کر نے کے لیے بھی تحقیقی نماز ہے۔

نقد کے لیے یہ مظفر حسینی کے تحقیقی و تنقیدی معامی کا پہلا مجموعہ ہے جو مارچ ۱۹۷۱ء میں اتریش اور اکادمی کی مالی اعانت سے شائع ہوا جس کا انتساب پروفیسر جوہین وائس چاسلر جامعہ طایسلامیہ کے نام ہے۔ ۲۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۲۳ معامی شامل ہیں جس میں زیادہ تر تنقیدی اور تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ معروف اور اہم ادبی شخصیات پر بھی کچھ معامی ہیں جس میں متعلقہ شخصوں کے انصاری ادبی گوشتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جید معامی کے عنوانات اس طرح ہیں 'شعرا گوئیاری کا فن'، 'کوثر حامد پوری و شعلہ سگ کی روشنی میں'، 'آوار کا مسلائی جو حیدر حامی'، 'معتفی حسین سمیت حاکم نگار'، 'طر اور حمل سعیدی'، 'گو مال منعت سرنگار'۔ کچھ معامی میں شخصیتوں کے محقر تجربے پیش کیے گئے ہیں مثلاً استاد مرحوم نقوی صاحب، پروفیسر احتشام حسین کی موت، 'راہ و کرش جید' ایک تاتر۔

ان کتاب کے علاوہ دل معامی تحقیقی نوعیت کے ہیں 'سعرے رماں'، 'علاقائی رماں' سے ادنیٰ تر ہے اور قوی کچھتی، 'راماں اردو میں اور کتاب استاد عارنی جید و صاحبین'، 'شعری معامی میں دو معامی' کچھ ایسے مارے ہیں اور 'عری' اور 'عری' ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اول الذکر مظفر حسینی کی خود نو۔

ستاد عارنی کی مختلف شعری تخلیقات پر مظهر صبی کی متذکرہ مالا مارا اسکی اس کتاب کے عین لفظی تحریر مطابقت رکھتی ہیں جس میں انھوں نے ستاد سے حرمانی لگاؤ کے ماحول حتی الامکان معروضی انداز پر اصرار کی بات کہی ہے۔

کتاب کا اگلا باب ستاد عارنی کے نثری معامین متعلق ہے جس کے تحت ستاد عارنی کی تخلیقی اور تنقیدی نثر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے مائیں صفحات پرستقل اس باب کو تخلیقی، وہ تنقیدی، دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے تخلیقی کے تحت آئے والے بیسیں معامین ستاد کی لسانی اور اس پر بحث کرتے ہوئے مظهر صبی لکھتے ہیں

”معامین ستاد عارنی کی ادنی قامت میں کسی امائے کا سبب نہیں ہو سکتے، البتہ اس سے یہ اندازہ ضرور ہو جائے کہ ال میں اچھی نثر لکھنے کی صلاحیت موجود تھی جس سے کہ عام طور پر بڑے شاعر محروم رہتے ہیں، مثلاً

مظهر صبی نے ستاد عارنی کے تنقیدی نوعیت کے معامین کی تعداد چالیس بتائی ہے ان تنقیدی معامین کے بارے میں ال کی رائے ملاحظہ فرمائیے

”جو کئی انداز اختیار کرنے کی وجہ سے ستاد کے تنقیدی معامین میں تخلیق کا ساطف اور نجسی نو ضرور پیدا ہو گئی ہے لیکن تصدیق سمجھدی کی طرح محروح سوئی سے اور ال کی سوچی سمجھی اور کوری تنقید بھی ال کے سان کردہ ادنی اور عر ادنی لطیفوں کا ایک حرد اور محالین کے ال کے کلام پر ملاحظہ کر رہے

اعراضات کے معامل حط مانعہم جی جبر نظر آئے لگتی سے ” مثلاً

مظهر صبی نے ستاد عارنی کی ایسے چھ عشر تمام صف اول کے ماحول سے تنقیدی نوک جھونک اور یک وقت کئی لوگوں پر سترے سلام کرنے کا ماحول کا مفسعہ تحریر کرتے ہوئے حال ستاد عارنی کے تنقیدی شعور اور بصیرت کا اعتراف کیا ہے وہیں ال کی حید حایوں کی بھی دیانت دارانہ انداز میں لسانی کی ہے۔ مثلاً ایک طر لکھتے ہیں

”ایسے معامین میں جگہ جگہ کسی اعراض کا جواب دیے کی ضرورت ستاد عارنی کے اچھے حالے مقدمے کو جواب کر دیتی ہے۔ ”عین اور قاف“ میں اصل بحث یہ بھی کہ عقل مند و عین عقل کاف“ بطور طرح سمجھ کر کے اسے عقل مند و سالے کا حق ستاد کو پہنچتا ہے یا نہیں اور جس سوال میں اس کو رع سے وصل کر ماحولیت شعری کے لحاظ سے جائز ہو گا یا نہیں۔ ” ستاد

۱۱ ستاد عارنی جمعیت اور میں۔ مظهر صبی ص ۳۱

۱۲ ستاد عارنی جمعیت اور میں، مظهر صبی ص ۳۱۲

اٹنے کی طرف مقلد ہی لکھتے ہیں
 "ساد کی نظمیں ایسے زمانے کی حقیقی معنوں میں آئینہ دار ہیں۔ زندگی کا کوئی مارک گوشت اور سماج
 کا کوئی ماہوار پہلو ان کی نظموں کی رود سے بچ نہیں سکا۔ ان نظموں کے ان گنت موضوعات
 کو ہم میں رکھتے ہوئے قدماء سے آج تک کے تمام شعراء پر نظر دوڑائیے، اتنے مسوع اور
 متنوع میں رقع آزمائی گنتی کے دو ایک ہی نظم گوئیوں نے کی ہے۔" ^۱
 مقلد مقلی نے ساد عارفی کی کئی نظموں کا مفصل تجزیہ کر کے اس باب کے اختتام پر فیصلہ کس الفاظ

"محنت، محوئی، ساد عارفی کی یہ نظمیں، ایسے موضوعات، اسالیب، ہیئت، لہجے، وحدت تیار
 ڈھانچت، رماں، الفاظ اور صورت کے لحاظ سے اردو شاعری میں مد مقابل نہیں رکھتیں۔
 محال اور خوش جسے بڑے نظم گو ہماری مروج نظم گوئی کی روایت کو آگے بڑھاتے ہیں لیکن
 ساد عارفی نے اسی ایک نئی روایت قائم کی ہے۔ نظم کے دو مار میں انھیں نظر آکر آمادی، ایس
 محال اور خوش کی صف میں جگہ ملنی چاہیے۔" ^۲

شعروں کی تخلیقات کے تحت مقلد مقلی نے ساد عارفی کی رماںات، قطعات، لغت، مسقت،
 ۱۰۰ سہرے، مساکمادیاں، محول کے گیت، اور سہدی شاعری کے سبھی نمونے سین کرتے ہوئے ایک ساد دار
 قلم کار نے لکھا ہے اور ان پر لگا اظہار حیاں کر کے، ایسی ترقی حرات مہدی اور باکی فکر کا مظاہرہ کیا
 ۲ ساد عارفی سے حد مائی عقیدت کے ماحوداں کی محتاروئی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے کسی بھی مقام پر غیر اہم
 اہم ہاں کرنے کی کوشش نہیں کی ہے اور اعتدال کو ہر قدم پر ملحوظ نظر رکھا ہے۔ مسلات ساد عارفی کی رماںات
 لکھنے میں ان کا حال ہے کہ

"انھیں بہت زیادہ اہمیت دے کر ساد کے سرکات میں جگہ ملی چاہیے"
 محققانہ حاسداری کے ساتھ قطعات ساد پر اظہار حیاں کرتے ہوئے وہ اس شیعہ پر بھیجے کہ،
 "محال تک ساد کے قطعات کی اہمیت کا سوال ہے انھیں ساد کے مہرے پرے کرکٹیں
 کے ایک سرے رماہ وقت روکی چاہیے"

اسی طرح ساد عارفی کے بچوں کے گیتوں سے متعلق ان کا مروجی مفصل ہے کہ "انھیں ساد کی کلیات
 پر غور کر کے متاثر کرنا ساد کا اور حلقے میں ان کا ذکر کسی اسی وجہ سے کیا گیا ہے"

میں اس اعتماد کے ساتھ محمود کا استفادہ کرتے ہیں کہ وہ ضرور آئے گی۔

شاد عاری کی ایک نظم، مسموں کی جی سے کٹ سکتا ہے میرے کا حکم کا مقرر صحنے کے طور حاصل ذکر کیا ہے اور اسے عربی فقائد کے انداز پر اردو ستاوی میں اپنے طرز کی واحد کامیاب نظم قرار دیا ہے یہ نظم بہتر ستاویہ تعلیموں اور میر شکار کی سرور ستارہ مہلت کے ذکر پر مبنی ہے تہنیت و استعارات کے مارے میں مقرر صحنے کے شاد عاری کا خوش سے غبار کرتے ہوئے دیانت داری اور دھمکی کے سلیج خوش کی تہنیت و استعارات کو دور ار کار اور تخیل کی پیداوار بتایا ہے جس کا شاد عاری کے یہاں یہ چیزیں ال کے متا ہے کیا دیں ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اردو ستاوی کی دیگر میثاری عقیدہ نظموں کا حاضر نے کر انھیں طبعیاد ہو سکا دیوں پر مشتمل اور شاد عاری کی نظموں کا بیڑا میں کی طرف جھکتا ہوا دکھایا ہے اور لکھا ہے

”عائنا ایسی ہندوستانی فصا اور گھر موصحت حسرت کی عرب اور قرآنی کی دہائی کے علاوہ صرف شاد کی عقیدہ نظم ہی جیتی کر سکی ہے۔“

اس طرح مقرر صحنے کے فیصلہ کیا ہے کہ شاد عاری کو عقیدہ نظموں کا امام سمجھا جاوے۔ شاد عاری کی ادبی مساحت کا سب سے نمایاں اور اہم وسیلہ ال کی طرہ ستاوی ہے۔ ال کا یہ طرہ صرف عربیوں ہی تک محدود نہیں۔ اردو ستاوی کے دھرے میں ال کی طرہ نظموں میں بھی مہا اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ موضوعات کے پھیلاؤ اور اظہار کی آزادی کے اعتبار سے عرب کے مقابلے میں نظم طرے الکامات ایسے اندر رکھتی ہے اس لیے شاد عاری طرہ نظموں میں ایک اور ہی مالکیں کے ساتھ رشتہ یارہ کھل کر اڑھل کر اچا کر پونے میں مقرر صحنے کے طرہ عرب کی طرح شاد عاری کی ٹیکہ طرہ نظموں پر بھی سیر حاصل رو تھی ڈالی ہے۔ نظم کے طرے پس منظر، شاد صاحب کے سو کر احکامات اور اقتیارات میں ال کی طرہ نظموں پر بہت سے مقصد راجع کی رالیوں سے اقتیاسات اور ال کی ساری سے مناسب متائیں پیش کر کے شاد صاحب کو اردو نظم کے میدان میں مسرور اور ممتاز مقام کا مستحق قرار دیا ہے۔ شاد کی نظموں کے تحریر سے انھوں نے متحدہ اند کیا

”انھوں نے ہمارے سماج کی ہر جھول پر، ہر ماحول پر اور ہر جامی پر طرے کے وار کیے ہیں۔“

وہ گھر میں ہو، دربار میں ہو، بازار میں ہو یا حالقاہ میں۔“

لہذا ال شاد عاری کی اثر مستقیم نظموں کے تحریر میں پیش کر کے سماج کے ال جھولوں، ماحولوں اور جامیوں کی لتا دی گئی ہے جس پر شاد عاری نے ال کی نظموں کے درجے طرے کے وار کیے ہیں۔

۱۔ شاد عاری شخصیت اور فن - مقرر صحنے ص ۲۱۶

۲۔ شاد عاری شخصیت اور فن - مقرر صحنے ص ۲۳۱

۳۔ شاد عاری شخصیت اور فن - مقرر صحنے ص ۲۳۷

بہن طرقت کی ہمدردی کا اظہار مطلوب ہے اور مطر لنگاری کے واسطے سے داخلی جذبے کو جاری رکھنا ہے، بہن اس سب کو ملا کر اس میں سے چند طریقوں کی آمیزش سے یارنگ اچھا سا نگاہ بنی نظر آتی ہے سادہ عاری کی مدد اور طرہ کار حلائی ماسٹر کے ایسے حروی عناصر پر روشنی بھیجی جاتی ہے کہ نظم کا سیادی خیال تندیر ارقعہ کی طرف غیر محسوس طریقے سے منتقل ہو جائے اور احصاء معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ مطر کئی یا کئی نگرانی ایک نئے مقصد کے لئے لے کر نظر جمی ہے سادہ عاری کی مختلف نظموں کے ایسے استعاروں میں دلکش، دلچسپ اور

اور آخر میں مطر کی نظموں کے سلسلے میں سادہ عاری کے ادبی مقام کا تعین کرتے ہوئے مطر جمی رقم طراز

”اگر سادے لکھ اور بہ کبر کرم صرف ہی مطر ہے نقیصہ کی ہوتی ہے تب بھی وہ اردو شاعری میں نئے دوام کے مستحق تھے۔ یہ نظیں سادہ کو نظر آکر آمادی، حاتی، جگست، جوش، کے حامل ہیں، نمایاں مقام کا حی دار سانی ہیں،“

”یہ نظیں بھی نارنگی، مدد، میاں، واقف، احتیاج کی کیفیت، مسیت اور لعلی مصوری کے ایسے مرتبے ہیں جو بہن ایک نئے دائرے سے روشناس کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں حقیقت کی روشنائی اور رسمی عشق کی کاہرمانی کے مسیاتی لطف اور جی کی کیفیت پیدا کر دی ہیں۔“

”سادہ عاری کی ایک نظم ”دہرا استہاں“ کا آخر تیرائی کی عتقیہ نظموں سے عوارہ کرتے ہوئے

”آخر تیرائی کی محمود ریحا رہتی تھی۔ ان کے عوارہ سے طاقات وام پور میں کوئی مدی کے کلمے دہرا استہاں کے موقع پر ہونے ہے جہاں وہ میلے کی بھیڑ مچھڑ سے دور حریفوں کی آڑ

لے کر سادہ عاری، جمعیت اور من، مطر جمی ص ۱۹
سادہ عاری، جمعیت اور من، مطر جمی ص ۲۱۳

اں مواردوں کے علاوہ مظفر حسنی نے شاد کی طریہ غزل کے بہرہلو کی مختلف انداز میں چھان بھٹک کی اور ایسی ایسی مسود و مایاب جوہروں کو مسطر عام پر لائے جس کی لطیف اردو شاعری میں مایہ ہے۔ انھوں نے شاد عاری کی کو طریہ غزل کا سب سے مسود اور بلند قامت ساعر تاست کر دکھایا ہے اس باب کے احصاء پر وہ اس فیصلہ پر کس تیسے پر پہنچے ہیں

” اردو شاعری کے حاکم طریہ غزل کے باب میں شاد عاری واحد بلند قامت شاعر ہیں جس جیسا کہ اس باب کی ابتداء سے ظاہر ہے اردو ادب کے ادباء نقد و نظر مختلف وجوہ کی سادیر اں کی صیح قدر و قیمت کا تعین نہیں کر سکے۔“

اس کتاب کا جو تھا باب شاد عاری کی نظموں کے تحریاتی مطالعے پر مشتمل ہے یہ باب تین حصوں میں

مقسم ہے

۱) مسطر طہیں (۲) عسفیہ طہیں (۳) طریہ طہیں۔ مظفر حسنی کی تحقیق کے مطابق شاد عاری کی پہلی مطبوعہ نظم ’ہلال عید‘، ’حاتوں شرق‘، ’دیر ٹھہرناست‘

۳ مارچ ۱۹۱۳ء میں اشاعت پذیر ہوئی

اں کی آخری نظم ’جہی حاجیت‘ ۱۹۲۷ء کے مارے میں جس کا عنوان ’ایک سوال‘ ہے۔

مظفر حسنی نے شاد عاری کے تمام مطبوعہ شعری مجموعوں کے علاوہ سرب ۳۶ غیر مطبوعہ نظموں کی نشاندہی

کی اور اس طرح دستیاب نظموں کی تعداد ۱۵۴ قرار دی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ

” اسی تعداد کو قطعی اور آخری سمجھ لیا درست نہ ہوگا۔ شاد عاری کی طہیں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۷ء

تک مسلسل سیکڑوں ادنی رسائل میں بار بار شائع ہوتی رہی ہیں اں میں متذکرہ نظموں کے

علاوہ ہی نظموں کے سرآمد ہونے کا امکان ہوتا ہے۔“

مظفر حسنی، شاد عاری کی مسطر طہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

” اں کی مسطر نگاری اور مرقع کسی محض لطف اندوزی یا تحسین فطرت کے تحت نہیں ہے

کہیں یہ طور استعارہ ہے، کہیں داستان یا ماثرت کے لیے مسطر و اجم کرتی ہے،

کسی جگہ اس کا استعمال اظہار و پسگی کے لیے کیا گیا ہے اور کسی جگہ داستان کو دکھانے، مدہ حقیقی

اور متحرک سارے کی عرص سے بعض مقامات پر اس کے وسیلے سے اظہار و مقصود ہے اور

بعض جگہوں پر اسے فطرت کی لے اعمالی ظاہر کرنے کی عرص سے استعمال کیا گیا ہے

۱۸۷ شاد عاری شخصیت اور عرص۔ مظفر حسنی ص ۱۸۷

۱۸۸ شاد عاری شخصیت اور عرص مظفر حسنی ص ۱۸۹

نام اسباب سے جدا گانہ اور ملحد سے اس کے بعد مظهر جمعی نے ساد عاری کی طرح عول پر ماقدریں کی
کی وی میں موسوعات کی مسامتت سے استعار کی درجہ بندی کی ہے اور ستر مقامات پر اس استعار کے
بے انوکھ اور اس منظر کے ساتھ خود بھی مینے کیے ہیں۔ مظهر جمعی نے اس کی ساد عاری سے ایسے سریت
سما کی کئی مسائل، اس کر کے اس کے تنقیدی تحریر کیے اور ان میں ردہ ساد عاری کا حرد لایمک قرار
ہے

ساد عاری سر لکھتے ہوئے اکثر ماقدریں نے اس کا موارہ اکثر الہ آمادی اور بگاڑ جیگری سے کیا ہے اور
اسکی نے اس دونوں کو ساد کے مقابلے میں رزری عطا کی ہے۔ مظهر جمعی نے اس مقامات پر بھی اکثر اور بگاڑ
عطا کی رکھی ہیں موارہ کرتے ہوئے ساد عاری کو اس دونوں سے معذور و ممتاز قرار دیا ہے۔

تاریخ لوری کے ساد عاری کو اکثر الہ آمادی سے مماثل ملکہ قدرے کم تر قرار دینے پر مظهر جمعی لکھتے ہیں،
"جی لورے کے طر میں طرامت سے دامن سجا کر سادہ اکثر سے دور ہو گئے ساد کے ماں مزاج کی
کوئی اہمیت نہیں لے دے کر طراں کے اور اکثر الہ آمادی کے مابین قدر متبرک سے لیکن اس ضمن
میں بھی اکثر کے معانی میں سوڈا اس کے زیادہ قریب ہیں اکثر کے طر اور ردگی میں نقد ملے۔ اکثر
نے کم حسرت سے اسی رٹی کی کہ آخری حکومت میں نمایاں مصعب مانا اور ایسے بیٹے کو اس آخری ریت
کا حامل مانے کے لیے جس کی وہ اسی ساد عاری میں محالیت کرتے رہے اٹنی تعلیم حاصل کرنے کی عرض
سے انگلستان بھیجا۔ جنگ عظیم کے سلسلے میں بعض استعار اور ملوہ کا بیورو کے متعلق اسی لطم کے
سلسلے میں حکومت کی مارکس بر اکثر نے معدرت بھی کر لی۔ اس کے برعکس ساد کی تمام ردگی
اور لوری ساد عاری اسے ماحول سے عدم معافیت کی آئینہ دار ہے۔ اس کا اصول بھلا ہے

عظمت میں کی روایات کو مرے دیا

معر سے حج کے کوئی ظلم گدرے دیا" ۱۷

لگاتار سے ساد عاری کا موارہ کرتے ہوئے مظهر جمعی نے کہا ہے

"ساد کے مور ماس بگاڑ جیگری کی یاد بھی دلاتے ہیں لیکن اس کا دامن بگاڑ سے زیادہ وسیع
ہے اول لو بگاڑ عول اور رماگی تک محدود ہے اور ساد نے لطم و سر میں بھی ایسے جوہر دکھائے
بگاڑ کی عول موکر ماسے ذات تک محدود رہی اس کی داخلیت میں سوز و صر سے لیکن مدال ہر چا
محدود اس کے برعکس ساد کی عول میں بھیلان سماجی مقصدیت اور داخلیت و خارج کا مزاج ہے"

ہیں۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کے معنی میں سادہ عاری اور ان کی شاعری کی موافقت اور تعلق
و توصیف ہی میں نہیں لکھے گئے ان میں کچھ معنی میں مخالفت میں بھی ہیں اور ان کی طریہ شاعری میں تعصیبی پہلوؤں
کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مظہر حسنی نے ان معنی رالیوں کو بطور حاشیہ پیش کر کے معصومہ دلائل کے ساتھ مدافعت
کی ہے اور سیرت رائیں بھی معمولی نقادوں کی ہیں، پروفسر رشید احمد مدنی، کلیم الدین احمد اور ڈاکٹر انصاری جیسے مستند
ماہرین کی ہیں۔ پروفسر رشید احمد مدنی نے سادہ عاری کی شاعری کے بارے میں معنی رو بہ اختیار کرتے ہوئے ان کے
کلام میں مآسودگی، شکست خوردگی اور یزاری کی نشاندہی کی اور انھیں شاعرانہ ماسے ہی سے اسکا کر دیا تھا۔
مظہر حسنی نے رشید احمد مدنی کی بات کی صرف اس حد تک تائید کی کہ واقعی سادہ عاری کی شاعری میں مآسودگی
اور یزاری کے رجحانات ملتے ہیں لیکن سادہ عاری کی شاعرانہ حیثیت سے ان کے اسکار پر مظہر حسنی کا متوار اور
محل جواب ملاحظہ فرمائیے

”رشید احمد مدنی طر کی اسامی شرط اس کا ذاتی عباد و تعصب سے پاک سوا اور دس د
فکر کی لے لونی کو قرار دیتے ہیں اور اسی عباد و تعصب کرتے ہوئے سادہ عاری کو ایک سرے سے اچھا
طر نگار تو کہا شاعری ہیں ملے۔ موصوفہ صحت خود بہترین طر نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں
اور ان کی سعدی نصیرت کا بھی عام طور پر اعتراف کیا جا رہا ہے۔ بھر بھی مجھے عرض کر لے دیجیے کہ
مصلے کی یہ سلفی اس کو سونی کی وجہ سے ہوئی جو کھرے ہوئے کو بھی ماسا سادہ عاری سے یہ جھلے ممدی
ٹری مات نہیں، بہاے ایک اسم اور لے ماک نقاد کلیم الدین احمد کا فیصلہ ہے“
اس کے بعد مظہر حسنی نے کلیم الدین احمد کی بجویا طر کے بارے میں تعصیبی رائے نقل کی ہے جس
کے مطابق دالی حدے کا محض ذاتی رہتے ہوئے عالمگیر ہوا ماسی طر کی اسامی شرط تسلیم کی گئی ہے۔
مراجہ کو مل کی رائے بھی کہ

”سادہ عاری کے طر یہ کلام کا سب سے بڑا عیب مراج کی کمی ہے۔ مراج طر کو قبولیت کا صحیح
سے علمی محالہ و دلیل پیدا کرتی ہے“
اس رائے کو مظہر حسنی نے اس مروضہ غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا ہے کہ ”طر و مراج ایک دوسرے کے لیے لازم و
مروم ہیں“ کوئی طر میں مراج کا حرو عالیا ہو ماضوری کھتا ہے کوئی دونوں میں متواراں مراج کا حاسی سے مظہر حسنی
نے طر، مراج، ہجو، طراوت اور بھیکڑی وغیرہ کو الگ الگ حیرین قرار دیا ہے اور وضاحت کے لیے کئی ماہرین کے
نظریات پیش کر کے ان کا معکراہ تحریر کیا ہے اور مستند حوالوں اور دلائل کے ساتھ مات کیسے کہ طر کا معما

۱۱۶ سادہ عاری، تعصیب اور من، مظہر حسنی

۱۱۷ سادہ عاری، تعصیب اور من، مظہر حسنی

۱۱۸

مسلطان اسرف کی سہادت کو زیادہ معتبر سمجھا جاسے کیونکہ ان کے پاس شاد عارنی کی قلمی سیاحیں
سکھ موجود ہیں۔

ان کے بعد مظفر حسینی نے شاد عارنی کی حقیقی عزیمتیں مختلف رسائل کی فائلوں سے سرآمد کیں اور ان کا
فی کر کرتے ہوئے اس عمدہ کی مرقعہ روایتی عربی کے مقابلے میں شاد صاحب کی اس عربی کو مخصوص القراء
کا اہل مایا شاد عارنی کی ال عربوں میں ص اہم اور بیاد کی اوصاف کی مظفر حسینی نے شاد صاحب کی ہے ال میں
والس کی محدود گہرٹوں، واقعت، محبت اور انسانی نصیحت کی سچی عکاسی اور صیت، مدد و ستاہیت، بیباک
از لموئے تکلف، امارت گہنگو، حسیت، حلاوت، حدائق آسودگی، وفای سادگی، مدد و ستاہیت، بیباک
مکالماتی طرز، طرہ کاری، تنوع، خلوص، واستگاف، محاطت، نئی لطیفیات کا لئے تکلف سراؤ اور نئی تشبیہ
اور استعارات کا استعمال قابل ذکر ہیں۔ مظفر حسینی نے مثالوں اور حوالوں سے ثابت کر دکھایا کہ شاد عارنی کی

معارف ان باباں جو ہیں کی سائر ایک معرہ اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔
عربوں کے باب میں دوسرا حقہ شاد عارنی کی طرہ عربوں پر مشتمل ہے اور یہ نقشا اس مقالہ کا سب سے
اہم حصہ ہے طرہ سماعی ہی شاد صاحب کی القراء کی مساحت کا بیاد کی وسیلہ قرار دی گئی ہے سبیل او کے
سمارت سے حقہ مسئلے کے دوسرے حقوں پر فوقیت رکھتا ہے اور مقالے کے تقریباً ایک چوتھائی یعنی ۷۶
مکالمات کا احاطہ کیے ہوئے ہے یہ حقہ محقق کے اعلیٰ معیارات پر مبنی اور اترتا ہے "اے اندر تخلیقی ستاں بھی کیعنا
ہے۔ مظفر حسینی نے اردو کے علاوہ دیباکی و دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے ادبوں، لغاتوں اور فلسفیوں کے اقوال،
انکار و نظریات پیش کر کے طرہ اور طرائف کی تعریف، طرہ و مزاج میں مایہ مسامتت یا اختلاف کو مساحت کے
سامان سال کلسے اس اعتبار سے یہ حقہ طرہ و مزاج کے موضوع پر ایک متعل تحقیق کی حیثیت رکھتا ہے جس
سائر ادبوں اور لغاتوں کی کمالوں اور مضامین سے حوالے دیے گئے ہیں، ان میں سید احمد مدنی، ڈاکٹر وزیر اعظم
نعم الدین، محمد الساری، اسی، علام احمد وقت کا گوردی، ڈیو، آرم، گڈ میں اسٹین، لیکار، روالڈ کس،
سوار، کسمی، عرش ملیانی، ڈاکٹر سلمان اظہر، جاوید، آرتھر، لولارڈ، ڈاکٹر شوکت سہروردی، قاضی علی اعجاز
سوار، ڈاکٹر آرتھر کوٹس ورمہ قابل ذکر ہیں۔ طرہ و طرائف پر پیش کردہ ال مختلف نظریات کی روشنی میں شاد عارنی
کو طرہ عربوں کے کام جگہ مسلوں کا محققانہ انداز میں تحریر پیش کیا گیا ہے۔ جو اقتباسات حوالوں کے طور پر پیش
کے ہیں ان کے معنوں، نگاروں میں سے بہتر کا ذکر پچھلے ابواب میں آچکا ہے۔ ان کے علاوہ مزاج کو ال احمد بدلولی، حبیب فوق،
ابراہیم، ڈاکٹر زمان فتح پوری، سید فتح پوری، سید حامد، احمد علی، احمد علی، احمد بدلولی، حبیب فوق،
مظفر حسینی، ڈاکٹر محمد حس، ط۔ انصاری، ڈاکٹر دولت کرمانی، گوپال، مل اور شمس الرحمن فاروقی کے نام شامل

”مقالے میں حتی الامکان معروضی اسرار بطور اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے باوجود اگر کہیں یہاں گزرے کہ کسی پہلو کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے تو اسے میری شاگردانہ عقیدت پر محمول کرنے کی جگہ اس مزاحیہ ماسکیت کا بیخ حایہ حوالہ قول حلیل (الرحمن الاعظمی) مجھے شاد عارنی سے ہے اور اگر کہیں شاد کے ساتھ زیادتی محسوس ہو تو اسے میرا حسد واروسے کی کوسس کا بیخ سمجھیے۔“

لہذا مظہر حسنی نے شاد عارنی سے خدماتی عقیدت کے باوجود تحقیق کی دیانت داری پر حتی الامکان کوئی آج ر آئے دی اور شاد عارنی کی شخصیت کا متوازن تحریر کر کے ایک ایسی تصویر پیش کی جو بہت ہی اہل سے لے حد قریب مرور ہے۔

مقالے کا تیسرا باب شاد عارنی کی عرواں پر مشتمل ہے۔ عرواں کو بھی رنگ و آہنگ اور لب و لہجہ کی زیادہ بر دو حصوں (عسیر عربی، اور طریہ عربی)، میں تقسیم کیا گیا ہے مظہر حسنی کی تحقیق کی روش ”شاد عارنی نے یہاں شاعرانہ سال کی عمر میں لکھا تھا“

اور سیرہ سال کی عمر میں سب سے پہلا شاعر ہوا۔ ۲۲ سال کی عمر تک یعنی ۱۹۳۲ء تک عسیر شاعری کی ہے وہ ’ریشمیں شاعری‘ اور ’رنگیں نوائی‘ یا ’حوال لب و دھارا کے ناموں سے تعبیر کرتے تھے۔ ۱۹۳۲ء سے ماہی مرگ شاد صاحب نے اپنے فکروں کو طریہ شاعری کے لیے وقف کر لیا۔ رجحانات کی تبدیلی کے برقرار اہلوں نے ایسے ابتدائی دو بیت شاعری کے تین دیوان مدرا آئیں کر دیے۔ ال تمام باتوں کے ثبوت بھی مظہر حسنی نے کوشش و جستجو کے ساتھ فراہم کیے ہیں۔

اسی طرح عابد سہیل نے شاد عارنی کا مطلع سے

حلویت جس کی رنگیں یادو دل معموم کو مست ایدا دو

پیش کر کے اس عرواں کو اس کی آخری عسیر قرار دیا ہے

مظہر حسنی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”لیکن اس کے بارے میں راقم الحروف کے نام ایک خط میں سلطان اسرف کامیاں سے کہ شاد کی آخری عرواں کا مطلع ہے۔“

میں میر قدرت دیکھے والا صاحب محضرت ہوگا جو رجحان تاثر دے گا مطلع اس کی مانت ہوگا

۱۔ دراجہ شاد عارنی، شخصیت اور فن، مظہر حسنی ص ۱۳۱

۲۔ شاد عارنی، شخصیت اور فن، مظہر حسنی ص ۱۳۱

۳۔ ادارہ عابد سہیل، ماسٹر کتب، لکھنؤ، مارچ ۱۹۶۶ء ص ۱۳۱

مطلع ادب پر مہر و سیاست کو مں قرار دے کر برطانوی سسڈ کی سادہ گار فیکل کے ہر درجہ پڑے نگاروں سے زیادہ جوتیلی ماہر اور حقیقت پسند لفظوں اور عریں کسے والے شاد عارفی جیسے مسعود مکار کا نمودار ہوا ایک معرہ سامعین کو تباہ ہے ۱۸۷۵ء

اس مقالے کا میرزا اب سوانح حیات اور شخصیت پر مشتمل ہے اس میں ۱۴ صفحات بر شاد صاحب کی مختصر سوانح اور ۳ صفحات ہر ال کی شخصیت کا تحریر کیا گیا ہے۔ سوانح حالات ترتیب دیتے ہوئے مقرر صحنی لے شاد صاحب کے ہمدردوں، مددروں اور استگردوں کے نام تحریر کردہ خطوط اور شاد صاحب کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں کچھ مضامین اور انٹرویو ایسے ہیں جو شاد صاحب کی زندگی میں مختلف رسائل میں شائع ہو چکے تھے۔ بعد میں یہ تمام مضامین اور خطوط مقرر صحنی لے، ایک متنازعہ میں بھی شامل کر لیے۔ یہ تمام مضمون سگار اور مکتوب الیہ شاد صاحب سے قریبی دوست رکھتے تھے۔ اس لیے ان کی درجہ کردہ معلومات کے مستند ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش کم ہے۔ تاہم ایک دو ایسے مقامات پر جہاں مددروں کے اختلاف سے بغیر یقینی صورت حال پیدا ہوئی، وہاں مقرر صحنی لے ایک دیانت دار محقق کا رویہ اہام دیا اور تلاش و جستجو کے بعد صحیح سانچہ احد کر کے مقالے میں پیش کیے۔ مثلاً عداوت بریلوی لے شاد عارفی کا سرہ پیدائش ۱۸۹۷ء اور جلیل الرحاں اعظمی لے ۱۸۹۸ء لکھا ہے اور جو شاد عارفی کچھ مقامات پر ایسا سرہ پیدائش ۱۸۹۷ء بیان کیا ہے جس کا تحریر کرتے ہوئے مقرر صحنی لے ان کی تردید کی اور اس معاملے میں جو تحقیق و جستجو کے بعد دلائل پیش کرتے ہوئے ان کا سرہ پیدائش ۱۸۹۷ء ثابت کیا ہے۔

شاد عارفی کے لفظی سے ایک ایسے ہی مسار علیہ معاملے میں دستیاب معلومات پر مبنی کرتے ہوئے مقرر صحنی نے اسی طور پر محققانہ خیال میں کی اور مروجہ غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے ایسے آپ کو ایک سچا محقق ثابت کر دیا ہے۔ یہ معاملہ شاد عارفی کی والدہ کی تہمت و تہمت کے لیے ان کے آرائی مکان فروخت کر دیے کا ہے۔ شاد صاحب لے حول ایلیا اور علی کا دعویٰ کے نام ایسے خطوط میں لکھا تھا "میں نے گھر سے گھر خود کی تہمت اور تہمت کی"۔ جس پر اگر علی حال لے ایسے مضمون، ایک اور گھراؤلہ میں اعتراف اٹھایا کہ

۱۸۷۵ء شاد عارفی، شخصیت اور مں۔ مقرر صحنی ص ۳۲

۱۸۷۵ء جدید ساعی۔ عداوت بریلوی۔ ص ۹

۱۸۷۵ء اردو میں مرنی پسند ادبی تحریک۔ جلیل الرحاں اعظمی ص ۱۸۵

۱۸۷۵ء مکتوب شاد سام حوں لیا، "السا" عالمی ڈائجسٹ، دکن (راج)، جاس نمبر ۱۹۷۴ء

۱۸۷۵ء مکتوب شاد سام علی شاد عارفی سامی مونس لاہور، رحط طہر ص ۲۱

ایک دہائی کا کل مارکس کے نظریات کی مقبولیت، ۱۹۳۷ء میں "اسٹارے" کی استاعت اور ۱۹۳۵ء میں
 افسانہ نویس مصنفین کے قیام پر روشنی ڈالتے ہوئے ترقی پسند تحریک کے آثار اور اس وقت کے ادبی حالات
 مفسر جمعی اس طرح سال کرتے ہیں

"اس افسانہ کے مایاں اور اراکین استر کی لطرات کے حامی تھے۔ لہذا اس دلستاں لے سراہ
 داری کی مخالفت اور استمالیت کی موافقت یہ سمجھتے تھے کہ زیادہ زور دیا۔ ایسے لوگ بھی جو راہ راست
 مفسر جمعی سے وابستگی رکھتے تھے ان کا ڈھنگ سے سوچے اور ستر کہنے کی کوشش کرنے لگے۔ پہلے
 مفسر جمعی نے اس باب کے دوسرے حصے میں دیخا یا سنتوں کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور تہذیبی حالات
 اور اس کے ساتھ مایاں کیے ہیں اور ستر و ادب پر وہ حالات کس طرح اثر انداز ہوتے رہے ان کا جائزہ
 لکھنا اور ان کے حقیقی و تاریخی مضامین اور کتابوں اور خود استاد عارفی کی تحریروں کے حوالے دیکر بیس
 لکھ کر موضوع کا لفظ مایاں بھی تھا۔ رام پور اسٹیٹ جہاں استاد عارفی کی مجلس سے لے کر عمر کے آخری ایام تک قیام
 رہے، ان کی سماعی میں حامی اس ریاست کے حاکم و ملازمین کی عکاسی ملتی ہے، ریاست رام پور
 کا ہول بھی ہندوستان کی دیگر ریاستوں کی طرح مائٹس، ریاست کاری، موافقت، چالوئی سے آلودہ تھا۔
 مفسر جمعی لکھتے ہیں

"رام پور کے ماحول کی گھٹن کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ صرف اسی حدود کے
 اندر سماجی سداری اور ترقی پسند رجحانات کو ابھرنے کا موقعہ دیتی تھیں بلکہ مظلومی ہند کے ترقی
 پسند عناصر کو کچلنے کی کوشش بھی کرتی تھیں۔"

مفسر جمعی نے استاد عارفی کے زمانے کے رام پور کے حالات استاد صاحب کی تحریروں کے علاوہ آلا احمد
 بریل، مہدی ظفری، مسعود اشقر، سلطان انور، جو شید علی خاں، سہرت بخاری، دلدار لہری اور امیر الدین
 دکن کے استاد عارفی پر مکرر کردہ مضامین، انٹرویو اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ بتیں کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ
 رام پور کے لوگوں سے متعلق ہیں، کچھ استاد عارفی کے شاگرد اور ہم عصر ہیں۔ لہذا ان کی فراہم کردہ معلومات
 ہمارے کام میں آتی ہیں۔

رام پور کا سماجی وادی میں مفسر مایاں کرنے کے بعد آخر میں مفسر جمعی لکھتے ہیں
 "اس زمانے میں اور ایسے ماحول میں حالات میں ریاست رام پور عورتی رام پوری، راجہ
 مدھی، اور رام پور کی جیسے عام اور روایت پرست شاعریں پیدا کر سکتی تھیں۔ اس کے

۱۔ استاد مدھی، سمجھت اور میں۔ مفسر جمعی ص ۱۸

۲۔ استاد عارفی، سمجھت اور میں۔ مفسر جمعی ص ۲۲

بی ایچ ڈی کے لیے یو سو سو ڈی کو جو مقالہ میں کیا گیا اس کی صحافت موجودہ کتاب کی صحافت سے دگنی سے کچھ زائد تھی۔ اس کام میں اس نتائج کرا کئی اعتبار سے مشکل تھا۔ مظفر جمعی لکھتے ہیں "ماہر کی سہولت کے میں نظر سے حتی الامکان محنت کر دیا گیا ہے۔ اس کی تکمیل کے سلسلے میں یوں تو کئی دتواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن جو سب سے بڑی دقت اس میں پیش آئی وہ مقالے کو غیر ضروری طوالت سے بچانے کے مارے میں تھی۔ سادہ عاریتی جو کچھ میں کار تھے اور ان کی طبع و دل نظم و سحر و تخلیق و عقیدہ سمجھ اور غور و محاسبہ، عرصہ کی میڈل میں مدد بھی۔ ہر جگہ اگر ترقی امداد یاں احیاء کیا جاتا تو اس بحر سکال کے لیے سفید درکار تھا۔ دوسری طرف نے جا احصاء سے معلوم خطہ سولے کا مدرسہ ہوا۔ لہذا کوئٹہ کی گئی سے کہ ضروری اس طرح دوسریں حاکم اور تخلصی سر سے بچے تھے جس میں ریاں و بیاں کا حس سدا کرنے کے لیے ضروری تفصیل مگر موجوداتی ہے یہ سب سادہ رماں میں نا آد اور اسمائی اسم نام کی حائث اور کم اور کم الفاظ میں لوری مات کہ دی جائے۔

سادہ عاریتی، شخصیت اور اس کو حسب دلیل آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے

۱، سماجی اور ادبی پس منظر ۲، سوانح اور شخصیت ۳، اعراس ۴، نظمیں ۵، متفرق شعری تخلیقات ۶، مصائب ۷، خطوط ۸، اردو ادب میں سادہ عاریتی کا مقام۔ آخری حصہ صفحات پر اساریے کے تحت ساگر دال سادہ عاریتی، سادہ عاریتی کی غیر مطبوعہ تخلیقات اور ان کتب و رسائل کی فہرستیں درج کی گئی ہیں جس سے مقالے کی تیاری کے سلسلے میں استفادہ کیا گیا ہے۔ سماجی اور ادبی پس منظر والے پہلے باب کے دو دینی عوامات ہیں ۱، مرطالوی ہمدرد، دیکھا ریاستیں حایہ اس باب میں مرطالوی ہمدرد کی راسخوں میں ہمدردستان کے سیاسی اور عوامی زندگی پراں کے اثرات کا مولا کر کیا گیا ہے اور بالخصوص ان حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو رامپور جیسی دیکھا ریاست میں سادہ عاریتی کی زندگی، شخصیت اور اس پر براہ راست اثر امداد موئے مرطالوی دہر گلو میں عشاء کی ماکام جنگ آردی کے بعد کے ہمدردستانی سیاسی حالات سے پہلے باب کا آغاز کیا گیا ہے اور انگریزوں کی بنیاد، تقسیم مگال، مائیکٹ تحریک خود اختیاری کا مطالعہ، مسٹو مارے اسکیم، کانگریس اور مسلم لیگ کا مشترکہ اجلاس، کانگریس کے محفل سالارہ اجلاس، گاندھی جی کی ستر گره نامیٹیکو جیمس فورڈ اصطلاحات، سیاسی رسماؤں کی گروہاریوں اور تحریک موالات کا سرسری ذکر کرتے ہوئے ہمدردستان کی سیاسی سیداری کے اردو ادب پر اثرات کا حائرہ میں کیا گیا ہے جس کے تحت نظم طباطبائی، اقبال، جگت، تادرا کوروی، اکبر، حسرت اور جتوئی وغیرہ کی تخلیقات میں سیاسی و معاشرتی لطایف کی ترجمانی کی تادیبی کی گئی ہے ۱۹۲۷ء میں ٹریڈ یونین کانگریس کا قیام اور ۱۹۲۸ء میں مردوروں کی کامیاب شرمال کے مرطالوی سامراج پر اثرات

یہ سواری کے قواعد و مواعظ کے مطابق فی ایچ ڈی کی ڈگری کے مقابلے میں کرے کی مدت کم از کم دو سال اور روادہ سے روادہ ہائے سال ہے۔ مظفر جمعی کے پاس تمام مواد پہلے ہی سے موجود تھا، اس سے مناسب ترتیب کے ساتھ جمعی کے مقابلے کی صورت دی تھی۔ یہ کام نو سال بھر میں انھوں نے مکمل کر لیا لیکن ڈگری انھیں دو سال تم کوئے پر دی گئی

مظفر جمعی کی اس مجلس اہل کتب پر تمام ادبی حلقوں نے انھیں داد و ستادش سے نوازا۔ ڈاکٹر حلین انم لکھے ہیں

”ابھی تک اردو میں کوئی ایسی کتب سبب تھی جو سادہ عاری کے تمام تخلیقی کارناموں کو ایک دوسرے سے مربوط کرے اور جس میں شاد عاری کے تمام کارناموں کو نظمیں رکھ کر ان کے ادبی مرتبہ کا یقین کیا گیا ہو۔ یہ کام تھوڑے عرصہ میں ڈاکٹر مظفر جمعی نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کیا ہے۔“

ڈاکٹر سرفراز خان نے کہا کہ ”سادہ عاری سے وہ شدید جذباتی عینیت اور اہل علم و ادب کے احسان سے اس نے ایک قلیل مدت اور عالم بے سرو سامانی میں سادہ عاری کے سلسلے کی تاریخ صحیح منظر کر کے انھیں سامنے کر کے اس میں مظفر جمعی کی معاونت کی سبب قویہ ہے کہ یہ یا محول کسا میں شاد عاری کے مظفر جمعی کے لئے سادہ عاری کے شعور میں وجود میں آئیں۔ جمعی مقالہ لکھنے سے پہلے مظفر جمعی مختلف اصناف ادب پر ایک ایک درجہ سے رائد کتابوں کے حلقے تھے۔ لہذا مقالہ لکھتے وقت وہ صرف ایک عام اسکالر نہیں تھے بلکہ ایک محقق تھے، ایک لکھنے والے اور ایک صاحب طرز شعرا اور اس کے ساتھ ایک مائع نظمیں کی حیثیت سے انھیں حاصل تھی یہ تمام صلاحیتیں اس موضوع کی تحقیق ترتیب اور تکمیل میں قدم قدم پر کام آئیں اور جب یہ معاملہ مکمل ہوا تو اردو میں فی ایچ ڈی کے لیے لکھے جانے والے چند سترہ مقالوں میں سادہ عاری درجہ اول کے لیے جس میں مظفر جمعی نے سادہ عاری کی ادبی صلاحیت، ذراعت، یکسوئی، خاص و عمومی کے ساتھ ساتھ ایک حد و حد اور مسلسل تلاش و جستجو کا حد و حد کا رہے وہ عام طور سے مایوس تھے۔“

پھر آج کل کے فی ایچ ڈی کے اسکالروں اور نثر نگار اساتذہ کی اکثریت کی صلاحیتوں کا حقیقت پسندانہ رویہ خلاف ان کے مظفر جمعی (حالانکہ عوار کے لیے کوئی قریب کی مسامتہ نہیں رہیں و آسمان کا نعرہ ہے) کوئی ایچ ڈی کے موضوع کی مسامتہ میں نظر ہے جس کی ادبی صلاحیتیں مسلم عمیق مطالعہ اور وسعت و غور و نظر، استحکام اور مسلسل لگن اور شوق جستجو کی اسما ال کے وسیع اور وسیع ادبی کارناموں سے ظاہر ہے۔ سولے پر سادہ عاری کے اساتذہ اور نثر نگار پرویز عید اللہ و دوسری کا فیض ان تربیت ال سبب باتوں نے مل کر ان کے تخلیقی مقالے کو لے مثال سادیا۔

مظفر جمعی کی محنت اور لگن۔ ڈاکٹر حلین انم، ساری زبان، دہلی، یکم دسمبر ۱۹۷۷ء

کہ وہ راہ سے ہمدردی کا طالب ہیں
اس لیے کہ سادہ عاری کو اس سے بہتر سوانح نگار اور مآخذ اور انھیں سادہ عاری سے سہر محمد روح نہیں
مل سکتا تھا۔

سادہ عاری کی زندگی، شخصیت اور اس پر جس عرق ریزی اور لگن کے ساتھ مظفر حسینی نے تحقیق کی ہے
اس معیار کا کام اردو میں بہت کم ہوا ہے۔ سادہ عاری کی شخصیت اور اس کے مختلف اوصاف پہلوؤں پر عالم
اور محقق انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے اس سے نئے نئے پہلوؤں کو آشکارا کرنا مظفر حسینی کا بڑا کام ہے۔ اس مقالے کا بار
ان کی پر جلو جس خواہش اور انتھک محنت کا آئینہ دار ہے۔ ہر مصرعہ اور اس کی معنی کا دشوں کے نقوش مرتب ہیں۔ بی بی ایچ ڈی
کے لئے مائع جو مقالے لکھے جاتے ہیں وہ ایک مخصوص موضوع کے تقاضوں کے تحت ایک معینہ مدت کے اندر لکھ
کر لیے جاتے ہیں لیکن مظفر حسینی کا معاملہ دوسرا ہی تھا انھوں نے سادہ عاری پر یہ مقالہ صرف بی بی ایچ ڈی کی سہ حاصل
کرنے کی عرص سے ہیں لکھا تھا مگر صرف مقالے کی تکمیل ہی ان کا طبع نظر تھا بی بی ایچ ڈی کی ڈگری ان کے لئے نالود
جیت گئی تھی۔ پہلے انواب میں سادہ عاری کی نفسانے مختلف نیاں کردہ تفصیلات کی روشنی میں سہ ماہ وار
سوچنی سے کہ مظفر حسینی ۱۹۶۶ء سے سادہ عاری کی سوانح، خطوط اور تخلیقات کا کچھ کرے میں سبک سے۔ ہمد
بی بی ایچ ڈی کے اس مقالے کے لیے خود ان کے پاس اس قدر ذریعہ مواد جمع ہو چکا تھا کہ صرف اسی مواد میں سے
مروڑی انتخاب کو احتیاط کے ساتھ مروڑ کر دیباہی کا فی تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ ان دنوں مظفر حسینی صرف
بی۔ اے۔ کی سہدر کہتے تھے جب کہ بی بی ایچ ڈی کر لے کے لیے ایم۔ اے۔ ہو مامروڑی تھا ان حالات کا
کرتے ہوئے مظفر حسینی لکھتے ہیں

” ۱۹۶۶ء میں حضرت سادہ عاری کے انتقال کے بعد میں نے ان کے کلام کی ترتیب و رد و اور
ان کے ادبی مقام کے حصول کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ سلسلہ سادہ عاری کی حار یا پچ کتا میں
سہی سائے ہوئیں۔ لیکن مرا می چاہتا تھا کہ ان پر کم کر کام ہو اور ان کی شخصیت اور ادبی کارناموں
پر تحقیقی مقالے لکھے جائیں۔ ایسے مختلف احباب کو اس کام کی حاس مائل کر لے کی کوشش
میں ماکام ہو کر ۱۹۶۷ء میں میں نے خود ہی طے کیا کہ اردو میں ایم۔ اے۔ کروں ماکہ سادہ مرحوم ر
بی بی ایچ ڈی۔ کے لیے تحقیقی مقالہ لکھنے کا استحقاق ہو سکے۔ ایم۔ اے۔ اردو میں سرٹ کلاس کے
ساتھ پونرس میں پہلی پورس حاصل کی اور سادہ عاری کے مں اور شخصیت پر بی بی ایچ ڈی کے لیے مقالہ
سال سہ کے اندر ہی مکمل کر کے داخل کر دیا۔“

۱۔ پیش لفظ۔ پروفیسر محسن۔ سادہ عاری شخصیت اور مں۔ مظفر حسینی ص ۱
۲۔ کچھ اپنے بارے میں مظفر حسینی۔ بعد کے ص ۱۵۰ اصل ماحدہ در تاج محل سہ مہوال ۱۹۶۶ء

تحقیق و تنقید

معنی و تنقید کے میدان میں بھی مطہر حسنی کا کام حاصلاً واقع ہے، استاد عارفی شخصیت اور اس کا 'لقدیر میرے' نام پر مشہور 'دعوتِ کائنات' ۱۹۷۴ء میں شائع ہونے والی تحقیقی کتابوں کے علاوہ رسائل میں کئی مطبوعہ و غیر مطبوعہ مضامین، مضمون نگار کے رسائل میں لگ بھگ سترے تقریباً دو درجن کتابوں پر اس کے تحریر کردہ مقدمے اور پس لفظ، رسائل میں شائع ہونے والے مضمون نگار کے لے شاعرانہ، سادہ و سلیس کی عریں کا طویل مقدمہ اور سلسلہ ادبیاتِ ادعاری کی تمام کتابوں کے لیے جو کہ تصدیق و تصدیق کے ثبوت ہیں۔ مطہر حسنی سیادی طور پر شاعر ہیں اور اپنے سیادی لٹریچر میں گہرا رنگ و آسنگ کی سیادی لٹریچر میں ہم عصر سرائے میں ایک سمار حسیہ دیکھتے ہیں۔ پچھلے اواب تاہم میں کہ شاعری کے لیے کسی کتابوں میں مطہر حسنی کا قلم والی دواں رہا ہے۔ اور انھوں نے جس صنف پر قلم اٹھایا ہے، اس میں اپنی شاعرانہ حساسیت کا کریم ہے۔ تحقیق و تنقید کے میدان میں بھی لکھنے والوں کی فہمی سے احتراز کرتے ہوئے انھوں نے سرائے و شاعرانہ رجحان اصرار کی تحقیقی کاموں میں بہل پسندی اور تناسلی کی بجائے مسلسل ملائی جستجو اور تنقید کے لیے انھیں اصرار داری کی جگہ مانع نظری، استادہ فنی اور عارفی کو ایسا شعار سایا۔ متذکرہ مالا حیار لکھنے والی کتابوں اور ان کے دیگر متفرق تنقیدی و تحقیقی کاموں کا تفصیلی تحریر ملاحظہ کیجیے۔

استاد عارفی شخصیت اور فن

یہ مطہر حسنی کا بی بی بی ڈی کے لیے تحریر کردہ تحقیقی مقالہ ہے، جو دوسرے لکھنے والوں کی تحریروں میں لکھا گیا، جس پر سوال اور جواب کے سلسلے میں انھیں بی بی ڈی کی ڈگری تفویض کی جکتی تھی۔ اس کے کئی شکل میں شائع کیا اور ان پر پڑھیں اور وائیکڈی لے اس کتاب کو العام کا مستحق قرار دیا۔ ان کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا انتساب بروہر گوبی جید مارنگ کے نام سے پروہر مسر جو جس دس جلدوں میں شائع ہوا ہے اس لیے اس پر تین لفظ تحریر دیاتے جس میں موصوف رقم طراز ہیں

موصوف کئی لحاظ سے ڈاکٹر مطہر حسنی کا حاصلِ عمر ہے۔ اسے قلم سدا کر کے انھوں نے ایک ایسی فنِ شخصیت کو میرے نوا ہے جسے ماقدر (رے) یا سگ کھٹے تھے اردو شعور کے ایک ایسے اصول سے رہتے ہیں کہ انھوں نے اس صدی کے تیسرے اور چوتھے دے کا سب سے جو کا دیے والا مکتوب ہے۔ ایک ایسی فنِ شخصیت کے نقوش کو انھوں نے جو مکتوب سے لیکن مکتوب سے لی

باب ششم

تحقیق و تنقید

- ۷۔ کلیات تادعاری (سلسلہ تادعاری)
- ۸۔ یادگارستان دریر طبع۔ سلسلہ تادعاری
- ۹۔ حدیث تجرید و تہذیب (دریر طبع)
- ۱۰۔ مطہر کے نام (مسودہ تلفظ ہو گیا)
- ۱۱۔ اکائیاں (دریر طبع)
- ۱۲۔ حائری (تصویر)

مذکورہ بالا ہر ست کے مطابق مطہر حمی کے مرتب کردہ "نئے چراغ" کے چودہ شمارے اور کئی کتابیں
رسالت مطبوعہ اور تیس دریر طبع بحیثیت مدیر و مرتب ہیں ادنیٰ دیا میں ایک اہم مقام دلائے کے یہ
کافی ہیں۔

تقریب کے روئے اور ایسے ماصریح کے ساتھ ان کے تعلقات پر بھی روشنی پڑے گی۔ لے

اکمال: مقرر جمعی کے ابتدائی چار شعری مجموعوں "یانی کی رماں"، "تیکھی عرلین" "تھریہ حاتمہ" اور "دیپک راگ" کی تقریبات مسوعلوں سے تقریباً ہر عمل کا ایسا ایک شعری مجموعہ مقرر جمعی کے علاوہ کچھ مسوعل اشعار کو کسی عمل میں ہیں، ترتیب دے کر ان کا بیان "نور کوکھلا" پر پیش کرے مقرر جمعی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کی تمام عرلین۔ بڑھ من رواں اشعار کے وسیلے سے ان کے شعری رحماں کو بہرہ ور اور سمجھ سکیں گے اشاعت کے بعد ہی ان کے اشعار پر مشتمل مجموعے شائع کرے گا رحماں عام ہوگا۔ جس سے شاعری کے قارئین کی تعداد بڑھے گی۔ پاکستان میں عارف عبد المتین کا اسی نوعیت کا ایک مجموعہ "موج در موج" شائع ہوا ہے

بازگشت: مقرر جمعی کے ساتھ ساتھ "دلی دہلی" کے لیے اردو کتاوں پر لکھے جانے والے شعروں کا ایک مجموعہ مرتب کیا گیا جو دلی تقریباً چالیس کتاوں پر طویل و مختصر شعری قلمدے کی کم و بیش سو ادبی سمات اور قیمت ۲۵ روپے ہے اس کتاب سے بحیثیت مقرر جمعی کی صلاحیتوں کا ثبوت ملے گا اس مجموعہ پر فاروقی کے شعری "حسن الرحماں فاروقی" اور "کتاب تسمی" (دہلی: الماری) کے علاوہ ایک اور اہم کام ہے

اس طرح تو رسائل اور کتا میں مقرر جمعی کی ترتیب و تدوین کے نتیجے میں مسطر عام پرا جی ہیں

۱۔ بابائے سرائے ہرست حسب دلیل ہے

۲۔ ایک مختصر (سلسلہ شاد عارفی)

۳۔ شاعرانہ دستہ

۴۔ سوچی خیر

۵۔ شاد عارفی کی لڑیں

ملا ہی سن لسم کم ڈھولے اکتاف کیا ہے کہ اس کتاب کا مسودہ دیپک کی مدد ہو گیا اس ادبی ایلیہ پر متنا تمام کیا جائے گا ہے اس سلسلے سے حضرت مامل کر کے مقرر جمعی نے احال اپنے نام آئے والے تمام اہم ادبی خطوط جس ترقی اردو دسمہ جی دلی کے ذریعے میں اور تمام تعلیمی مسودات جدا جدا شاعری پڑھیں مجموعہ کر دیے ہ

نئی غزل و نظم (تجزیہ) "مدید ترعل" (حلیل الرحمن اعظمی) اردو غزل "دور بر آغا" (نئی غزل کا مزاج) "دھیل جعفری" غزل کے سنے احق "درست یاد محمد" غزل ایک متحرک مسکن "دلیقوب عثمانی" "نئی اردو شاعری" (آل احمد سرور) "سامپل کے تلوے" عصمت جعتانی، "نورزدانی، نورزدانی" (اقتصادی حالت) "نئی حدیدیت، نئی ترقی پسند شاعری" ڈاکٹر محمد حسن، "نئی شاعری کے بارے میں" (حلیل الرحمن اعظمی) "نئی سوئی والا قطب ہما" (نئی شاعری) "ادب کی تلاش" (ملاح کوئل) "نئی نظم کی رماں" (دھیل جعفری) "مدید اردو نظم" (اعمار فاروقی) "مداؤں کا سفر" (مدید و قاریس) "سے شعر کا لہو" (دستور وار) "مختصر نظم کا آدمی" (حمار علی حمار) اردو شاعری ۱۹۹۷ء میں (مسی تمہم)

اں معامیں کے علاوہ شامل کتاب مدید شاعری برائے ایک سمپورنم میں مس لقاؤں کے حصہ لیا اں کے نام ہیں

سید احتشام حسین، عتیق حسنی، نگار پاشی، تمسک الرحمن فاروقی، وارث کرمانی، شیر برادر، داکٹر محمد حسن، وحید اختر، ریسر مسوی اور محمد علوی۔

مطرح حسنی نے اس کتاب کے پیش لفظ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ:

"ہر چند کہ میں خود سے شاعروں میں گناہاں ہوں لیکن اپنے طوبہ میں سے یوری کو شش کی ہے کہ حدیدیت کی لے لاگ تصویراں معامیں کے دریلے پڑے والوں کے سامنے پیش کر سکوں امید ہے میری یہ غیر ماسد لہر کو شش کی قافی سمجھی جائے گی"۔ لہ

ملاستہ مطرح حسنی کی اس کتاب کو سامنے رکھے لیر حدیدیت اور حدید ادب کا ہر مطالعہ ماکمل رہے گا۔

یروید عروال چشتی لکھتے ہیں:

اس کتاب میں مطرح حسنی صاحب نے ایسے اہم معامیں رکھا کر دیے ہیں، جو حدیدیت کی تعلیم میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اس میں دو رائے ہیں کہ یہ کتاب حدیدیت کو بکھرے ہوئے مواد کو گلہ بے کی شکل میں پیش کرتی ہے ڈاکٹر مطرح حسنی نے خود بھی اردو کے اچھے ادیب اور شاعر ہیں یہ کتاب اردو کے اردو کے قارئین کے سامنے حدیدیت کا مسطر اہر پیش کیا ہے، لہ

منظر کے نام: (د) ایسے ام ہدوپاک کے مختلف مسابر حطر وادما کے تحریر کردہ حطوط امرتہ کے

۱۔ اس کتاب کے بارے میں (پیش لفظ) مطرح حسنی حدیدیت تحریر و تعلیم ص ۱

۲۔ دور عدوۃ حبیبہ ۱۴۱۲ھ - ۱۴۱۳ھ - ۱۴۱۴ھ - ۱۴۱۵ھ - ۱۴۱۶ھ - ۱۴۱۷ھ - ۱۴۱۸ھ - ۱۴۱۹ھ - ۱۴۲۰ھ - ۱۴۲۱ھ - ۱۴۲۲ھ - ۱۴۲۳ھ - ۱۴۲۴ھ - ۱۴۲۵ھ - ۱۴۲۶ھ - ۱۴۲۷ھ - ۱۴۲۸ھ - ۱۴۲۹ھ - ۱۴۳۰ھ - ۱۴۳۱ھ - ۱۴۳۲ھ - ۱۴۳۳ھ - ۱۴۳۴ھ - ۱۴۳۵ھ - ۱۴۳۶ھ - ۱۴۳۷ھ - ۱۴۳۸ھ - ۱۴۳۹ھ - ۱۴۴۰ھ - ۱۴۴۱ھ - ۱۴۴۲ھ - ۱۴۴۳ھ - ۱۴۴۴ھ - ۱۴۴۵ھ - ۱۴۴۶ھ - ۱۴۴۷ھ - ۱۴۴۸ھ - ۱۴۴۹ھ - ۱۴۵۰ھ - ۱۴۵۱ھ - ۱۴۵۲ھ - ۱۴۵۳ھ - ۱۴۵۴ھ - ۱۴۵۵ھ - ۱۴۵۶ھ - ۱۴۵۷ھ - ۱۴۵۸ھ - ۱۴۵۹ھ - ۱۴۶۰ھ - ۱۴۶۱ھ - ۱۴۶۲ھ - ۱۴۶۳ھ - ۱۴۶۴ھ - ۱۴۶۵ھ - ۱۴۶۶ھ - ۱۴۶۷ھ - ۱۴۶۸ھ - ۱۴۶۹ھ - ۱۴۷۰ھ - ۱۴۷۱ھ - ۱۴۷۲ھ - ۱۴۷۳ھ - ۱۴۷۴ھ - ۱۴۷۵ھ - ۱۴۷۶ھ - ۱۴۷۷ھ - ۱۴۷۸ھ - ۱۴۷۹ھ - ۱۴۸۰ھ - ۱۴۸۱ھ - ۱۴۸۲ھ - ۱۴۸۳ھ - ۱۴۸۴ھ - ۱۴۸۵ھ - ۱۴۸۶ھ - ۱۴۸۷ھ - ۱۴۸۸ھ - ۱۴۸۹ھ - ۱۴۹۰ھ - ۱۴۹۱ھ - ۱۴۹۲ھ - ۱۴۹۳ھ - ۱۴۹۴ھ - ۱۴۹۵ھ - ۱۴۹۶ھ - ۱۴۹۷ھ - ۱۴۹۸ھ - ۱۴۹۹ھ - ۱۵۰۰ھ - ۱۵۰۱ھ - ۱۵۰۲ھ - ۱۵۰۳ھ - ۱۵۰۴ھ - ۱۵۰۵ھ - ۱۵۰۶ھ - ۱۵۰۷ھ - ۱۵۰۸ھ - ۱۵۰۹ھ - ۱۵۱۰ھ - ۱۵۱۱ھ - ۱۵۱۲ھ - ۱۵۱۳ھ - ۱۵۱۴ھ - ۱۵۱۵ھ - ۱۵۱۶ھ - ۱۵۱۷ھ - ۱۵۱۸ھ - ۱۵۱۹ھ - ۱۵۲۰ھ - ۱۵۲۱ھ - ۱۵۲۲ھ - ۱۵۲۳ھ - ۱۵۲۴ھ - ۱۵۲۵ھ - ۱۵۲۶ھ - ۱۵۲۷ھ - ۱۵۲۸ھ - ۱۵۲۹ھ - ۱۵۳۰ھ - ۱۵۳۱ھ - ۱۵۳۲ھ - ۱۵۳۳ھ - ۱۵۳۴ھ - ۱۵۳۵ھ - ۱۵۳۶ھ - ۱۵۳۷ھ - ۱۵۳۸ھ - ۱۵۳۹ھ - ۱۵۴۰ھ - ۱۵۴۱ھ - ۱۵۴۲ھ - ۱۵۴۳ھ - ۱۵۴۴ھ - ۱۵۴۵ھ - ۱۵۴۶ھ - ۱۵۴۷ھ - ۱۵۴۸ھ - ۱۵۴۹ھ - ۱۵۵۰ھ - ۱۵۵۱ھ - ۱۵۵۲ھ - ۱۵۵۳ھ - ۱۵۵۴ھ - ۱۵۵۵ھ - ۱۵۵۶ھ - ۱۵۵۷ھ - ۱۵۵۸ھ - ۱۵۵۹ھ - ۱۵۶۰ھ - ۱۵۶۱ھ - ۱۵۶۲ھ - ۱۵۶۳ھ - ۱۵۶۴ھ - ۱۵۶۵ھ - ۱۵۶۶ھ - ۱۵۶۷ھ - ۱۵۶۸ھ - ۱۵۶۹ھ - ۱۵۷۰ھ - ۱۵۷۱ھ - ۱۵۷۲ھ - ۱۵۷۳ھ - ۱۵۷۴ھ - ۱۵۷۵ھ - ۱۵۷۶ھ - ۱۵۷۷ھ - ۱۵۷۸ھ - ۱۵۷۹ھ - ۱۵۸۰ھ - ۱۵۸۱ھ - ۱۵۸۲ھ - ۱۵۸۳ھ - ۱۵۸۴ھ - ۱۵۸۵ھ - ۱۵۸۶ھ - ۱۵۸۷ھ - ۱۵۸۸ھ - ۱۵۸۹ھ - ۱۵۹۰ھ - ۱۵۹۱ھ - ۱۵۹۲ھ - ۱۵۹۳ھ - ۱۵۹۴ھ - ۱۵۹۵ھ - ۱۵۹۶ھ - ۱۵۹۷ھ - ۱۵۹۸ھ - ۱۵۹۹ھ - ۱۶۰۰ھ - ۱۶۰۱ھ - ۱۶۰۲ھ - ۱۶۰۳ھ - ۱۶۰۴ھ - ۱۶۰۵ھ - ۱۶۰۶ھ - ۱۶۰۷ھ - ۱۶۰۸ھ - ۱۶۰۹ھ - ۱۶۱۰ھ - ۱۶۱۱ھ - ۱۶۱۲ھ - ۱۶۱۳ھ - ۱۶۱۴ھ - ۱۶۱۵ھ - ۱۶۱۶ھ - ۱۶۱۷ھ - ۱۶۱۸ھ - ۱۶۱۹ھ - ۱۶۲۰ھ - ۱۶۲۱ھ - ۱۶۲۲ھ - ۱۶۲۳ھ - ۱۶۲۴ھ - ۱۶۲۵ھ - ۱۶۲۶ھ - ۱۶۲۷ھ - ۱۶۲۸ھ - ۱۶۲۹ھ - ۱۶۳۰ھ - ۱۶۳۱ھ - ۱۶۳۲ھ - ۱۶۳۳ھ - ۱۶۳۴ھ - ۱۶۳۵ھ - ۱۶۳۶ھ - ۱۶۳۷ھ - ۱۶۳۸ھ - ۱۶۳۹ھ - ۱۶۴۰ھ - ۱۶۴۱ھ - ۱۶۴۲ھ - ۱۶۴۳ھ - ۱۶۴۴ھ - ۱۶۴۵ھ - ۱۶۴۶ھ - ۱۶۴۷ھ - ۱۶۴۸ھ - ۱۶۴۹ھ - ۱۶۵۰ھ - ۱۶۵۱ھ - ۱۶۵۲ھ - ۱۶۵۳ھ - ۱۶۵۴ھ - ۱۶۵۵ھ - ۱۶۵۶ھ - ۱۶۵۷ھ - ۱۶۵۸ھ - ۱۶۵۹ھ - ۱۶۶۰ھ - ۱۶۶۱ھ - ۱۶۶۲ھ - ۱۶۶۳ھ - ۱۶۶۴ھ - ۱۶۶۵ھ - ۱۶۶۶ھ - ۱۶۶۷ھ - ۱۶۶۸ھ - ۱۶۶۹ھ - ۱۶۷۰ھ - ۱۶۷۱ھ - ۱۶۷۲ھ - ۱۶۷۳ھ - ۱۶۷۴ھ - ۱۶۷۵ھ - ۱۶۷۶ھ - ۱۶۷۷ھ - ۱۶۷۸ھ - ۱۶۷۹ھ - ۱۶۸۰ھ - ۱۶۸۱ھ - ۱۶۸۲ھ - ۱۶۸۳ھ - ۱۶۸۴ھ - ۱۶۸۵ھ - ۱۶۸۶ھ - ۱۶۸۷ھ - ۱۶۸۸ھ - ۱۶۸۹ھ - ۱۶۹۰ھ - ۱۶۹۱ھ - ۱۶۹۲ھ - ۱۶۹۳ھ - ۱۶۹۴ھ - ۱۶۹۵ھ - ۱۶۹۶ھ - ۱۶۹۷ھ - ۱۶۹۸ھ - ۱۶۹۹ھ - ۱۷۰۰ھ - ۱۷۰۱ھ - ۱۷۰۲ھ - ۱۷۰۳ھ - ۱۷۰۴ھ - ۱۷۰۵ھ - ۱۷۰۶ھ - ۱۷۰۷ھ - ۱۷۰۸ھ - ۱۷۰۹ھ - ۱۷۱۰ھ - ۱۷۱۱ھ - ۱۷۱۲ھ - ۱۷۱۳ھ - ۱۷۱۴ھ - ۱۷۱۵ھ - ۱۷۱۶ھ - ۱۷۱۷ھ - ۱۷۱۸ھ - ۱۷۱۹ھ - ۱۷۲۰ھ - ۱۷۲۱ھ - ۱۷۲۲ھ - ۱۷۲۳ھ - ۱۷۲۴ھ - ۱۷۲۵ھ - ۱۷۲۶ھ - ۱۷۲۷ھ - ۱۷۲۸ھ - ۱۷۲۹ھ - ۱۷۳۰ھ - ۱۷۳۱ھ - ۱۷۳۲ھ - ۱۷۳۳ھ - ۱۷۳۴ھ - ۱۷۳۵ھ - ۱۷۳۶ھ - ۱۷۳۷ھ - ۱۷۳۸ھ - ۱۷۳۹ھ - ۱۷۴۰ھ - ۱۷۴۱ھ - ۱۷۴۲ھ - ۱۷۴۳ھ - ۱۷۴۴ھ - ۱۷۴۵ھ - ۱۷۴۶ھ - ۱۷۴۷ھ - ۱۷۴۸ھ - ۱۷۴۹ھ - ۱۷۵۰ھ - ۱۷۵۱ھ - ۱۷۵۲ھ - ۱۷۵۳ھ - ۱۷۵۴ھ - ۱۷۵۵ھ - ۱۷۵۶ھ - ۱۷۵۷ھ - ۱۷۵۸ھ - ۱۷۵۹ھ - ۱۷۶۰ھ - ۱۷۶۱ھ - ۱۷۶۲ھ - ۱۷۶۳ھ - ۱۷۶۴ھ - ۱۷۶۵ھ - ۱۷۶۶ھ - ۱۷۶۷ھ - ۱۷۶۸ھ - ۱۷۶۹ھ - ۱۷۷۰ھ - ۱۷۷۱ھ - ۱۷۷۲ھ - ۱۷۷۳ھ - ۱۷۷۴ھ - ۱۷۷۵ھ - ۱۷۷۶ھ - ۱۷۷۷ھ - ۱۷۷۸ھ - ۱۷۷۹ھ - ۱۷۸۰ھ - ۱۷۸۱ھ - ۱۷۸۲ھ - ۱۷۸۳ھ - ۱۷۸۴ھ - ۱۷۸۵ھ - ۱۷۸۶ھ - ۱۷۸۷ھ - ۱۷۸۸ھ - ۱۷۸۹ھ - ۱۷۹۰ھ - ۱۷۹۱ھ - ۱۷۹۲ھ - ۱۷۹۳ھ - ۱۷۹۴ھ - ۱۷۹۵ھ - ۱۷۹۶ھ - ۱۷۹۷ھ - ۱۷۹۸ھ - ۱۷۹۹ھ - ۱۸۰۰ھ - ۱۸۰۱ھ - ۱۸۰۲ھ - ۱۸۰۳ھ - ۱۸۰۴ھ - ۱۸۰۵ھ - ۱۸۰۶ھ - ۱۸۰۷ھ - ۱۸۰۸ھ - ۱۸۰۹ھ - ۱۸۱۰ھ - ۱۸۱۱ھ - ۱۸۱۲ھ - ۱۸۱۳ھ - ۱۸۱۴ھ - ۱۸۱۵ھ - ۱۸۱۶ھ - ۱۸۱۷ھ - ۱۸۱۸ھ - ۱۸۱۹ھ - ۱۸۲۰ھ - ۱۸۲۱ھ - ۱۸۲۲ھ - ۱۸۲۳ھ - ۱۸۲۴ھ - ۱۸۲۵ھ - ۱۸۲۶ھ - ۱۸۲۷ھ - ۱۸۲۸ھ - ۱۸۲۹ھ - ۱۸۳۰ھ - ۱۸۳۱ھ - ۱۸۳۲ھ - ۱۸۳۳ھ - ۱۸۳۴ھ - ۱۸۳۵ھ - ۱۸۳۶ھ - ۱۸۳۷ھ - ۱۸۳۸ھ - ۱۸۳۹ھ - ۱۸۴۰ھ - ۱۸۴۱ھ - ۱۸۴۲ھ - ۱۸۴۳ھ - ۱۸۴۴ھ - ۱۸۴۵ھ - ۱۸۴۶ھ - ۱۸۴۷ھ - ۱۸۴۸ھ - ۱۸۴۹ھ - ۱۸۵۰ھ - ۱۸۵۱ھ - ۱۸۵۲ھ - ۱۸۵۳ھ - ۱۸۵۴ھ - ۱۸۵۵ھ - ۱۸۵۶ھ - ۱۸۵۷ھ - ۱۸۵۸ھ - ۱۸۵۹ھ - ۱۸۶۰ھ - ۱۸۶۱ھ - ۱۸۶۲ھ - ۱۸۶۳ھ - ۱۸۶۴ھ - ۱۸۶۵ھ - ۱۸۶۶ھ - ۱۸۶۷ھ - ۱۸۶۸ھ - ۱۸۶۹ھ - ۱۸۷۰ھ - ۱۸۷۱ھ - ۱۸۷۲ھ - ۱۸۷۳ھ - ۱۸۷۴ھ - ۱۸۷۵ھ - ۱۸۷۶ھ - ۱۸۷۷ھ - ۱۸۷۸ھ - ۱۸۷۹ھ - ۱۸۸۰ھ - ۱۸۸۱ھ - ۱۸۸۲ھ - ۱۸۸۳ھ - ۱۸۸۴ھ - ۱۸۸۵ھ - ۱۸۸۶ھ - ۱۸۸۷ھ - ۱۸۸۸ھ - ۱۸۸۹ھ - ۱۸۹۰ھ - ۱۸۹۱ھ - ۱۸۹۲ھ - ۱۸۹۳ھ - ۱۸۹۴ھ - ۱۸۹۵ھ - ۱۸۹۶ھ - ۱۸۹۷ھ - ۱۸۹۸ھ - ۱۸۹۹ھ - ۱۹۰۰ھ - ۱۹۰۱ھ - ۱۹۰۲ھ - ۱۹۰۳ھ - ۱۹۰۴ھ - ۱۹۰۵ھ - ۱۹۰۶ھ - ۱۹۰۷ھ - ۱۹۰۸ھ - ۱۹۰۹ھ - ۱۹۱۰ھ - ۱۹۱۱ھ - ۱۹۱۲ھ - ۱۹۱۳ھ - ۱۹۱۴ھ - ۱۹۱۵ھ - ۱۹۱۶ھ - ۱۹۱۷ھ - ۱۹۱۸ھ - ۱۹۱۹ھ - ۱۹۲۰ھ - ۱۹۲۱ھ - ۱۹۲۲ھ - ۱۹۲۳ھ - ۱۹۲۴ھ - ۱۹۲۵ھ - ۱۹۲۶ھ - ۱۹۲۷ھ - ۱۹۲۸ھ - ۱۹۲۹ھ - ۱۹۳۰ھ - ۱۹۳۱ھ - ۱۹۳۲ھ - ۱۹۳۳ھ - ۱۹۳۴ھ - ۱۹۳۵ھ - ۱۹۳۶ھ - ۱۹۳۷ھ - ۱۹۳۸ھ - ۱۹۳۹ھ - ۱۹۴۰ھ - ۱۹۴۱ھ - ۱۹۴۲ھ - ۱۹۴۳ھ - ۱۹۴۴ھ - ۱۹۴۵ھ - ۱۹۴۶ھ - ۱۹۴۷ھ - ۱۹۴۸ھ - ۱۹۴۹ھ - ۱۹۵۰ھ - ۱۹۵۱ھ - ۱۹۵۲ھ - ۱۹۵۳ھ - ۱۹۵۴ھ - ۱۹۵۵ھ - ۱۹۵۶ھ - ۱۹۵۷ھ - ۱۹۵۸ھ - ۱۹۵۹ھ - ۱۹۶۰ھ - ۱۹۶۱ھ - ۱۹۶۲ھ - ۱۹۶۳ھ - ۱۹۶۴ھ - ۱۹۶۵ھ - ۱۹۶۶ھ - ۱۹۶۷ھ - ۱۹۶۸ھ - ۱۹۶۹ھ - ۱۹۷۰ھ - ۱۹۷۱ھ - ۱۹۷۲ھ - ۱۹۷۳ھ - ۱۹۷۴ھ - ۱۹۷۵ھ - ۱۹۷۶ھ - ۱۹۷۷ھ - ۱۹۷۸ھ - ۱۹۷۹ھ - ۱۹۸۰ھ - ۱۹۸۱ھ - ۱۹۸۲ھ - ۱۹۸۳ھ - ۱۹۸۴ھ - ۱۹۸۵ھ - ۱۹۸۶ھ - ۱۹۸۷ھ - ۱۹۸۸ھ - ۱۹۸۹ھ - ۱۹۹۰ھ - ۱۹۹۱ھ - ۱۹۹۲ھ - ۱۹۹۳ھ - ۱۹۹۴ھ - ۱۹۹۵ھ - ۱۹۹۶ھ - ۱۹۹۷ھ - ۱۹۹۸ھ - ۱۹۹۹ھ - ۲۰۰۰ھ - ۲۰۰۱ھ - ۲۰۰۲ھ - ۲۰۰۳ھ - ۲۰۰۴ھ - ۲۰۰۵ھ - ۲۰۰۶ھ - ۲۰۰۷ھ - ۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ - ۲۰۱۱ھ - ۲۰۱۲ھ - ۲۰۱۳ھ - ۲۰۱۴ھ - ۲۰۱۵ھ - ۲۰۱۶ھ - ۲۰۱۷ھ - ۲۰۱۸ھ - ۲۰۱۹ھ - ۲۰۲۰ھ - ۲۰۲۱ھ - ۲۰۲۲ھ - ۲۰۲۳ھ - ۲۰۲۴ھ - ۲۰۲۵ھ - ۲۰۲۶ھ - ۲۰۲۷ھ - ۲۰۲۸ھ - ۲۰۲۹ھ - ۲۰۳۰ھ - ۲۰۳۱ھ - ۲۰۳۲ھ - ۲۰۳۳ھ - ۲۰۳۴ھ - ۲۰۳۵ھ - ۲۰۳۶ھ - ۲۰۳۷ھ - ۲۰۳۸ھ - ۲۰۳۹ھ - ۲۰۴۰ھ - ۲۰۴۱ھ - ۲۰۴۲ھ - ۲۰۴۳ھ - ۲۰۴۴ھ - ۲۰۴۵ھ - ۲۰۴۶ھ - ۲۰۴۷ھ - ۲۰۴۸ھ - ۲۰۴۹ھ - ۲۰۵۰ھ - ۲۰۵۱ھ - ۲۰۵۲ھ - ۲۰۵۳ھ - ۲۰۵۴ھ - ۲۰۵۵ھ - ۲۰۵۶ھ - ۲۰۵۷ھ - ۲۰۵۸ھ - ۲۰۵۹ھ - ۲۰۶۰ھ - ۲۰۶۱ھ - ۲۰۶۲ھ - ۲۰۶۳ھ - ۲۰۶۴ھ - ۲۰۶۵ھ - ۲۰۶۶ھ - ۲۰۶۷ھ - ۲۰۶۸ھ - ۲۰۶۹ھ - ۲۰۷۰ھ - ۲۰۷۱ھ - ۲۰۷۲ھ - ۲۰۷۳ھ - ۲۰۷۴ھ - ۲۰۷۵ھ - ۲۰۷۶ھ - ۲۰۷۷ھ - ۲۰۷۸ھ - ۲۰۷۹ھ - ۲۰۸۰ھ - ۲۰۸۱ھ - ۲۰۸۲ھ - ۲۰۸۳ھ - ۲۰۸۴ھ - ۲۰۸۵ھ - ۲۰۸۶ھ - ۲۰۸۷ھ - ۲۰۸۸ھ - ۲۰۸۹ھ - ۲۰۹۰ھ - ۲۰۹۱ھ - ۲۰۹۲ھ - ۲۰۹۳ھ - ۲۰۹۴ھ - ۲۰۹۵ھ - ۲۰۹۶ھ - ۲۰۹۷ھ - ۲۰۹۸ھ - ۲۰۹۹ھ - ۲۱۰۰ھ - ۲۱۰۱ھ - ۲۱۰۲ھ - ۲۱۰۳ھ - ۲۱۰۴ھ - ۲۱۰۵ھ - ۲۱۰۶ھ - ۲۱۰۷ھ - ۲۱۰۸ھ - ۲۱۰۹ھ - ۲۱۱۰ھ - ۲۱۱۱ھ - ۲۱۱۲ھ - ۲۱۱۳ھ - ۲۱۱۴ھ - ۲۱۱۵ھ - ۲۱۱۶ھ - ۲۱۱۷ھ - ۲۱۱۸ھ - ۲۱۱۹ھ - ۲۱۲۰ھ - ۲۱۲۱ھ - ۲۱۲۲ھ - ۲۱۲۳ھ - ۲۱۲۴ھ - ۲۱۲۵ھ - ۲۱۲۶ھ - ۲۱۲۷ھ - ۲۱۲۸ھ - ۲۱۲۹ھ - ۲۱۳۰ھ - ۲۱۳۱ھ - ۲۱۳۲ھ - ۲۱۳۳ھ - ۲۱۳۴ھ - ۲۱۳۵ھ - ۲۱۳۶ھ - ۲۱۳۷ھ - ۲۱۳۸ھ - ۲۱۳۹ھ - ۲۱۴۰ھ - ۲۱۴۱ھ - ۲۱۴۲ھ - ۲۱۴۳ھ - ۲۱۴۴ھ - ۲۱۴۵ھ - ۲۱۴۶ھ - ۲۱۴۷ھ - ۲۱۴۸ھ - ۲۱۴۹ھ - ۲۱۵۰ھ - ۲۱۵۱ھ - ۲۱۵۲ھ - ۲۱۵۳ھ - ۲۱۵۴ھ - ۲۱۵۵ھ - ۲۱۵۶ھ - ۲۱۵۷ھ - ۲۱۵۸ھ - ۲۱۵۹ھ - ۲۱۶۰ھ - ۲۱۶۱ھ - ۲۱۶۲ھ - ۲۱۶۳ھ - ۲۱۶۴ھ - ۲۱۶۵ھ - ۲۱۶۶ھ - ۲۱۶۷ھ - ۲۱۶۸ھ - ۲۱۶۹ھ - ۲۱۷۰ھ - ۲۱۷۱ھ - ۲۱۷۲ھ - ۲۱۷۳ھ - ۲۱۷۴ھ - ۲۱۷۵ھ - ۲۱۷۶ھ - ۲۱۷۷ھ - ۲۱۷۸ھ - ۲۱۷۹ھ - ۲۱۸۰ھ - ۲۱۸۱ھ - ۲۱۸۲ھ - ۲۱۸۳ھ - ۲۱۸۴ھ - ۲۱۸۵ھ - ۲۱۸۶ھ - ۲۱۸۷ھ - ۲۱۸۸ھ - ۲۱۸۹ھ - ۲۱۹۰ھ - ۲۱۹۱ھ - ۲۱۹۲ھ - ۲۱۹۳ھ - ۲۱۹۴ھ - ۲۱۹۵ھ - ۲۱۹۶ھ - ۲۱۹۷ھ - ۲۱۹۸ھ - ۲۱۹۹ھ - ۲۲۰۰ھ - ۲۲۰۱ھ - ۲۲۰۲ھ - ۲۲۰۳ھ - ۲۲۰۴ھ - ۲۲۰۵ھ - ۲۲۰۶ھ - ۲۲۰۷ھ - ۲۲۰۸ھ - ۲۲۰۹ھ - ۲۲۱۰ھ - ۲۲۱۱ھ - ۲۲۱۲ھ - ۲۲۱۳ھ - ۲۲۱۴ھ - ۲۲۱۵ھ - ۲۲۱۶ھ - ۲۲۱۷ھ - ۲۲۱۸ھ - ۲۲۱۹ھ - ۲۲۲۰ھ - ۲۲۲۱ھ - ۲۲۲۲ھ - ۲۲۲۳ھ - ۲۲۲۴ھ - ۲۲۲۵ھ - ۲۲۲۶ھ - ۲۲۲۷ھ - ۲۲۲۸ھ - ۲۲۲۹ھ - ۲۲۳۰ھ - ۲۲۳۱ھ - ۲۲۳۲ھ - ۲۲۳۳ھ - ۲۲۳۴ھ - ۲۲۳۵ھ - ۲۲۳۶ھ - ۲۲۳۷ھ - ۲۲۳۸ھ - ۲۲۳۹ھ - ۲۲۴۰ھ - ۲۲۴۱ھ - ۲۲۴۲ھ - ۲۲۴۳ھ - ۲۲۴۴ھ - ۲۲۴۵ھ - ۲۲۴۶ھ - ۲۲۴۷ھ - ۲۲۴۸ھ - ۲۲۴۹ھ - ۲۲۵۰ھ - ۲۲۵۱ھ - ۲۲۵۲ھ - ۲۲۵۳ھ - ۲۲۵۴ھ - ۲۲۵۵ھ - ۲۲۵۶ھ - ۲۲۵۷ھ - ۲۲۵۸ھ - ۲۲۵۹ھ - ۲۲۶۰ھ - ۲۲۶۱ھ - ۲۲۶۲ھ - ۲۲۶۳ھ - ۲۲۶۴ھ - ۲۲۶۵ھ - ۲۲۶۶ھ - ۲۲۶۷ھ - ۲۲۶۸ھ - ۲۲۶۹ھ - ۲۲۷۰ھ - ۲۲۷۱ھ - ۲۲۷۲ھ - ۲۲۷۳ھ - ۲۲۷۴ھ - ۲۲۷۵ھ - ۲۲۷۶ھ - ۲۲۷۷ھ - ۲۲۷۸ھ - ۲۲۷۹ھ - ۲۲۸۰ھ - ۲۲۸۱ھ - ۲۲۸۲ھ - ۲۲۸۳ھ - ۲۲۸۴ھ - ۲۲۸۵ھ - ۲۲۸۶ھ - ۲۲۸۷ھ - ۲۲۸۸ھ - ۲۲۸۹ھ - ۲۲۹۰ھ - ۲۲۹۱ھ - ۲۲۹۲ھ - ۲۲۹۳ھ - ۲۲۹۴ھ - ۲۲۹۵ھ - ۲۲۹۶ھ - ۲۲۹۷ھ - ۲۲۹۸ھ - ۲۲۹۹ھ - ۲۳۰۰ھ - ۲۳۰۱ھ - ۲۳۰۲ھ - ۲۳۰۳ھ - ۲۳۰۴ھ - ۲۳۰۵ھ - ۲۳۰۶ھ - ۲۳۰۷ھ - ۲۳۰۸ھ - ۲۳۰۹ھ - ۲۳۱۰ھ - ۲۳۱۱ھ - ۲۳۱۲ھ - ۲۳۱۳ھ - ۲۳۱۴ھ - ۲۳۱۵ھ - ۲۳۱۶ھ - ۲۳۱۷ھ - ۲۳۱۸ھ - ۲۳۱۹ھ - ۲۳۲۰ھ - ۲۳۲۱ھ - ۲۳۲۲ھ - ۲۳۲۳ھ - ۲۳۲۴ھ - ۲۳۲۵ھ - ۲۳۲۶ھ - ۲۳۲۷ھ - ۲۳۲۸ھ - ۲۳۲۹ھ - ۲۳۳۰ھ - ۲۳۳۱ھ - ۲۳۳۲ھ - ۲۳۳۳ھ - ۲۳۳۴ھ - ۲۳۳۵ھ - ۲۳۳۶ھ - ۲۳۳۷ھ - ۲۳۳۸ھ - ۲۳۳۹ھ - ۲۳۴۰ھ - ۲۳۴۱ھ - ۲۳۴۲ھ - ۲۳۴۳ھ - ۲۳۴۴ھ - ۲۳۴۵ھ - ۲۳۴۶ھ - ۲۳۴۷ھ - ۲۳۴۸ھ - ۲۳۴۹ھ - ۲۳۵۰ھ - ۲۳۵۱ھ - ۲۳۵۲ھ - ۲۳۵۳ھ - ۲۳۵۴ھ - ۲۳۵۵ھ - ۲۳۵۶ھ - ۲۳۵۷ھ - ۲۳۵۸ھ - ۲۳۵۹ھ - ۲۳۶۰ھ - ۲۳۶۱ھ - ۲۳۶۲ھ - ۲۳۶۳ھ - ۲۳۶۴ھ - ۲۳۶۵ھ - ۲۳۶۶ھ - ۲۳۶۷ھ - ۲۳۶۸ھ - ۲۳۶۹ھ - ۲۳۷۰ھ - ۲۳۷۱ھ - ۲۳۷۲ھ - ۲۳۷۳ھ - ۲۳۷۴ھ - ۲۳۷۵ھ - ۲۳۷۶ھ - ۲۳۷۷ھ - ۲۳۷۸ھ - ۲۳۷۹ھ - ۲۳۸۰ھ - ۲۳۸۱ھ - ۲۳۸۲ھ - ۲۳۸۳ھ - ۲۳۸۴ھ - ۲۳۸۵ھ - ۲۳۸۶ھ - ۲۳۸۷ھ - ۲۳۸۸ھ - ۲۳۸۹ھ - ۲۳۹۰ھ - ۲۳۹۱ھ - ۲۳۹۲ھ - ۲۳۹۳ھ - ۲۳۹۴ھ - ۲۳۹۵ھ - ۲۳۹۶ھ - ۲۳۹۷ھ - ۲۳۹۸ھ - ۲۳۹۹ھ - ۲۴۰۰ھ - ۲۴۰۱ھ - ۲۴۰۲ھ - ۲۴۰۳ھ - ۲۴۰۴ھ - ۲۴۰۵ھ - ۲۴۰۶ھ - ۲۴۰۷ھ - ۲۴۰۸ھ - ۲۴۰۹ھ - ۲۴۱۰ھ - ۲۴۱۱ھ - ۲۴۱۲ھ - ۲۴۱۳ھ - ۲۴۱۴ھ - ۲۴۱۵ھ - ۲۴۱۶ھ - ۲۴۱۷ھ - ۲۴۱۸ھ - ۲۴۱۹ھ - ۲۴۲۰ھ - ۲۴۲۱ھ - ۲۴۲۲ھ - ۲۴۲۳ھ - ۲۴۲۴ھ - ۲۴۲۵ھ - ۲۴۲۶ھ - ۲۴۲۷ھ - ۲۴۲۸ھ - ۲۴۲۹ھ - ۲۴۳۰ھ - ۲۴۳۱ھ - ۲۴۳۲ھ - ۲۴۳۳ھ - ۲

کائنات جس کو کہہ لیا گیا ان معانی میں حدیث کے کون کون سے پہلوؤں پر بحث لائے گئے ہیں، یہ
 لیکن ان قدر کے دور قلم کا نتیجہ ہیں، اور ان میں کسی کیسے مختلف رجحانات و لطایف رکھے والوں کی
 شمولیت ہے، ان باتوں کا اندازہ لگائے کے لیے معانی کے متنوع معومات اور موصول لگاؤں
 کی اہمیت ملاحظہ فرمائیے۔

ادب میں حدیث کا مہموم، "ذوال احمد سرور" ادیب کی العزادیت اور عصری رجحانات (سید
 اسام حسین) "ادب اور عوام" (رستید احمد صدیقی) "ترسیل کی ناکامی کا المیہ" (شمس الرحمن ماروقی)
 "ادب و ترقی" (مظفر علی سید) "یہ بالو کیسی کیوں" (ڈاکٹر محمد قیس) "نور معذرت کے" (دائیس ماگی) "حدیث"
 (قاسم سلیم) "یرائے سوالات سے نکات" "دائیس سید" "حط تقیم اور حط معنی کی شاعری" (دراغ کول)
 "نئی شاعری کی حط و ولاری" (سردار جمعی) "شعر گوئی اور نکات قتل ہے" (دائیس محمد) "حدیث تعلق (الہ)
 سکادم" ادیب اور اس کی دست و پاؤں" (سید سیم احمد) "علامہ اور سیا حلیقی تصور" (صدیق ارباب) "معا
 اور عیار" (ذوالعمر سید) "ہمارا عصری ادب اور اس کے مسائل و مباحث (سید سعید) "ادب کا آدمی" (نثار سکا)
 "الہ باری الخ" (لطیف صدیقی) "ادب کا سبیل اور شریک لائٹ" (مصور قیس) "ادب اور حقیقت"
 (الہ اعظم) "نقطوں کی ریز" (محمد علی صدیقی) "ادب میں الماع کا تصور" (اعمال ماروقی) "حدیث علاقاہ
 (دس) (و شیعہ عاوید) "ادب میں محاشی و احتساب" (گوپال شیل) "ٹپس کی جیا جیا سیر" (دس صوم
 "نئی پودا اس کیوں" (سید کرشن) "حدیث شاعری تپس جالے" (دولب داتس) "کچھ شاعری کی ریاں
 کے نامے میں" (سید کانت مہا اتر) "نئی شاعری اور نئے شاعر" (دائیس امام) "حدیث ادب کا تنہا آدمی
 (سردار حیات حسین) محمد حسن شمس الرحمن ماروقی) تحقیق اور تنقید" (دائیس خالیب) "افق دامت کا
 "نور" (کرشن چند) اردو ادب کے تیس دور" (ڈاکٹر دیر آغا) حدیث اردو ادب (دائیس) "اردو ادب کے
 ادب کی حمایت میں" (عقیق جمعی) "النائیہ کی جدایہ خصوصیات" (سید محمد حسین) اردو ادب کے
 کے نامی" (ذوالعمر عظیم)۔

مقدم میں سے ادب ۱۹ اور نئی عربی و علم برائے اشارہ تحریری معانی اور ان کے حلقوں اور حدیث
 ماروقی برائیک سمیورم کے ترکا کے نام دیکھ کے مطابق ہیں
 "اردو میں علامتی اور تحریری ادب" (گوپال چند بارگ) "حدیث ادب کے
 انشان (تجربہ) وہی سوز و دل وید راس اردو ادب کے ایک ماسرہ" (دینعلی الہی)
 "ادب کے نئے افق" (رستید احمد) ہم لوگ عرب پیاسے سے ادب نگار" (ذوالعمر) "حدیث ادب
 ادب کے حرکات" (سید سید) "حدیث ادب میں حدیث میلان" (محمد واد) "مختصر ادب"
 "الزلمات اور خوات" (سید سیم اتر) "نمڈے میں خوب" (سید پرکاش)۔

اب تو جیسے حدیث کا رجحان پچھلے تمام رجحانات پر حاوی اگر ہر صنف ادب کی رنگ و بے میں حریت کر چکا ہے اور علم و فن اور تہذیب و ثقافت کے ہر شعبے میں ایسے وجود کی اہمیت تسلیم کر چکا ہے لیکن اصولوں کو آج تک ایسی کوئی جامع کتاب شائع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی جو حدیث کے تمام پہلوؤں کا تحریر کر کے اس کی تفہیم و تحریے میں مکمل طور سے معاون ثابت ہو سکے جو مجھے اس مقالے کی تکمیل کے دوران حدیث کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں مظهر حق کی حدید شاعری کا تحریر کرنے کے لیے سیکڑوں رسائل کی درق گردانی کرنی پڑی اگر حدیث تفہیم و تحریہ (استدہای سے) میرے سامنے ہوتی تو بہت سی کتابیں اور رسائل لکھ گالے کی گنت نہ آتی۔

آج سے سو لاکھ سال پہلے مظهر حق نے یہ کتاب ترتیب دی تھی اور اسی وقت اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے لکھا تھا :

”گدستہ دس بارہ سال کے دوران اردو ادب میں حدیث کا محور حوالہ پیدا ہوا ہے وہ اس سرپر پہنچ گیا ہے کہ امام علیہ السلام (علی گڑھ) اور کئی دوسری دانش گاہوں نے ایم۔ اے (اردو) کے نصاب میں حدیث شاعری کو بھی شامل کر لیا ہے اور دوسری یونیورسٹیوں میں بھی نئے ادب کو نصاب میں شامل کرنے کے بارے میں غور کیا جا رہا ہے اس طرح ایک طرف تو اردو ادب کے طالب علموں کے لیے حدیث اور اس سے متعلق ادب کو مختلف راہوں سے پرکھا اور سمجھا ضروری ہو گیا ہے اور دوسری طرف اردو کے عام قاری کے لیے بھی ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو ہم عصر ادب کے اہم تفہیم میں اس کی معاونت کر سکے اور نئے شاعروں کے مجموعے ہائے کلام اور نئے اصناف کے مجموعے کو کمزرت شائع ہوئے لیکن نئے ادب سے متعلق معائنات ہمد و پاک کے لئے شمار رسالوں اور ہفت روزہ، مکتوبات میں ہی محدود ہوئے رہ گئے جس تک عام طالب علموں یا قاری کی رسائی ناممکن ہیں تو نئے حدیث کا ضرور ہے نئے ادب پر معائنات کا ایک آدھ مجموعہ شائع بھی ہوا تو وہ کسی ایک مخصوص نفاذ کے افکار کی ترجمانی کرتا ہے جس کی ضرورت ایک ایسے مجموعے کی تھی جس میں حدیث کے ہر زاویہ پر مختلف نقطہ ہائے نگاہ کے حامل مآخذ میں کے معائنات شامل ہوں تاکہ سارے پہلوؤں سے دستاویز ہو کر طالب علم اسی ذاتی رائے پر آسانی قائم کر سکے یہ سطر کتاب انہیں ضرورتوں کو مد نظر رکھے ہوئے ترتیب دی گئی ہے“

مذکورہ بالا ضروریات کے پیش نظر مظهر حق نے حدیث کے مختلف پہلوؤں کو احاطہ کرنے کے لیے ہمد و پاک کے سیکڑوں رسائل میں کچھ حصے اردو کے امور مآخذ میں کے تنقیدی قاریوں کو

۱۔ کچھ اس کتاب کے بارے میں (پیش لفظ) حدیث تحریہ تفہیم مظهر حق ص ۹۔

(۵) جدیدیت، تجزیہ و تفہیم :-

اس کتاب کا عنوان ہی اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں ہندو ایک کے تقریباً تمام اصل کے اور مختلف مکاتیب فکر اور نقطہ نظر کے نگاہ کے حامل ۷۲ رگریہادیوں اور تعدادوں کے مختلف المبات معامین شامل ہیں ان معامین میں جدید ادب پر لطریاتی ماحیت میں اور اس کی رد و ترقی کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے اس موضوع کے تحت ہونے والے سمپوزیم تمام صحت میں پرستل نظر آتی معامین اور ہندو ایک میں ال اصحاب میں تخلیق کردہ ادب پر لکھے والوں کے ہمارے بھی شامل ہیں۔

مطرحہ جس نے یہ کتاب ایسے قیام بھوبال کے دوران ۱۹۶۶ء میں ترتیب دے کر لیسیم مک ڈونلڈ کوٹھ کو رائے انصاف پیسج دی تھی۔ ہمارے ریلٹر کو کیا دستواریاں دہشتیں تھیں کہ میدہ سورہ سال سے ایہ کتاب ایہر کا مدہ ہوتی رہی اور مشکل تمام آدھی اور پوری کتاب ۱۹۸۵ء میں شائع ہو سکی اس کی صماست ۶۸ معام اور قیمت یکا ش روپیہ ہے ہاٹر لکھنؤ کالیم مک ڈونلڈ ہے

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ۱۔ تفہیم ۲۔ تجزیہ
پہلے حصے میں جدیدیت کی تفہیم کے لئے نئے ادب میں تقریباً تمام مرقہ اصاف مثلاً جدید اصارہ احدیدہ نرل و لطم اول و ڈولر اور تری لطم کے علاوہ جدید تحقیق و مقیدہ بر متا ہر اہل قلم کے ۴۴ توضیحی معامین شامل ہیں دوسرا حصہ جدید اصارے، جدید نرل اور جدید لطم کے مختلف پہلوؤں سے متعلق علمی و علمی و تقریاتی معامین پر مشتمل ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف جدیدیت کی تائید و حمایت میں یکطرفہ نوعیت کی ہی کے معامین شامل نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ کچھ معامین ایسے بھی ہیں جو جدیدیت کی نفی کرتے ہیں اس طرح جدیدیت کا ایک متوازن تحریر کرتے ہیں یہ کتاب ایک مخصوص اہمیت کی حامل ہے انتخاب معامین کے بارے میں مطرحہ جس نے اس کتاب کے دیباچے میں رقمطراز ہیں
یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایسے تمام معامین (خواہ وہ جدیدیت کے حق میں ہوں یا اس کے خلاف حاتمے ہوں) اس کتاب میں جمع کر دیے جائیں جو ادب کے کسی اہم مکتب خیال کی ترجمانی کرتے ہوں یا ادبی فکر ادبی اہمیت کے حامل ہوں بعض معامین نوعیت کے اعتبار سے حصہ اول کی جملے حصہ دوم میں یا حصہ دوم کی جملہ حصہ اول میں بھی رکھے جاسکتے ہیں ان کے سلسلے میں تفہیم و تجزیہ کے تناسب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ ۱

اور من (مور لکھوی)، ۴۔ شاد عاری کا من (برو میر اختر العاری) ۵۔ شاد عاری کی العرادی (میر
آل احمد سرور)، ۶۔ نزوع لکھوی اور امیر گری (حلیل الرحمن اعظمی)، ۷۔ تمصیب اور من کا آئینہ
برو میر سلیم اختر)، ۸۔ شاد ایک مطالعہ (مراجہ کول)، ۹۔ ایک مسعودی (میر گار مرل گون برو میر فرہاں
میں پوری)، ۱۰۔ شاد کی شاعرانہ العرادی (کوثر ہاشمی)، ۱۱۔ مکاتیب شاد عاری (برو میر عبد القوی دسوی)
۱۲۔ شاد بحیثیت نظم نگار (ڈاکٹر عبد اللہ ورد)، ۱۳۔ شاد عاری کی نظمیں (احمد القاری)، ۱۴۔ شاد عاری
حاکم (ایم پاشا)، ۱۵۔ لڈن ماحول (ظاہرہ اختر)۔

ان مصائب کے علاوہ دوسرے حصے میں اردو دنیا کے حسب ذیل ممتاز اور اہم اور ایہول اور
نقادوں کے شاد عاری کے من اور ان کی شخصیت پر تاثرات شامل ہیں،
برو میر رستید احمد مدنی، برو میر احتشام حسین، شمس الرحمن خاں، ڈاکٹر حنیف نوق
ڈاکٹر حنیف احم، نجم آقندی، رئیس احمد بڑی، میکش اکرا آبادی، ڈاکٹر وہاب اشرفی، نواب مرتضیٰ علی خان
مہدی نظم، سجاد ظہیر، حبیب احمد، ڈاکٹر نور الحسن، قاضی سلیم، ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر محسن
رمضان القوی داہی۔

”ایک تھا شاعر“ میں شاد عاری کے ۱۵۸ مکاتیب شامل کرتے ہوئے مطہر حسینی شاد کے ہر اردو
خطوط کا قیاس طائر کیا تھا مطہر حسینی کو اس کے بعد کچھ اور اہم مکاتیب شاد دستیاب ہوئے ان میں یادگار
شاد، کے تیسرے باب مکتوبات شاد میں شریک کیا گیا ہے جس لوگوں کے لیے شاد عاری کے یہ خطوط
لکھے ہیں ان کے نام اس طرح ہیں

اکرم علی خان عرشی راہ، احمد جمال پاشا، برکیہ رام پوری، حبیب سارودوی، حنیف رائے،
حلیل الرحمن اعظمی، رستید احمد خاں، ط العاری، عرش مسیانی، علی حماد عاسی، نعا کوثری، کمال ہاشمی
محمد ارشاد محمود ایاز، مطہر حسینی، اختر تریلوی اور یوسف علی خاں۔

یادگار شاد“ شاد عاری کے من اور شخصیت کے کچھ مجموعی گوشوں کو اجاگر کرنے میں یہ معارف
نامت ہوگی اور اس کی اشاعت اردو ادب کے دھیرے میں امانے کا باعث ہوگی۔ مطہر حسینی کی مرتب
کردہ شاد عاری کے سلسلے کی ان چھ کتابوں اور اس سے قبل دوسرے اداروں کی شائع کردہ چند کتابوں
کے علاوہ شاد عاری کی نظموں کے تین مجموعے ”امیر گری“، ”ماحول“ اور ”رنگارنگ“ پاکستان کے
ممتاز اشاعتی اداروں کے لیے مطہر حسینی نے مرتب کیے حوثا یہ شائع ہو چکے ہیں لیکن میری رسانی ان کتاب
ہیں ہو سکی

۱۹۹۶ء کے آس پاس اردو ادب میں ایک اور نئے رحمان نے ای حش مصطفیٰ

مقرر جمعی کے کام کی اہمیت اس سے کہیں کہ اس نے شاد عارفی کا کلام کلیات کی تسکین میں نتائج کر کے لکھا۔ جس میں اس سے ہے کہ اس نے صرف ڈیڑھ سال کے مختصر دور پر تباہ گردی میں شاد عارفی کے لکھنے والے حصوں اور انداز طرز کو دیکھ کر اچھے دھنگ سے محسوس کر لیا۔ حالانکہ یہ کام ہم راہپرو والوں کے لئے کام ہے۔ لیکن اب اس کو کیا کیا جانے کہ اس سلسلے میں بھی مقرر جمعی ہم سے آگے ٹھہر گیا۔ اس کے کام سے انکار کر کے کا مطلب یہ لیا جانے لگا کہ ہم نے ایسے یہاں کے ایک عظیم معرودہ کا سر سے رد کر دیا جس میں دینی سرتی اور آج بھی حب اس کے شاعرانہ مرتے کا تعین دوسرے کر رہے ہیں تو ہم اسے لوگوں کے کام کی اہمیت کو گھٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

دیباچہ کو کھلی بالاعانی کہیے ہر محور ہوگی اور ہمارا شمار انکھوں والوں کی سمائے اندھوں

من کیا جانے تھانے

یادگار شاد

”ایک تھانے اور ترو و لکھتہ پیش کرتے ہوئے مقرر جمعی نے اعلان کیا تھا کہ وہ آئندہ بھی اپنا وقت شاد عارفی کے سلسلے میں کچھ کچھ پیش کرتے رہیں گے لہذا اس کے بعد انھوں نے ”توحی قریر“ شاد عارفی کی مر لیں اور کلیات شاد عارفی ”پیش کیں اس دور میں شاد عارفی کی شخصیت اور اس کے لکھنے والے اہم کار کے لئے مختلف ماحول میں تکرار کے ساتھ شاد عارفی کے کچھ مکتوبات لکھ کر ان کے لئے ایک اور کتاب ”یادگار شاد“ بھی مرتب کی یہ کتاب ”ایک تھانے اور ترو و لکھتہ“ کے لکھنے والے سلسلہ شاد عارفی کی اس سے قبل پیش کردہ پانچ کتابوں کے دور آئندہ ہی یہ کتاب بھی مطبعہ پر آئے گی۔ لیکن ملت سرچا تے ہیں کہ شاد صاحب کی یہ لکھ دیکھتے بہت سی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ اس لیے یہ مجموعہ کچھ وقت کے بعد کتاب ”دردی“ کے نام سے شکر کی تسکین میں پیش کیا جائے۔“

- شاد عارفی نے یہ مجموعہ کچھ وقت کے بعد کتاب ”دردی“ کے نام سے شکر کی تسکین میں پیش کیا جائے۔“
- ۱۔ من اور شخصیت ۲۔ ترات ۳۔ مکتوبات شاد
- ۴۔ اس کتاب کی اہمیت اور مادیت کا اندازہ اس کے قلمی مواد میں کے امون اور معانی کے
- مکتوبات میں سے لگایا جاسکتا ہے من اور شخصیت پر معانی اس کتاب میں شامل ہیں وہ کی بہت
- مستدل ہے
- ۱۔ ایک تھانے اور ترو و لکھتہ (۲)۔ ایک خود شمس شاعر و مآثر احمد دہلوی (۳)۔ شاد عارفی

۱۔ ایک تھانے اور ترو و لکھتہ (۲)۔ ایک خود شمس شاعر و مآثر احمد دہلوی (۳)۔ شاد عارفی

”ہم ہی وہ حضرات تھے جنہوں نے مرتب کی کتاب ”تذکرہ لدستہ“ اور ایک تھانہ ”تذکرہ“ کے مصنفات کی مزاحیہ اور ترتیب میں بڑھ چڑھ کر نقد کیا تھا بہتر یہ ہوتا کہ مذکورہ تھانوں کے بیس لفظی مباحثہ اور تباہی ہوئے کی بجائے ہر دو صحاح سے یہ مطالعہ کرتے کہ وہ ”سعیہ چاہیے“ کی طرح ایسے طوطے ہوں۔“
 نقد کلام کی جلد اور جلد اشاعت کا اہتمام بھی کریں۔“

اس اعتراض کے پس پشت دراصل پھر وہی حد درجہ کا درجہ ہے کہ مطبعہ جمعیت نے یہ کارنامے اٹھانے کر رام پور کے ارباب قلم کے دیئے ادب میں مطعون ہونے کے اسباب کیوں پیدا کیے۔
 اگر علی حال اپنے اس طویل تمعرہ میں لفظوں اور قطعات کے پس مسطور اور غریبوں کی تائید اشاعت کی کسی کی شکایت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

”شاد عاری کے تھانوں کو“ ”ریگے رام کی موت“ ”اور ان ادیبوں کے مکتوبوں میں“ وغیرہ لفظوں کا رمانہ بطور معلوم ہو تو شاد عاری کے مزاح کا صحیح تحریر نہیں کر سکتا“ ”ذمہ داری کے شاہی مادل کے خلاف کھڑے“ ”سب نکلیں ۱۹۵۳ء کے لکھنے کی ہیں“ ”حال کی ریاست اور اقتدار ختم ہونے کئی سال ہو چکے تھے اسی طرح“ ”چلو رمل رہا ہے“ ”جیسی تیر و تہ لکھنے والے کی اس احتیاط کا کسی پڑھنے والے کو علم ہوا چاہیے کہ“ ”لظم میں مذکورہ واقعات و حوادث سے متعلق احوالات کے تراشے شاعر نے معصوم رکھے تھے تاکہ لوقہ شرم و سحر میں اور کام آئیں“ ”حواسی کا یہ کام دستوراً ضرور ہے مگر وہ لفظ الحروف سے دریافت فرمائیے“ ”تو بڑی حد تک ایسے مسطور خارج ہو جاتا جس دوسرے مقامی حضرات بھی ان کی مدد کر سکتے تھے اگر مرتبہ علی گڑھ اور رام پور کی لائبریری میں دو تیس ہفتے گزار لیتے تو ایسے بہت سے رسائل ایسے میسر آ سکتے“ ”مس نک ان کی رسائی ابھی نہیں ہوئی۔“

عرشی راوہ کے اس تمعرے میں ایک وقت دو حد درجہ کا درجہ دکھائی دیتے ہیں ایک تو مطبعہ جمعیت اس لائق کارنامے کو واقعہ ٹھہرا دوسرے شاد عاری کو قلعیدہ گوا اور حوتامی نامت کر کے ان کی تصنیف کو مسج کہنے کی صورت کو مستحسن قرار دے واقعہ یہ ہے کہ ”کلیات شاد عاری“ ”یہ اگر علی حال کا یہی مصنف ہے۔“ ”جو داں کے لیے آئینہ عمرت ہے“ ”مس لوگوں نے مطبعہ جمعیت کی مرتب کردہ شاد عاری کے سلسلے کی پانچویں کتاب میں“ ”شاد صاحب پر مطبعہ جمعیت کے مختلف معامیں“ ”احادیث میں جاری کردہ ان کے بے شمار اسناد“ ”واعلامات“ ”یہ وہ تمام عترتوں کے حقائق سے محروم کر شاد عاری کے تخلیقی سرمایے کے حصول کے سلسلے میں مطبعہ جمعیت کے ساتھ راہپور والوں اور بالخصوص عرشی گروپ کا رویہ کس قدر تکلیف دہ“ ”رہا عرشی راوہ کے زیر بحث تمعرہ پر مطبعہ جمعیت کے وصاحتی ممبروں“ ”کلیات شاد عاری“ ”چند وصاحتی

لکھا ہے کہ راقم الحروف نے ۱۹۹۴ء سے آج تک اس اصحاب کو مسلسل خطوط لکھ کر بددلت
 کی اور دوسرے حاکم ملٹی ہوا لکھیں کسی قسم کا تقاضا نہیں ملا قلمی یا مسموں کی نقل تو درگزر نہیں دیکھے
 انوکھی بھی نہیں دیا گیا "تزویر لکھتے" توحی تحریر اور تاد عاری کی عربیوں کے لیے مواد حاصل
 لکھتے ہیں راقم الحروف کو سالہ دس رسوں تک مسلسل اس رسالوں کی درجہ گردانی کرنی پڑی، جس کا
 سلسلہ ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۶ء تک پھیلا ہوا ہے۔" ۱۷

العربی تاد عاری کے انتقال کے گیارہ سال بعد ۱۹۸۵ء میں مطفر قسیمی کی اس سلسلے کی پانچویں کتاب
 "کلیات تاد عاری" مطر عام پر آگئی تاد صاحب کی زندگی میں یہی اس کے انتقال کے بعد بھی تیار
 کیا گیا دوسرے ارباب قلم نے جس میں میٹر تاد صاحب کے شاگرد ہیں اور بقول مطفر قسیمی جس کے
 ان تاد عاری کا معتد پر مطر عام موصوفہ، سوائے اس کی نظموں کے ایک مختصر سے مجموعے "سیدہ جاییہ"
 یہی سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں کی اور "خود کریں" اور "لوگوں کو کرے دیں" کی مصداق حسب مطفر قسیمی
 تاد عاری کی رسوں کی محنت کے بعد باوقار ادارہ میں "کلیات تاد عاری" مرتب کر کے مطر عام پر لانے
 کا ارادہ کیا ہے کہ انہیں داد و ستاد انس سے نوازا جاتا اور اپنے وطن کے ایک عصر ساز شاعر کے سلسلے میں ان
 کا شمار کاغذوں کے لیے انہیں ہدیہ تشکر پیش کیا جاتا، ماحضوں کا طومار باندھا گیا اس معاملے میں کمری
 اور (شکادہ) بیتیں پیش دکھائی دیتے ہیں۔ عربی راہ دے صرف یہ کہ کلیات تاد عاری پر رسمی ادارہ
 میں حاصل کیا گیا پس پردہ وہ کہ پر بصیر رحم الدین نقوی بشارت عروضا، شبیر علی حان تکیب وغیرہ اپنے
 حلقہ کاروں سے بھی "کلیات تاد عاری" پر محامد مصلحت لکھوا کر معروفہ عام پہلو برآمد کرانے کی کوششیں
 کی ہیں۔

کمری حان ارشی راہ دے کلیات تاد عاری پر ایک نظر کے عنوان سے لیے مضمون میں کمر اورا دے
 "کہ ان کے سوا کسی "کلیات تاد عاری" جیسے کارنامے کو مطفر قسیمی کی ناقص کوشش قرار دیا لکھتے ہیں۔
 یہ فرد اس مضمون میں کلیات فرد ہے کہ عقلا کلام مرتب کو مل سکا وہ سب کا سب یک جا ہو گیا
 لکھ جیسا کہ خود مرتب کو بھی اعتراف ہے ابھی کلام کی معتد نقد ایسی ہے جس تک ابھی رسائی نہیں
 مگر میرا لکھنے میں یہ نقد آتا ہے کہ کلیات کے حدود کی صورت میں مرتب ہو سکتی ہے" ۱۸
 صورت میں آزاد اور سلطان اسراف کی عدم معاونت پر مطفر قسیمی کی تسکایت کے حوالے میں
 لکھا کا شور ہے کہ

۱۷۔ مطفر قسیمی: کلیات تاد عاری، ص ۱۷

۱۸۔ کلیات تاد عاری، پر ایک نظر، کمری حان، اردو، ہمارے اردو، ص ۱۱۱

کے بعد بھی مظہر جمعی نے مختلف درجے سے تادعاری کی کچھ اور شعری تخلیقات کو یکجا کیا اور ان حکومت ہند کے وزارت تعلیمات و سماجی بہبود و تنصیف و ثقافت کے مالی استرک سے فیصلہ ایکٹ می سی دہلی کے ریٹرن ہما اور ج ۱۹۷۵ میں کلیات تادعاری مطر مام برائے گئی ڈیمائی سائرس کے ۲۸ صفحات کی اس قیمہ کلیات کا انساب مظہر جمعی نے اپنے والدین کے نام کیا ہے۔ انہوں نے اس پر ایک طویل و مسطور مقدمے کی سماعت پر مختصر تاروف لکھ کر انکشاف کیا جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں

”قاعدہ یہ ہے کہ کلیات کے ساتھ ایک مسطور مقدمے میں متعلقہ مصنف کی شخصیت، سوانح اور ادبی پر معطر گفتگو کی جاتی ہے۔ لیکن راقم الحروف کا تحقیقی مقالہ تادعاری شخصیت اور ”عقرب“ ہی ایک کدو ہے اور اسے سے نتائج ہو رہے ہیں اس لیے انہیں باتوں کے اعادے سے موقوف و کتاب کی صفاست اور قیمت میں اضافے کو مناسب نہیں سمجھا گیا۔“

”کلیات تادعاری“ میں مارچ ۱۹۷۵ تک مظہر کو دستیاب ہوئے والا تادعاری کا تمام شعری سرمایہ شامل ہے جو ۲۶ سطروں ۱۱۸ سطروں اور ۹۳ قطعات و رباعیات پر مشتمل ہے کلیات کو اسی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتدائی سولہ صفحات پر کتاب کے بارے میں انساب و انساب و انساب کے علاوہ صفحہ ۱۹۹ پر لیا ب صفحہ ۲۱ تا ۲۸۸ سطریں اور صفحہ ۲۲۹ تا ۲۴۱ رباعیات و قطعات شامل ہیں سطروں کے ساتھ آل احمد سرور اور سطروں کے ساتھ حلیل الرحمن اعظمی کے معانی میں سے مختصر اقتباس شامل ہیں سطروں کے اب کے احصاء پر ۱۹۱ تا ۱۹۹ تادعاری صاحب کے شعری استعارات کیے گئے ہیں۔ مظہر جمعی اب بھی دلائل کی بدست میں کلیات تادعاری میں شامل تخلیقات کو تادعاری کا کلیہ شعری سرمایہ قرار نہیں دیتے ان کا خیال ہے کہ جیسا کہ سیتا لیس برس تک مسلسل اور بے تکان لکھے اور چھپے والے تادعاری کا تخلیقی سرمایہ اس سے گنی گنا زیادہ ہوا چاہیے جو لوحہ مسلسل تلاش و جستجو کا خود مکمل طور سے دستیاب ہو سکا البتہ مزید کچھ دستیاب ہونے کے امکانات سے وہ بالواسطہ ہیں البتہ ”کلیات تادعاری“ کی اشاعت کے بعد تادعاری غیر مطبوعہ تخلیقات کے حصول کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہیں یہ تخلیقات گاہے لگا بے دستیاب بھی ہو رہی ہیں جنہیں صحت موقع پر ”کلیات تادعاری“ کے اگلے ایڈیشن میں اضافہ کے ساتھ پیش کرے گا وہ اظہار کر چکے ہیں موجودہ تخلیقات کی دستیابی کے سلسلے میں ایسی مسلسل کاوتوں اور متعلقین تادعاری کی سرورہری کا ذکر کرتے ہوئے مظہر جمعی لکھتے ہیں

”میں لوگوں کے پاس ان کی قلمی یا مین معوط ہیں وہ معلوم مصنفین کی مایہ ہیں نتائج

اپنے طبع کو مال و ہول کا گراں آدھاری کے سلسلے میں وفاقاً اپنی خدمت میں آئندہ بھی کچھ بیت لکھوں۔

لہذا سوز و گداز کے بعد آدھاری کے سلسلے کی مرید تین کتابیں دیئے ادب کے سامنے پیش کر کے 'ہول' نے اپنے اس کو سزا دے کر دیکھایا۔

مطرحی کی مرتب کردہ سلسلہ آدھاری کی اس تیسری کتاب میں شادھاری کی شوخی تحریر ۹۵ نظیوں اور ۲۹ قطعات شامل ہیں یہ مجموعہ ہمیں مک ڈولو لکھنؤ کے زیر اہتمام لکھنؤ میں مطبعہ ام پر آیا کتاب میں شامل مطرحی کے "دولعظ" میں اس مجموعے کا نام "یا سماح" ہے۔ مقدمہ کے صفحات چھپ جانے کے بعد مطرحی نے ان نظموں کی رجسٹرنگی اور طبعیہ مزاح کی ہمت سے اس کا نام "شوخی تحریر" رکھنے کا فیصلہ کیا جسے وہ خود اپنے شعری مجموعے "مرید نامہ" کے زیر نظر کر چکے تھے اس مجموعے میں بیشتر وہ نظیوں ہیں جو رامپور سے شائع شدہ (۱۹۴۶ء) "سماح" میں شامل ہیں۔

شادھاری کی عربیوں مطرحی کے مرتب کردہ اس مجموعے میں شادھاری کی ۱۱۶ عربیوں اور ۴۴ متفرق اشارت شامل ہیں اس مجموعہ کا ایک دلچسپ پہلو ڈاکٹر وحسین احمد کا افسانہ ہے جو شادھاری کے کثر مالیں میں سے یہ مجموعہ مکتبہ شاہراہ دہلی کے زیر اہتمام ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ ان اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ مکتبہ شاہراہ "میں آگ لگ جانے کی وجہ سے شادھاری کی عربیوں کا پورا مجموعہ ضائع ہو گیا تھا اور اس کتاب کی اردو ترتیب و تدوین میں مرتبہ کو دو لکھائی پڑی تھی۔

مطرحی نے رسول کی گدو کاوش اور تلاش و جستجو کے بعد شادھاری کیلیات شادھاری کی عربیوں، نظیوں، قطعات، ارماعیات اور متفرق شعری تخلیقات میں ان کمکات کا سراپہ لکھا کیا اسے حسب گمانتیں "شروع لکھتے" "شوخی تحریر" اور شادھاری کے دیگر مجموعوں کے دیئے مطبعہ ام پر لاتے رہے۔ ان تینوں کتابوں میں شادھاری کی شعری و سحری تخلیقات کی حالت میں ایک دوسرے میں گٹھ بڑھ کر رہ گئی تھیں علاوہ اردو ان کے ترقی اردو کے زیر اہتمام شادھاری "مسلحان اترو" کے مرتب کردہ مجموعے "سیدہ چاہیہ" "رید احمد مال مجھ" "مردہ مجموعہ" "سماح" یا ادارہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہونے والے نظموں کے اشعار ادبی تحریر

۱۔ بکواسی مجموعہ کے بارے میں مطرحی شروع لکھتے، ص ۱۰، ۸
۲۔ شروع لکھنے کے تفسیق مقالات، ایک حارہ، پرومیر و لاہور، مد ستاد، مکتبہ سیدہ، ۱۹۷۴ء ص ۳۵

اں میں صرف صمو ۲۲۸ پر ایک ماکمل نزل کے تین استعار ہیں جن کے ساتھ مطہر صبی کا لوٹا ہے
 ۱. ایتمادہ استعار کو شش کے اوجود لازم ہو سکے۔ مطہر صبی
 اتنی تمام عریں مکمل ہیں پہلی نزل (صمو ۲۲۱) کے آخری شعراور مقطع کے بارے میں ہاتھ ہیں:
 مطہر صبی نے لکھا ہے

”ایک اور جگہ بھی شعراور مقطع بالترتیب یوں کہے گئے ہیں

دراپہ کے نو دیکھو سواد مسلک تم اس سر پہ نہ ہاؤ کہ دوستی کم ہے
 محبت میں جو کہیں ہے رعتی اسے شاد ادھر صبی اس قدر دعاؤ کر دوستی کم ہے
 یہاں نزل میں یہ شعراور مقطع اس طرح ہیں

ہم تقاضہ ماحول بھی ضرور کا ہے تم اس سر پہ نہ ہاؤ کہ دوستی کم ہے
 یہ تارواں غلط میں کہیں گے اک دن تاد ہمیں چسرا د کھاؤ کہ دوستی کم ہے

اسی طرح کہ نزلوں میں تاد عاری نے نئی انتہادات کا حق بھی استعمال کیا ہے اور حاشیے میں ان کا اظہار بھی
 کر دیا ہے مثلاً ص ۲۱۵ کی نزل کا مقطع ہے:-

بقول تاد رسم طوبیت: کسی لعل کسی توتے ہو یارو

- ۱۔ سطق الطیر۔ ٹوٹم ارم کی طرف اشارہ ہے [تاد عاری نے
- ۲۔ غوطے کا بیج اٹھا میرے سردیک توتے ہے [تاد عاری نے

صمو ۲۱۱ کی نزل کا مطلع ہے:-

حوالی ہے دل آجائے کے دل ہیں غفلت دیہ سمجھائے کے دل ہیں

(۱)۔ غفلت و نہ تحریک قی (طوطی تر تاد عاری) یہ دو اکا میں اور قاف والے قیے کا قی ہے جس کا ذکر
 پچھلے معات پر آچکا ہے

اس کتاب کے بارے میں مطہر صبی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ کسی بھی طرح شاد عاری کا سادہ مجموعہ
 کلام ہرگز نہیں ہے یہ مجموعہ کے مشترک کلام اور معانی میں کوئی کچا کر دیے کی ایک بد معلوم کوستس ہے
 شاد عاری کے تمام مشترک اور موجود کلام کو سمیٹ کر کتابوں میں مضبوط کر دیا مطہر صبی نے ایمان
 مایا اور اس ماکمل شش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عزم کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں:

۱۔ تر و درلستہ مطہر صبی ص ۲۲۸

۲۔ کچھ ان مجموعے کے بارے میں مطہر صبی تر و درلستہ ص ۸۰-۸۱

مادہ عاری کے العرادیث پسند رحماں کی قدرت کے عین لطران کے تمقیدی و تحقیقی معاس کو رد و
 از ٹول سے ہٹ کر ال کے معروضہ اسلوب سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے بقول مطہر حسنی
 مادہ عاری کے مقدی معاس کو تمقید کی رائج الوقت تقریعوں سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے
 کہ یہ لطف جزیں ہیں اور تخلیق و تمقید کی درمیانی سرلیر واقع ہیں حالتاً تخلیقی معاس کی
 نسبت ال کے ال معاس کی اہمیت زیادہ ہے کیونکہ تمقید میں انھوں نے ایک یا اسلوب رائج کر لے
 اسٹس کی کسی کی ملک سلیم احمد، امتیاز طالت، شمس الرحمن فاروقی، محمود ہاشمی، وزیر آما،
 دہلی وارث علوی اور کئی دوسرے نقادوں میں نظر آتی ہے۔

دوسرا حصہ: منظومات

اس حصے میں تیس نظموں میں ایک لعت "فاروق اعظم کی چار قطبیں، ایک سلام، ایک مار کا دی
 ہرے الگ قطعہ تاریخ کے علاوہ مختلف موضوعات پر اکیس نظمیں اور ۱۶ قطعہات پر ۸ رباعیات
 کی ہیں نظموں کے عنوانات حسب ذیل ہیں

۱۔ اک سوال ۲۔ مرے غم کے دو گمراہوں سے ہے گناہوں کا میص چاری ۳۔ پیر دہقان
 الی منظور مل رہا ہے۔ ۵۔ معارقت ۶۔ یوم محمد علی خوشہر ۷۔ جہیر ۸۔ مائتس مگر ۹۔ مرے پڑوس
 الی حراب کتنی ہے ۱۰۔ جنگ زرگری ۱۱۔ یہ ہماری رماں ہے بیارے ۱۲۔ ہم بھی سہ میں رماں رکھتے
 ۱۳۔ عورت ۱۴۔ ساس اور بہو ۱۵۔ نصف بہتر ۱۶۔ التوا سے احرا ملک ۱۷۔ یاد کی نوآبادی
 ۱۸۔ شکر و محبت کا دل کتنا ۱۹۔ آب تو گھوڑے لگے ہم کو ۲۰۔ دیکھے والا ہو تو ۲۱۔ سوچے کی بات
 سزاؤں

مار کا دی کی نظم سرلیٹس جی کی مادہ کی موقع پر کہی گئی ہے چار سہروں میں کرتا رسنگھ
 بھاری، تاجی و ششم ماری اور دمی اقبال کے ام جے ہیالے ہیں۔ چوتھے سہرے کے مطلع میں
 اس کا ام آیا ہے جس کے لیے یہ سہرا لکھا گیا ہے قطعہ تاریخ حضرت سید عرفاں شاہ صاحب
 الشرف کی وفات پر لکھا گیا ہے جس سے سز و فوات ۱۳۸۸ء لکھا ہے اس حصے کے آخری ۱۲
 قطعہات اور رباعیات شامل اشاعت ہیں۔

۲۔ نقد علیات ۱۔ اس حصے میں شاد عاری ایک سو چھ عربی شامل ہیں۔

تقریب کی ہے غیر سمجھ گئی ان کے انہیں مضامین میں پائی جاتی ہے جس میں محالیں پرچوں میں کرایا مقصود ہو
 دور راویہ لگا "دور حیات" مئی کے لیے اور "مقام" بہت دورہ حور راویہ کے احراز پر (دولوں
 معا میں موضوع کے تقاضے کے پیش نظر سمجھ گئی، تمام اور دور کھڑا کی کیفیت پائی جاتی ہے
 ان کے علاوہ ماتی معا میں ہیں معا کو تری کے مجموعہ قطعات (جو تا حال غیر مطبوعہ ہے) پر مقدم
 ہے، موح راویہ کی کے مجموعہ کلام پر تقریب ہے اور ان کے ایسے غزلوں کے مجموعہ "رج و گیسو" پر "سور"
 کراچی کے لیے لکھولنے گئے دیباچے، تعارف اور پیش لفظ ہیں جس میں قدم قدم پر شاد کی تنقیدی بصیرت
 اور عینی مطالعے کے ثبوت دکھائی دیتے ہیں۔

بہت دورہ حور راویہ کے لیے ان کے تحریر کردہ کتب و رسائل پر تنقید کو مستقل
 عنوان "مطالعے" کے تحت ہر شمارے میں شائع ہوتے تھے ان میں سوعات "دنگور" خیال دکھاؤ
 "قد" (مردان) شاہکار "والا آباد" "نصرت" "دلا ہور" "ما" "جیدر آباد" "نیا دور" "دکھو" اور "علہ
 اپنے پر بھی کے عنوان سے بہت دورہ حور راویہ "حور" "راویہ" پر تنقید ہیں اور ایک مطالعے میں مروج سے
 محنت "مٹی شامل ہے" ان تحریروں میں جہاں شاد عاری نے اپنے دور کے نئے نئے ادبی فنون پر
 صریح لگائی ہیں وہاں بیشتر مکاروں کو اور رسائل کی حویلوں کو سراہا بھی ہے اور کہیں کہیں ایسی اماناد
 طبع کے رپر اترھوٹوں سے بھی اٹھ پڑے ہیں شاد عاری کے نثری مضامین پر اٹھ چال کرتے ہوئے روبرو شاد اترتی نظر آتی
 "یہ نثری حصہ ٹھہر جائے تو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کی طرز نگاری کی معرورہ ان کی خطرناک
 سے مائی سے لگتی ہے صانع و مدافع کی مابین ہوں یا کسی ادبی تحریک کی مخالفت مقصود ہو یا کسی رسالے کے
 مستحکات پر تنقید و تمغہ کا سوال، شاد عاری دو ٹوک میصلے کے قادی ہیں ان کا ہر حال میں ٹیکھا
 ہوتا ہے اور وہ ایسے حریف طرز کے تیر رسامیں کے مسلسل اور متواتر اسے کردہ سہل رہ سکے اور گھرا کر
 یہ میصلہ کر لے کہس سرڈالے میں ہی اس کی حیر ہے، لے

مطرح سعی، شاد عاری کے تنقیدی مضامین کے ایک معرورہ بلور روشنی ڈالنے والے ہوئے لکھتے ہیں
 "تنقیدی نثر میں ان کی سب سے بڑی کامی رہے کہ وہ موضوعات پر محنت سے متعلق رہتے ہوئے
 حم کر رہیں لکھتے بلکہ رسید احمد صدیقی کی طرح جگہ جگہ ہائے منتر مر میں الجھ جاتے ہیں اور وہ ایک ہی
 مصوں میں اصل موضوعات پر مات کرتے کرتے اکثر ایسے کلام پر لوگوں کی حباب سے اٹھائے گئے اعتراضات
 کے تواریات بھی سمجھتے ہیں فوقی مخالف بر جملے بھی کرتے ہیں اور ادنی لطائف و طرائف کے ساتھ ہی اور
 دلچسپ تحریات ر مدگی بھی سناٹے چلتے ہیں" لے

لے تنقید معرورہ لکھتے "دوباب اترتی" "دکھو" "حور راویہ" ص ۷۲
 لے شاد عاری "سجیت اور نئی" مطر سعی ص ۱۱۲

شاد عاری

نیز آذران کے لیے لکھا گیا تھا ۳۹ مصوعات پر مشتمل ہوئے اس مضمون میں اپنے وقت کے مشہور نامور
 اکران پر سادہ کاری کے بعد سخت اور کھلی کھلی جو نہیں کی تھیں اس لیے متفق خواجہ میر تقی میر کی رائے
 کی اس کی اس وقت کو خلاف مصالحت سمجھتے ہوئے طوالت کا عدد کر کے اسے نتائج میں لکھتے آؤں
 یہی مضمون پر لکھا گیا یہ طویل مضمون دلچسپ، لطیف، طعنے، مرقوں اور رباں و مایاں کی مکتہ آؤں میں
 اس لیے اندر کسی دلچسپ مادل جیسا لطف رکھتا ہے کم و بیش بھی کیفیت شاد و صاحب کے دیگر تحقیقی
 مادل میں کی بھی ہے تنقید و تحقیق کے موضوعات میں سمجھتی نظم و ضبط، یکسوئی اور مستحکم
 دگر کے ہیں سادہ کاری کے کھلے رے طعنے اسلوب سے اس کی امید رکھنا معمول ہے وہ معمولی بات کو
 دیکھ کر کہہ کر ایسے داؤ پیچ اور پیتروں کے ساتھ مایاں کرتے ہیں کہ ظلم ہوش راکہی طرح لکھن مضمون سے
 منکرات کہیں سے کہیں مایہ نازتی ہے اور لکھن مضمون کی طرف ٹوٹنے کے لیے سید وہی دہی تلامہ مایاں تاد
 پتھر از روایت، دست و سلاخ اور عین تنقید کا بصیرت کی وجہ سے نہ مقابل کو بہر حال قائل کر لیتے

۴ "ادوار با توجہ" دہلی میں تاد اور آتر لکھنوی کی محنت، نظام رامپوری کی نقوش "لاہور کے
 لکھنوی کے لیے" وہ کارہ ساری مدائی کا حوض "دشانی" دہلی کے خوش سمر کے لیے) میں حالت
 زنجیری اختیار مائی (شاد کے دل و استاد) نقوش طبع آبادی و میر پر سہ اتہانی سخت اور مارحہ
 کے لیے ہیں

فہم الرحمن فاروقی ان معانی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ان اکرانوں و دواں بان چہاتے ہوئے گفتگو کرے اور وسیلہ تذکرہ شے شے دعوے کرے
 کو ان پر محنت، ارم، ذاتی اور میر ذاتی، ماریا، ریا شے کرے کا اسلوب اسکر کر سائے آنا ہے اس
 سب کی دادرشادت ملتی ہے کہ شاد و عاری کو رباں کا بیج اور سچا شعور تھا عام طور پر گرفت میں کرتے
 اگر ایک طرف شاد و عاری کی ترکیبیں ملتی ہوتی دیکھا اور شاد اچھا معلوم ہوتا ہے تو دوسری
 ان کے ذاتی طے اور بے صورت ماریا ہیں سے طبیعت سمجھ میں ہوتی ہے ان
 بیانی میں کہ شاد و عاری ہر مکار پر صرف ماریا اور ماریا ملے ہی کرے کے عادی ہے اس
 میں ان کے کہہ کر ایسے معانی میں کہ تان میں میں اسوں میں احمد میں نظام رامپوری اور
 "کو کہہ کر شاد و عاری کی تاد رباں ماریا تاتر" میں مکاریا کرانہ کے لیے نظام رامپوری
 "پتھر" کے لیے تہر سلاخ، خود رامپور (خود رامپور کے لیے) میر و معانی میں کہے دل سے

• سو تہر و دستہ شمس الرحمن فاروقی شب میں تاد و عاری شاد و عاری

کے ہم ہر اس طویل مدت میں تلامذہ کی کے صرف دو متفرعے امتحانات شائع ہوئے پہلا امتحان صوف ۶۲ صفحات
 بہ شکل معاصر ۱۹۵۶ء میں انیس ترقی اور دو سولہ درقی بھٹلہ رامپور سے
 ۱۹۵۷ء میں جس تناؤ کے موقع پر جس کی کیا اللہ اللہ حیران کرنے کے بعد عام طور پر ہمارے یہاں ہمارے
 نمازوں کا ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں بھی سادہ کا بیچارہ جیوڑا سحائی سلطان اشرف نے ۱۹۶۵ء میں
 مرحوم کی علمی رسی ہڈاں کا یا مجموعہ "سیدہ ہائے" (صفحات ۱۵۲ صفحات) رامپور سے شائع کیا اور جسے
 "مفتی" کے لکھے ہائے انتہام کے ساتھ شائع کرنے کا سراغ دکھا کر اس سے ایک مجموعہ حاصل کیا اور اسے
 ٹائپ کے بغیر ہی ادارے کے مالک امریکہ روانہ ہو گئے یہ مجموعہ (روح و گیسوم) شکتا ہوا پاکستان کی سب
 سے ضرورت کتاب میں چھاپے والے ادارے ("سویلا" لاہور) تک پہنچا جس نے "مرے بر سوڈے" کی
 عدنان سادہ ایک اور مجموعہ "رونگارنگ" بھی حاصل کیا کہ علم و عمل کے دو مجموعے ایک ساتھ مطبعہ عامیر
 لاہور سے اور سادہ و دیگرہ کا معاملہ کچھ اس طرح النہا کر رہ تو مجموعوں کی اشاعت کی کوشش آئی۔ سوڈے
 کا مجموعہ کو دایس کے لئے چھاپہ یہ دو مجموعے تو "سویلا" (لاہور) والوں کے پاس ہوئے پچھلے دلوں (مجموع
 کے مطبعوں کی ترتیب کے دوران یہ بھی کھلا کر انیس ترقی اور دو علی گڑھ سے بھی اس سے کل مجموعوں کی اشاعت
 آگے نکلتا لیکن وہاں بھی کچھ سوڈے ہو گئے ایک محتاط انداز کے مطابق کم از کم دس مجموعوں کا مواد
 لاہور و راج اردو رامپور کے پاس ہو چکا ہے کیونکہ مرحوم اس تمام تخلیقی سرمایہ اسی ادارہ کی
 قریب میں سوک کر مرے تھے میں امید ہے بیچارہ اگر ممکن ہے مذکورہ بالا اداروں میں سے کوئی ان
 مجموعوں کی اشاعت کا اعلان کرے لیکن حسرتاً نادیر ہوتا رہا تو مجموعہ اداسی میں بکھرے ہوئے
 الے کام کو کیا کر کے ایک مجموعے کی شکل دیے کی ٹھانی خود مذکورہ بالا کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے تاکہ کسی
 فرد شاعر مرحوم کے سلسلے میں خود ٹوٹے اور دیگر اصحاب بھی اس ضمن میں کچھ کرنے کی سوجھیں تدریجاً
 کسی بھی طرح سادہ کی کامیاب مجموعہ کلام ہرگز نہیں ہے یہ مرحوم کے منتشر کلام اور مضامین کو یکجا کر
 دے لے ایک پر خلوص کوشش ہے سادہ مجموعہ رامپور لاہور اور علی گڑھ سے آئے ماہی اے
 سردار دستہ میں قابل مضامین اور شعری تخلیقات میں کچھ حیرتیں سلطان اشرف اور قضا کوتری
 رائے کے بھی دسیا ہوں جس کے نام ایسے معنی حیرتوں کے ساتھ مطبعہ جمعی نے اس کتاب کا
 اہمیت کے اور دیباچے میں بھی ان دونوں حضرات کا تذکرہ ادا کیا ہے ایسے ایک معمول میں
 سلطان اشرف کے اس عادی کا اصرار کرتے ہوئے مطبعہ جمعی نے اپنے تذکرہ والا مسمیٰ حیرتوں و تفسیر

ہر ایک کا نام لیا و مطالعہ کتاب مطر عام برآتی ہے "راہِ ہمار مدینتی مدیرِ شاعر واد
 "مناذِ قادری کو میں اس اقتدار سے خوش نصیب شاعر سمجھتا ہوں کہ اس کے امتعال کے صرف چار
 سال بعد ان کی ادبی خدمات کا اتنا محو و راجز اب کیا گیا ہے " (خلیل الرحمن افغانی) نے
 "ان کی یہ کاوشیں راتیرنگاں ہیں عائن کی اور اردو ادب کا موتہ ان کی ان دستاویزی ایضات
 سے نامزدہ اٹھائے گا" (سید امتیاز حسین) نے
 مقرر ہے کہ ایک مختصر "مطر صبی" کا ایسے مرحوم استاد مناذِ قادری کے لیے ایک ایسا تذکرہ عقیدت
 ہے جس کی لطیف تر وادب کی تاریخ میں کمی محال ہے۔

نثر و سزا دلستہ :

شاد وادری کے سلسلے کی یہ دوسری کتاب ہے جس کا سہ اشاعت ۱۹۷۷ء اور صفحات ۸۸ صفحات
 ہے، ایک شہساز کا سہ اشاعت بھی ۱۹۷۷ء ہی ہے اور صفحات ۸۵ صفحات کو ایک ہی سال کا اند
 ملا کر کسی نے بیخود برائی کے اس اندر شخصیت پر تقریباً ساٹھ تیرہ سو صفحات کی دو ضخیم کتابیں مطر عام پر لکھ
 اپنے مرحوم اسے سمجھنے کے اس عقیدت کا ثبوت پیش کیا ہے جس کا ذکر اس مقالے میں بار بار کرچکا ہوں
 لاف کی بات تو یہ ہے کہ اس سالی مطر صبی کی دو کتابیں "پالی کی راہ" اور "سٹ کا جواب" بھی شائع
 ہوئیں جس سے مطر صبی کی مجموعی تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی استحکام و جدوجہد و قوت و حسن
 سلی سلسل اور تخلیق و تصنیف کو گورنری میں رونق و کار کی کامیاب ادارہ لگا یا ماسکتا ہے "تزو و عدلستہ" مرکز
 ادب و مدوار و محمد زئی سے شائع ہوئی۔ مطر صبی کے اقتباس سلطان اشرف اور دعا کوثری کے
 کام ہے اس ضمنی جزو شکر کے ساتھ یہ ہے

وہ ایک فیدوی ہیں، اگر تو مجھ سے کہیں
 تو آؤ روتے کیف و امسا لہر قرار ہے
 ستارہ کی دو تصویر کے صورت میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے
 یہ مختصر صبی کو پیش لفظ "کہ میں کو کہہ سکتا ہوں" کے ساتھ
 کی ڈی "یہ کتاب مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہے" کے ساتھ
 "یہ کتاب مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہے" کے ساتھ

مردی انداز میں دوستی ڈالی گئی تھی۔ صرف اگر علی حال اور مختصر عیاشی کے معام میں تنازع صاحب کی شخصیت کے عام پہلوؤں کو دیکھ کر کرنے کا شعور رکھنا صاحب حلقہ کو کھاتی رہتا ہے مختصر عیاشی تنازع عاری کے ہم عصر اور ہم وطن شاعر تھے اپنی اساد طبع کے باعث تنازع صاحب نے زندگی بھر اس میں کوئی اہمیت نہیں دی جس کا ذکر مختصر عیاشی کے مضمون میں درج ہے اگر علی حال (عرشی راہ) شاد صاحب کے کسی زاویہ سے کی گئی تھی تو اس کے بارے میں تنازع صاحب اکثر شکوک و شبہ کر اٹھوں نے مدد اللہ کے مرمی نام سے اس کے مطالب معام میں کا سلسلہ شروع کیا تھا تنازع صاحب ان پر تنگ کرے میں کس قدر حق صاحب کے اس کا اندازہ ان کے اس مضمون کے علاوہ "کھیات شاد عاری" پر ان کے معنی معصوم سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ دلوں میں اگر علی حال نے تنازع صاحب کی شاعری اور شخصیت میں جس جس کر خامیاں لکائی ہیں "کلیات شاد عاری" پر ان کے متفرع پرانے معصومات میں محنت کی جائے گی۔ درست ان کے مضمون ایک انداز میں "پر مظهر معنی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے

اگر علی حال عرشی راہ کے مضمون "ایک اور گنجی مرستہ" میں تنازع عاری کی شخصیت کے معروف عام پہلوؤں پر راہ کو صرف کی گئی ہے۔ حوالہ داران مرید تحقیق کرنے پر اکثر ملاحظہ تانت ہوئے مضمون کی زیادہ "ایک تھانہ شاعر" میں اس کی شمولیت کے بارے میں عرشی راہ کو مطلع کرتے ہوئے میں نے اسے لکھا تھا کہ اسے علامات میں حق گوئی کا قائل میں بھی ہوں۔ لیکن یہ رسائے کدہ ہو" اے

ہر حال اگر علی حال اور مختصر عیاشی کے معام میں اس اعتبار سے خاص اہمیت رکھتے ہیں کہ ان کے دو تنازع عاری کی شخصیت کے عام پہلو ادا کرے کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی ثبوت مل جاتے ہیں کہ ان کے لیے ان کے مضمون اور ہم وطنوں کے دلوں میں کسی کدورت تھی کہ ان کے مرنے کے بعد بھی وہ ایک اراکست س کر ان کی تحریروں میں گونج رہی ہے

"ایک تھانہ شاعر" کے مضمولات پر ادب نقد و نظر کی مختلف تحریقاتی آرا کی روشنی میں اس اہم باب کے قریب کے بعد آخر میں مظهر معنی کی اس بے مثال کاشت پر مجموعی تاثر کے طور پر ماقیوں کی ضرورت کے بعد اقتصادات ملاحظہ کیجیے

"ساد کی انفرادیت کو سمجھنے کے لیے اور میسویں صدی کی اردو شاعری میں ان کا درجہ متعین کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً مفید ہوگا" (آل احمد سرور) ۷

"یہ تاہم پہلی مثال ہے کہ کسی شاعر کی موت کے تھوڑے ہی دن بعد اس کے من اور اس کی شخصیت

کلیات شاد عاری چند معام میں مظهر معنی قدر میرے من ۱۹۴۳

مظهر معنی شاعر آل احمد سرور "ہمارا کان" علی گڑھ ۱۹۴۷ء پر پہلی شش ماہ ۱۲

کا ہے۔ حکمہ حلیل الرحمن اعظمی اور مظہر حمی کے معانی اس حصے کے سب سے اہم معانی ہیں۔
 شاد عاری کی شخصیت پر لکھے یا لکھائے گئے ان معانی کے بارے میں حلیل الرحمن اعظمی لکھتے ہیں،
 ”مرتب لکھے والوں پر کوئی پابندی عائد نہیں کی صرف ایک گروہ کے لوگوں کو لکھنے کے لئے دعوتیں کیا گیا
 صرف مذاہن اور طرہ داروں کو اکٹھا نہیں کیا اور کسی رائے کو دماغ یا کسی بات پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں
 کی اس طور پر یہ کتاب شاد صاحب کا ایک بے لاگ اور معروضی جائزہ ہے جس کے ہمارے سامنے آتی ہے اس
 کتاب میں شاد صاحب کی شخصیت پر جو معانی ہیں ان میں اگر علی حال کا ”ایک اور گسی فرشتہ“ مصداق
 کا ”کئی ٹینگ“ ظاہر ہے کہ ”شاد عاری میرے اموں“ اور مظہر حمی کا ”اساد و قوم“ میرا مددگار ہے اور میری تحریریں پڑھنے کے مال ہونے
 شمس الرحمن فاروقی کا خیال ہے۔

”شخصیت پر لکھے ہوئے معانی میں حلیل الرحمن اعظمی کا مضمون سب سے بہتر ہے کیونکہ اس میں
 ان کی شاعری پر بھی تنقیدی اشارے مل جاتے ہیں بقول اشعر کا مضمون بھی قابل ذکر ہے“ ۱
 معیار اور انداز تحریر سے قطع نظر اس باب میں شامل ہر مضمون شاد عاری کی زندگی کے کچھ نئے
 گوشوں پر روشنی ڈالتا ہے بہت کم اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے زیادہ جگہ دہرائی گئی ہیں اس اعتبار سے
 اگر کتاب میں سمجھتی برقی مافی تو شاد صاحب کی شخصیت کے بہت سے گوشے تاریکی میں پڑ جاتے اور
 مرتب کا مقصد مصداق حاکمنا مصداق اشعرے انھیں عریضی کہا ہے تو یہاں معیار تو مقصد و نظر ہے ہی نہیں
 اس باب میں شاد عاری کی ان پڑھ گھر بیٹا یا یا کم پڑھے لکھے خدمت گارڈوں کے نصیب میں ہونے کی
 رائے یا تاثر بھی لوحہ ان کے قریبی شاہدہ ٹرسے سے ٹرسے ہنگام سے معیاری مضمون پر برتری اور وقت کا حامل ہوتا
 ان تمام معانی میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ خود داری، اخلاقیات، مہذبیت، امانیت
 مصلحت، استقامت، کھربانی اور حق گوئی و مہا کی شاد صاحب کی شخصیت کے عناصر ترکیبی تھے جن
 کے نتیجے میں انھیں زندگی بھر محرومیوں کے عذاب جھیلے پڑے۔ ہر مضمون نگار نے دلائل و شواہد کے ساتھ
 اس تلخ حقیقت کے ثبوت فراہم کیے ہیں ان معانی میں شاد صاحب کی شخصیت کے ان پہلوؤں
 اور ان پر ٹرسے والی اقداروں کا حقیقت پسندانہ تحریر کرتے ہوئے آل احمد سرور رقمطراز ہیں۔
 ”شاد صاحب کو معانی لکھے گئے ہیں، ان میں اس بات کا رومابہت رویا گیا ہے کہ سماج نے شاد
 کی قدر نہ کی۔ حالانکہ مات بہت صاف ہے حریت فکر اور آزادی رائے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔
 ان معانی میں شاد عاری کی شخصی حویوں کے علاوہ ان کی شخصیت کے عام پہلوؤں پر بھی

۱۔ تبصرہ ”ایک تنہا شاعر“ حلیل الرحمن اعظمی مشورہ ”ہماری زبان“ علی گڑھ یکم مارچ ۱۹۹۸ء ص ۵

۲۔ تبصرہ شمس الرحمن فاروقی مشورہ ”تب سوں“ از آزاد اگست ۱۹۹۸ء ص ۷۷

۳۔ تبصرہ ”ایک تنہا شاعر“ آل احمد سرور ”ہماری زبان“ علی گڑھ ۱۸ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۱۲

تادعاری کے اس حط سے صاف ظاہر ہے کہ اوجود اس کے کہ انہیں مستحق میں ایسے اولیٰ کاموں پر بھیجے
کی اساعت کا قطعی یقین نہیں تھا۔ لیکن وہ ان حطوط کے تالیف کرنے کی شدید اُردور کھتے تھے اس اعتبار سے مظہر
یہ اس حطوط کو "ایک تھا تا عمر میں تالیف کرنا ایک مرتبے کی حیثیت رکھتا ہے ایسی معانی میں وہ رقم طراز ہیں
"ان حطوں کی اساعت کا مقصد ستاویں کو عمر حق السعال سے ترک کرنا نہیں تھا بلکہ تاد کی تحصیل کو فایز کرنے
یہ استدہوری تھا کہ ان حطوط کو جس وقت تالیف کر دیا جائے کہ جو یہ حط ان کی زندگی کی لمحہ لمحہ کیفیات کو اپنے طو
ہوئے ہیں ان حطوط سے صرف ان کی پرستیا میں اور مصیبتوں کا اظہار ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کی بہت سی عیسائی کمزوریوں
کی عکاسی بھی ہوتی ہے نہ العقبہ اسے اہم اور ناقابل حصول حطوط کو نسخہ کرنا اور ان میں حرفت مندی کے ساتھ تالیف کرنا قطعی و ابدی
کچھ کچھ قبول عقیدت کے :-

بچیس صحف پر مشتمل اس باب میں مظہر حسنی کی پانچ نظموں کے علاوہ اشعارہ شعراء کی عقیدت
لطیف اور قطعات تاریخ و ہات وغیرہ شامل ہیں باب کی ابتداء یا تجدید کے اس شعر سے ہوتی ہے
احول نے تاد صاحب کی زندگی میں بطور مدد عقیدت کہا تھا۔
تاری زندگی اک مسند ہے ماضی مسند کہ حسن کا گہرا رہا ہے
سچ تو یہ ہے کہ مظہر حسنی کے خدمات عقیدت سے بڑا و متاثر کن پانچ مرتبوں کو چھوڑ کر یہ حصہ کتاب کا سب سے
سے کمزور حصہ ہے بقول مسعود اشعارہ تاریخ و لطیف شامل کی گئی ہیں وال میں میسرانیا و سوری شعراء کی ہیں
انہی سہائے مرتبے صرف اسی ہی لطیف شامل کی ہوئیں تو کتاب دلرب و دلپس سے بچ مافی مرتبہ کی وہ
بہترین نظم ہے مافی سب کو گول لے چکنا مار ہے۔
مظہر حسنی کی نظم "وہیت" کی تاثر آمیزی کا افسانہ بھی کئی اقدیں نے اعتراف کیا ہے جس امر
فاروقی نے تو اسے اردو کے اہم مرتبوں میں شمار کیا ہے لکھتے ہیں
و منظومات میں مظہر حسنی کا نظم "وہیت" اردو کے اہم مرتبوں میں شمار ہونے کے لائق ہے طرغورام
کا ایسا اعتراف کم دیکھے میں آیا ہے تلید تاد عاری جو دایہ امر تیرا اس سے بہتر کہہ سکتے "۔
"وہیت" کے علاوہ مظہر حسنی کی جو چار نظمیں (مرتبیہ) اس باب کے آخری صحف میں شامل ہیں ان
کے مضامین ہیں "حزاع طریہ عزل" "تادعاری کا قافلہ" "گھٹی، اگھٹی" اور "تادعاری" ان پانچ نظموں
کے علاوہ تادعاری کے انتقال پر مظہر حسنی نے ایک اور نظم "سردی بھی لکھی ہے حوالہ کے مجموعہ "کلام
حرف" میں شامل ہے "سردی" کو بھی میسرانیا میں اردو کے اہم مرتبوں میں شمار کیا ہے۔ ان چھ
نظموں پر شعری باب میں شخصی مرتبوں کے تحت بحث کی جا چکی ہے

۱۔ تادعاری، صحیفہ اور فی مظہر حسنی ص ۳۲۱

۲۔ شعر ایک تھا تا عمر مسعود اشعار کتاب لکھنؤ ص ۷۵

۳۔ شعر ایک تھا تا عمر مسعود اشعار، جس فاروقی نے تب جول الا اداگست ۶۸ء ص ۷۷

نوران کی اشاعت سے کسی ملحد مقصد کی تکمیل ہوتی ہے :۔
 ان میں سے دو ایک خطوط میں ستاد نے ایسے شاگردوں اور مددروں سے قرص مانگے ہیں۔
 مولوی سولی مرد قتل کے لیے رہائش کی ہے۔ اسی مودی اور تنگدستی کامیاں کیا ہے اور اپنے تمام گھریلو
 حالت کو کر کے دیے ہیں۔ یہاں پر مصلحت پرست اور رہائش پسند لوگ بدو ڈالسا ہی بہتر سمجھتے ہیں
 اسے مانی خطوط کے واسطے ملنا مولوی عبدالجبار قسطنطنیہ میں

نہایت ہی ہنس ہے تنگدستی کا بدو مانگنا اور مصلحت کی درآمداری کا کھٹکا نہیں رہتا ہے۔
 محمد اللہ بن نقوی کا یہ اعتراض ہے کہ ان خطوط کی اشاعت سے ملحد مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی
 نظر ثانی ان خطوط کی شمولیت کو اس نے مانگ کر سمجھتے تھے کہ ذاتی خطوط کے واسطے میں خود ادا کی رائے
 اسے اچھا مکتوب نگار رہی ذاتی باتوں کی حالات اور خیالات میں ایک ایسی عمومیت پیدا کر دیتا ہے
 اور یہ نگار افسانہ نگار کے طور پر لکھنے کی عادت میں نہیں ہوتی صرف ایک ماہر اور دہیں و نگار
 بننا ہے خط میں اس قسم کی عمومیت کا رنگ ہر کتابت میں مشاد عاری اسی قسم کے مکتوب نگار رہیں گے
 اب جہاں تک مسعود اختر اور محمد اللہ بن نقوی کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ یہ خطوط بدلتے اثبات
 کے آئینہ دووں حضرات سلطان اشرف کے نام مشاد عاری کے اس خط کو پیش نظر رکھتے (جن
 کو کھڑے صدف دہلی ہے) تو خود انہیں اپنے اعتراض کے کھوکھلے میں کا اندازہ ہو جاتا ملاحظہ فرمائیے
 میں اس مطلب کے لکھوں گا تو میری آنکھیں کس طرح دور ہو گئی۔ مثلاً اٹھے اصلی گھر کی ضرورت ہے
 بڑے گھروں کا آٹا اور میں ملا کر روٹی کھانے کی حکیم والی رائے پر عمل کرنا ہے اور کوئی لائے والا ہے
 دراصل گناہ ایسے خطوط میں کوئی مطلب نہ ہو، میرے کس کام کے ایسے خطوط میں مقصد نہ ہو بلکہ
 رہا نہیں اور یہ کہ غالب کی طرح مجھے بھی یقین نہیں کہ میرے یہ خطوط مشائع ہو کر عوام تک پہنچیں گے
 اور میری قادی کو نہیں پہنچے گی اور یہ ہو بھی جائے کہ یہ خط اشاعت پذیر ہوں اور وہ بھی حبشی کے
 جہاں جس کا کوئی حاتم) تو کم سے کم عوام کو معلوم تو ہو گا کہ ستاد میرے اس کے وطن میں کیا گری چنانچہ
 اسے تعلق کے ساتھ ایسے ہی حالات لکھے میں حق محاب ہوں تاکہ جب بھی میرے سلسلے میں تحقیقات
 آئیں ان کو میری ہریت سیاں واضح اور صاف ہو کر سامنے آئیں :۔

ن۔ شاد عاری پر میر محمد الدین نقوی، یادداشت، لکھنؤ اکتوبر ۱۹۳۵ء
 ش۔ مسعود خطوط غالب مولوی عبدالجبار قسطنطنیہ
 ک۔ شاد عاری۔ شخصیت اور مظهر صحتی ص ۲۳۶، ۲۳۷
 گ۔ شاد عاری۔ شخصیت اور مظهر صحتی ص ۲۴۱

ماہر مایکے میں یا ان سے کسارتی اختیار کر چکے ہیں مسلسل نے روز نگاری اور معاشی پرستیابیوں نے
 مطلقہ کر رکھا ہے ان حالات سے سردار مائی کرتے ہوئے انھوں نے ہم شعروں، مقامی ششاساد
 عربیوں کو مداروں، بیرونی مشاعروں اور عربوں اور رسائل کے مدیروں کو حطوط لکھے ہیں وہ
 سیرب اور تحصیل کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

ان حطوط کی اہمیت کا بیشتر مآخذ میں نے اعتراف کیا ہے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ روز
 آل احمد سرور رقم قرار میں۔

ان حطوط کی زیادہ اہمیت سے ان حطوط میں ستاد کی تحصیل شری روش ہے۔ یہ خط طے
 کے خط ہیں معمولی باتوں اور فرمائشوں میں بھی ایک لطف ہے ان میں ان کی رودرغ اور مددگار
 کا بھی بڑا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ان کے محو سے ہیں اور سادگی کا بھی اور ان کی مارکات کا بھی
 بتاؤں سے یا اور قرض کا جس طرح ایسے خطوں میں ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ
 مرحوب ہوئے والے آدمی نہ تھے۔

ان کے علاوہ بھی بیشتر مآخذ میں دوسرے ستاد ماری کے حطوط کی اہمیت و امارت تسلیم کی
 ایک خاص غرض میں کچھ ایسے حطوط بھی شامل ہیں جو بھی حطوط کے مرتبے میں آتے ہیں۔ اور ان
 صاحب کی کچھ بھی کر وریاں ان کی محوریات اور کچھ مآخذ حالات نے نقاب ہو کر سامنے آتے ہیں
 انظر میں ستاد صاحب کی مدد و ترغیب کے لیے تو ہیں کاماعت سمجھتے ہیں۔ ایسے حطوط
 موجود ہیں قلم شعرات نے اسی نطر سے دیکھ کر اعترافات بھی کیے مثلاً نقول سعود اشتر

و ستاد ماری کے حطوط میں بھی مرتبے اعتبار سے کام لیا۔ بعض حطوط ہیں جیسا کہ
 لیے کہ اس کی بعض محوریات ایسی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اعراری طور پر آئے والے ہوتے ہیں۔
 فروغ کرے پر محو مآخذ ہے حطوط کا انتخاب بھی کیا جاسکتا تھا اتنے ہی اور ادنی حطوط
 کہنے میں مرتبے کو تنگ و دو اور محنت کی ہے اس کی وادہ دیا ظلم ہو گا۔

ان حطوط کی اشاعت کے بارے میں کچھ اسی قسم کی رائے پر ویرانہ الدین نقوی نے بھی ظاہر کی ہے
 اگر ستاد کے ہمدردوں کی بقول اور دوستوں نے ان کے ایسے حطوط کی اشاعت سے پرہیز کیا
 میں ان حالات و معاش کا تذکرہ ہے حویاروں سے دشمنی میں ہیں ہیں ساری دیا میں عشق و
 گوا دیے ہیں تو ستاد کے ساتھ بہتر اوصاف ہو تا میری رائے میں یہ حطوط اشاعت کی عرض لکھ کر

۱۔ ستاد ماری - شخصیت اور اس کا مظهر ص ۳۳۳

۲۔ تنہا ایک تھا شاعر آل احمد سرور معقول میرا سمجھتا ہوں علی گڑھ، رابرل مشہور ص ۱۱۲

۳۔ تنہا ایک تھا شاعر "معواذ" کتاب لکھنؤ ص ۵۵

اسی دو اہل کربلی ماں (عرشی راہ) مدبرہ نگار واپسوں نے نگار کا ستاد عارفی سرکار کے لیے مظہر حمی۔
 ہرمون کے سلسلے میں مصاحب کی مزاحمت کی درخواست کی اور انہیں اس سرکار مدبر اعراری سامنے کی پیشکش کی کہ
 کیا استاں کا یہ حصہ مظہر حمی کے ایک معمول سے غلط کیجیے۔

میں اپنے طور پر ایک محتاسات عز کی ترتیب و استاعت کے لیے کوتاہ تھا اس کے لیے نورارامی ہو گیا در
 رسال میں اشتہارات ستان کرانے کو قلم کار ایسے مصاحب اور مکاتیب مشاد ص اصحاب کے پاس موجود
 تھے یا کربلی ماں کو اس سرکار کے لیے جیسے کار کم کر میں اس وقت تک مشاد صاحب کا صرف ایک مختصر سا اتہ
 اہل ترقی اردو کی جانب سے ستانچ ہوا تھا۔ اور مضمون نگاروں کو مرحوم کے مہر اہل ہر حال کرے میں وقت
 پیش آر ہی نہیں یہاں مرحوم کے استعار اور نظموں کے اقتباسات قدیم رسائل سے مراد کر کے ان کی بیگزوں
 باجہ سے تیار کیں اور مسلسل در سال تک سیکڑوں لوگوں سے حلو و کلمات کر کے ہتھار معا میں اور ستاد صا
 کے مکاتیب حاصل کیے۔ رسائل میں شائع شدہ میری اہلوں کے جواب میں بہت سے لوگوں نے مکاتیب
 مشاد اور کئی مصاحب و عہدہ اکر علی خاں کو مزاحمت سمجھوائے حوط اور مصاحب لھے نے ان کی تعداد
 معتدہ تھی یہ ساری چیزیں عرشی راہ کو بھیج کر میں نے درخواست کی کہ اب وہ ستاد ماری سرکار شائع کر
 اور سرکار مدبر اعراری کی حیثیت سے میرا نام سرگرم دیں کہ اصل مقصد تو شاد عارفی کی ادنیٰ یتیت کا تعلیم
 ہے۔

یہ مواد حاصل کر لینے کے بعد اکر علی ماں نے مظہر حمی سے تقاضہ کیا کہ وہ ستاد ماری کی قلمی یا میں حور اپوز
 سلکان اشرف کی قبول میں ہیں ان کے حوالے کر دیں مظہر حمی کے لکھے ہر سکتاں اشرف نے انکار کر د
 کہ ستاد صاحب کی طرح ان کے کلام کو بھیج کر لکھا اٹار دیا جائے گا اس طرح معاملہ ملتار ما اکر علی ماں نے مظہر
 کے سیکڑوں حوط اور مسلسل امرا کے باوجود سال بھر تک نہ تو ستاد سر شائع کیا اور نہ ہی مواد واپس
 کیا اس سرکار استاں کا اعام لھی مظہر حمی کی رہائی ہے۔

۱۹۷۷ء کے اواخر میں انھوں نے میرا حراہم کر دہ کچھ مواد واپس کیا تو معلوم ہوا کہ ستاد مرحوم کے قلم
 حوط اور ان سے متعلق کئی اہم مصاحب سوسے سے مات میں اور بیشتر مصاحب کے درمیان صوات بھی جمع
 میں میں نے دوبارہ مرکب کر اس مستر مواد کو ترتیب دیا۔ لوگوں سے نئے مصاحب لکھوا کر کتاب کے کھانچے
 پر کیے اور کسی طرح دسمبر ۱۹۷۷ء میں ایک محتاسات عز مطر عام ہر اگلی۔

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برسوں کی کد و کاوش کے بعد جمع شدہ سرمایہ کی غیر متوقع مرادی سے
 تحت انسان کے حوط کا قوف حاما نظری امر ہے وہ تو مظہر حمی ہی تھے کہ اسی برسوں کی محنت سے تعمیر شدہ علم
 کے سمار ہوا ہے۔ ہر اس طے سے انھوں نے دوبارہ ایک نئی عمارت تعمیر کی طاسرے کو اولین کاوش کے نتیجے

لے کہ کلمات ساد عارفی: حمد و حاجتیں متمولہ قدر سے مظہر حمی ص ۱۴۲/۱۴۳

نہی کرے۔ رہے باقی ان رسائل کے مدیر ہیں جس میں مشاد و عارفی کا کلام برسوں چھپتا رہا۔
 فقیر نے اس اور اسی سے مشاد کی معرکہ آرائیوں کے ثبوت موجود ہیں۔ فائدہ مایہ دار و غیرہ کے
 بیٹھے مشاد و عارفی کے سلسلے میں لکھوائے گئے تھے محمد سلیم کا مضمون و سفید چاہیے کا مشاد
 فائدہ کے لئے و سفید چاہیے پر تبصرہ ہے اس سادہ راں تحریروں کو شمس الرحمن فاروقی نے ادھر
 بہ حال رشاد لکھائے کتاب کے لیے بطور حاشیہ جو معاش میں لکھوائے گئے تھے ان میں ذرا اضافہ
 و بعض کو ترمیم یا بدل دی، راجہ جی معصوم و صاحب شہرت عارفی، ناصر کاظمی، عتیق صفی، ملا فاضل احمد خاں
 اعظم علی، اود مرمت الاکرام کے معاشیں خاصا اہمیت کے حامل ہیں بہر حال یہ بات خصوصیت کے
 و کافی دیکر ہے کہ چھوٹے گئے تمام معاشیں میں ہر مضمون نگار نے ایسے ایسے انداز سے مشاد و عارفی
 مشاد و مرمت اود العارفیت کا اعتراف کیا ہے اود انہیں نئی ستاری کا پیشرو تسلیم کیا ہے ایک
 مشاد و عارفیوں پر معصوم و شہرت علی الرحمن اعظمی اود شمس الرحمن فاروقی نے اپنے تبصروں میں
 لکھا ہے کہ اود حواصا اہمیت کے ہیں ان کے سلسلے میں چند دلچسپ لیکن حیرت انگیز حقائق ایسے ہیں
 کہ پڑھنے والے حیران رہ جائیں گے۔

مظہر علی نے مشاد و عارفی کے انتقال کے فوراً بعد ایک ایسی ہی جہد اور حاشیہ کتاب کے لیے مواد
 فراہم کیا، ان کی شخصیت اود اس کے تمام پہلوؤں پر اس طرح روشنی ڈالے کہ کوئی پہلو تانہ کی میں نہ
 رہا۔ رمیہ کے اعلیٰ ادبی حلقوں میں وہ ایک معروف شاعر و ادیب کی حیثیت سے حاشیہ قدر و منزلت
 رکھتے تھے اس معصومے اود تکمیل کے لیے انھوں نے اپنی اسی رسائی کو وسیلہ بنایا اود ایک بھلا شاعر
 لکھنا مثال ماری و مشاد و کی شکل دیے کے لیے مسلسل دو ڈھائی سال تک اپنی تمام تر دہی و حشمانی
 و اود و مسائل کو اس کام کے وقفہ کر دیا اس معصومے کی تکمیل میں مظہر علی کو کسی کسی وقتوں کا سہارا
 رہا ان کا داستان دست طوٹ اود دل گذار ہے مختصراً ملاحظہ فرمائیے۔ بقول مظہر علی
 "میرے علاوہ مرقوم کے کوئی اور دست گرد میں مشہور و معروف ہی اود گہما گہما ہی مجھے کسی کے حلوں
 پہنچا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے سلسلے میں ماورود و تبہم انتقال کے ان میں سے سوائے
 سلطان اشرف اود مراد و حصا کو کسی کے کسی کا بھی شہرت سراسر عملی تعاون مجھے حاصل نہیں رہا۔۔۔
 ان کا کہنا کہ ان کی یہ بات صرف ہراسا کی نوکوں کے لیے کہی گئی ہے شاید اس طرح میرے
 اوجھڑنے کے ساتھ میدان علی میں آجائیں گی بھی مشاد و عارفی بہ صحت کام کر رہے تھے
 مشاد و ان مشاد و مراد و انھیں مشاد کے حوصلہ شکن ردیوں کے ماورود مظہر علی نے اپنی محنت شاقہ اود ذات
 شاقہ صاف کی شخصیت اود اس پر ایسا اور اتنا مواد اکٹھا کر لیا جو ان کے معصومے کی تکمیل کے لیے کافی تھا۔

کی تعداد عامی ہے اور لکھے والوں میں مختلف طرح کے لوگ ہیں اس کتاب میں ایسے لوگوں کے مصا میں کم متاثر ہیں جس سے نقول مرتبہ مشاد صاحب کی عمر بھی ملتی رہی، غیر جانبدار اور انصاف پسند حضرات کو ہوں اور نئی نسل کے وہ ادیب بھی جس کا خیال ہے کہ رنگہ کے بعد مشاد عارفی ہی دوسرے ستارے ہیں عربی کی ستارے ان کے شعری مزاج سے ہم آہنگ سے انداز اس کی معویت و مددیت حدید شعراء کے لیے ایک اہم درس کی حیثیت رکھتی ہے۔ لے

اعجاز حدیدتی (مدیر شاعر) لکھے ہیں :

کہیں کہیں سے نعلین مصائب کے مطالعے سے ابداء ہوتا ہے کہ کہیں سال ادیب ہوں یا نئے ادیب سب نے مشاد عارفی کی شخصیت اور ان کے کلام میرے لاگ اظہار خیال کیا ہے : لے
کامل القادر کی رشتے ہے :

”تمام مصائب ٹرے علوم سے لکھے گئے ہیں اور ان میں سے مضمون میں مشاد عارفی کے ص اور شخصیت کا کوئی نہ کوئی مایہ جلو پیش کیا گیا ہے۔ قد انصاری، ڈاکٹر گیاں چند اور شہرت نگاری کے مقالے شاد بھی میں امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں : لے

مذکورہ بالا تین مشاد عارفی پر لکھے گئے صرف ان مصائب پر روشنی دالتی ہیں جس سے مشاد صاحب کے ص اور ان کی شخصیت کے مثبت پہلو اظہار ہوئے ہیں ان میں قد انصاری، ڈاکٹر گیاں چند، کوثر جامد، شہرت نگاری، مرقیہ کا کوروی، عزیز ریڈی، شفا گو الیاری، طہر ادیب، رابعی معصوم، رضا، سلام، بھٹی، شہری، مہکرام، حرمت، الاکرام، احمد جمال پاشا، شہرت نگاری، ناصر کمالی، الشیر، بدر، بیٹی، مصلی، تاش، مداح، علی، نسیم، حنفی، اور مسدس میں آراء کے مصائب شاد صاحب کے ص کے توصیفی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں لیکن ان کے انداز فکر میں مصلحت پسندی یا حادہ کاری کے لیے کوئی حواد تلاش کرنا سوچ ہے کہ ان مقالہ نگاروں میں دو چار سے علاوہ مذکورہ بالا تمام اعتراضات ایک حد تک مایہ جہرہ تمس، الرحمن، فاروقی، اذلیل الرحمن، اعظمی کی اسس متحرک رائے سے بھی اختلاف میں کیا جا سکتا کہ ادنیٰ دید کے جسے لوگوں نے مشاد عارفی کے بارے میں لکھے ہوئے غیر ضروری احتیاط (کل کی حد تک) سے کام لیا ہے مثلاً :

تیار تچ پوری، آل احمد سرور، ڈاکٹر محمد حسن، احمد، دم تاجی، محرو، سلطان پوری، جہا، مکھوس، سلیمان، اریب، سرور، شعری کے تاثرات سید مختصر ہیں۔

ان میں کچھ تو وہ لوگ ہیں جنہیں مشاد عارفی نے کبھی کسی اہمیت کا حامل نہیں سمجھا اور ایسی تحریروں میں الذکر

لے ایک تھا ساعر۔ تحریاتی مطالعہ۔ جلیل الرحمن اعظمی۔ ”رقعات“ ہندی ران علی گڑھ، یکم مارچ ۱۹۶۵ء ص ۶

لے تنصرہ ایک تھا ساعر۔ اعجاز حدیدتی، شاعر، بھٹی، ص ۶،

لے تنصرہ ایک تھا ساعر۔ کامل القادری، انکار، کراچی، ستمبر ۱۹۶۵ء ص ۶

لغویوں نگاروں میں سے کسی کا بھی ستاد عارفی سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ ستاد عارفی کی تقلید اور کھڑکی کے پیش نظر گروپ سدھی کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا۔ لہذا یہ تمام معصا میں غیر حامد ارادہ مند نظر آئے ہیں۔ تنقیدی اور تحریکیاتی معصا میں بعض مآقد میں سے ستاد صاحب کی فہمی کوتاہیوں اور کوتاہیوں کا ہے۔ ایسے معصا میں جس میں واسطہ عیب ہوئی کا امداد امداد اختیار کیا گیا ہے ان اولے نظر میں تو کسی نہ کسی طرح ستاد عارفی کی طرح یہ تحریروں کی رد میں آجائے تھے اور ان کی رد میں رد و عمل کے اظہار کی حسرت نہ کر سکے تھے۔ کچھ ایسے بھی ہیں تو ملا دھواں کی تسرت سارے اکر علی حال عرضی راہ کا مضمون ”ایک اور گناہ مرشد“ ماہر القادری کا مضمون چاہیے۔“ کو دیکھا پوری کا ”ایسے لوگ کہاں“ ان کی متنائیں میں اکبر علی حاکم کا مضمون جو ستاد عارفی کی شخصیت کے لئے عام پہلوؤں پر لکھا گیا ہے، غلطی سے ”من“ کے باب میں شریک کیا گیا ہے۔

جدت شعروں میں ”ایک تھا شاعر“ کے کچھ معصا میں کے غیر معیاری ہونے اور کچھ کے غیر ضروری عناصر پر بھی اعتراضات کیے گئے ہیں۔ معذور شاعر بکھتے ہیں:

”ایسے معصا میں بھی اس میں حکم یا گئے ہیں جس کی ادنی یا تنقیدی حقیقت عصر کے رابر ہے۔ ان کی کیفیت پر بھی معصا میں ہیں اور ان کے میں پر بھی، یہ اگر تامل نہ کیے جاتے تو کتاب کی مرتبت کی گہر ہوتی، مگر اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی، اتفاق سے ایسے معصا میں میں میرے اور ستاد عارفی کے اپنے سہرا م یور کے اصحاب کی کثرت ہے“

نکتہ ارحمن ماروقی ان مختصر معصا میں کو ستاد صاحب کے ساتھ ان کی زندگی میں کی گئی مآقدری سے واسطہ کرنے ہوئے بکھتے ہیں۔

”ستاد عارفی بہر حال ایک عہد ساز شاعر تھے۔ ان کے بعد آئے والے ہر شاعر اور علی الخصوص ان کے ہر شاعر سے ان سے اکتساب میں کیا ہے۔ رائے نے آں کی خاطر خواہ قدر ہیں کی اس کتاب میں گزردہ ترین مضمون تنقیدی آرا کا ہے۔ زیادہ تر لوگوں نے سرسری لکھا ہے اور جو رٹے رٹام بہرست میں شامل ہیں، ان کے معصا میں کتاب میں ہیں۔ ادھر ادھر کے معصا میں سے معصا میں ہیں۔“

معصا میں کے بارے میں چند مستند مآقد میں کی رائے ملاحظہ فرمائیے۔
”میرزا علی گرامی فرماتے ہیں۔“

”ستاد صاحب کے جس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں جو معصا میں ہیں عدد دتے ہیں، ان میں سے ”ایک تھا شاعر“ معذور شاعر“ مضمون ۵۷۔
”ایک تھا شاعر“ میں ارحمن ماروقی تصحیح الازاد اکتشاف میں۔“

اس سے تاد عارنی کی عمر بھر جیتی رہی یا حرم سے نظر پائی اختلاف رکھتے تھے اس سے ہٹ کر
بھر پور کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ مختلف نظریات کے حامل قدیم، جدید اور جدید تر نسل کے
سبھی فنکاروں سے شاعر کے فن اور شخصیت پر غیر حاد ارہ مضامین حاصل کیے جائیں گے
ان مضامین کے حصول کے سلسلے میں مطہر حسنی کی کادتوں کو عام طور سے سراہا گیا ہے جید رائیں
ملاحظہ کیجیے۔

سید اقسام حسین رقم طراز ہیں۔
”مطہر حسنی کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے کہ انھوں نے ان کی رشتہ داری (کی تحریروں کی زبانی)
میں کد کاوش کی ہے اور بہت سے ادیبوں اور نقادوں کے افکار اکٹھا کر دیے ہیں“ ۱۷

اعجاز صدیقی لکھتے ہیں۔
”مطہر حسنی نے بہت سے اہل قلم کو دعوت نکارتس دی اور نونہی کی مات ہے کہ کسی سے احوال
کے ساتھ اور کسی سے تفصیل کے ساتھ لکھوائے میں کامیاب ہو گئے“ ۱۸

آل احمد سرور فرماتے ہیں۔
”مطہر حسنی کو تاد سے بڑی عقیدت ہے اور انھوں نے بڑی کاوش سے ان کے متعلق بہت
سے مضامین جمع کیے ہیں“ ۱۹

یہ تو یہ ہے کہ اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لیے مواد کی دستیابی کے سلسلے میں مطہر حسنی کی
معاہدہ کادٹوں کی جس قدر بھی داد دی جائے کم ہے اس مواد کے حصول کے لیے انھیں کیسے کیسے صبر آرا
حالات سے گریاڑ اس کا اندازہ انھیں کے ایک خط سے لگایا جاسکتا ہے
”یقین کیسے کئی کرم مراؤں نے تو مسلسل ڈھائی سال تک خط لکھے کے مادہ و محض جواب دیا
بھی گوارہ فرمایا“ ۲۰

اور جس لوگوں نے مضامین لکھے انھیں پہلے تاد عارنی کی تخلیقات کی نقلیں مطہر حسنی کو حود تیار
کر کے بھیجی ہیں کیوں کہ اس وقت تک حرم کا کوئی سلیقہ کا مجموعہ کلام مطہر عام پر نہیں آیا تھا علاوہ

۱۷۔ کچھ اس کتاب کے بارے میں مطہر حسنی ایک تھا شاعر ص ۴-۵

۱۸۔ تنصروہ ایک تھا شاعر۔ سید اقسام حسین۔ شاہکار الہ آباد جولائی ۱۹۶۹ء ص ۱۲

۱۹۔ تنصروہ ایک تھا شاعر اعجاز صدیقی۔ شاعر ممبئی ص ۱۱

۲۰۔ ایک تھا شاعر۔ تحریاتی مطالعہ آل احمد سرور مستقل عنوان ”میرا صوبہ“ ہماری زبان ملی گڑھ ۱۸ اپریل ۱۹۶۹ء ص ۱۲

کچھ اس کتاب کے بارے میں مطہر حسنی ایک تھا شاعر۔ ص ۶

کے پس پر کون سے عوامل کام کرتے ہیں، ادب میں مصلحتوں کا اگر کس حد تک ہے۔ ذاتیات کہاں
کے لئے ہے، اگر وہ نڈیاں کس طرح اتر ادا نہیں
کے لئے اس کتاب کا آخری حصہ "ہوئے مر کے رسوا" ضرور ملاحظہ فرمائیے
یہ حصہ ط
اہم صحت و گریاں ہو کر وہ عسکوت برار یا "کی طرح بہت سے ادنیٰ اور غیر ادنیٰ مسائل کی طرف واضح
اما سے کرتے ہیں" لے

ان خطوط کو شامل کتاب نہ کر کے کی ایک اور وجہ مقرر حسی ہے اس طرح مایاں کی ہے،
"و سرشتہ امیں" ایک تھا ساعر، "مظر عام پر آگئی۔ مذکورہ تالیف کے پیش لفظ میں قارئین
سے لفظ کر لگا کر صحت کے کتاب کے یا جو ہیں جیسے "ہوئے مر کے جسم رسوا" کا حصہ دکر کیا ہے
بلکہ ان کتاب کے پردوں دیکھتے ہوئے شخص کے دل سے عود کر کے کے بعد حذف کر دیا گیا کہ ان
اے مردوں کو نکھار دے کوئی فائدہ نہ ہوگا یہ ہے

رہ گئی تیرے لیے،
کتاب کا یہ پہلا باب تقریباً نصف کتاب ایسی اہم صحت پر محیط ہے جس میں شاد عاری کے مں
بد صحت کے مختلف پہلوؤں پر ہند دیا کے تقریباً تمام مستند اور متاثرہ شعراء وادار کے علاوہ
جہ و سرحد سے کے ۵۳ طویل و مختصر معامیں شامل ہیں کچھ آثار نگار نے کام حسب دہل ہیں:
"پہری، آل احمد سرحد، طالعاری، ڈاکٹر محمد حسن، اسید اقتسام حسین، ڈاکٹر نکیاں چد، سردار
مہدی، احمد مدیم قاسمی، کوثر چاند پوری، ناصر القادری، سلام بھلی شہری، ستور واحدی، گوپال سنگھ
نور سلطان پوری، ناصر کمالی، قسبا لکھوی، آس حسی گجری، عرش نسائی، سلیماں اریب، شہرت
نور سلطان پوری، اشتا گوپالاری، اگر علی حال ریشی رادہ) وغیرہ ان چند بابوں سے علاوہ
گمانہ گمانے کو مقرر حسی نے مرکب مکر اور مختلف محال کے حامل ہند پاک کا اکثر شمار نگاروں
سے وہ جدا ایسے لوگوں سے بھی معامیں حاصل کر کے اس کتاب میں شامل کیے جو شاد صاحب کی
من میں ہند پیش پیش نظر آتے تھے۔ اس تعلق سے مقرر حسی لکھتے ہیں

"میں میں ہند پیش پیش نظر آتے تھے۔ اس تعلق سے مقرر حسی لکھتے ہیں
"معامیں بھی کرتے ہوئے شاد عاری سے سے یہاں عقیدت کے اور خود میری کوشش یہ
نہیں کہ کتاب اس سبب کی خبروں کی عام روش سے علاوہ ایسے معاموں میں بھی اس نمونے میں ترکیب میں،
پر انھیں مے کو مرکز صحت اور مایاں کے علاوہ ایسے معاموں میں بھی اس نمونے میں ترکیب میں،

۱۔ کہ سببیت کے بارے میں مقرر حسی۔ "ایک قاسم" ص ۱۰۰
۲۔ جیت شاد کی چند مایاں مقرر حسی عدد ۱۰۰ ص ۱۰۰

رام پور میں مسعدہ حسن شاد عارنی کی تصویر ہے۔ جس میں حاضری کے سامنے میر شاد عارنی کا نمبر رکھا نظر آرہا ہے، جب کہ اس وقت موصوف نعید حیات تھے اور رام پور میں ہی موجود تھے۔ اگلے صفحے پر شاد عارنی کی خود تحریر کردہ عمل کا عکس شامل ہے جو انھوں نے ”رُوداں گراچا“ کے لیے رائے اتاعت بھیجی تھی۔ ص ۲۷ سے صفحہ آخر تک ہندو پاک کے صف اول کے تقریباً تمام ادیبوں کے علاوہ کچھ اوسط درجے کے مفکاروں (شاد عارنی کے شاگردوں یا اس سے تعلق رکھنے والوں) کے شاد عارنی کی زندگی شخصیت اور اس کے مختلف گوشوں پر مضامین، تاثرات اور مضمون حراج عقیدت کے ساتھ ساتھ مکاتیب شاد بھی شامل ہیں، اس کتاب میں مطہر حسینی نے کچھ ایسے لوگوں کے مضامین بھی شامل کیے ہیں جو شاد مرحوم سے بڑی عمر رکھتے تھے۔ کتاب کو مختلف عنوانات کے تحت درج دیل چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے

۱۔ ص ۱۔ زندگی پترے لیے

ب۔ مکاتیب شاد

ج۔ مضمون حراج عقیدت

د۔ شخصیت

مطہر حسینی نے طاعت سے قبل ”ایک تھنا شاعر“ کا نام مسودہ ترجیب دیا تھا اس میں ان یاد ابواب کے علاوہ پانچواں باب ”ہوئے مر کے ہم رسوا“ بھی شامل تھا۔ جس میں مطہر حسینی کے نام ہندو پاک کے کئی اور باب قلم بالخصوص شاد عارنی کے ہم عصروں کے وہ خطوط شامل کر کے کامصورہ تھا تو ایک تھنا شاعر“ کے لیے مضامین اور متعلقہ ادبی مواد طلب کر کے جواب میں آئے تھے۔ ان خطوط میں نہ صرف یہ کہ مطلوبہ مواد کی فراہمی سے انکار کیا گیا تھا بلکہ ان تمام معاصرہ جلیکوں، ساتھیوں اور دیگر آراپوں کے پس منظر میں جو شاد عارنی کے بیڑھے ترچھے غیر مصلحت پسندانہ اور دستکاف رویے کا نتیجہ تھے، سخت وسست لکھا گیا تھا، ان خطوط کو ماثرانہ مصلحت کے تحت اور اس نے بھی کہ موجودہ صورت میں کتاب کی صحات ۵۰ صفحات ہو چکی تھی اور مزید صفحات کے اضافے کی گنجائش نہیں تھی اس لیے مطہر حسینی نے یہ پانچواں حصہ شاد عارنی بلک لائبریری رام پور میں محفوظ کروادیا تاکہ آئندہ صاف بھی کوئی محقق اس موضوع پر کام کرے تو یہ مسودہ اس کے لیے مستقل راہ نامہ ہوگا اور شاد عارنی کی زندگی اور اس کے سنے سنے گوستے ادبی دیا کے سامنے آئیں گے مہر خان ان خطوط کی نوعیت کا اندازہ مطہر حسینی کے درج دیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔

اس قسم کے کاموں میں خصوصاً شاد عارنی جیسے شخص، صاف گو اور زندگی بھر چونکھی لڑتے رہنے والے میں کام پیر کام کرتے ہوئے کس کس طرح حوصلہ افزائی اور ہمت بخشی کی جاتی ہے، اس

صرف چند انعامات ہیں ان کے علاوہ بھی کئی ادبیوں اور نقادوں نے شاد عارفی پر مفسر صلی کے اس سلسلہ کام کو ایک اہم کارنامے سے تعبیر کیا ہے۔

ان باغ کتابوں کے علاوہ سلسلہ شادیات میں ان کی ایک اور کتاب شاد عارفی شخصیت اور ان کی مسائل کا خاکہ ہے لیکن جو کہ یہ ان کا تحقیقی مقالہ ہے اس لیے اس پر تحقیق و تعقد کے باب میں گفتگو کی جائے گی

ایک تھنا شاعر: یہ مفسر صلی کی مرتب کردہ سب سے اہم اور ضخیم کتاب ہے اسے مفسر صلی

کی ادنیٰ زندگی کا ایک بڑا کارنامہ بھی کہا جائے تو سچا نہ ہوگا۔
 ماٹھے اٹھ موصوعات کی صحافت والی اس کتاب پر طول طویل تھوڑے اور گرامر مٹھیں بھی خوب
 ہوں "ایک تھنا شاعر" کے مترسیم یک ڈیو لکھو اور اس کا اسناد اشاعت دسمبر ۱۹۶۶ء ہے۔ اس
 کتاب کے سرورق پر شاد عارفی کا دھندلا دھندلا سا ایکج ہے حکم اندر صفحہ اول پر ان کی توصیف
 تصویر بچے دمر کا دیر چھاپی گئی ہے دوسرے صفحے پر مدد صہ دیل شعر درج ہے۔

مجھے اے شادال رحمت پرستوں سے تو کیا لیا

کرے گی یاد مستقل کی تہذیب حوالہ مجھ کو

فہرست صفحہ پر مرتب نے شاد عارفی کے نام اس کتاب کا انتخاب چھتے ہوئے طرہ انداز میں کیا ہے
 مگر کے درلیدہ ساد صاحب کی کربناک زندگی کی تصویر ان کی لادوال فنی رتری کے ساتھ اظہر آتی
 ہے اسباب یوں ہے۔

"استاد مرحوم کے نام

حصیں ہم نے اور اس ر مرآۃ معاشرے سے مل کر گھٹ گھٹ کر مرے پر محور کر دیا لیکن
 مگر کے معرے آج بھی سانس لے رہے ہیں جس کا فنی دواہ اور بھی زیادہ پھیل کر زدہ ہے اور
 ہمارے گوا، ظلم بوس رما کے اس حادثہ کی طرح حوا یک بار قتل موکر مرار مارحم لیتا ہے۔"
 نوے صفحے پر شاد عارفی کا سرورق ہے۔

مادہ ہم شعر کی دیبا میں بقول حافظ عشق کی وجہ سے جیتے بھی ہیں مرتے ہیں

مردم، مفسر صلی کا تحریر کردہ پیش لفظ سے جس میں اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں کچھ عبرت اک
 مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۹ پر اس وقت کے مات صمد مہر یہ ہمد اور سہور باہر تعلیم ڈاکٹر
 ڈاکٹر صلی کا پیام شامل ہے ص ۱۱ اور مادہ ۱۰ پر اقبال علی عرشی کا تحریر کردہ مقدمہ ہے اگلے صفحے پر
 تہذیب کی ایک اور تصویر ماکر سے ص ۱۵ تا ۱۷ کتاب کے مشمولات کی طویل فہرست ہے

۲۰۱۰ء شاد عارفی کا صحن سیر من چہا مولے دریاں میں ص ۱۸ کے ساتھ صورت لائے

یہ بیاض سا سر سیاہی سے لہجہ سے (۱) ایک تھا شاعر (۲) ہر دوسرے (۳) شوقی تحریر (۴) شادمانی کی عمریں (۵) کلیات شادمانی
 ان کتابوں کے مطبع عام پر آتے ہی منظر حمی کی چڑیلوں کا دستوں، ادلی صلاحتوں، حدیث عقیدت
 اور دالہاہ رنگا زیر اہیں داد و تحسین سے لبر لگیا ان میں سے کچھ اقتباسات سمیت دالے مات میں
 پیش کیے جائے ہیں مرید کچھ رائیں ملاحظہ کیجیے۔
 سس الرحمن ماروقی رقم طراز ہیں:

”شادمانی جالیس رس تک اردو ادب کو مالال کرتے رہے۔ لیکن ان پر ڈھنگ کی کوئی کتاب
 یا مضمون لکھا جاتا تو کیا ان کا کوئی ناقادہ مجموعہ بھی مرتب ہو سکا۔ اگر مطفر حمی کو حق استاد ادا کرے
 کا اتنا خیال نہ ہوتا تو وہ دو دیا شادمانی کے نام سے تو واقف رہتی لیکن اس سے زیادہ وہ کیا تھے،
 کم لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔“
 برید میر سید اقسام حسین، شادمانی کے ساتھ کی گئی اے اختیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: ”سوختن قسمی سے اہیں مطفر حمی جیسے تاگر و نصیب ہوئے ہیں خواستادیرستی کی حد تک وہ سارا
 طلب و پاس مع کر رہے ہیں خوشادمانی سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔“
 ڈاکٹر محمد اس ماروقی رقم طراز ہیں:

”ایک بھاشا شاعر کے شاعر شادمانی اور ان کے س اور سمیت پرانی صمیم کتاب دیکھ کر مجھ پر راز غریبہ ۱۱
 اور میں ذاتی مرعوب ہو گیا کتاب میں کثرت سے جھوٹی شری رائیں مع کر دی گئی ہیں۔ شاد صاحب کے خطوط
 بھی دیے گئے ہیں۔ اور اس طرح مطفر حمی نے اسے استاد کے لیے ایک مستقل یادگار مادی ہے ان
 کے مقاصد میں حلوص ہے اور یہ کتاب ان کو ضرور پورا کرے گی۔“
 جلیل الرحمن اعظمی ”ایک بھاشا شاعر“ کی اشاعت پر مطفر حمی کو داد دیتے ہیں،
 ”مطفر حمی نے اتنی مکمل اور بھرپور کتاب شائع کر کے اردو کے ایک اہم اور قابل قدر شاعر کے متعلق اتنا
 اچھا اور قیمتی مواد فراہم کر دیا ہے کہ اس کی حتی بھی داد دی جائے کم ہے۔“

-
- ۱۔ ایک بھاشا شاعر تصوف سس الرحمن ماروقی شہنوں اگست ۱۹۶۸ء ص ۷۶
 ۲۔ ایک بھاشا شاعر اردو ترجمہ تصوف سید اقسام حسین شاہکار لاہور ص ۱۳
 ۳۔ ایک بھاشا شاعر تصوف محمد اس ماروقی ماسامہ سید کراچی اگست ۱۹۶۸ء ص ۳۵
 ۴۔ ایک بھاشا شاعر۔ جلیل الرحمن اعظمی مستقل کالم وقار ہزاری رمان علی ٹرہ ۱۵ اگست ۱۹۶۸ء

سے ان کو پھر میں نہیں سمجھتا کہ اس کو ماہوں کے واسطے رسائل مثلاً ”نگار“، ”ساہرا“، ”یکڈیڈی“، ”راہی“
 اور کچھ دوسرے رسائل کا ہم قدم سا کہ اس کی فراہمیت کیوں صانع کی جائے۔“

”سے چراغ“ کا سب سے بڑا کارنامہ اردو ادب میں حدیث کے رجحان کے لیے راہ ہموار کرنا ہے
 پاکستان میں حدیث کا رجحان ۱۹۵۵ء ہی سے شروع ہوا جس کا ہندوستان میں ۱۹۵۹ء کے بعد اسے فروغ حاصل
 ہوا۔ ”سے چراغ“ نے ۱۹۵۹ء ہی سے حدیث کے لیے راہیں ہموار کر لی شروع کر دی تھیں۔ آج کے میٹر متنازع
 محدثانوں اور ادیبوں میں سے اکثر نے ایسے من کی اقتدائی سر لیں ”سے چراغ“ کے وسیلے سے طے کیں
 علاوہ ازیں آج کے کئی مامورین کاروں کو اردو دنیا سے پہلی بار متعارف کرانے کا سہرا بھی ”سے چراغ“ کے
 سر ہے من کے نام پچھلے صفحات پر دیے جا چکے ہیں۔

ان تفصیلات کا اجمال یہ ہے کہ ”سے چراغ“ کا اثر اڑھائی دو جیسے دور افتادہ اور غیر ادنی مقام سے
 ہوا ایسے معرودہ ادارہ اور سنجیدہ ادبی پالیسی کی وجہ سے یہ نونائیدہ رسالہ بہت جلد ادبی دنیا میں مقبولیت
 کی قدیموں پر پہنچ گیا۔ ہندو پاک کے صوبہ اولیٰ کس کار اس کے علمی مناویں میں شامل تھے۔ اردو دنیا
 کے کئی مامورین کار دل لے ایسی ادبی ساکھ اسی رسالے کے وسیلے سے متحمل کی۔ ہندوستان میں حدیث کے
 لیے راہ ہموار کرنے میں ”سے چراغ“ کے اہم رول کے علاوہ آج کے کئی حدیثی کاروں نے ایسی ادبی سفر کا
 آغاز اسی رسالے سے کیا۔ اسی رسالے کی تحدید اسی رسالے نے کی، عصری مسائل پر چھتے ہوئے ادارے
 معیاری معامیں، رحمتہ مستقل عوامات اس رسالے کے معیار و تقار کے صامس تھے۔ اور ”سے چراغ“
 کی تدلی میں مطر صحنی کا وجود کلیدی حیثیت کا حامل تھا۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر مطر صحنی کو اردو
 کے معیار کی ادبی حریدوں کے مصلاحت مدیروں میں شمار کیا جا چاہیے۔

(ب) سلسلہ شادیات

مطر صحنی کی ادبی زندگی کا ایک عظیم دورے مثال کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ایسے اُن دیکھے
 اثر و افادہ ماری سے اپنی صرف ڈیڑھ سالہ خاکوردی کا حق ادا کرنے کے لیے مسلسل دس گیارہ برس اپنی
 دھم دھمیتوں کو رد سے کھلا کر ستارہ رور و رحمت انگن اور جستجو اور شاد ماری کی زندگی اور شخصیت
 کے مختلف گوشوں پر مستند اور مانع مواد اکٹھا کیا۔ ان کے مشترک اور گم شدہ من پاروں کو انھنک تلماس و جستجو
 کے بعد جمع کیا۔ اپنی عسرت اور تنگدستی کے وجود کو کثیر سرمایہ فراہم کر کے اس تمام مواد کو کم و بیش دو ستر
 صفات پر محیط سے ترتیب دے کر پانچ مجیم اور اوقات کتابوں کی صورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا

سے شاد ماری کا خط مشر و ص۔ چراغ ”کھڑا۔ مستقل صحنی پر چھاپیوں کے وقت

روانیں کہ کسی ڈوتے ستارے کو جِراحِ راہِ ماؤ کو روٹنی کم ہے
 دریا بیچ کر تو دیکھو سوا دوسرے تک تم اس سر یہ راؤ کو روٹنی کم ہے
 یہ شاعرانِ عِلط میں کہیں گے اک دل شاد ہیں جِراح دکھاؤ کو روٹنی کم ہے

عرص کہ تمام عرل میں ادارہ ”نئے جِراح“ کا موٹو سنے جِراح علاؤ کو روٹنی کم ہے، اُدھڑ کر رکھ دیا
 گیا تھا۔ یہ بوجھ کہ کس مراحل سے گزر کر میں ایسے ساتھیوں کی اس عرل کی اشاعت کے لیے مصامد
 کر سکا۔ کفر کے یہ اندھا کوئی کی ایک حد ہوتی ہے۔ اور اکثر مصلحتوں سے مصالحت کر لی پڑتی
 ہے۔ شاد صاحب سے بس یہی ہوتا تھا۔ اگر شاد صاحب کی بلند قامتی سے واقف نہ ہوتا تو حقیقت
 مدیر ”نئے جِراح“ اہل کے بارے میں قطعی عِلط رائے قائم کرنا“ ملے

مدیر الی رسائل کے نام دوست آمد اللہ جاہلوسی امیر خطوط بکھے کی روٹنی عام ہے۔ بکھے مصمات پریش کر
 متاہیر قلم کاروں کے ”نئے جِراح“ کے بارے میں بالمشافہ تقریبی خطوط کے مقابلے میں شاد صاحب کے
 اس بے ماکہ خط کے علاوہ چند اور خطوط سے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے جس میں اٹھولے ”نئے جِراح“
 کی حامیوں پر انگشت مسمائی کی ہے۔

۱۔ ”نصف مز ایک حد تک دلچسپ رہا لیکن حصہ نظم میں ”نئے جِراح“ والی بات کہیں ہیں یا نہیں
 کئی استادوں کے شعر تو قطعاً اہل اور بے ربط ہیں مام لیا دلی اطلاق کے مسمائی ہے۔ ہاں اگر یہ
 جائیں تو استاد ہی کر کوئی لگا راہی معصوم رصا کی عرل نے حرکی کی ابھی مثال ہے“ ملے

۲۔ ”لکھا سیدہ سے“ ”نئے جِراح“ کا احراء بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی کچھار میں حگو کا میکا“ ملے

۳۔ ”اس سر تر کلمات میں عِلطیاں آٹھے میں تک“ کی حگو تک میں آٹھے کے مسمد ہیں بعض اشعار
 ادھر کی سطریں کچھ اس طرح بے ربط ہیں جیسے یلاسے حگو سے ریل کی بیڑی اکھڑ کر رکھ دی ہوگی
 لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ شاد علانی کی نظر صرف ”نئے جِراح“ کی حامیوں پر ہی لگی ہو، انھوں نے
 اپنے معصوم انداز میں اس کی تقریب بھی کی ہے۔

”نئے جِراح“ سے صرف دساتر کے بارے میں دیکھتے ہیں

”حسن لکھا میں سب ماؤں گز کے ہوں وہاں العزادیت کی دو ہی صورتیں (اراط و تقریط) تک
 ہیں۔ تیسری صورت کے سِلطے میں ہیں مستقل سے ایوس ہونے کی کوئی دھڑ نظر نہیں آتی مگر کثرت
 سے دانت ہے اس لیے محالہ موجودہ ”نئے جِراح“ کا سائر سگر والی خصوصیت بلکہ العزادیت کا

ملے استاد مرحوم مظفر علی متون لہذا دیر سے ص ۴۹ - ۴۸

ملے ملے شاد مارنی کے خطوط متون ”نئے جِراح“ کھڈوا مستقل عربوں پر چھائیاں کے تحت۔

مظفر حسنی کی ادبی زندگی میں ”نئے چراغ“ کی اہمیت :

میں کردہ معافی کی روشنی میں جس طرح ”نئے چراغ“ کی زندگی نفاذ و ترقی کے لیے مظفر حسنی کے دور کی اہمیت مسلم ہے، البتہ وہی اہمیت مظفر حسنی کی ادبی زندگی میں ”نئے چراغ“ کو حاصل ہے کیوں کہ ”نئے چراغ“ ہی کے واسطے سے ان کی شاد عاریت تک رسائی ہوئی، تعلقات استوار ہوئے اور آخر یہ تعلقات اور اندام شاد عاریت میں ایسے تخلیقی سفر کی متعدد سمتوں کا تئیں کیا اور آج ہمدیہاک کے ایک صاحب طرز اور سرور دل دہے کے شاعر و ادیب کی حیثیت سے ایسا ایک نمایاں مقام حاصل کر چکے ہیں۔

مظفر حسنی کے ”نئے چراغ“ کے دیکھنے سے مظفر حسنی کی شاد عاریت سے وابستگی کی داستان بھی دلچسپ ہے۔

مبداً ان کے اس کارول کے ساتھ ایک خط شاد عاریت کو بھی لکھا۔ اس کے آگے کی دلچسپ تفصیلات خود مظفر حسنی سے ہیں۔

”میں نے ۱۹۵۹ء میں کھڈو اسے ادبی ماہنامہ ”نئے چراغ“ جاری کیا تو شاد عاریت کو بھی لکھے کہ دولت دی اس ادارے کے ایڈیٹر اور خطوط میرام کی مطلقیت سے یہ مصرع چھپا ہوا تھا۔

نئے چراغ ملاؤ کہ دوستی کم ہے

بدول بعد مگر پہچان نہ دیکھتا ہوں کہ حس رہا اور حس میر دارا کیسے (ادارہ) مسجد بھلائے بیٹھے ہیں

ادب حال پر بھیج گئے پھر شاد عاریت کو مطلقیت سائی تئیں اور مجھے ان کا مداح ہونے کے حرم

انہوں نے کیا کیا اور بعد ازاں شاد صاحب کا خط میرے مسدود مار دیا گیا الفاظ میں کنایت اور لفظوں

نابک کرتے ہوئے انھوں نے لکھا تھا۔

میری سلام علیکم

مراشس نامہ لاقتیل کے لیے یہ عمل حاضر ہے اگر چاہاں کیس۔ رجھا نہیں تب بھی مجھے اطلاع

اور دل میں جواب کا منتظر ہوں اور وہی رسمی الفاظ (کہ مرا جحر ہو گا) شاد عاریت نے

ماہر ہی ایک سال پر جرحی ہوئی عمل مسلک تھی دراجد تشریحات مہر ایجے۔

میروں کو آگ لگاؤ کہ روشنی کم ہے

کبھی صہبت۔ پڑیں دلیں میں تھیں نے کہ

ہو ام کو۔ سٹھاؤ کہ دوستی کم ہے

شاد عاریت کا یہ خط اور عمل ”نئے چراغ“ کے التزیم کے لیے اور تیسرے تارے میں تال ہے

”مجموعہ (۱) کے کہہ متقی مدیر و مالک یوری بھی اس پر جیسے کہ ادنیٰ اہمیت کا ان الفاظ میں اعتراف کر رہے ہیں۔
۵۔ و مالک یوری کا خط

”سے جراح“ کے تیوں تمہارے یکے بعد دیگرے موصول ہوئے یہ ملک کے حیدر آباد ہاناموں کی صف میں رکھے جانے کے لائق حیدر ہے یہ امر اللہ موجب مسرت اور کچھ ماعہ حیرت بھی ہے کہ بہت جلد آپ نے اچھے وکاروں کا تعداد حاصل کر لیا ہے ترتیب میں آپ نے جلد لیسوی سے کام لیا ہے۔“

بحیثیت مدیر مظفر حنفی کے مرتبے کا تعین:

”سے جراح“ کے متعلق پچھلے صفحات پر پیش کردہ حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ”سے جراح“ کی رہائی کے لیے مظفر حنفی کا وجود ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ رسالے کے لیے سند دیا کہ صوبہ اول کے وکاروں کا قطعی تعداد صرف مظفر حنفی سے اس لوگوں کے ذاتی تعلقات کی سبب اور ان میں سے حاصل ہو گیا تھا مشہور و معروف شعراء وادوار کے تازاتی خطوط پر ”سے جراح“ کی بہت کم عرصے میں حیرت انگیز مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ رسالے کے معروضات کے ساتھ ساتھ مستقل عوامات کی مدد سے آئیں مطابقت اور ترتیب و تہذیب سے بھی مظفر حنفی مدیرانہ صلاحیتوں کے ثبوت ملتے ہیں، ان کے تحریر کردہ اداریوں سے ادنیٰ اور سماجی مسائل پر حیات کی گزرت و تحریر کی نیکی اور متانی کا اندازہ ہوتا ہے، ان کی ریادرات پکے واسے جو گزشتہ شماروں کے مقابلے میں اور بعد کے میں شماروں کے معیارات کا تقاضا مطالعہ کر کے یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے ہند دیا کہ میں آئے دن سب سے رسائل جاری ہوتے ہیں جس میں سے کچھ حیدر شماروں کے بعد اور کچھ حیدر رسالے گزر رہے ہوتے ہیں۔ ادنیٰ دیا کا واسطہ حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ ان میں سے کم رسائل ایسے ہوتے ہیں جس کے نام لوگوں کو کچھ پیسے بھی یاد رہے یا سب سے ”سے جراح“ ڈیرہ سالوں میں صرف سترہ شماروں کے بعد ہوا گیا۔ ۱۹۶۶ء سے قبل اس کے مقابلے میں وار و ہوسے واسے کہ شعراء وادوار کے دہوں میں ”میرنگ خیال“ (درادینڈی) ”تعلیم (دہلی) تہذیب وادب“ (لطیف) ”میرنگ خیال“ ”نکاح (لکھنؤ)“ ”محور (دہلی) اور خیال“ (کامٹی) کے ساتھ ساتھ آج بھی ”سے جراح“ (کھنڈہ) کی یاد رکھیں۔

۱۹ فروری ۱۹۵۹ء کا خط

مے چراغ کے تمارے میری نظر سے گزرتے رہے اس رسالے کی حویلیوں کا اندازہ کر کے مجھے
دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دورِ انا دہ کھڑے اسے اتنا اچھا رسالہ شائع ہوئے لگا اچھے رسالے قوم کی تعلیم کے
مردم سے اور ہماری تہذیب و ثقافت کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیتے ہیں ہمت ہیں ہارنی جاسیے اور اس
نیم کرانی کا خط

حیرت ہے کہ کھڑا جیسے مقام سے ایسا کامیاب ماہنامہ کیوں کر جاری ہو سکا یہ آپ
میں جیسے ماحول عمل کی سعی و عمل کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہاں رسالہ کو مہلے پسند کیا۔ حال
آنکہ پسندیدگی کا اظہار کر رہے تھے۔ آپ کو سرزد ہی میں ملک کے مامورِ مصنفوں کی معاونت حاصل
شعبہ یاد کا خط

مے چراغ کی دوستی دیکھ کر اردو داں طبقے میں حوصلہ پیدا ہو چلا ہے وہ حال ایک ہے
کلیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں یا جو میں تمارے کی شائع اولیں آپ کے حرا تہمدار اقدام کی بہترین
نام عمل کا خط

ہمارے مقرر صبی، کل تمام کی ڈاک سے "مے چراغ" ملا تھیوین اور ساتویں کرن ایک تہا کر کے
یہاں عمارت دیر پاسے۔ اس تہارے کا ایک ایک لفظ پڑھے کے لیے اتفاق سے آج مجھے بہت
بہتر لگتی دو گھنٹے کے مقرر عرصے میں میں نے سارا رسالہ پڑھ لیا۔ کتابی سائر کے ایک سو صفحات
کو دور دلیب عام ہم میٹر بچا پتے جو کہ رشتے وقت کم سے کم میں تو ایک لمحہ کے لیے بھی نور

۱۹ فروری ۱۹۵۹ء "مے چراغ" ۲۵ فروری ۱۹۵۹ء فرات گورکھ پوری کا خط ص ۱۹
۲۹ فروری ۱۹۵۹ء "مے چراغ" ۲۹ فروری ۱۹۵۹ء شمیم کرانی کا خط ص ۳۹
۱۹ فروری ۱۹۵۹ء "مے چراغ" ۲۵ فروری ۱۹۵۹ء شعبہ یاد کا خط ص ۱۹
۲۹ فروری ۱۹۵۹ء "مے چراغ" ۲۵ فروری ۱۹۵۹ء رام عمل کا خط ص ۹۲

یہی ہے جس کے حامی ہمدستان میں گروڈول کی تعداد میں موجود ہیں، اس طرح سسک سسک کر سانس لیتے ہیں جیسے یہ ان کی آخری سانس ہو۔

ادھر پہلے چند برسوں سے ملک بھر میں ریاستی اردو اکیڈمیاں وجود میں آچکی ہیں جس کی مالی اعانت سے منتخب شعروں اور ادیبوں کی کتابیں تیری کے ساتھ ساتھ ہو رہی ہیں۔ رنج مدی ہسٹری حالات اس کے برعکس تھے جیتر ملاحیت شاعر و ادیب ایسی رہ گئی تھری تخلیقی کاوشوں کو کئی شکل میں دیکھنے کی حسرت لیے اس دیار سے رحمت ہو جاتے تھے مقرر حق کے دہس دسا اور نگاہ و دروس کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ آج سے پچیس برس قبل اُن کے دہس میں اس اہم مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک قابل عمل معصوم پیدا ہوا جس کا اظہار ”سے جہاز“ کے ایک ادارے میں ”سے جہاز پبلشنگ اکیڈمی“ کے عنوان کے تحت اس طرح کیا گیا تھا، فنکاروں کی پرستیوں کی داستان اتنی مار دہرائی گئی ہے کہ اب اس کے ذکر سے بھی کوفت ہو جاتی ہے پاکستان میں رانٹر رگڈ کا قیام اس سلسلے میں طر امروہ اقدام ہے۔ ہمدستان ادیب اب تک اعادہ مائی کے اصولوں پر کسی کسی اخص کے قیام کی تحویروں سے آگے نہیں ٹرہ سکے ہیں میس انصاری مدبر خیال نے تو تحریک چلائی ہے وہ بھی مدت و ماحول تک ہی محدود ہے جب کسی فنکاروں کی ہسٹری کے لیے ملک کے کسی بھی گوشے سے کوئی تحریک اٹھے گی، ہم اسے تقویت پہنائے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھار کھیں گے۔ لیکن موجود صورت حال میں کسی طویل احطار کی گمانتیں ہیں اسی ادارے ”سے جہاز“ مالی طور پر اترا سٹھم ہیں جو سکا کہ فوری طور پر کوئی اتسی جامع اسکیم تیار کر کے خود کاروں کی تمام میادی مشکلات کا سدباب کر سکے گی ”مال ہم اس ملاحیت رکھے والے تمام فنکاروں کے لیے حواب تک ماضیوں کی لے تو جی کا شکار ہے ہیں“ ”سے جہاز پبلشنگ اکیڈمی“ کا اعلان کرتے ہیں۔“

مقرر حق کی عدم موجودگی، موافق حالات کو سائل کے فقدان اور ارباب اردو کے ہر ماہ تعامل کی وضع سے ”سے جہاز پبلشنگ اکیڈمی“ تو کا چند ماہ بعد ”سے جہاز“ ہی کی رہائی کے لائے بڑھ گئے۔ ہر حال سے جہاز کے اداروں سے پیش کردہ اقتباسات سے مقرر حق کی زرب میں ”مدحہ جی“ اور ”سفر مدیر“ ملاحیتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

منظر حقیقی کی مدیرانہ صلاحیتوں کا اعتراف:

”سے جہاز“ کی حریت و تجدید اور معیار و مزاج دیکھ کر اردو کے ممتاز قلم کاروں نے مقرر حق کی مدیرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا، کوشا چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں۔

”سے جہاز“ ”کھڈوا ستر“ اکتوبر ۱۹۵۹ء چیف ایڈیٹر مقرر حق

”سے جہاز“ ”کھڈوا دومر“ ۱۹۵۹ء چیف ایڈیٹر مقرر حق

مانگو، پریشان کن اور توحہ طلب عصری مسائل، مخصوص اردو کو درمیش مسائل پر استہائے ماکے سے لکھا ہے، طرہ پہنچے کی جستجو اور کلاں ہر سطر میں نمایاں ہے۔ ”سے چراغ“ کے اولین شمارے کے اندر سے مل لکھا ہے

”معلوم ہیں انہیں اس راہ کی پیروی کیوں کا علم تھا یا نہیں، مہر طور کھنڈوہ کے کچھ حوصلہ مند جوانوں کی خدمت اور وہی دھن سوار ہوئی اور میل لاسریری و خود میں آئی چیدماہ بعد ایک قدم اور ٹرھا، لکھنؤ کی اردو ہمد کی شام کھنڈوہ میں کھولی گئی جس کے الحاق کے سلسلے میں اس تک مرکزی اور دہلی شام کے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ حوصلے بیست ہو جاتے اور یاد لوگ اپنا اپنا کام دیکھتے لیکن اس کے کھائے اس سنگلاخ میں سے ایک معیاری اور حائل ادلی ماہنامہ نکالنے کا تہیہ کر لیا گیا ہوش مندوں نے سکھایا غیروں نے بھستیاں کیں، یاراں طریقت۔ مائے مجاہد گاہ پڑھ گیا اور ”سے چراغ“ کی پہلی کراں آپ کے بیٹے نظر ہے۔“

میں اور مدیم کو ماکتاں میں گرفتار کیا گیا تو لکھتے ہیں:

”پاکستان میں بعض احمد فیض اور احمد تہتم قاسمی وغیرہ کی گرفتاری پر ہر صاحب نظر اس دوست انسان کا فرض سمجھا کہ عدالتے امتحان ملند کرتا لیکن اس واقعہ پر حسن طرح آنکھیں سدھ کر لی گئی ہیں وہ انصاف کے نقطہ سے مانتے ہیں۔ احمد تہتم قاسمی کی حالی ہی رہا کر دیے گئے لیکن فیض اب تک قید و مد میں ہیں ہم اس بارے میں حکومت پاکستان سے برزور امتحان کرتے ہیں۔“

مراقبین اردو کو ان کے رشتہ دواہیوں پر تہیہ کرتے ہیں۔ تیور ملاحظہ فرمائیے

”ادھر چنڈے جیسے لوگ شیش محل میں بیٹھ کر رہرواں تارہ دم پر سنگ ماری کرتے ہیں ہم میں پہلے کڑے چراغ کے صحافت کو ان کی ماریاں کتوں کے ذکر سے داغدار کر س در نہ یث کر ایک نظر دیکھ لیا کوئی سے شیش محل چھانک سے رہیں پر آ رہے گاہ۔“

”سے چراغ“ کے قارئین سے مخاطب ہو کر ادلی رسائل کی کسمپرسی مایاں کر رہے ہیں۔

”اب ہاموسی اور تعلیمی رسائی تو ہزاروں کی تعداد میں خریدتے ہیں اس میں کوئی اعتراض میں شکوہ صرف ہے کہ آپ کی ”توحہ“ ہشتا عرتہ صاف ستا سکتا ہے چراغ“ اور حیات جیسے حائل ادلی پرچوں کو ہڈواتے بدلتی ہوئی ہے کتنی غری مدھی ہے کہ اس رماں میں شائع ہوئے والے حائل ادلی

۱۔ اداریہ ”سے چراغ“ کھنڈوہ صدی ۱۹۵۵ء مدیر مظفر حسینی

۲۔ اداریہ ”سے چراغ“ کھنڈوہ مارچ ۱۹۵۵ء مدیر مظفر حسینی

۳۔ اداریہ ”سے چراغ“ کھنڈوہ مئی ۱۹۵۵ء مدیر مظفر حسینی

آخری میں شمارے حسن لیسر مرحوم کی ادارت میں نکلے۔ اور اگست ۱۹۶۱ء کے آخری شمارے کے ساتھ ہی حواری الصرا دی روایت سے بہت کر عام رسالوں کی سائریر شائع ہوا، مظفر حسنی کا روش کیا ہوا تراجم بہتہ کے لیے کھنگیا۔

سوانحی باب میں ذکر کر چکا ہوں کہ مظفر حسنی دسمبر ۱۹۵۹ء میں اپنی ستادی کے سلسلے میں کھنڈوا سے ہسودہ چلے گئے تھے۔ حالے سے قبل دسمبر ۱۹۵۹ء تا مارچ ۱۹۶۰ء کے شمارے وہ ترتیب دے چکے تھے۔ اس لیے مارچ ۱۹۶۰ء کے شمارے تک یرے یر بحیثیت مدیر اعلیٰ ان کا نام لیا ہے۔ کھنڈوا سے مظفر حسنی کے چلے جانے کی وجہ سے ”سے چراغ“ کی اشاعت تعطل کا شکار ہو گئی۔ ادارتی عمل کے مافی لوگوں یراں کی صلاحیتوں کے مادود مظفر حسنی کی موجودگی میں ”سے چراغ“ کے سلسلے میں حاصل دستہ داریاں نہیں تھیں۔ پہلے بل تو یوں لگتا تھا کہ یرچہ مددو جانے گا لیکن جیسے جیسے ادارتی عمل کے مافی لوگ مظفر حسنی کی غیر موجودگی میں بھی میں شمارے نکالنے میں کامیاں ہو گئے، اپریل ۱۹۶۰ء کے ایسے مرتبہ شمارے میں بحیثیت مدیر اعلیٰ حسن لیسر مرحوم سے ادارہ میں کھنگیا۔

در اس مرتبہ شمارے ساتھ آپ کو بھی اس سحر سے یقیناً اسوس ہو گا کہ ”سے چراغ“ اس ماہ سے حاب مظفر حسنی کی خدمات سے محروم ہو چکا ہے۔ اید ہے ایی شمارتی معروضیات کے مادود بھی موصوف ایی تکیقات اور معید کار آمد مستوروں سے ”سے چراغ“ کو وار تہ ہیں گے۔
 ”سے چراغ“ سے علاحدگی کے بعد رسالے کو حادار کھے کے مارے میں ایسے ساتھیوں کے حوس و ولولے کا ذکر کرتے ہوئے مظفر حسنی لکھتے ہیں،

”مئی مئی امگ تھی خدمت اردو کا مدد ادا موا تھا سجدگی سے سوچے کی صلاحیتیں سلب ہو چکی تھیں۔ حدایتیت حوس یر تھی لیکن اب کہ رہا ہے اور ملک کی لے حسی حوصلے یست کر یی ہے اور میں ”سے چراغ“ سے دست بردار ہو کر یریاں سرکاری طاربت کرے بیٹھا ہوں اور دہاں یار لوگ ”سے چراغ“ کو لگے میں یڑے دالی آنتوں کی طرح کھیج مان کر حلائے رکھے کی کوشش میں یراں دسر گرداں ہیں“

منظفر حسنی کے ادارے

حسن رہاے میں ”سے چراغ“ حادق ہوا مظفر حسنی کا شمار اردو کے معروف قلم کاروں میں ہونے لگا تھا۔ ”سے چراغ“ میں شامل ہے اداروں میں انھوں نے اپنی تمام تردہی دکر کی صلاحیتوں کے

۱۔ ادارہ ”سے چراغ“ کھنڈوا اپریل ۱۹۶۰ء ص ۶ مدیر اعلیٰ حسن لیسر
 ۲۔ ”آرا حسنی کو دی دور کا طوطہ“ مظفر حسنی مسودہ شعلہ کو قسم دہلی مردی ۱۹۶۲ء ص ۶۴

ایسے ماموں کو پس پردہ رکھے کی شعوری کو مشت مای دکھائی دیتی ہے۔

مستقل عنوانات: ”مستقل عنوانات“ میں سائنس ہونے والے مختلف اہصاب شعور و ادب پر معنی کے تعین سے مطلق معنی کے عمومیت سے علاوہ اس کے رخصاں کا ادارہ ہوتا ہے۔ ”سائنس جرائع“ کی دیکھا دیکھی تعدیل میں سائنس کی نقل کی اس معاملے میں بھی اولیت کا شرف مطلق معنی کو جاتا ہے۔ پہلے نمائے سے آخری شمار سے تک ان عنوانات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ”سائنس جرائع“ کے ابتدائی شمار سے یہ خط۔ انصاری کا شمار ماہنامہ ”شاہراہ“ (دہلی) میں سائنس ہوا لکھتے ہیں۔

”کھنڈا مدھیہ بردیست سے ماہنامہ ”سائنس جرائع“ کا امرا جو احصاء مطلق معنی، ہسوی اس حریک کے مدیر ہیں۔ ایڈیٹوریل اسٹاف میں حسن شیر صاحب، صاحب قاضی حسن رضا اور قاضی انصاری صاحب وغیرہ وغیرہ کے نام نظر آتے ہیں۔ پرچہ صاف نظر اور معیاری ہے مقالات کے حصے میں خود ہیئت ویت کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے قاضی عبدالودود اور کیلاس ماہر کے نام نظر آتے ہیں معلومات مسلسل و سلسلہ کے نام سے ترتیب دی گئی ہیں اس حصے میں کئی حیریں کام کی ہیں ”سنگ و دست“ کا عنوان کہا یوں یہ مستقل ہے اور اس میں جملہ مائع، ستارہ شیریں اور شیش ترہ کے نام نظر آتے ہیں ہر حال پرچہ کی اچھا لگی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ادارہ اسے اور اچھا اور ستر سائے کی کوشش کرے گا۔

سائنس جرائع کے لکھنے والے:

”سائنس جرائع“ کے امرا سے مل بھی مطلق حقیقی حقیقت ستارہ و اسماہ نگار ادنی تعلقوں میں عامے معروف ہو چکے تھے۔ ملک کے بہتر اچھے ستاروں اور ادیبوں سے ان کے قریبی روابط تھے جیسے ہی انھوں نے ”سائنس جرائع“ نکالنے کا عطا کیا اور علمی تعاون کے لیے ان لوگوں کو کھاتا ہر طبقے سے معاونت کے حوصلہ امر اظہار آئے جس میں مطلق حقیقی کی ادارت کو رسالے کے معیار کی حمایت کہتے ہوئے اعتماد کا اظہار کیا۔ چند اقتباسات پیش خدمت میں۔

ستار احمد ماروقی لکھتے ہیں:

”تیب تحریر کار اسماں میں اور دیکھ کر اگر اس کے جس سے بیجا ماہا سکتا ہے تو آپ کے بارے میں میری رائے بہت اچھی ہے اس تعلق سے یقین کرتا ہوں کہ جس رسالے میں آپ ایسے شہ در۔۔۔ لکھیا تیں وہ معیار ہی ہوگا“

۱۔ ”سائنس جرائع“ شمارہ ۵، انصاری شمارہ ۱۱۵۹، دہلی ص ۶۲

۲۔ ”سفر بہ شہر“ (تذکرہ کاروں کے خطوط کا کالم) ”سائنس جرائع“ کھنڈا و امات سوری ۲۵۹ ص ۹، تا ۱۲

ماہوں و حوالائی کے مستتر کہ تمہارے تک مجلس ادارت میں ابھی نام ملتے ہیں، ستمبر اکتوبر ۱۹۵۹ء کے
نمبر کے میں معاہدہ میں ایک نام قاضی آصاف کا اضافہ کیا گیا مارچ ۱۹۶۰ء تک قاضی اصناف
سب ہی بہت دلی اہمیت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے کے آخری شمارے اگست ۱۹۶۰ء تک میں تیاروں
نادر اعلیٰ مقرر صلی کی بجائے جس تسخیر میں و حریف تھی کہ ان دنوں مقرر صلی سلسلہ ملازمین کھڑے
یہ پہلی سلسلہ ہو گئے تھے وہاں رہتے ہوئے بھی رسالے کی ترتیب و تدوین میں ال کے مشورے
نالا رہے لیکن ابھی کھڑے میں غیر موجودگی کی وجہ سے مقرر صلی کے مدد کی حیثیت سے رسالے میں ایسا
پریشانی رکھا اسباب ہیں تھا۔

سب سے پہلے کی پالیسی:

سب سے پہلے کے اراکین نے انداز ہی سے اپنی ایک محنت مدد اور نے لوٹ پالسی یہ متعین کر
لی کہ کسی بھی ایسے میں اراکین میں سے کسی کی کوئی تخلیق شامل نہیں کی جائے گی۔ اسے اپنے ادنیٰ تعلقات
کو ترک کر کے کوسیدہ پایا جانے لگا حاکم مدبران میں سے ہر شخص سے اعتراف و ادب تھا یہ لوگ ابھی اس
نمبر کے آخر تک سبھی سے کارمد سے اختیار کی ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں آج کل لوگ مدد یا احاد
مستحق ہی اس مقصد سے ہیں کہ اسے ذاتی تشہیر کے لیے استعمال کریں اور اس سے نام و نمود کے حصول
خواہش واری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں سمیت اس سے ملتا ہے کہ پہلے شمارے میں شامل
گوربت میں مقرر صلی کا نام ملتا ہے لیکن اس کے صفحات میں ال کا اضافہ نقش مزیدی شامل نہیں
ہوئی کہ اسے مدد معلوم ہو اگر احاطے اس خیال سے کہ مقرر صلی ر مجری کے معروف فکریں اور
ان کی تحریکیں کی شمولیت رسالے کے معیار میں اضافہ کا باعث ہوگی ان کا اضافہ شامل کرنا یا ہوا
تک مقرر صلی میں وقت بیک وقت کے ساتھ ایسا اضافہ شامل ہونے سے روک لیا کہ یہ بات تنبیہ
پہلی کے طلاق خانی سے بعد میں وہی اضافہ انھوں نے دیکھا و ذکر راجی کو بھیجا چاہا تو احاطے میں
بہت بڑے ہمارے کے ساتھ کو میں تمہارے میں (جو حوالائی ۱۹۵۹ء میں) چھاپ دیا کہ ہمارا پرچہ
نمبر سے زیادہ اس اضافے کا مستحق ہے اس کے بعد اگست ۱۹۵۹ء کے شمارے کے لیے بھی
فرزادہ اس سے ایک اور کہانی دے اسرار و ادبی نے کہ مستحق کردی گئی اس کے پہلے اور بعد
کے بھی شمارے میں ان کی کوئی تخلیق نہیں ملتی ویسے بھی جہاں تک مقرر صلی کا تعلق ہے ان میں اسے
کی سب سے کرنے کی اس وقت کوئی اختیار نہیں رہ گئی تھی۔ مدد پاک کے تقریباً تمام صف اول کے
ملازمین ان کی تخلیقات (اصاف) سلسلہ مستحق ہو رہی تھیں اور تعلقات جیسے کے سیاسی
مدد مدد کے خطوط آئے دل اس کے نام آتے رہتے تھے مستقل حواں و مشاطات اسطوہ کے
تک تحریر میں اضافے بھی مرضی نام اسطوہ نامی کے نام سے مقرر صلی اور جس مشہور ہے یکم۔

سے "شمار ادا میں" کا نام دیا گیا۔ مقالات کے لیے "قیمت و غیرہ" اداوں کے لیے "سگ و نشنت" نظموں کے لیے "سہل و سہلاسل" اور غزلوں کے لیے "لار و گل" عنوان لے لیے گئے۔

کتب اور رسائل پر مقررے میری نظر میں "عواں کے تحت شریک کے جانے" اولیں دو شماروں میں ستاعروں اور ادبیوں کے خطوط میں "جرائع" کی قلمی معاونت کی یقین دہانی اور یکجہلات کا اظہار ہے جس کے لیے "مقررے شرط" کا عنوان لگایا گیا ہے بعد ازاں شماروں میں شامل تخلیقات پر مکتوب نویسوں کے تاثرات کے لیے عواں "برہانیاں" مقرر کیا گیا ہے۔ "جرائع" میں سب سے زیادہ دلچسپ و جہرہ "مشاہدات اور سلطانی" کے مستقل عواں کے تحت طرہ اداوں کا سلسلہ تھا جسے آج بھی افسانے کہا جاتا ہے ادا اس کی عمر دس سال تالیفاتی ہے دراصل اس کا حصہ "جرائع" کے شمار میں آج سے ربع صدی قبل ہو چکا تھا۔

۱۹۴۷ء میں سعادت حسن منٹو نے مضامین کے موضوع پر چھوٹے چھوٹے ادا کیے کیا جاتے تھے۔ اس اقدار سے اولیت کا شرف منو کو حاصل ہے۔ لیکن وہ سب ایک ہی لڑی میں بیروٹے ہوئے تھے اور روایت منو کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ "جرائع" کے دریغ مقرر صوفی نے اس روایت کو تکمیل و عطا کی اس اداوں کے ساتھ اس کے حلقے کے نام کی جگہ ایک فرضی نام "ادب سلطانی" دکھائی دیتا ہے تحقیق و جستجو کے نتیجے میں اکتاف ہوا کہ "ادب سلطانی" کے یسیر بردہ و مقرر صوفی اور حسن شیرانی تھے۔ دراصل اس سلسلہ "جرائع" کے ابتدائی شمارے ۱۹۵۹ء ہی سے حسن شیرانی شروع ہو چکے تھے پہلے شمارے میں اس کے "تس" ادا کیے شامل ہیں دوسرے شمارے ۱۹۵۹ء میں کل چھ ادا کیے ہیں جس میں "روشنی کے بعد اور لوگ لاچ" مقرر صوفی کے قلم پر کردہ ہیں مارچ ۱۹۵۹ء کے شمارے میں مقرر صوفی کے سب ادا کیے شامل ہیں جس کے عنوان ہیں "باقی کل" یا "کل اور بولیں" "اعلاقیات" "ہاں ہے" "اے" "اساں اور اس" اور "سوئی"۔ چوتھے شمارے مئی ۱۹۵۹ء میں مقرر صوفی کے چھ ادا کیے "مجموعہ" "عزیزت آدمی" "پڑوسی" "گت داماؤں کی" "سمت زیادہ عقل" اور "سلام اور داد" شامل ہیں یا "مجموعہ" اور ساتویں شمارے میں حسن شیرانی مرحوم کے ادا کیے ہیں "الزائحوں" شمارے (دسمبر ۱۹۵۹ء) میں مقرر صوفی کے پانچ ادا کیے "مساحتہ" "مساحتہ" "لاعنواں" "دیادرم" "دھکے" "ادب طلوس" "کار" "مٹے ہیں" "اس کے بعد والے شماروں میں "مشاہدات اور سلطانی" سلسلہ میں ملتا۔ مقرر صوفی کے قلم پر کردہ یہ ہیں مختصر ترین "ادب" "اسی عواں" سے اس کے ادا کیے "دیدہ حیران" میں شامل ہیں۔

"جرائع" کے پہلے شمارے (نومبر ۱۹۵۹ء) میں مدیر اعلیٰ کی جگہ مقرر صوفی نے "مجلس ادارت" اور معاون میں حسن رحمان، حسن شیرانی اور عتاب مانگی کے نام شامل کیے۔

کے ساتھ من استیتر، قاضی انصار اور حسن رضا بھی شریک تھے اس سیرے کے وسیلے اردو ڈاکٹر محمد حنیف
 نے لکھنؤ کی سب سے پہلی مار ایک اردو لوٹر بانر سیکرٹری انکول قائم ہوا یہ بھی عرصہ کر دوں
 لوٹا۔ جو گا کہ بالعموم ہندوستان میں جدید رجحانات کو شعروادب میں عام کرنے کا بہرہ ماہنامہ
 شرف توں الزام کے سرمد تھا ہے لیکن شرف توں کے احرا سے کم بیش چھ سات سال قبل ماہنامہ
 شرف توں نے لکھنؤ واسیہ رسائل سے محروم شہر سے جدید شعراء اور انصاف نگاروں کی ایک بڑی تعداد
 کو خدمت کی طرف مائل کیا۔۔۔ ان میں سے بیشتر نے نئے چراغ کے وسیلے سے ہی ہندوستان
 کا نام دنیا میں اپنی ہر کارانہ حقیقت مستحکم کی۔۔۔

شرف توں کی خدمت نے چراغ کو ادبیت کی سعادت تو حیر حاصل نہیں ہے لیکن "ہارستان" ایک
 علمی ادارے کا ترجمان ہوئے اور ایسی تعلیمی پالیسی کی وجہ سے محدود حلقوں تک رسائی رکھنا
 سہارے چراغ نے ابھی حدت پسندی و رہبر گیر ادبی پالیسی کی وجہ سے قلیل مدت میں ہی ہندو
 ادب کے ادبی حلقوں میں اپنی انفرادیت کا نقش قائم کیا۔ نئے چراغ کی تھوڑے عرصہ میں ادبی دنیا
 کا اثر و نفوذیت کے اسباب میں ہندو لوں کی قلمی معاوض کے ساتھ دوسرے مفسر معنی کے
 علم اور تعلقات تھے، مصائب کا سورج، سائر کی انفرادیت، مستقل عوامات کی دلچسپی، میر معراجیوں
 کے ساتھ ان لوگوں میں سرگرم اور بے لوث ادیبوں کی خالصہ کاوشوں کا اثر و ادب سے لہذا نئے چراغ کے
 اثر و رسوخ میں جس ہندو پاک کے اہم ہندو لوں کی تعلیمات شامل ہیں ان میں کوثر چاند پوری
 اور قمر احمد، مائق گلاوٹی، اتفاق ریڈی، شائق کابوری، مایہ القادری، محوی مدنی، آرا محی
 انسانی، راہی معصوم، رضا سہمدی، کاشمیری، سربتس کمارت، آدور مارتس پر تاب، گدھی کے نام
 اور دوسرے

ان کے بعد (کسانی) سائر کے بارے میں مفسر معنی نے لکھا ہے۔۔۔

بہ کونگول کو رسالے کے سائر پر اعتراض سے سارا خیال عمومیت سے ملندہ دوسرے کا تھا
 اہمیت سے ملندہ اور معروض کے مفسر معنی کا یہ زمان "نئے چراغ" کے پہلے ہی شمار ہے۔۔۔
 گمناہان سے تنویدیت کے لیے متعین مستقل عوامات کی معنی حیری اور مرستی سے معنی مفسر معنی
 وزارت پسندی کا اندازہ جو ثابت ہے۔۔۔ نئے چراغ کے اداروں کو رسالے کے نام کی مسامت

گدھی اور دوسرے دوسرے سال ڈاکٹر مفسر معنی مدھیہ پور میں اردو اکیڈمی کے زیر اہتمام سہ ماہی
 میں ہندو گلاوٹی اور دوسرے مفسر معنی

نئے چراغ کے ادارے کا اندازہ جو ثابت ہے۔۔۔ نئے چراغ کے اداروں کو رسالے کے نام کی مسامت

مدیر اعلیٰ کی بنیت سے مجھے لگے گا، کو حکمران کیا اور ادارت کے حقوق میں تسخیر حاصل اور قاضی العبادت کی گردن میں ڈالے گئے، یہ پاس پیسے کی تیار قیمت کا یہ ہرچہ منظر عام پر آیا تو ادنیٰ مطلع دنگ رہ گئے، اس کے مصموں نگاروں میں سیارہ نقیوری، قاضی عبدالودود، پرویسرا احتام حسین جیسے قدآور اقداس شامل تھے تو نگاروں میں مرائی، شاد عارفی، جگر، نوح، حدادی، عبدالحمید عظیم اور احمد بدیم قاضی جیسے معادل کے لکھے والے نظر آئے تھے، کھڑوہ میں ایک ادبی مثلث سامع کیا جس کے میں راویہ تھے جس میں شیر مظفر حق اور حسن رضا۔ ہماری قلمبند کردہ تقریروں کو اسٹیج سے دہرا کر اور نے چراغ کے صوات کو بہر رعیت کا ریشہ سا کر کئی لوگ سیاست کی بلند یوں پر جا پہنچے۔ بہر حال ہمارا مقصد ہلکا ہوا اور کھنڈرا میں اردو میڈیم ہائرسیکنڈری اسکول کی بنیاد میں مضبوط ہوئیں اب چونکہ اس اسکول میں کسی معاویہ کے پیر حوں جگر صرف کرنے والے اساتذہ کی ضرورت تھی اس لیے حسن شیر اور حسن رضا کو اس میں وکیل دیا گیا۔ ”نئے چراغ“ کے احراء کا مقصد چونکہ پورا ہو چکا تھا اور میں دوسرے امور نے اپنے حصار میں لے لیا تھا اس لیے یہ حریہ لگ تنگ اٹھارہ شماروں کے بعد جاری رہ سکا اس کے صوات سے جس لوگوں نے ایسی نگارہ جیتیں کو شکم کیا اس میں آج کے سنی عمرے ام شامل میں مثلاً قاضی سلیم، شیر علی، راہی معصوم رضا، شہریار، مصلیٰ، عتیق، عتیق الحق، احم، شاد احمد فاروقی، تسدوار اور سبت سے دوسرے نگار لطیف یہ ہے کہ نئے چراغ کے بھی مدبر معین جلاستہ عمر بونے تھے یکس یا بیسی یہ کہی گئی تھی کہ مام روش کے برعکس رسالے کو اپنے مام و نمود اور ادنیٰ سا کھ ملنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ چاہاں اٹھارہ شماروں میں کسی مدبر کا ایک شعر بھی شائع نہیں کیا گیا۔ اس مدص سے محات ملی تو انم الحروف لے سچاں اور عدد ازاں دہلی کی آراء مصا میں ایسی کچھ ٹوٹی پھوٹی حیثیت سالی یکس حسن شیر اور حسن رضا ایسی کھوڑوڑ ملا جلیوں کے ماخوذ اس لیے یاری کی روش میر قائم میں۔ تیمہ یہ کہ ۱۹۵۸ء کے اس یاس حدیدیت کے رحماں کو رسالہ شب حوں سے پہلے مروع دیے والے یہ دونوں نگار آج بھی غیر معروف ہیں تھے مروع کی مسرت کے اعتبار سے مات کی وضاحت کے لیے طویل اقتباس ضروری تھا۔ مظفر صلی لے یہی مات کچھ مختلف ادارہ میں ایک اور جگہ بھی ہے۔ مسرت کا تقاضہ ہے کہ یہاں بھی اقتباس قدرے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا جائے۔

”عوام میں شعور ادب کا دوق عام کر کے کا ریشہ بہت کچھ رسالے ”بہارستان آوند ماسلمہ“ نے چراغ سے احام دیا اول الذکر ہرچہ اردو مارل اسکول کھنڈرا کے استاد ساری یاری کی ادارت میں آرا دی سے نقل نکلتا تھا۔ اور نئے چراغ ۱۹۵۹ء میں جاری ہوا جس کی مجلس ادارت میں انم الحروف

۱۔ قاضی حسن رضا کے زیر طبع شعری مجموعے ”میتاق“ پر مظفر صلی کے تحریر کردہ تعارف سے

ترتیب و تدوین

عداد و عدد ہر دو اقسام سے ترتیب و تدوین کے سلسلے میں مطلق معنی کے کارناموں کی ہر سرت ماحولیاتی
 میں ماسوائے نئے حیران کھڈے فاسکے جو دو شمار سے (حس کے مددگار مطلق معنی تھے) ست آدھاری کے
 لکھا گیا ہے کہ کائنات شاعری اور مدیہیت، ہیمن و تحریر، مثال میں من کا مطلق معنی نے نئی صحت تو مہ
 م سالی سے کیا کرتا تھا کیا اندھاس اہتمام سے ان کی اشاعت کا سد و مست کیا گیا۔ مطلق معنی کا یہی ایک
 انھوں نے سزا آدھاری کو اردو شعروادب کی تاریخ میں دوبارہ نگہ دلائی جس کے وہ ماحول پر مبنی

اے جہان :

مکمل ۱۱۵۹ میں مطلق معنی نے ایسے ادب قرار دیا کہ تعدادوں سے کھڈے فاسکے ادنیٰ ماسوائے
 ۱۱۵۹ اور کیا سکتا

پیشی میں رقص کے رہے طبع شری محسوس، پیشانی کا تعارف لکھتے ہوئے "نئے حیران" کے نام سے یہی
 مکتبہ کی تعلیم سے لکھتے ہیں۔

مکتبہ کی سوس کی گئی کہ اردو و تحریک کو نوکر ملے اندھاسی آواز کو دور تک پہنچانے کے لیے
 رہنما نے "نئے حیران" کے نام سے جاری کیا جانے ماہر اس لیے کہ کھڈے فاسکے کوئی پریس قیادت
 اخبار اختیار نہ ہو چکا تھا۔ مکتبہ کے رسالہ ماہر سے طبع کرنا مکتبہ کے لیے کم از کم ایک ماہ کا وعدہ دیا
 فاسکے مکتبہ کی طرف سے ہر دو لوگ سرکٹ تھے ان میں تاجی حسن، شعیب، حیات علی، احمد قریشی،
 "عالمی پریس"، "پریس" اقبال احمد اور راجہ احمد و سیتیں پیش تھے۔ "نئے حیران" کے

نئے حیران کے اخبار و مدیرین میں صرف ۱۱۵۹ کے نام سے مکتبہ کی مطلق معنی کی رہنمائی تھی

بارِ پند

تاریخ و تدوین

۱۹۱۷ء کے قتل کی تحقیق ہیں۔ یہ سہرے مظفر حسنی کے طبعی رحماں کے خلاف صرف تکمیلِ مرض کی مرضی سے
 لکھے گئے ہیں اس لیے ان میں قتل کی جو ہر تلاش کرتا ہے سود ہے تاہم ہر غالب قریبی میں کچھ استعار
 مرد را یہ مل مانتے ہیں جس سے مظفر حسنی کے آثارِ ستاخری ہی سے ان کی نگرانی اٹھان، بکھرے سمعے
 دوق اور طبعی ملاقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو دوسرے کیجیے۔
 لیجیے حسبِ پیامِ یاز سہرے کے لیے آر و روؤں کے معطر بار سہرے کے لیے
 بھول کہتے ہیں سہی گلیں کا دامن تمام کر ہم کو بھی چن لیجیے سرکار سہرے کے لیے
 سہرا اظہارِ اندر سے صرف مقطعِ ملاحظہ کیجیے؛
 مدایا حشر تک دہکا کرے نوئے علوم ان کی مظفر کے تلم کے بھول ہیں ابہر کے بہرے ہیں

دراغ حرم کے احالے میں تو رہیں کے اویچے تنوالے میں تو
امرہا کے ہر لقمہ ترکے ساتھ ۔ عزیزوں کے سُکھے لوالے میں تو
اور وہ سرہی حمد کے جیدا شعار بھی دیکھے

ہم سے تیرے لیے کرداروں ہیں ۔ اور لے دے کے اک ہمارا تو
ٹھک گئے ہم گناہ کر کے ۔ رحم کرتے ہوئے ۔ ہمارا تو
قمری حمد میرے مطوعہ اور مستارہ ہے ، جس کا مطلع ہے
مجھے تخت و تاج کی آرزو نہ دعا کہ عمر در دے
مرے سر کو اور ملد کر مرے دل کو اور نگہ در دے
میں منتوں میں سے ۱۱۱ " نظروں میں سبھی حال محمد
اور (۲) " نگرا ہوا الطام قرعے میں آگیا "

- دو بے غیر مطوعہ اور روایتی امدار کی ہیں حکمہ ہم ہم میں تامل تیسری لب و لکث لہجے ،
لکھنؤ تشبیہات اور رحمتہ استعارات کے امرا کی دھڑے ان کی مدہی نظروں میں سب سے بلند
ان کے معرور شعری معار سے میں مطاقت رکھتی ہے جیدا شعار ملاحظہ ہوں ،
مجھے مجھے کھلا محمد ۔ خوشو سا بھیلنا محمد
یہ سب سے ہنک رہا ہے ۔ یاد کر کر موتیا محمد

یوم ارل سے روز اندک ۔ رحمت کا سلسلا محمد

رہنایا عیال بیکر ہوں ۔ مجھ کو بھی دیکھا محمد

گڑا کے موضوع پر مقرر حتی کے کئی استعاروں کے باب میں تین کیے جا چکے ہیں جس سے حسین
لہجہ کے تین ان کی تندیہ حقائق عقیدت کا امدارہ لگنا جا سکتا ہے ۔ علیہ نظم کی صورت میں
مفتی حضرت امام حسین کی مدح میں ان کا صرف ایک سلام ملتا ہے جو غیر مطوعہ ہے اور اس اعتبار
سے ان کی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ ان کے ابتدائی دور میں ۱۹۶ء کی تخلیق ہے ، اس کے دریغے ان
سب کی تخلیق صلاحیتوں کا امدارہ لگائے میں بھی مدد ملتی ہے جیدا شعار ملاحظہ ہوں ،

میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین
میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین
میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین

میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین
میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین
میں نے پہلے پہل ترا ۱۱۱ اے حسین

بلکوں پہ آسوں میں کہاں تک پہنچے آئے
شاد عارفی کا نام مرے روبرو آئے

ان مرتبوں کی ادنیٰ حیثیت اور اہمیت کا اعتراف طالعاری نے شاد عارفی پر اظہار
کرتے ہوئے مظفر حسنی کو مخاطب کر کے اس طرح کیا ہے۔
”وہ ایسا کرنی کر گئے۔ ایسا قادر الکلام شاعر اگر اور کچھ ہیں تو آپ کے لئے
ہرے مرثیوں میں ردہ رہ جائے گا“

ایجاد اللہ کی موت پر بھی مظفر حسنی نے ایک مرتبہ کہا تھا اسوس کو مکمل مرتبہ تک میر
رسائی نہیں ہو سکی مضرع تاریخ پہلے پتہ کیا جا چکا ہے۔ تعداد کے اعتبار سے یہ جدید شخصی
اُردو مرثیوں کے دحیرہ میں ریرہ کی مصداق ہیں اور صرف ان کی روشنی میں۔ تو مظفر حسنی کے ادب
وتاریخ میں کوئی اصا د ہو سکتا ہے اور یہی ان کے دیپے سے مظفر حسنی کی ادنیٰ قامت کا نقیب کیا مل
تاہم ایک ہی شخصیت پر اسلوب، آہنگ اور لہجہ بدل بدل کر ایک ہی بات کو کئی پہلوؤں سے بیان کر
کئی کمال فن کی دلیل ہے اور جب حب اردو میں شخصی مرثیوں کا ذکر آئے گا مؤرخ کے لیے
مرثیوں کو نظر انداز کرنا محسوس ہوگا۔

(۳) حمد و نعت، سلام

۳۔ تا حال مظفر حسنی کا مذہب سے عملی نگاہوں سے عام ہے، حکم عقائد کے اعتبار سے وہ ایک صحیح
سنی مسلمان ہیں۔ حدائق وحدایت، اس کی تمام تر صفات، حضرت محمد کی رسالت، ال کی تعلیمات
صداقت قرآن کے آسمانی کتاب ہونے اور ان تمام باتوں پر وہ یقین دایاں رکھتے ہیں حیر اسلام
میا دین استوار ہیں ان باتوں کے تعلق سے ایسے عقائد کا اظہار مظفر حسنی نے ایسی غزلوں کے سیکڑوں
کے دیپے سے جاسما کیا ہے، جس میں سے جدید تالیف غزل کے باب میں متین کی حایہ بھی ہیں مظفر حسنی ط
داری اور رسالت کو قطعی طور پر یا کاری اور مصافقت سے تغیر کرتے ہیں۔ ہمیں ہے ایسے اسی بحال کے
مدہی موضوعات پر مرقعہ سالیب کے تحت لکھے گئے کھولے ایسے ایساں و عقائد کی تہنیر کے مترادف
ہو ان کے شعری سرانے میں اس موضوع پر صرف سات تملقات کی موجودگی سے اس کے علاوہ اور کچھ
احد کیا جاسکتا ہے۔ ان میں میں حمدیں، تین نعتیں اور ایک سلام شامل ہیں جس میں دو حمدیں دیکھ کر
میں شائیں ہیں بدایتی ہونے کے وجود ان میں مظفر حسنی کا مخصوص انداز جھلکتا ہے جیسا شعرا ملاحظہ

نے مصنف سے طالعاری متولہ عکس ریر مظفر حسنی ص ۱۱

دوسرے مد میں رماہ تناسی اور مصلحت پسندی کے حوہروں کا تادعاری کے کردار
ان ظاہر کیا گیا ہے اور آخر میں:

مردم کر کے بہل گیا دل کہ تادعے ماری کے قاتل

اس طرح سے صاف مرتبہ میں ایک سے پہلو، ایک نئے انداز کے امکانات کی نشاندہی

نئی ناگفتنی

موجودہ شعرا و ستارہ پر مشتمل یہ مرتبہ تیر و تند محرمات کی شدت، جھلجھٹ آمیز لکھے لہجے اور
اہلک کی مردوب، القید یاروں مرتبوں سے علیندرہ نوعیت رکھتا ہے اس میں شدت، علم کے
راہدار لکھنؤ میں ایک مار مارا، احتجاج کی جیساں انگیر کیفیت اظہار آئی ہے۔ اس کیفیت کی شدت
الغنی کے پہلے شعر میں ملاحظہ کیجیے۔

سادعاری کے ام مرے رورور آئے یہ طسریہ کلام مرے رورور آئے

لگے اسرار کیا ہیں، لگتا ہے عداوت کا ایک صعب ملک اور پر شور سیلاب ہے کہ اٹھ اچلا آ رہا ہے اور اپنے
پہن بھی پہنا ہے مارا ہے ایک آتش ساں ہے کہ پوری شدت کے ساتھ پھٹ پڑا ہے جدا سوار ملاحظہ فرمائیے

اب اور کوئی تیج اتارا ۔۔۔ کیجیے اُس طسریہ کا ذکر مدارا ۔۔۔ کیجیے

اپوں میں جس کا نام یکارا ہیں گیا خود دشمنوں کے ہاتھ سے مارا ہیں گیا

صوفوں صفت رہا حوصلہ آگہی، وہی جس سے مل کر لٹے کے گھر پر کہی، وہی

وہ دوسروں کے واسطے رہ رہا مگر ہوں کو دیو را دی ہیں اُس کا نظر

سب اس کے ساتھ روایات ہیں کئی ناگفتنی ہے اور بھی حالات میں کئی

آخری دو شعر تادعاری کے ایک شعر کے ساتھ پیوست کر کے جس مکاری کے ساتھ پیش کیے
”اللہ سے تاثیر میں خود شدت پیدا ہو گئی ہے اس کی دائرہ میں دی جا سکتی تادعاری کا شعر ہے ۔۔۔

آنکھوں کے پاس کوئی حرا۔ تو ہے ہیں

پلوں پہ آسروں میں کہاں تک ہو۔ آئے

اور ات ناگفتنی ناگفتنی کے آخری استعارہ دیکھیے

بچے کا اور کوئی نہا۔ تو ہے ہیں

(آنکھوں کے اس کوئی حرا۔ تو ہے ہیں)

یہی تو دور طبر کا ہے کس عجیب وقت میں
 جوش ہو گئی تری رماں، شاد عارفی
 ہزار جہاں ایک عظیم شخص تھا یہیں رہا
 اگر وہ آدمی تھا دھان پاں شاد عارفی
 چراغ طبر، غزل ترے صبر مجھ گیا
 جلی گئی مئی غزل کی آن۔ شاد عارفی

غزل کے تیر کا میر کا حلقہ نہ ہوا، لطم کی کماں کا نہ لچکا طبر کے لیے موروں تریں دور میں
 شاد کا خاموش ہو جا، عظیم کے ساتھ دھان ماں، چراغ طبر، غزل کا مجھ جانا جیسا استعاراتی ترکیب
 لے مرید کی تاثیر کو دو ملا کر دیا ہے۔

شاد عارفی

چراغ طبر یہ غزل کی طرح اکیس اشعار کا یہ مرتبہ بھی غزل کے فارم میں ہے انداز آہنگ
 اور معانی تقریباً وہی ہے، لہجہ بدل کر اکثر ماتیں دہرائی گئی ہیں۔ حد اشعار بیس حدب ہیں و
 رنگ موب جی کے فرق ہی مٹا گیا ہے وہ
 حباب کی مہمت سے کڑی ملا گیا ہے وہ
 عجب کے کسی کی موب مر کے محرم مس
 ہمیں گنا گنا ہے وہ کہیں گنا گنا ہے وہ
 تمام عمر ظلمتوں سے واسطہ رہا اسے
 مگر ہر ایک موڑ پر دے ملا گیا ہے وہ
 برائے فکر دس تمام عمر ہوں حرار دی
 کہ میسویں صدی کی روح میں سما گیا ہے وہ

شاد عارفی کا قاتل

ہم ردیف اور ہم قافیہ سات سات مصرعوں کے دو سہروں کے بعد
 آخری فیصلہ کن شعر کے ساتھ یہ مختصر مرتبہ مکمل ہوتا ہے۔ پہلے سہ میں مایا گیا ہے
 اگر شاد عارفی گلوں کے معبر کسی نفس کے اسیر گلیں کے معبر غزل میں شوح و سحر سماج کے دستگیر
 اور مدح میر ہوتے تو شاد صاحب امیر ہوتے۔

پنکے سے مرعے ہی کو سہرا جاتا۔

اس طرح اثر انگیر امداد میں یہ ٹھاک قلعہ سا کر اپنے بیٹے کو وصیت (وصیت کہتے ہیں

دیکھو تم غریبیں مٹ کہا

بیٹے تم لکھیں مت لکھا

لکھا ہی بڑے تو بھر سچ مت لکھا

دیکھو بیٹا

سچ مت لکھا

سچ مت لکھا

فقیر کے گوسنا مارا ہے اس لیے رماں بھی دانستہ چکا کہ استعمال کی گئی ہے اور مختلف
کے ساتھ دماغ یا طبع کے لیے قوس میں ایسی ماب سے امانے بھی کئے ہیں جیسے
لڈن ماں اچھے بچے تھے (مالکل دیسے جیسے تم ہو)

لڈن ماں لے بڑھا سیکھا، لڑا سیکھا (آخر وہ اعلیٰ بھی تھے)

ٹاٹا اور آؤ دونوں لے لڈن ماں سے کٹی کر لی (مرا حیات تم کا سمجھو)

لوگوں پر بھتی کتے تھے (اپنے ہوں یا غیر سہی پر)

سچ کہے میں سچ لکھے میں ناک نہ کرتے (نہ تو انک لستہ ہوتا ہے)

لیکن وہ تو راجہ جی پر بھتی کس کر اتنی کی بیست لے ڈولے (لوگوں کی کیا اٹنی تھی راجہ جو کچھ
باتھا لڈن ماں سے کا مطلب تھا؟)

موسم ہے اسلوب، لہجہ اور سلاسل کے اعتبار سے ”وصف“ اسی نوع کا ایک معرود

اب غنیمت یہ غزل

مطلع یا مقطع ردیف و قوافی کی یا سدی کے ساتھ ترہ استعارہ کا مرتبہ غزل کی تکسک میں ہے
جو جس کی اور انداز ساں میں سو گوار کی کے باوجود دیکھیں میں کوئی خاص کمی محسوس نہیں ہوتی۔
ملاحظہ فرمائیں

نہ وہ خطا ہوا کہیں نہ یہ لچک سکی کہیں
غزل کا تیر و نظر کی کہاں ہستاد عسارتی

امدار تحاطفہ تاثیر طبر کے تنکے ہیں اور ایجار و احتصار کے ساتھ صرف پارشروں میں
 شاد عاری کے الماک حالات زندگی کی ترجمانی اور مدد کی شدت کے مادہ خود آخر میں مرے کو شاد عاری
 کے موت پر طبر کرنے سے محول کیا وہ ادما ہیں جس کی سایہ یہ مرتبہ شخصی مرتبوں میں اپنی مثال آپ
 ہے۔ علم کے آخری مصرعے سے شاد عاری کا سد و فاب برآمد ہوتا ہے۔ عانا پوری اردو ماعری میں
 اسے طویل اور پورے کے پورے مصرعے سے کوئی تاریخ برآمد نہیں کی گئی یہی صورت اس معروضہ مارح
 کی ہے جس سے مظهر حقی نے اپنی والدہ کی وفات کا سد برآمد کیا ہے۔
 دمال کا سد اچھیں میں پہاں بھالے مظهر
 مرا برساوں فاطمہ پر تو پھول سے سے
 ۶ ۶ ۶ ۶ ۶

وصیت

(شاد عاری کی موت پر اپنے بیٹے کے لے)

مرتبہ آزاد علم کے فارم میں ہے جو "ظلم صرف کے پار صفحات پر محیط ہے۔ مظهر حقی
 نے نہ علم اے بیٹے گڈو (مرد و مظهر) سے مخاطب ہو کر کہا ہے جس میں سامہ امدار میں سلاست و
 احتصار کے ساتھ شاد عاری کی مکمل سوانح حیات (بیڈائنس سے موت تک) رقم کر دی ہے۔ علم
 اس طرح شروع ہوتی ہے

گڈو بیٹے اروتے کیوں ہو ۹

فقہ سے کی حواہت ہے ۹

ایھا ایسے آسو بوجھو ۱

لوہم اک فقہ کہتے ہیں ۱

اور پھر فقہ شروع ہوتا ہے جس میں لڈن مال (شاد عاری کی عریب) کا ایک اعلیٰ السل داروہ
 کے گھر پیدا ہوا، کھاتے پیتے گھرالے میں لاڈ بیار میں بچپن کا گہرا، مکتب میں پڑھے لکھے کے علاوہ لڑکا
 سیکھا، چودہ برس کی عمر میں اب اور ناما دسریرسب کا انتقال، تعلیم کو جبراً دیکھ کر موتس کرا، ادھر طبر
 میں سادسی، بیوی کا انتقال، لڈن مال کا تنکھی عربوں، لٹوں کے درجے لوگوں پر بھیجی کسا اور ایک عالم کو
 ایادشمن ساٹا، لے روڑ گاری، مال کی موت پر مکاں بیج کر ان کی تجویز و تکلیف کرا، کرڈوسی تنکھی رہر آلود
 شاعری کے رد عمل میں لوگوں کا حاروں طرف سے ال کو ٹھکر لدا۔ اور پھر -

"لڈن مال نے اپنی عریں 'ایسی لٹیں ساری جیسے جھڑھڑ کر

دوسرا یہ ہے کہ جسے ایسے والد مرحوم کے انتقال پر بھی اتنا افسوس نہیں
ہوتا کہ وہ والد مرحوم عام حالات میں اللہ کو یاد کرے ہوئے حکم سادہ عاریت کو اس کے وطن میں شہر
اگرچہ انکار کے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے

ماہر کو کہ وہ درجہ عام حالات میں اللہ کو یاد کرے۔
 اگرچہ انکار کے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا ہے۔
 اس آئے مطہر حق کے تباہ صاحب سے عقیدہ مدام مذہبات کی شدت، حدت اور گہرائی کا
 اندازہ ان کے مرتبوں کے وسیلے سے لگائیں۔ سب سے پہلے تردی "ہی کو لےجیے جسے ریٹھ اکثر علی حال
 اس غازی ہوگی کھتی۔

پڑھو

۱۔ مرتبہ یا بد علم کے نو معروضات پر مستقل ہے۔ عموماً کے سب سے قوس میں لکھا ہے (دوسرے

اگر آپ یہ دلی والے اس طرح نہیں مرتے تادماری صاحب کو فریاد ہے افسوس یوں نہیں کرتے تادماری صاحب تادماری پر کسرا بھیڑ تادماری صاحب کے

اے اعلیٰ کی سازش سے بچو! لڑکر عظیمیوں کا زور بدستیں گے

اماں کی سازش سے بچپول کوڑ کر جیوں کا یہی حال ہے
 مام نے کہ طوکانا احدا صعیوں کو رست میں ڈنوتس ہے

ماہان کی سازش سے چھوٹ کر وہ اپنے گھر میں ڈھونڈنے کے
 نام لے کے طواغیت کا نامہ اصرعیوں کو رست میں ڈھونڈنے کے گھر میں اشتغال کرنا
 دہان کے مانع اشتغال میں تاد صاحب کی جیل جانے کی تمنا کرانے کے گھر میں اشتغال کرنا
 انکے ساتھ سال تک مسلسل انھیں ٹوٹا ہوا ماں کی موت پر یہاں بیچ ڈالنا، سماج کا فکروں کے بدلے
 لڑنا، لڑکر بائیریلوس سے یہ برعیاں جلانا، یہ تمام باتیں تاد صاحب کو یاد دلا کر انھیں اس کو دیا
 کہانے سے (جو ان کی خوشی پر حیدر رہا ہے) انتقام لینے کے لیے اٹھا کر گیا ہے۔ اس حالات کے
 خطر میں آٹھویں شعر میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے

عمر میں آنکھوں میں شکر میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے

میں شعر میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے

موت کا تو مطلب ہے ظلم کے لیے راہیں آفر صاف کر دیا

نہایت دلچسپ اور دلکش ہے۔ اس کا انداز تحریر سادہ اور عام ہے۔ اس کا انداز بیان سادہ اور عام ہے۔ اس کا انداز بیان سادہ اور عام ہے۔

یہی لے ڈھونڈ نکالا ہے
 خیر ہم سمجھتے ہیں موت سے
 یہی گسری ہو گا مرے کسی ہیں مرتے
 استاد عارفی صاحب

یہ کسی طبری جو گامرکے کسی ہیں مرتے تاد مارنی صاحب

کے کچھ ایسے جو ہر دم کھائے کہ مرتبہ اردو شعروادب کا ایک لازوال حقہ میں گیا و انتخاب کر ملا کے علاوہ کچھ شعرا نے دیگر تصانیف میں بھی اچھے مرتبے لکھے جس میں حالت کا ایسے بھتیجے عارف کی موت پر مرثیہ اور حالت کی موت پر حالی کا مرثیہ اردو شاعری میں گرا قدر اعلیٰ سمجھے جاتے ہیں بالخصوص حالی کے "مرثیہ غالب" کو لے کر حد تہمت حاصل ہوئی۔ ہمارے لیے مرثیہ غالب "اس لیے سنی اہمیت رکھتا ہے کہ جس طرح حالی نے اس مرتبے کے ذریعے اپنے استاد غالب کے تئیں اپنی مددائی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور "یادگار غالب" لکھ کر اس عقیدے کا عملی ثبوت دیا ہے بعینہ اسی طرح ملک اس سے کئی لکھا ستاد اور اس محنت و عقیدے کے ثبوت مطلق حقیقی ہے اسے استاد شاد مرحوم کے سلسلے میں پیش کیے ہیں۔ اس سند پر محنت کے برابر اثرات کے تحریر کردہ مرتبے "بردلی" کی تاثر انگیزی کو حالی کے مرتبے سے مماثل قرار دیتے ہوئے انگریزی ماہر شری راہہ لکھتے ہیں

"مفسر کو شاد صاحب سے تعلق نہیں ملتا تھا شاد صاحب کے مرنے کو خدا انہوں نے محسوس کیا اس انسانی شاد صاحب کو کئی قریب سے قریب رشتے والا محسوس کر سکتا ہے مفسر صاحب نے "مولا" کے عنوان سے شاد صاحب کا مرثیہ لکھا ہے ہمارے خیال کا مرثیہ لکھا ہے حالی کے مرتبے کے بعد "مرثیہ" ہے جس میں دل کو راز مل گئی ہے میں نے صاحب اسے پڑھا ہے پر رقت طاری ہو گئی اس کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس میں طبع ادب پر بیان اقتدار کرنے کے باوجود مرتبے کا تاثر

ہو رہا ہے۔

مفسر حقیقی کے دوسرے مرتبے "وہیت" کو شمس الرحمن فاروقی نے اردو کے اہم مرتبوں میں شمار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"مفسر حقیقی کی نظم "وہیت" اردو کے اہم مرتبوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ طبع اور ذہن کا ایسا اسرار کم دیکھے ہیں آتا ہے شاید شاد عارفی خود یا مرثیہ اس سے بہتر نہیں کہہ سکتے تھے۔" اسی طرح صاحب مرثیہ ماہنامہ تحریک دکنہ میں نتائج ہذا تو اسے بڑھ کر مل کر سناسکتے مازنی صاحب لکھا: مفسر حقیقی کی نظم نے راجا اس صاحب ادارے سے مرثیہ لکھا ہے کہ بڑھ کر لکھیں مگر آئیں تسے

ساد عارفی کی موت پر مفسر حقیقی کے دکھ کی انتہا کا کچھ اندازہ ان کی اس تحریر سے بھی

لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ایک ادب محاورہ سے انگریزی ماہر سولہ ایک صاحب مفسر حقیقی ص ۲۱۸

۲۔ تصوف۔ ایک صاحب شمس الرحمن فاروقی شمسوں کا اکادمی اگست ۱۹۴۸ء ص ۷۵

۳۔ مکتوب مل کر سناسک مشہور سرمہ احباب ماہنامہ تحریک دکنہ جون ۱۹۶۳ء ص ۳

”مذہب کے مسائل کی برہانی جیسی مایاں صعوبات کے جتنی نظرس امر پر اظہار و مفسوس کر مالے عات ہوگا
 کہ اگر مظهر حق کی گرتہ دس برس کے تخلیقی عرصے میں دیگر شعری و نثری اصناف کے ساتھ ساتھ ایسے
 چند تخلیقی لطائف راغنی کی صنف پر بھی صرف کرتے تو اس کے کیا بدیرے میں ان کی راغیاں
 لفظ کا دل در دامائے کاموت ہوتیں۔ یہ توقع ان سے آئندہ کے لیے بھی کی جاسکتی ہے۔ موجودہ
 اصناف طبعی معیار کی موجود مقدار میں اس قدر کم ہیں کہ صرف ان کی میاد پر مظهر حق کو اس
 صنف میں انحال کسی ممتاز مقام کا مستحق نہیں کہا جاسکتا۔

۱۱) شخصی مرثیے

مظہر حق نے اپنے استاد شاد عارنی سے ایسی شدید دہی و استغنی، قلبی لگاؤ اور عقیدت
 کے ایسے لافانی اور امانت نقوش شعروادب کی تاریخ کے صعوبات پر مرثسم کے ہنرور ہتی دیا ہیک
 لفظ نہیں کہیں گے۔ سائقہ اب میں مظهر حق کے بیشتر استعارہ پیش کے حاکم ہیں جن کے وسیلے سے
 انھوں نے شاد صاحب سے ایسے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اس کے علاوہ لے شمار
 لافانی دواؤں کے صعوبات پر بکھری ہوئی شاد کی ہر اردوں پر مضمونہ شعری و نثری تخلیقات کو مسلسل
 لاف و مستحوا اور جہد و کوشش کے بعد کیا کر کے وال کی رنگی تعصیت اور جس پر تحقیق کر کے ہر اردوں
 لاف و مشمل کتابوں میں شاد صاحب کی حیات اور جس کو حادواں کر دیا ہے۔ اس بارے میں
 اصل تک ترتیب و تدوین اور تحقیق و تنقید کے ادب میں کی جائے گی۔

اس عظیم المال حدتہ عقیدت کے پیش نظر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مظهر حق کو شاد عارنی کی
 سب ایک دواؤں کا کیسا شدید دہی و روحانی صدمہ ہوا ہوگا۔ اس حدتہ محبت اور عقیدت کے
 اثر و نفوذ میں نے شاد کی موت پر بے حد افسوس و غم کے لیے لکھے ہیں جس کی تعداد چھ ہے، ان میں سے
 ”مظہر حق کی مرثیہ“، ”جراح طبع پر عمل“، ”شاد عارنی کا قاتل“ اور ”شاد عارنی“۔
 ”مظہر حق کی مرثیہ“ کہ وہ صمیم کتاب ”انک تھا تاعز“ ”میں اور مانی دو“ ”سردلی“ اور ”وقت“
 و ”کشمکش“ ”مظہر حق“ میں شامل ہیں۔ یہاں مرثیہ کی مکمل تاریخ بیان نہ کرتے ہوئے
 لکھناں در عرض کر مافی ہوگا کہ اردو میں مرثیے کا موضوع عام طور سے واقعات کرنا کے پس منظر
 پس ہونے کرنا کے الماک اور خوشحالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس صنف کا عروج
 مظلوم کے بیروں میں اودھ کے ریر سرپرستی ہوا۔ ابتداً حکومت کی سرپرستی اور یارشات
 کے تحت میں مرثیہ کچھ اس قدر اظہار و بے شکار ہوئی کہ مرثیہ نگاروں کے لیے ”مکرات اعر“
 ”گڑھا طبع صرب المل س گیا۔ فلک آئیں و دیر لے اس صنف میں لے وکارہ کمالات

طنیر
 سحر کی ہوئی ایک مشعلِ عمر رکھتا ہوں
 شمع کی طرح دیدہٴ عم رکھتا ہوں
 دکھتی ہوئی رگ ایسی چھپائے دیا
 مجبور ہوں کہ عادیہ قلم رکھتا ہوں

الغزادیت
 میں دھارے سے کٹ ماؤں لگا دھیرے دھیرے
 درخت میں سٹ ماؤں لگا دھیرے دھیرے
 ڈھلوان یہ ہے میں ہے دریا کی موت
 محراب کو یلٹ ماؤں لگا دھیرے دھیرے

عرفانِ دات
 تریاں نہ لانا گر مدہ سی ہیں
 مرہم نہ لگاؤ حم رسیدہ ہی ہیں
 عرفان کی اس دھوپ میں ملتا ہے یہ نور
 حس میں کوئی دلواریہ عقیدہ ہی ہیں

شہزادِ احساس
 احساس کی مت پرچہٴ محبت ہے یہ
 ہر سانس پہ بھتی ہوئی اک بے ہے یہ
 حشرے حیالات سہیں کٹ سکتے
 احساس ہی مارے گامخے طے ہے نہ

اکبرِ عصر
 مر مر کے صا کا عار یا ٹو یارو
 ساسوں کی نہ رجیر صی کا ٹو یارو
 اس سے پہلے کہ رُوح گھٹ کے مر جائے
 جاؤ ادب وارِ جسم چاٹو یارو !!

کربِ داب
 ہاتھوں میں لیے تیغِ دیراں میٹھا ہے
 ہیرا نہیں دُسمبِ ماں میٹھا ہے
 حس ماسی متاعِ فکر لکھ مٹھوں
 لگتا ہے کوئی اور دہاں مٹھا ہے

سماجی معسرت
 جیسی کہیں عائب ہے کہیں گئی عائب
 آٹا کہیں عفا کہیں ملدی عائب
 میسر ہوا اگر یاسِ نو اک نسیم ہے
 احارہ ٹرے تو عری عائب

مستاہدہ
 سمنے ہوئے کورے میں سمندر جیسے
 اک تار میں گوندھے ہوئے گوہر جیسے
 اُجڑتے ہوئے چہل بچے
 رحوڑ کے بیٹھے ہوں کونو تر جیسے

اں رعایات میں موضوعاتِ کا تنوع، طسّر کی کاٹ، لہجے کی ستریت، تخیل کی ملدیر داری،
 طرزِ ادائیِ مدرت، احساس کی شدت، مستاہدہ کی تاریک مٹی، عصری حُسن، سماجی معسرت اور

سے بہت کمتر ہیں لیکن اس کی ربا عیات اور شخصی مرثیے اعداد سے قطع نظر اپنے مفرد آہنگ اور تاثر آفرینی کی ساری برحاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

(۱) ربا عیات

تمامال مظهر حسنی نے صرف پچیس ربا عیات لکھی ہیں جس میں تینتیس ”طلسم عرب“ میں آخری صحیفات پر شامل ہیں اور باقیس ”دیباک داگ“ کے ابتدائی صحیفات پر دکھائی دیتی ہیں۔ شعری باب کی تمہید میں مظهر حسنی کے مجموعہ ہائے کلام کے بیسیں اشاعت اور اس میں شامل کلام کے عرصہ تخلیق کی رُو سے اس دونوں مجموعوں میں اس کی ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۷ء کے دوراں تخلیق کردہ ربا عیات شامل ہیں اعداد کے کسی شعری مجموعے میں مائتے دی رسائل میں شائع ہوئے والی شعری تخلیقات میں مظهر حسنی کی کوئی ربا عی نہیں آتی۔ اس تعجب تیر صورت حال پر اس میں ہوتا ہے کہ گذشتہ دس برس سے مظهر حسنی نے ایک شعری ربا عی نہیں کہی اور اس کی تخلیقی عمر کے عین شباب میں ربا عی جیسی کیا ہے۔ صنف اس کی بے توجہی اور تعامل کا شکار ہو گئی حکمہ اس وقت طلب اور مشکل صنف میں انھوں نے اپنے شعر گوئی کے نسبتاً ابتدائی دور میں حدت و مدرت کے نمونے پیش کر کے قادر الگلائی اور شاعری کے ثبوت فراہم کیے۔ ربا عی کے بارے میں متہور ہے کہ یہ شاعری کی ٹری سرکش صنف ہے اور اس پر قائلو پاسے کے لیے ایک عمر کی ربا صنف اور طویل مشق کی ضرورت ہوتی ہے، بقول شاد عارلی چار مصرعوں کے اندر سمندر سمودیا کوئی آساں کام نہیں ہے اس امانطے کے لیے کافی روانی اور مشق کی ضرورت ہے میرا خیال اور تخریر تو یہ ہے کہ جب تک اس پر در دست دھور نہ ہو ربا عی اور قطعہ کہا (عمدہ قسم کا) ممکن نہیں ہے کہے کو توسیع کلاؤں کو مشق آج قطعے اور ربا عی لکھ کر تالیف کر رہے ہیں مگر کیا وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ انھیں بڑھ کر جوہر مانے کوئی چاہیے، میرا خیال تو یہ ہے کہ ربا عی اور قطعہ دونوں شاعر کا کام ہے ہی نہیں بلکہ ربا عی کے بارے میں خود مظهر حسنی کی رائے ہے:

”ربا عی کی کم سخن اور مردانگی صنف سخن موعود کی وسعت اور لفظوں پر قدرت سے

زیادہ خیال کی گہرائی اور جو تجھے مصرعے کی قوت پر مات کو سیمٹے کا مطالعہ کرتی ہے۔
ایک اور جگہ اسی بات کو قدرے دماحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے مظهر حسنی

۱. نفا کوثری کے مجموعہ قطعات پر شاد عارلی متبولہ سرمد مدرت مظهر حسنی ص ۱۱-۱۲

۲. شاد عارلی تصنیف اور فن۔ مظهر حسنی ص ۲۹

”رامی کا من سمندر کو گوسے میں سمونے کا من ہے۔ یار مصرعوں میں ایک وسیع اور عظیم خیال کو ای عام جانا لاتی رہا سوں اور فلسفیانہ پہلوؤں کے ساتھ قید کر لیا اس وقت تک ممکن نہیں تھا کہ فی رکن قدرت حاصل ہو جو معمولی استعداد کے شاعر کے لیے ایک بحر کے چار مصرعوں میں عین تحریرات، گہرے خیالات اور ایسے متنوع تحریرات میں کر دیا انتہائی دشوار ہے، اسی کے لیے وہ درری، ریاض، من، انکساب و احتساب اور غیر معمولی قدرت کلام کی ضرورت محسوس ہے۔ رامی کا من قطعات کی طرح چار مصرعوں پر جہواری کے ساتھ نہیں ملتا۔ یہاں اویس من مصرعوں کے چلنے پر تائر اور احساس کو محسوس کر کے پوری قدرت کے ساتھ جو چھ مصرعے کا ہر اس طرح ملا باڑا ہے کہ تھک کر دھسے دھسے دل پر بیٹھے رہے۔“

عالمائے اربعین و حوہ کی مایہ ناز و دیں رامی کہنے والوں کی ویسی کثرت کسی زمانے میں نہیں رہی تھی کہ محل گوئیوں یا دوسرے عصر پر نظم نگاروں کی رہی ہے اور ان میں بھی من کے حملہ تقاضوں کو بردہتے ہوئے انسانی رماہان تخلیق کر کے والوں کی تعداد ہر دور میں دوچار سے آگے نہیں بڑھی ہے۔ لہذا اردو شعرا کے امور و کثیر میں قدمائے سودا، میر، امین، حالی اور اکبر، ماضی مرید میں حوص، انجمن، لکھنوی، لکھن، تارا دارائی، مراق، ماساراحتہ و در برتس کار شادے اس وقت طلب اور مدد ساعری میں قابل دردا صافے کے ہیں موجودہ اور بالخصوص جدید شاعری کے دور میں اس سرگشت صنف پر فالو یا نے والوں میں سبب الزمیں فاروقی کا نام سر پرست آتا ہے جنھوں نے ان کے تجرہ جوڑی اور ان میں سے تقریباً پچھتر اور ان ایسی راہیوں میں رشتہ کر دکھائے ہیں۔ ان کے علاوہ اس دور کے نمائندہ رامی گولوں میں مجبور سجدی، لکھاریاستی، عینی حقی، مظفر حقی اور چند بہادر کے نام شامل ہیں۔

مظفر حقی نے رماہیات کے اس تنگ میدان میں بھیجیں راہیوں کے دل سے ایسے ونگار راہ لکھتے کہ جو ہر دکھائے ہیں اور صفت سیل روں شامل ہو کر ایسی اس انفرادیت کو قائم رکھا جس کے ثبوت ان کی عربوں اور نظمیں میں پتیں کیے جا چکے ہیں۔ ان رماہیات کے لئے بھی جدید رشتہ رستہ کی مومومات مستحب کیے ہیں۔ طبر پہاں بھی یہ دستور مایاں ہے۔ مثال کے لیے مختلف مہمات کے تحت ان کی چند رماہیاں ملاحظہ کیجیے۔

سے بہت کمتر ہیں لیکن ان کی ربا عیات اور شععی مرتبے تعدا سے قطع نظر اپنے مسودہ آہنگ اور تاثر آمیزی کی ماہرہ خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

(۱) ربا عیات

تا حال مظهر حسنی نے صرف پچیس ربا عیات لکھی ہیں جس میں تینتیس "ظلم حرف" میں آخری صنعت پر شامل ہیں اور باقیس 'دیکھ لاگ' کے ابتدائی صنعت پر دکھائی دیتی ہیں۔ شعری اس کی تمہید میں مظهر حسنی کے مجموعہ ہائے کلام کے وسیع اشاعت اور اس میں شامل کلام کے عرصہ تخلیق کی زد سے اس دونوں مجموعوں میں اس کی ۱۹۶۷ تا ۱۹۷۷ کے دوران تخلیق کردہ ربا عیات شامل ہیں بعد کے کسی شعری مجموعے میں یا آئے دن رسائل میں شائع ہوئے والی شعری تخلیقات میں مظهر حسنی کی کوئی ربا عی نظر نہیں آتی۔ اس تحسیر صورت حال پر اس پس ہوتا ہے کہ گزشتہ دس برس سے مظهر حسنی نے ایک نئی ربا عی نہیں کہی اور ان کی تخلیقی عمر کے عین شباب میں ربا عی جیسی کیاب جہاں کی بے توجہی اور تعامل کا تسکار ہو گئی حکمہ اس وقت طلب اور مشکل صنف میں انھوں نے اپنے شعر گوئی کے استقامت ابتدائی دور میں قدرت و مدد کے نمونے پیش کر کے قادر انکلا می اور شافی کے ثبوت فراہم کیے۔ ربا عی کے مارے میں مستور ہے کہ یہ شاعری کی ٹری سرکش صنف ہے اور اس پر قافیہ پائے کے لیے ایک عمر کی ربا صنف اور طویل مشق کی ضرورت ہوتی ہے، بقول شاد عارفی چار معرعوں کے اندر سمندر سمودیا کوئی آساں کام نہیں ہے اس اعلیٰ کے لیے کافی روانی اور مشق کی ضرورت ہے میرا خیال اور تقریر تو یہ ہے کہ جب تک اس پر دروست و معروضہ ربا عی اور قلمد کہا عمدہ قسم کا ممکن نہیں ہے کہ جسے کو تو سیکڑوں نو مشق آج قطعے اور ربا عی لکھ کر شائع کر رہے ہیں مگر کیا وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ انھیں بڑھ کر جو کم مارے کو می پائے، میرا خیال تو یہ ہے کہ ربا عی اور قلمد دو جوان شاعر کا کام ہے ہی نہیں سہ

ربا عی کے مارے میں خود مظهر حسنی کی رائے ہے ۱
ربا عی کی کم سعی اور مردانگی صنف محی موصوع کی وسعت اور لفظوں پر قدرت سے زیادہ خیال کی گہرائی اور چوتھے مصرعے کی قوت یرات کو سیمٹے کا مظاہرہ کرتی ہے سہ
ایک اور نگہ اسی اس باب کو قدرے دماحت کے ساتھ سیال کرتے ہوئے مظهر حسنی

۱ معا کوثری کے مجموعہ قطب تہا سادہ غازی مشمولہ سرمد درست مظهر حسنی ص ۱۱۱ - ۱۱۲

۲ تادمادنی تصنیف اور فن - مظهر حسنی ص ۲۹

حب تک بودے نحو میں گئے حب تک پیہ گھو میں گئے
مردوروں کے ہاتھوں کو دیا والے جو میں گئے
بے شک دیا قائم ہے
مردوروں کی محنت ہے

قابل در مواد مسجدہ طرز اظہار اور بچوں کے نفسیاتی تقاضوں کی تکمیل کے پیش نظر آپ نے
نہوں کو بچہ کا بچہ عمری میں لکھی جانے والی ان موضوعاتی نظموں کا رنگ، کسی کی نظموں سے قطعی مختلف
ہے ان میں بچہ کلامی کے علاوہ وسعت مطالعہ اور تخیل کی مدد پروری بھی کار فرما ہے جتنے لگا ہوا کیتوں
پہلے کے معاملے میں لے حد وسیع ہے۔ کھلڈرے میں کی جگہ مسجد کی جگہ تعمیر لے لے لی ہے
مطرح کی بچوں کے لیے تخلیق کردہ یہ نظمیں ادب اطفال کے وسیع دجرے میں (ملفوظات) مد
سمندر میں نظر سے گئے راسر ہیں۔ لیکن ملحوظ معیار ان کا مرتبہ ملد ہے۔ ان نظموں کے پیش نظر محسن بچوں
کے سافر کی حیثیت سے مطرح کی ادنیٰ مرتبے کا تعین کرنا ہو تو اس حقیقت کو بھی ہر حال ملحوظ رکھا ہوگا
کہ نظمیں (۱) استسائے باج تارہ نظمیں (۲) اسحوں لے ۷ تا ۲ سال کی عمر میں تخلیق کیں اس طرح مآسانی
۷ سوادہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی نظمیں بچوں کے مخصوص، معروف اور کہہ متفق تاعروں کی تخلیقات
سے کم معاری ہیں۔

نظموں کے علاوہ مطرح کی بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھی ہیں جن پر ستری ماہ میں اظہار حال
کرنا چکا ہے۔ ان کہانیوں میں ایک طویل مظلایہ ”مردروں کا مساعرو“ میں سائل اشعار بھی بچوں
کی ساعری میں شمار کیے جاسکتے ہیں لیکن وہ تمام اشعار ستری مواد کے ساتھ اس طرح پیوست ہیں کہ
اکس طیورہ شعری تخلیق کی حیثیت نہیں دی جاسکتی

۵۔ متفرقات

اسواق قصیدے کے حوالے کے مطری رجحان سے قطعی ہم آہنگ نہیں، مطرح کی بچوں کے تقریرات
نہم اصناف میں تاعری کی

ہر صورت یہ مطرح کا قلم حاضر ہے

شرط یہ ہے کہ قصیدہ نہ لکھایا جائے

ان کی شعری تخلیقات میں عربوں اور تلموں کے علاوہ دیگر تخلیقات بھی ملتی ہیں جن میں راعیات
نعت، موقت و مسامات، شخصی مرتبے اور کچھ سہرے بھی شامل ہیں۔ سہرے تو جبر مطرح کی
ان کی تقاضوں کی تکمیل کے ریرا تر لکھے جو معیار و مقدار ہر دو اشعار سے ان کے مد شعری معا

کو بھوکا دیکھ کر نرس سار ہوتی ہے، اسکول میں ہنگامے ہوتے ہیں، ریلوں میں مسافروں کو سر رکھنے کی جگہ نہیں ملتی ان معصائب اور پریشانیوں سے نکلنے کا صرف ایک راستہ ہے، جیوٹا کتبہ۔

کچھ آگے کرنا معیار دہم کے لیے مضر حق کی علم "میں دمہ دار سوں گا" میں پچ لڑکیں کی حدود سے نکل کر نوحوال کی مسرکوں میں قدم رکھ رہا ہے۔ اب وہ صرف سوچ ہی نہیں سکتا اپنے گرد و پیش پہیلے ہوئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے خود اپنے آپ کو کھلی دمہ دار محسوس کرتا ہے۔ مضر خلی اس لہم کے دیسے بچے کے ان احساسات کو تحریک دی ہے۔ یہ نظم چار صدوں پر مشتمل ہے دنگا دما رتوت حوری، چوری مہنگائی جیسی تمام رائیاں کثیر العیالی اور بیکاری کی دحر سے معاشرے میں حمہ لیتی ہیں جس کے دور کرنے کے لیے بچے کو اس کی دمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے، مومہ ملاحظہ کیجیے

آمدنی کم کنہہ سھاری بچے بھوکے، ماں ڈکھاری
لاحقہ دور سئی سیکاری سب کا اعانت ہے سیکاری
میری بھی ہے دمہ داری

ہر شے میں رتوت حوری مارادوں میں سیرہ روری
دل میں جھگڑے رات میں چوری سب کا اعانت ہے سیکاری

میری بھی ہے دمہ داری

کلیوں سے ہیں حار زیادہ مہنگائی کی سار زیادہ
ورماں کم، آزار زیادہ سب کا اعانت ہے سیکاری

میری بھی ہے دمہ داری

چوتھے اور آخری سد میں تمام نظم کا مہوم سمٹ لایا گیا ہے کہ سب کے کم العاط میں زیادہ سے زیادہ مہوم کی وضاحت کی بہتر سن مثال کے لیے رمدہ میں کیا جا سکتا ہے۔ ٹیپ کے مد 'میری بھی ہے دمہ داری' کے علاوہ چار مصرعوں میں لایاری، بیاری، سیکاری۔ سب کا اعانت کیا ہے - - - -
- - - - صرف آٹھ آٹھ العاط استعمال ہوئے ہیں، دیکھیے

لایاری کا اعانت کیا ہے سہاری کا اعانت کیا ہے

سیکاری کا اعانت کیا ہے سب کا اعانت ہے سکاری

میری بھی ہے دمہ داری

اس سلسلے کی ان کی تارہ تریں نظم "مردور کا گیت" بھی قابل ذکر ہے اور انھیں خصوصیات

کی حامل ہے، اس کا آخری مد ہے

دوسری کے بچوں کے لیے لکھی گئی نظم "یار سبھوں کا ہار" میں ہمارے سال کے انتہائی کم
 بچوں کی وہی استعداد کے پیش نظر حد کامیاب نظم ہے۔ یکے سے قریبی تعلق رکھنے والے
 کچھ رشتے ہیں اس کی دلچسپی کی کچھ چرس ہیں جنہیں وہ پہلے ہی سے جانتے ہیں۔ انہیں کو جو
 نظم کی صورت دے دی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجیے

میں ہوں شستی میری اتنی
 سمیٹا ڈٹو پیارے اتنی
 ہم سب بل کر چار ہوئے
 اتنی کا کافی اتنی ٹانی
 ڈٹو پیٹی کہہ دے آتی
 بچوں بلے تو ہار ہوئے

تمہی اتنی، سمیٹا ڈٹو، پیارے اتنی، کافی، ٹانی، پی، اتنی، بچوں اور ہار میں یہی چند الفاظ
 حوالہ دوسرے سے ہم آہنگ بھی ہیں اور بچوں کے لیے ادائیگی کے اعتبار سے دلچسپ بھی ہیں
 ماہم مربوط کر کے نظم مانی گئی ہے۔ لطف یہ ہے کہ نظم کا مجموعی اثر ہمارے محروم مقاصد سے بھی ہم
 ہے، یعنی میں یا ہار سال کے بچے کو تین یا چار افراد کے محدود کئے کا صحت مند تصور پر شعوری طور
 دہن نشین کرنا چاہتا ہے۔

نظم "الساہت کا ترانہ" کے درجہ قومی یک جہتی اور مساوات کا درس دیا گیا ہے جو ہمارے
 میا دی تعلیمی پالیسی کے عین مطابق ہوئے کے ساتھ ساتھ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے نظم کا عوا
 جود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یک جہتی کا پیغام صرف ہندوستانی عوام کے لیے نہیں تمام عالم اسایہ
 کے لیے ہے۔ چھ چھ مصرعوں کے آٹھ سطور پر مشتمل اس نظم میں دیا کے تمام اسالوں کو سل
 رکھتے ہوئے ملا امتیاز ملک و قوم، پیتہ، عروت اور امارات اور ملا تعریفی عمر وصف و مدہب و محاذ
 کر کے ٹیپ کے سہ میں مساوات کا پیغام دیا گیا ہے کہ

سب کا ماں برابر ہے ہر اسال برابر ہے

فرق پرستی اور پٹیج اور صورت پرستی ایسی لعنتیں ہیں جو ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اور
 کی مساوی کو گھٹس کی طرح اندر ہی اندر کھا رہی ہیں اور اقوام عالم میں ہندوستان کے وقار کو مسل
 مخدوج کر کے کا موجب ہیں۔ ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ ہماری آنے والی نسل کے دہن ان
 بیماریوں سے محفوظ رہیں اس مقصد کے پیش نظر مظهر حمی نے اپنی نظم "الساہت کا ترانہ"
 ماہم دہندہ انداز میں بچوں کی وہی استعداد کے مطابق انہیں قومی یک جہتی کے تصور سے روشناس

اور جستی کی حولی اپنی جگہ ہے -

مظفر جھی نے کھیل کود سے بچوں کی فطری دلچسپی کو بھی اسی نظموں میں مناسب نمائندگی دی ہے، اں کی دو نظموں کے عنوانات ہی ”گیدہ کھو گئی“ اور ”تینگ کا مرثیہ“ ہیں اول الذکر نثر کا پہلا سہ ملاحظہ کیجیے

ہرے ملائم ریتوں والی اس پردھاری کالی کالی
مے تم نے کیسے اچھالی گیدہ کھو گئی نالی میں

ہرے ملائم ریتوں والی - اس پردھاری کالی کالی کچھ ایسی گیدہ کی یہاں ایسے جھوٹے بھائی کو تارہا ہے۔ تیں تیں مصرعوں کے بعد گیدہ کھو گئی نالی میں نیسا کے مصرعے کے طور پر آتا ہے۔

تینگ کا مرثیہ سندس کی شکل میں ہے۔ ایک سہ دیکھیے
مڑاٹے لے کر اڑتی تھی دراز اشارے پر مڑتی تھی
اور ٹھکی رعوٹ کھا کر کر دیتی تھی سب کو دنگ
ہے دھڑکے پکڑے کوئی کٹ گئی میری لال تینگ

تینگ کٹ جائے یرجہ اپنی رماں میں اس کے اوصاف گوارہا ہے مڑاٹے لے کر اڑنا درازے اتارے پر مڑنا اور ٹھکی (جھٹکا) پرعوٹ کھا کر سب کو دنگ کر دیا جیسی تینگ کی حویوں کو بچہ ہی سمجھ سکتا اور ریاں کر سکتا ہے، ٹروں میں جس طرح مرنے والوں کی حویاں ٹٹھا جڑھا کر اس کی موت پر ’دکھ کا اظہار کیا جاتا ہے‘ لیکن اسی قسم کے علم انگیز احساسات کا اظہار تینگ کے کٹ جائے یرجہ کی رماں سے کیا گیا ہے اور اس کا یہ ساحتہ ہے کہ کوئی دھڑکے پکڑے کہاں احساسات کی شدت کا مظہر ہے۔

”بیچارہ سی“ ”مطلوعہ آخزل“ دہلی جنوری ۱۹۵۶ء چھوٹی لڑکیوں کے مخصوص لب ولہجہ میں اں کے مدیات و احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ کسی بچے نے سی کے کھلونوں کو توڑ پھوڑ دیا ہے اس پر مٹی کا داویلا کرنا ملاحظہ فرمائیے

ناگین ٹوٹی ہیں گھوڑے کی درگت گڑیا کے جوڑے کی
کس نے جوئی کیسے کھا بچ کر بھاڑ دیا گڑیا کا کلا

کوئی دھڑکے پکڑے

لڑکیوں میں اور عورتوں میں مات پر مارتے اللہ، کہا عام طور سے مستعمل ہے اس نظم کا شپ کے مصرع میں ”کوئی دھڑکے پکڑے“ اللہ سوالی حادراتی رماں کا ایک خاص لطف دیتا ہے۔

میت کے کڑے نہیں رسائے گئے، ملکہ شاعراں کے فطری رجحانات اور حلی تقاضوں سے بھی
تساے ان کی دہی رو کو پہنچاتا ہے۔ کچھ نطوں میں بچوں کے رجحانات کا تحریر کرتے ہوئے
بکے اعلیٰ ہیروؤں پر بھی روستی ڈالی گئی ہے، مثلاً مظهر جمعی کی ایک نظم ”دور کی کوڑیاں“
ذرا کراچی ۱۹۵۶ء میں عنوان کی مناسبت سے ایک معصوم بچے کی فکر اور تہاؤں کی حقیقی اور
ذرا بڑائی کی محسوس ہے، بطور مثال چند اشعار ملاحظہ فرمائے

کسی سوار ہونے کا ریتو تو کیا ہوگا حویلیت آما ہوائی سفر تو کیا ہوگا
چاکا تب میں توکل بھرے ہوئے تھے چے اب آج اس میں سے نکلے مڑ تو کیا ہوگا
اونٹ تو نہ کا علوانی تو کروں کے تعبیر دکان چھوڑ کے مائے اگر تو کیا ہوگا

اسی وقت کی ایک اور نظم ”تقاضا“ (مطوعہ ”دوست“ کراچی سالانہ ۱۹۵۶ء) ہے جس میں
میرزا کا معاملہ کہے کے لیے ایسے ماموں کو لے کر دلچسپ اور معصومانہ انداز میں بیان کیا ہے۔
میرزا میں ایسے گھر کے بچوں کے ساتھ روزمرہ پیش آنے والے دلچسپ واقعات یاد آتے

”میں اس نظم کی کامائی کی دلیل ہے۔ یہ نظم طویل بحر میں ہے جس کی ردیف ہے، ”لڈو
لڈو چھو ماموں“، ”مف قطع سے نظم کے مزاج و معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

مگر ”لڈو“ ”بیر وادوں“ ہر دم آب کا کہا ماموں۔ لڈو لے دو چھو ماموں
چھو چھو ماموں پسا۔ کام بڑا میں جھوٹ کو ماموں۔ لڈو لے دو چھو ماموں

مظہر جمعی کی ان نطوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں بچوں کے دلچسپ مشاغل ان کے
مذہبات والار کا گہرائی سے مطالعہ کر کے ان کی بدستور ترجمانی کی گئی ہے۔ کچھ نطوں
میں بچوں کے ”دور نگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے خیالات انہیں کی راہ میں پیش کیے گئے
ہیں۔ یہی ہے جس کی پرچیاں یاں دور دور تک دکھائی دیتیں۔
”ایک سہو نظم“ ”کسی شکر“ (مطوعہ ”کلیاں“ لکھنؤ سالانہ ۱۹۵۵ء) کا ایک سہو نظم

چھوٹے سکول میں پڑھ کر

شکر کے نام سے مل گیا ہے

آٹے آؤ شکر

میں سے کوئی چیز جو شکر میں تو دیکھو اب دیکھو یہ کیسی حد تک
میرزا میں نظر میں کی گئی ہے۔ ”دور“ میں بچے ہی کے، ان دنوں میں

ساتھی چلے گئے اسکول مذہب سنی گئے ہیں سکول

اب ڈر لگتا ہے حالے میں ٹیچر لیں گے گردن ماب

پڑے ہوئے ہیں مذہب عینا

ایسے کمرے میں حبیب جاب

اور یہاں تریر سے گوشت کے موسم میں فٹ مال کھیلے پر نصیحت کی جارہی ہے ۔

(”ٹ کھٹ کھٹو“، دہلی فروری ۱۹۵۵ء)

اور یہ مانو ٹروں کا کہا کبھڑی میں لئے رہا

ہم نے منع کیا تھا مئے مت کھیلو فٹ مال

کیا چل گیا سارا گال

اس میں ہے ایسی ہی بھلائی کھا ٹروں کا مالو بھائی

مرہم لگوالو اور حا کر لیڈو اوڑھ کے ستال

کسا چل گیا سارا گال

نصیب میں سختی ماتمیہ کا انداز سہیں ہے، مئے سکا گال چیل گیا ہے لہذا شفقت، امیر لہے

میں اسے ماد دلا جا رہا ہے کہ ہم نے پہلے ہی روکا تھا ٹروں کا کہا مائے میں ہی بھلائی ہے،

یہ مائے میں ڈیکھو، اکیسا چیل گیا سارا گال، شیب کا یہ مصرعہ حوالے ساختگی اور جمائی مٹری ٹھاس

سے لے کر ہے، بڑھے اور سے میں کسا لطف دیا ہے ۔

ان نصیب امور فلموں میں رماں کی سلامت، انداز بیان کی شیرینی، معرعوں کی موسیقیت اور

رور مڑ لول پال کے عام لہجے کی وجہ سے کہیں نصیب کا کڑوا پس محسوس نہیں ہوتا۔ بچوں کے طبعی

رجحانات سے مناسب رکھے والے موضوعات ان سبق آموز فلموں کو بچوں کے لیے دلچسپ اور

قابل قبول مانے کا باعث ہیں کچھ فلموں میں نصیب کا انداز بالواسطہ ہے۔ ”سردی“ مطبوخہ ”بیگماری“

دہلی دسمبر ۱۹۵۴ء میں عرب اور امیر لڑکے پر سردی کے مختلف اور متضاد رد عمل کی کیفیت کی

برجائی کی گئی ہے۔ امیر لڑکے کو اسات تعیش کی وجہ سے یہ موسم خوشگوار لگتا ہے جب کہ مناسب

کیڑوں سے محروم عرب لڑکے کی حال پرس آتی ہے۔ یہ نظم متبوی کے فارم میں ہے۔ متبوی کے

فارم میں مطر حسی کی ایک اور نظم ”رسات کی بہار“ (مطبوعہ ”سنگم“ دہلی اکتوبر ۱۹۵۵ء) ہے

حسن میں موسم رسات کی خوشگوار کیفیت کے متعلق بچے کی دہی کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے ایسی ایک

کہانی حلیل کا عقدہ کو مطر حسی نے ”حم کا عقدہ“ (مطبوعہ کلان ”لکھنؤ“ سالانہ ۱۹۵۵ء) کا عنوان دے

کر مظلوم مشکل عطا کردی ہے ان فلموں میں ایک سبب گیر محنت کی طرح بچوں کے دہی پر صرف

یہیں کے سیکر۔ لاشیں لے کر

کاندھے پر رکھ دلی جا

دلی ماکر اپنے واسطے ایک حامد سی میوی لا

ماک دھادھن دھک دھنا پل مرے مدد راج دیکھا

منظر حق کی ایک نظم "اور وہ روئے لگا" (مطبوعہ "چاند" (ماہیور) ۱۹۵۳ء) بچوں کے لئے
 لکھی گئی ہے اور اسی کردار ساری کی وجہ سے اہمیت و افادیت کی حامل ہے۔ وقت کی پامندی
 نہ کرے اور دیر سے جانے کی پاداش کے طور پر نوٹس والی اقتادوں کو جو چھ مصرعوں کے پانچ سہدوں
 میں ماں کہا گیا ہے اور بس کے دیر سے جانے اور وقت کی پامندی نہ کرے اسے براہ راست
 نصیحت نہ کرے ہوئے غفلت شعاری کی یادداشت میں حجاب متاع نہ ٹھکنے کو مثال سا کر بتایا گیا
 ہے اور بس کے دیر سے مدد سے پہچنے اور نوٹس کا واقعہ مسلم میں کچھ اس قدر مربوط ہے کہ کسی
 لکھنؤ کو درمیان سے مدد کر دس تو معہوم صط ہو کر رہ جاتا ہے۔ بہر حال مسلم کا پہلا اور آخری مد
 دہ لکھنؤ جو جس سے اس کی دلچسپی اور افادیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔

پہلا مد

اور بس سے ماں لے کہا

میٹا وہ گھنٹہ بج گیا

سیرے اٹھ مٹھ ماتھ دھو

کر ماتھ اسکول جا

یہ جس کے وہ روئے لگا

اشکوں سے مٹھ دھوئے لگا

مچھتی میں اس کو روک کر

اک دوست بولا لے حرا

آمدہ کر ماتھ سے

ہر کام اپنے وقت پر

آخری مد

وہ اور بھی روئے لگا

اشکوں سے مٹھ دھوئے لگا

اور بس دیر سے جانے کی وجہ سے اسکول مائے میں لیٹ ہو گیا لیکن یہ حوسق سمول مانے
 سے اسکول ہی نہیں لگا (دھو میٹا) پھولاری دلی جون ۱۹۵۶ء)

وہ مستقل میں ایچے انسان، کاماب انسان اور ماعت انسان میں سکنت ملے۔
 پرویسر عبدالقوی دسوی کے متعلق کردہ معیارات کی روشنی میں مظفر حسنی کی بچوں کی فلموں
 کا تحریر کرکے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مظفر حسنی بچوں کے مزاح اور رماں کے تقاضوں سے
 آگاہ ہیں وہ بچوں کی منطق پر انکراں کے دہن و دماغ کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور دوسرے مستقل
 کے لیے صحیح مسرلوں کی حاشاں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان فلموں کی رماں سلیس اور عام فہم ہے
 رواں دواں اور مترم بحر کی وجہ سے ان فلموں میں ایک لعلگی کی نصاب پیدا ہو گئی ہے بچوں
 کو پیش آئے والے جھوٹے موٹے اور درمرد کے واقعات کو مظفر حسنی نے لے لے حد دلچسپ انداز میں
 نظم کیا ہے۔

مظفر حسنی کی ایک فلم "ستراتین" (مطووعہ "ناید" ماہور جولائی ۱۹۵۳ء) ایک مشہور فلمی گانے
 کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ عنوان کی ماسحت سے جس مختلف ستراتیوں کا اس نظم میں ذکر کیا گیا ہے
 اس سے مظفر حسنی کے فلمی رجحان اور وہی ارتقا کا تحریر کیا جاسکتا ہے۔ بچوں کی سبھی معلوم ستراتیں
 ان کی آئندہ عملی زندگی میں طسری صورت میں ان کے من میں آجا کر ہوں گی اس بات کا بھی ہوت
 فراہم ہوتا ہے کہ اس نظم میں آما اور آماں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر احباب کی ٹولی کے ساتھ
 کو سٹری میں رکھی ہوئی تمام موسماں اڑا لائے، دس ستر احباب کے ساتھ ہاکی کھیلتے سوتے ہوئے
 جھوٹے مہائی کو شیر کی آوار نکال کر ڈرا دیئے، آم کے باغ سے ہجولیوں کے ساتھ آموں کی چھلپا
 سٹرا لائے کے رجحانات مظفر حسنی کی دسوی تیری دطراری کی سادہ ہی کرتے ہیں۔

حسی حامد نے، (مطووعہ "مگنو، سہواں، مئی ۱۹۴۱ء) مظفر حسنی کی ایک خوبصورت نظم ہے
 مصرعوں کے دلچسپ آہنگ کے ساتھ مکالموں کی رحستگی اس نظم کی اہم خصوصیت ہے والدین
 کے ہر دو سوالیہ مصرعوں کے ساتھ جواب میں "حسی حامد نے" کہا، اسے آہنگ کی سادہ
 لطف دیا ہے مروجہ اصاف میں یہ نظم مسترد میں تمار کی ماسکتی ہے۔

"تس شوج سدر" مظفر حسنی کی ایک دلچسپ اور حالصاً تعریبی نظم ہے جو حادثہ ماگور یا بریا
 ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔ سات سات مصرعوں کے چھ سدروں پر مشتمل یہ طویل نظم رسالے کے
 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

لندن کے ان تیس سدروں کے بعد ایسے وطن کے اس ہمدوستانی سدر سے ملیے جو،
 کے استاروں پر پاچ کر بچوں کا دل سہلاتا ہے۔ "دنداری کا سدر" مطووعہ "مجلواری" دلی حوا

ادب پتیش کیا۔

مشہور افسانہ نگار کرتس جیڈرے بچوں کے لیے دو لے حد دلچسپ کتابیں "بچوں کی الف لیلہ" اور "اُنڈا درخت" لکھیں جن میں بچوں کی نصیحت اور مغربی دلچسپی کا قدم قدم پر لچاٹ رکھا گیا ہے۔ آرا دی کے بعد بچوں کے لیے لکھے والوں کی حوسنی نسل منظر عام پر آئی ان میں مغربی کے علاوہ یوسف ماطم، رکی اور یرکاش بدلت، احمد جمال یاتا، سراج اور حلیق انجم استرئی، اغلب راکٹر، الیاس سینا پوری، کیف احمد صدیقی، رفیعہ مسطوہ الامین، محبوب طبری، علقمہ ستمی، محبوب راجہ، فیض قلندر، اطہر پرویز، اغلب اسرار، مگن ماتھ آراد، مست ہال سوی، الور کمال حسین، قاسمی انصار، قرة العین حمید، وقار حلیل، طغر گور کھپوری، ماوک حمزہ پوری، انجم مواتی، ابراہیم، بری بھارتی، مہدی پرتاب گڑھی، سطوت رسول، مساطر عاتقی ہر گالوی، مانک جیرامادی، مکنا امروہوی اور مرتضیٰ ساحل تسلیسی کے نام قابل ذکر ہیں۔

بچوں کے ادب کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سہمی رحیمی رقمطراز ہیں۔
 "کسی قوم کے ثقافتی صحابہ اور مستقبل کی امتداد اس قوم کے لوہا ہال تصور کے حائے ہیں۔
 اس حساب سے بچوں کا ادب مادی حقیقت رکھتا ہے یہ اساسی ادب سہمت قابل توجہ ہے
 بچے کی تربیت اور دہی ستو، کا پہلا مکتبہ آغوش مادر کو قرار دیا جاتا ہے۔ جہاں بغیر کتاب کے بچے کی دہی عدم متسر آتی ہے، اس کے بعد وہ تھیں استاد کے سایہ ترست میں پرواں چڑھتا ہے وہاں پر آنکھ اور کان کی صلاحیتوں کے نئے ڈھنگ اور نئے درائج استعمال کر لے گا اسے موقع ملتا ہے۔
 حصو ما متا ہرے کے ساتھ مطالعہ کا عمل شروع ہوتا ہے اور اس کے لوازمات بچے کی تحصیل کو نکھارے اور اسے سحر پور مائے میں اہم رول ادا کرے ہیں۔"

بچوں کا ادب تخلیق کرتے ہوئے کیا کتابیں بنیں نظر رکھی جائیں اور کس کس اصولوں کو اپنانا چاہیے اس کے بارے میں پرویسر عبد القوی دسوی لکھتے ہیں
 "بچوں کے لیے کچھ لکھا آساں کام نہیں ہے۔ ستاعز کو اس سلسلے میں تحریر کی
 کئی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسے بچوں کا مزاج داں اور رماں داں ہونا چاہیے ان کی پسند
 مایسند رعیت، نرسد کے حدود سے آگاہ ہونا چاہیے۔ بچوں کا ساغری کا مایا ہونا ہے
 تو بچوں میں گھل مل جائے۔ بچے اس سے احییت محسوس نہ کریں۔ وہ بچوں کے دہن و دماغ
 کے ساتھ ساتھ چلے اور صحیح سمت کی طرف موڑ دے اور صحیح منزل کی رہنمائی کرے تاکہ

کوئی نوع رکھا ہی ہے جو شاعر یا ادیب ہو۔ اس کی نگاہ انتخاب مطلقاً حسی پر پڑی کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کئی سالہ معروف ادیب و شاعر سوائے مطلقاً حسی کے اور کوئی نہیں تھا۔ طرز و قریبی اور شیعہ و مروت نے انھیں ماہنامہ "یاد" مانگور کے اس خصوصی نمبر کا مدیر بننے کی دعوت دی اس وقت تک مطلقاً حسی کے افسانے "مشاہیرہ" (دہلی)، "مکھت" "آکا نام" "انکار کرکاجی" "کر دار" (بھوپال) "میوین صدی" (دہلی) اور "شیع" (دہلی) جیسے مشہور رسائل میں شائع ہونے لگے تھے، اس لیے مطلقاً حسی نے اسے کمزور کا کام ماں کر ایسے حالہ را دھائی محمد ادریس کا نام جہاں مدیر کے لیے بیٹس کیا حق قول بھی ہو گیا اور اس نام کے میں نسبت خاص عمر کی ترتیب کا کام مطلقاً حسی ہی نے انجام دیا۔

اردو ادب کے بارے میں یہ حقیقت بھی ایک ایسے سے کم نہیں کہ جہاں دیگر اصناف میں اس کا سرمایہ دما کی ترقی یافتہ رمانوں کے ہم پلہ ہے، بچوں کے ادب کے معاملہ میں اردو نا حال کم مایہ ہے۔ اس رمان میں تقریباً ہر نیا لکھے والا ادبی رنگ کی آ آکار بچوں کا ادب تخلیق کر کے کرتا ہے اور ان راستوں پر قدم جتے ہی اسے کمزور کا ادب سمجھ کر ایسے قلم کار وچ دوسری سمتوں کی مامس موڑ لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اردو میں بچوں کے ادب کا سرمایہ اٹھاساں محسوس اور زیادہ معیاری نہیں ہے۔ اردو شعروادب کی ابتدا سے آج تک اس کے قابل ذکر شاعروں اور ادیبوں کی تعداد سیکڑوں سے تجاوز کرتی ہے لیکن ان میں بچوں کا معیاری ادب تخلیق کرے والے انگلیوں پر شمار کیے جاسکتے ہیں۔ دراصل اس میدان میں اچھے لکھے والوں کے فقدان کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بچوں کا ادب "ادب عالیہ" میں شمار نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہیں اور اصلاحیت و تکرار ایسے ادبی سفر کا آغاز بچوں کے ادب سے کرتے ہیں جب دوسری اصناف ادب پر اس کی دسترس ہو جاتی ہے تو وہ اسے کمزور کا ادب جانتے ہوئے قلمی سفر کا وچ دوسری جانب موڑ لیتے ہیں۔ اردو میں بچوں کے ادب کی سمت درختار کا غور حائرہ لیں تو نہ مات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو کے اس قابل ذکر شعراء وادمانے حالتاً بچوں کے ادب کی تخلیق کے لیے ایسے آب کو وقف کر دیا یا کچھ اور جنہوں نے دیگر اصناف کے علاوہ بچوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ لکھا ہے، کوئی نہ کوئی مقصد یا ضرورت ان کے بیٹس نظر رہی ہے بچوں کے نمائندہ نگار نظیر اکبر آبادی، مولانا محمد حسین آزاد، اسماعیل میرٹھی، حفیظ جالندھری، ڈاکٹر داکر حسن، حامد اللہ اسلمیرٹھی، محمد تم قاسمی، قات امتیاز علی اور شعیب الدین تیر میں سے کچھ تو تعلیمی اداروں سے مسلک رہ کر درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے کچھ حکومت کی سرپرستی میں بچوں کے لیے درسی کتابوں کی تیاری کے لیے مامور کیے گئے تھے اور کچھ بچوں کے رسائل کے ایڈیٹر تھے ان کے علاوہ حالی، اقبال، چکست وغیرہ مصنفین قوم و ملک میں شمار ہوتے تھے، لہذا اصلاح معاشرہ کے مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے بچوں کے لیے اصلاحی

وامد تخلیق ہے اسلوب کی انفرادیت کے میں نظر یہ مظهر حسی کی سب سے اہم نظم کہا جائے
 جانے کی مستحق ہے ۱۹۳۷ء سے آج تک تخلیق شدہ اردو کی چند مائندہ مدید نظموں میں
 اس کا شمار کرتے ہوئے اسے اردو شعروادب کے سرمائے میں ایک گراں قدر اضافہ قرار
 دیا جاسکتا ہے اور مظهر حسی کو اردو کے جدید نظم نگاروں میں مقام امتیاز دلائے کے لیے
 صرف یہی نظم کافی ہے جبکہ اس کے علاوہ بھی ان کی مدید و مائندہ نظموں کا ماضی اسرہائے ان
 کی ادنیٰ قامت کو مرید مکرر کرتا ہے اور مجموعی صورت میں مظهر حسی اس دور کے جدید
 نظم گوئیوں کے ہم قامت نظر آتے ہیں، لیکن ایسی ایک مفرد ساحت کے ساتھ۔

(د) بچوں کی نظمیں

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے مظهر حسی نے ایسی ادنیٰ زندگی کا آغاز ۱۹۴۷ء کے آس پاس گیارہ
 سال کی عمر میں کیا تھا۔ ۱۹۵۲ء تک وہ صرف بچوں کے لیے لکھتے رہے یہاں بچوں کے لیے لکھے سے
 مراد بچوں کے مختلف رسائل میں بچوں کے مخصوص کالموں میں ”پلیس“ ”چٹکلے“ ”پہیلیاں“ ”جھوٹی جھوٹی نظمیں“
 اور کہاویوں سے ہے جو ”بچوں کی کوسستیں“ جیسے کالموں میں ”کھلوا“ ”دہلی“ ”کھلوا“ ”دہلی“ ”دوست“
 ”کرچی“ ”ساتھی“ ”پیشہ“ ”چاند“ ”ماگور“ جیسے رسائل تنازع ہوئی تھیں۔ ۱۹۵۲ء سے انھیں رسائل
 میں ان کی معیاری نظمیں کہایاں اور ڈرائے دیرہ سائے شروع ہوئے۔ ان کا ایک طویل مضامین
 ”مدروں کا متاعہ“ بھی مکتہ کلیاں لکھوئے ۱۹۵۴ء میں کتابی صورت میں تنازع کیا۔ کہاواں ”مضامین
 اور ڈرائے دیرہ باب دوم میں تری تخلیقات کے تحت گفتگو کی جا چکی ہے، یہاں صرف مظهر حسی کی
 بچوں کی معیاری نظموں کا مختصر یہ مقصود ہے

نظموں کا سرمایہ

مظهر حسی کی مختلف رسائل میں تنازع ہوئے والی بچوں کی نظموں کی تعداد مائیس ہے اور تارہ ترس
 تخلیق شدہ مائیس، اس طرح کل تعداد ستائیس ہو جاتی ہے ان میں سب سے پہلی مطوعہ نظم ”ایک
 لڑکے کی مراد“ ہے جو ماضیہ ”چاند“ (ماگور) جون ۱۹۵۳ء کے شمارے میں تنازع ہوئی۔

مذکورہ بالا رسائل میں مظهر حسی کی یہ نظمیں مسلسل اور نمایاں طور پر تنازع ہوئے رہنے کی وجہ
 سے مدید ہی وہ بچوں کے مائندہ تاعروادب کی حیثیت سے مشہور ہو گئے، جس کے نتیجے میں انھیں معیاری
 (مدروں کا مائیس) طرز قریبی اور مشہور ادیبہ شیعہ مرحمت نے جو اس زمانے میں (۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۴ء)
 ماگور سے بچوں کا رسالہ ”چاند“ نکالتے تھے جو اہلش ظاہر کی کہ اس زمانے کے خاص مسرکہاں مدید

آپ نے دیکھا ہے کہ اہم خصوصیت اس نظم کی یہ ہے کہ نظم کا موضوع ایسے لوگ ہیں جس سے ہر وقت
ہیں سالک پڑتا رہتا ہے۔ ساح اور معاشرے کے انتہائی غیر اہم کردار ہمارے گرد و پیش کے
چھوٹے چھوٹے مسائل جنہیں دیکھے جس کے بارے میں سوچے جس کی ضرورت محسوس نہیں کی
گئی، مگر حسی نے ان کا قریب سے مطالعہ کیا، ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھا اور ایک
ادبیت ناک حقیقت کے ردیہ میں ان تمام مسائل کو طرے کے دلچسپ رنگ میں پیش کر دیا ہے
جس سے پڑھنے والے مختلف تاثرات ادا کرتے ہیں اور یہی تاثر انگیزی اس نظم کی کامیابی کی ضمانت ہے
اس ہنگامہ گیر تہلکہ انگیز اور غماز مدظم پر درحوں تنہا سے شائع ہوئے جس میں حیدر علی
تھروں سے قطع نظر حقیقت پسند اور غیر حاسد اور مقررین و ناقدین کی ستاروں آرا "نکس ریر" کو
اردو میں ایسی نوعیت کی سب سے معروضی قرار دیتی ہیں، جس سے اس نظم کی اہمیت و ادا دیت
اور اہم ادبیت کے نقوش واضح ہوتے ہیں۔

"نکس ریر" اردو میں ایسی نوعیت کی پہلی تخلیق ہے یہ ایک عظیم کتاب ہے جو اسے بعد
آئے والوں کو ایک نئی راہ دکھاتی ہے۔ اس کے مطالعے کے بعد ملط عامر سے نفرت
دکراہیت کے مدیات بیدار ہوتے ہیں اس میں مشاہدہ کی دہنگرائی ہے مکالماتی انداز لطف
کو اور بڑھا دیتا ہے نول چال کی رماں اور دروازہ انداز گفتگو اور بے کی تیری لے لفظی تصویر
کے نقوش گہرے سا دیے ہیں یہ نظم طرے شاعری کی ایک اچھی اور کامیاب مثال ہے۔
خود مظهر حسی اس نظم کو اپنی سب سے اہم نظم سمجھتے ہیں اور اس کے تئیں ناقدین کی
لے اعتنائی اور رے توجہ کی انہیں شکایا ہے۔ کہتے ہیں

"ایسی خوب نظم نکس ریر کا میں بطور خاص ذکر کرایا جاتا ہوں جو ایک کتاب
کی شکل میں شائع ہو چکی ہے اور جسے میں اسی سب سے اہم نظم سمجھتا ہوں یہ نظم دو
مہرعوں کے ایک سوچو میں سردوں پر مشتمل ہے اس میں یہ ان تمام رنگا رنگ ہے کہ ملندہ
ملندہ سہدا یک مختصر نظم کا کام دیتا ہے اور ہمارے معاشرے کے کسی ٹیڑھے ترے
ٹاسپ کرداروں کا کہ پیش کرتا ہے اس نظم کا طرے رنگ دلچسپ ہے راہ ریاں
نول مال کی رماں اور رات پچی انداز مال ہمارے شاعری میں ایسی طرے کی واحد مثال
ہے اور مجھے بطور خاص سے نقادوں سے ملے کہ نکس ریر، یروہ تو وہ ہیں کی گئی
میں کی وہ سماطو ریر مستحق سے بلکہ

میں سمجھتا ہوں کہ نکس ریر حقیقتاً اردو شعراء و ادب میں اپنی نوعیت کی مفرد اور تامل

نظم اور میری بیباں "مظفر حسی" نقد ریر لے ص ۱۵۲

اں کی گھر والی بڑی ڈیر لک ہے
 کاٹ لے گی "اک۔ اک۔ اک۔ اک۔ اک۔ اک۔
 گھورتی رہتی ہے مجھ کو چھپکلی
 ہائے اس لوٹے میں میڈک امر گئی
 رات، اُس سے میں سکوڑی ڈر گئی
 نوح، بچے کو میں سسھی، چور تھا
 دیکھ تو مٹا یہ کیسا شور تھا
 تھا تو بھٹو، مال میں کی نوک ہے
 اں کی گھر والی بڑی ڈیر لک ہے

آپ ہی جیگی کے ماکیدار ہیں
 وال یر دو۔ یا بڑوں یر یا بچ دے
 لکھی؟، ہیں یوم ہو گا آج دے
 کیا کہا، گیبوں یہ جیگی ہے صاب
 یا بچ سو گئے بڑیں گے صاب صاب
 ایک پیما تیل کا رکھ دے ادھر
 اور لا بھیس؟" جانا ہے کدھر
 تاحروں کے واسطے سدا رہیں
 آپ ہی جیگی کے ماکیدار ہیں

کون کہہ سکتا ہے پٹواری ہیں آپ
 بڑے حسن کھیت میں اں کے قدم
 ہو گیا دو چار سوے بیس و کم
 اس طرف حسرے کھتونی کی پکار
 اُس طرف مہ پھاڑتا ہے حسن وار
 کچھ نقادی مار دی۔ تھوڑا لگاں
 اں سے ہٹ کر حی ہیں سکتے کساں
 اں کے "اں داتا" ہیں، اُس کے "مائی ایت"
 کون کہہ سکتا ہے پٹواری ہیں آپ

”تیس دن کو رہ کر پوچھا دیا“

”جیل مہلت اس کی لئے مارا“

”پڑکی کیا اُن کے سائیکولاہیں“

”آٹھ سو کوڑا بھی کھولا نہیں“

”کون صاحب؟ ہم تمہارے ماہ ہیں“

”مے تکلف دوستوں میں آپ ہیں“

”جی حضور میں ہیں اں کا جواب“

”ہاں بلاستے ہیں یہ سب کی باتیں“

”جی یقیناً دھوپ تھی کل رات میں“

”مات ہے سو میٹھی پہ آپ کی“

”تیس ماہیں تھیں رعب کے ماہ کی“

”کل یہاں مارش ہوئی تھی؟ ہاں حضور“

”جی ہیں کھو بچاں تھا“ جی ہاں حضور“

”رار داں ایسا صاحب و آں صاحب“

”جی حضور میں ہیں اں کا جواب“

اں ماکوں میں ہمارے معاشرے کے اں نائپ کرداروں کی تصویر کشی جس دیکاری سے کی گئی ہے وہ خود اپنی جگہ و کمال ہے اس پر مشر ادما و روں کی روشنی اس نظم میں کئی رد و مرزہ معاروں کو روشنی اور چاکندسی کے ساتھ ایک نئے انداز میں استعمال کیا گیا ہے جس کی کچھ مثالیں اں متفرق مصرعوں میں ملاحظہ فرمائیے:

”اب نہیں اُڑتی ملیلی ماحتمہ چونکہ سے پڑ کی اُڑا لیتے ہیں آپ“

”کیوں تری آنکھوں کا یا نا مرگیا“ ”ہوش کی لے سر یہ آئیل کو سسماں“

”سر یہی پھر مائے تو اس کا کیا علاج“ ”عقل پر بھی چڑگی ہیں جھڑیاں“

”کیونکہ ہے مائے سے کے پھیر میں“ ”ایڈتے پھرتے ہیں ماروں میں یہ“

”موتیوں میں مائے پھرتے ہیں دال“ ”ومیرہ“

عام لول چال کی رواں دواں اور سلیس رماں حول نظم کی تاثر آفریں میں اصاو کی موجب

ہے، قدرت کلام، قدرت اور تارگی، جس کا اعتراف ط الصاری نے بھی ایسے مسلی پیش لفظ میں کیا ہے، اس نظم کا طرۂ امتیاز ہے۔ مکالماتی انداز اور طریۂ لہجہ نظم کے حسن کو دہندہ کرتا ہے مثلاً:

دینی ہے، ظلم میں اپنے کرداروں کی تعارنی جھلک تمہیدی ما سے میں کچھ اس طرح دکھائی
گئی ہے۔

آئیے اس دور کی جھلکی دکھاؤں
حسنِ طرب دیکھو وہیں ایک ڈیڑھ ہے
کوئی نوا ہے تو کوئی ڈیڑھ سے
موسیقی یہ ہے وہ بائبل آدمی
کم ہی نکلیں گے منہل آدمی
میں نے مرتا ہے ابیں رویک سے
سب کی تعریفیں کروں گا ٹھیک سے

آپ کو دلچسپ لوگوں سے ملاؤں

آئیے اس دور کی جھلکی دکھاؤں

متوسط طبقے کے گھروں، توہم پرست عورتوں، بے تکلف دوستوں اور محصور یوں،
کو متفرصی نے کس را دیے سے دیکھا اور مرتا ہے اور ان کی کیسی ٹھیک ٹھیک تعریفیں کی
ہیں اس کا اندازہ ان ماکوں سے سمجھنی لگایا جاسکتا ہے۔

یہ ہمارے سچ سے لوگوں کے گھر

عورتیں بد توقی لڑکے رو رہے

مرد می رو بھی ہوئی ہر مرد سے

آج آج حتم سے بھل دال کم

بیتِ غلامی سس ہیں، مو تماں کم

آر روؤں کے چس سوکھے ہوئے

نوبہالوں کے بدن سوکھے ہوئے

گندگی کی مارٹھ سے روگوں کے گھر

یہ ہمارے سچ کے لوگوں کے گھر

یہ مذہبی رستہ نگاری میں ایسی مثال آپ ہے

سے تکلف دوستوں میں آپ ہیں

”مُرجع کھلوا یا زاپا مُوڑ ہے“

نوتیلیں دوہارا زاپا مُوڑ ہے

راح سرائی رآر

”یہ تصویریں ہماری سماجی، ثقافتی، اطلاقی اور سیاسی زندگی میں ہوتی ترقیوں

اور ان کے تحت میں پیدا رویوں اور روابط کی تدلیلوں، معیار و اقدار کی مانتیں

بیرونی، مذہب اور اخلاق کی سہ اثری، قول اور فعل کے تضادات، عقلی اور عین

پرستی، میکہ افراد کی لوا لعموں اور حالات کی ستم طریقوں کو نمایاں کرتی ہیں مثلاً

موتوں سے بے کر ملاوٹ کرے والے بیٹے، سگمونی سے بے کر ہر سال بچہ سے والی

بیوی، شاعر، شاعر، پھر اسی اردنی سے بے کر ٹیڈ اسٹریمک ہمارے معاشرے کا

متاثرہ ہی کوئی گنتی کردار ایسا ہو مقرر حسی کی نظر سے جو کا ہو۔ مقرر صامت کے

طرز کا نشانہ ان گنتی کرداروں کے ناگنتی پہلو ہیں مقرر صامت کا شعر راج ہے

سماج کے یہ مختلف کردار جس کی تصویر کشی اس نظم میں کی گئی ہے، مقرر حسی کو قدیم قدم

پر ملے ہیں اور ایسے افعال و اعمال سے ان کے متور پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے افعال

و افعال کے مابین تضادات اور ان سے پیدا شدہ مسائل کا مقرر حسی ایک دروں میں شاعر

کی حیثیت سے مطالعہ و متاثرہ کرتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں ان سے

ایسی نظم میں پیش کر دیتے ہیں۔ یونگ کے نظریے کی روشنی میں ڈاکٹر اصغر مام سے دروں

میں شاعر کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

دروں میں شاعر کی خصوصیات اگر ہم یونگ کے نظریے کی روشنی میں دیکھیں

تو یہ پتا ہے کہ اس کے کلام میں خود اس کی اپنی شخصیت اور آئنا تار حثیت رکھتے ہیں

اس کے ایسے آسوا پے ہی درد دم، ایک کائناتی اری عم و امردہ کے لیے ہوں گے۔

دروں میں قدرت کے مشاہدے میں اپنی طرقت اور انکو پس منظر میں ڈال دے گا۔

اس اقتباس کی روشنی میں ہم ”مکس ریر“ کے شاعر کا وہی اور حسی تحریہ کریں تو

یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مقرر سے ایک دروں میں شاعر کی طرح ایسے گرد و پیش

کے سماجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی مسائل مثلاً عدم توازن، اقدار کی شکست و رجت، افلاس

کثرت افعال، اقدار، تربیت، تحریک کاری، افراد کا تعطل، ارد و حاجی المیہ، سماجی بیدگی

نفع خوری اور فتریت، سائنس و غیرہ کی صرف تصویر کشی نہیں کی ہے بلکہ ان تمام مسائل میں

وہ خود بھی تحریک ہیں اور ان کے تخلیق کردہ ماحول میں ان کے دل کی دھڑکن صاف سانی

۱۔ تفرہ مکس ریر راج سرائی رآر مشمولہ اکل موزی دہلی ہمارا سٹڈ من ۲۰۲۱۔

۲۔ نظریہ ثابت کا اطلاقی چند کلاسیکی اردو شعرا پر۔ ڈاکٹر اصغر مام ص ۱۶

"میں بول کر بڑبڑا دیا دریا"
 "جل امنات اس کی لے لے مارا"
 "بڑکی کیا اُن کے سائیکھو لائیں"
 "آٹھ سو کوڑا بھی کھولا نہیں"

"کون صاحب؟ ہم تمہارے ماپ ہیں"
 "سے تکلف دوستوں میں آپ ہیں"

جی حضور می میں ہیں ان کا جواب

ہاں بلاستے ہیں یہ سب کی بات میں
 "جی یقیناً دھوپ تھی کل رات میں"
 "ات ہے سو بھری سچ آپ کی
 "نیں باہیں تھیں رحب کے ماپ کی"
 "کل یہاں مارش ہوئی تھی؟ ہاں حضور"
 "جی نہیں کھو سچاں تھا؟" جی ہاں حضور"

رار داں ایسا صاحب واکل صاحب

جی حضور می میں ہیں ان کا جواب

ان مالکوں میں ہمارے معاشرے کے ان نائب کمر داروں کی تصویر کتنی حس منکاری
 سے کی گئی ہے وہ خود اپنی مگر وہ کمال ہے اس پر مستزاد عماروں کی روحنگی اس نظم میں کئی
 رد و رمزہ محاروں کو روحنگی اور چاندی سے ساتھ ایک سے انداز میں استعمال کیا گیا ہے
 جس کی کچھ مثالیں ان متفرق مصرعوں میں ملاحظہ فرمائیے:

"اب نہیں اُڑتی ملیلی ماحتہ، چوکے پُہ کی اُڑا لیتے ہیں آپ"
 "کیوں تری آنکھوں کا یا فی مرگیا،" جوش کی لے سر پہ آئین کو سمجھال"
 "میری پھر جائے تو اس کا کیا علاج، عقل پر بھی بڑگی ہیں تھکڑیاں"
 "کیونکہ ہے سائوے کے پھیر میں،" ایڈر تے پھرتے ہیں ماروں میں یہ"
 "موتیوں میں مٹتے پھرتے ہیں دال" وغیرہ

عام بول چال کی روان دواں اور سلیس رماں جو نظم کی تاثر آفری ہیں اصداہ کی موجب

ہے، قدرت کلام، قدرت اور تارگی، جس کا اعتراف ط العناری نے بھی ایسے سلی میں لفظ
 میں کیا ہے، اس نظم کا طرہ اختیار ہے مکالماتی انداز اور طریہ لہجہ نظم کے حسن کو دوید کر دیتا ہے شاعر

اں کی گھر والی بڑی ڈریوک ہے
 لاٹ لے گی "اک۔ اک۔ اک۔ اک۔ اک۔ اک۔
 گھورتی رہتی ہے مجھ کو چمپکی
 ہائے اس لوٹے میں میڈک، مگر
 رات، آن سے میں سگڑی ڈر گئی
 نوح، بچے کو میں سسھی، چور تھا
 دیکھ تو مٹا، کیا شور تھا
 تھا تو پھو، مال میں کی لوک ہے
 اں کی گھر والی بڑی ڈریوک ہے

آپ ہی جیگی کے ماکیدار ہیں
 والیر دو۔ یا پڑوں پر یا بج دے
 گھی؟، ہیں پیوم ہوگا آج دے
 کیا کہا، گیہوں یہ جیگی سے مٹا
 یا بج سو گئے بڑیں گے صاف صاف
 ایک بیاتیل کا رکھ دے ادھر
 اور لایجیں؟، جاتا ہے کدھر
 تاحروں کے واسطے سہ کار ہیں
 آپ ہی جیگی کے ماکیدار ہیں

ہے سکتا ہے پٹواری ہیں آپ
 پڑ گئے جس کھیت میں اں کے قدم
 ہو گیا دو چار سوے بیٹیں و کم
 اس طرف سرے کھتونی کی پکار
 اس طرف مہ پھاڑتا ہے جس وار
 کچھ نقادی مار دی۔ تھوڑا دکان
 اں سے ہٹ کر جی ہیں سکتے کسان
 اں کے اں داتا، ہیں، اس کے مائی اپت
 کون کہہ سکتا ہے پٹواری ہیں آپ

”ہمسایوں کو ریڈیو دیا درا“
 ”جیل مقامات اس کی سہ ماہی“
 ”پڑی کیا ان کے سائیکھولاہیں“
 ”آٹھ سو کو تو اٹھی کھولاہیں“
 ”کون صاحب؟ ہم تمہارے اب میں“
 ”سے تکلف دوستوں میں آپ ہیں“

حی حضور می میں ہیں ان کا جواب

ہاں بلاستے ہیں یہ سب کی بات میں
 ”حی یقیناً دھوپ تھی کل رات میں“
 ”مات ہے سو فیصدی سچ آپ کی
 ”نیں مابین تھیں رجب کے ماپ کی“
 ”کل یہاں مارش ہوئی تھی؟ ہاں حضور“
 ”حی ہیں کھو سچا لکھا؟“ حی ہاں حضور

رار دان ایس صاحب دان صاحب

حی حضور می میں ہیں ان کا جواب

ان حاکموں میں ہمارے معاشرے کے ان نائب کرداروں کی تصویر کشی جس فنکاری سے کی گئی ہے وہ خود اپنی جگہ و محال ہے اس پر مترادموں کی رنگینی اس نظم میں کئی در در مزہ محاروں کو رنگی اور چاکندسی کے ساتھ ایک سے انداز میں استعمال کیا گیا ہے جس کی کچھ مثالیں ان متفرق مصرعوں میں ملاحظہ فرمائیے:

”اب ہیں اڑتی طیلی ما حتمہ، چو کہ سے پڑ کی اڑا لیتے ہیں آپ“
 ”کیوں تری آنکھوں کا یا فی مرگیا“، ”ہو جس کی سے سر یہ آکیل کو سمحال“
 ”سر ہی پھر مائے تو اس کا کیا علاج“، ”عقل پر بھی بڑ گئی ہیں جھڑیاں“
 ”کیونکہ ہے سالوے کے پھیر میں“، ”ایڈتے پھرتے ہیں ماروں میں یہ“
 ”حزنیوں میں مائے پھرتے ہیں دال“ و غیرہ

عام بول چال کی رواں دواں اور سلیس رماں حول نظم کی تاثر آفری میں اعضاء کی موجب ہے، قدرت کلام، مدت اور تارگی، جس کا اعتراف ظہار سے بھی ایسے مضمون میں لفظ میں کیا ہے، اس نظم کا طرہ امتیاز ہے۔ مکالماتی انداز اور طرہ لہجہ نظم کے حسن کو دوہرہ کر دیتا ہے مثلاً:

دیتی ہے۔ نظم میں اپنے کرداروں کی تعارفی جھلک تہیدی ما کے میں کچھ اس طرح دکھائی
 گئی ہے۔

آئیے اس دور کی جھلکی دکھاؤں

حسنِ طرف دیکھو وہیں ایک ڈیڑھ ہے

کوئی نوا ہے تو کوئی ڈیڑھ ہے

ملنی یہ ہے وہ بائیل آدمی

کم ہی نکلیں گے منسل آدمی

میں سے رہتا ہے ابیں روک سے

سب کی تعریفیں کروں گا ٹھیک سے

آپ کو دلچسپ لوگوں سے ملاؤں

آئیے اس دور کی جھلکی دکھاؤں

متوسط طبقے کے گھروں، توہم پرست عورتوں، اے تکلف دوستوں اور محصور یوں،
 غفر صلی نے کس راویہ سے دیکھا اور رہتا ہے ادراں کی کیسی ٹھیک ٹھیک تعریفیں کی

اس کا مدارہ ان ماکوں سے محوئی لگایا جا سکتا ہے

یہ ہمارے سچ کے لوگوں کے گھر

عورتیں بدلتی لڑکے رو رہے

مرد می روٹھی ہوئی ہر روز سے

آج آکا حتم سے کل دال سم

میتہ قلا سس ہیں، حوتہ مال کم

آر روؤں کے جس سوکھے ہوئے

نوبہاؤں کے بدن سوکھے ہوئے

گندگی کی مارٹھ سے روگوں کے گھر

یہ ہمارے سچ کے لوگوں کے گھر

یہ مذہبی رحمتی میں ایسی مثال آیا ہے

سے تکلف دوستوں میں آپ ہیں

”مُرخ کھلوا کر اپنا موڈ ہے“

نوتیلیں دوچار ایا موڈ ہے

راج راج رائے راج

"یہ تصویریں ہماری سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور سیاسی زندگی میں ہوتی ترقیوں

اور ان کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں اور روابط کی تبدیلیوں، معیار و اقدار کی ممانعتی

پیروی، مذہب اور اخلاق کی نئے اثری، قول اور فعل کے تضادات، قتالی اور پیش

پرستی، حرمیک اور ادبی ہوالعمیوں اور حالات کی ستم طریقوں کو نمایاں کرتی ہیں مثلاً

مودن سے لے کر طاوٹ کرے والے بیے، سنگدانی سے لے کر ہر سال پتہ بیے والی

بیوی، شاعر، شاعر، جیسے اسی اور دلی سے لے کر فیروز، سربیک ہمارے معاشرے کا

شاہد ہی کوئی گنتی کردار ایسا جو مظہر حسی کی نظر سے چھوڑا ہو۔ مظہر صامت کے

طریقہ کا نشانہ ان گنتی کرداروں کے ناگفتی پہلو ہیں مظہر صامت کا شعر واضح ہے۔

سماج کے یہ مختلف کردار جس کی تصویر کشی اس نظم میں کی گئی ہے، مظہر حسی کو قدم قدم

پرستے ہیں اور ایسے افعال و اعمال سے ان کے متصور پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے اقوال

و افعال کے مابین تضادات اور ان سے پیدا شدہ مسائل کا مظہر حسی ایک درون میں شاعر

کی حیثیت سے مطالعہ و مشاہدہ کرتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں ان و اس

ایسی نظم میں پیش کر دیتے ہیں۔ یونگ کے نظریے کی روشنی میں ڈاکٹر اصغر حاکم نے درون

میں شاعر کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"درون میں شاعر کی خصوصیات اگرچہ یونگ کے نظریے کی روشنی میں دیکھیں

تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے کلام میں خود اس کی اپنی شخصیت اور امانتار حثیت رکھتے ہیں

اس کے ایسے افسانے ہی درودم، ایک کائناتی ارباب عالم و نامدودہ کے لیے ہوں گے،

بیرون میں قدرت کے مشاہدے میں اپنی لطرت اور انگوٹس میں ٹال دے گا۔

اس متناس کی روشنی میں ہم "عکس ریز" کے شاعر کا وہی اور جیسی تجزیہ کریں تو

یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مظہر صامت ایک درون میں شاعر کی طرح ایسے گرد و پیش

کے سماجی، معاشی، سیاسی اور مذہبی مسائل مثلاً عدم توازن، اقدار کی شکست و رجحان، اناس

کثرت افعال، اقدار، تربیت، تخریب کاری، افراد کا تعطل، اردو و احمی المیہ، سماجی بیدگی

صحیح حوری، اذیت، سائنس وغیرہ کی صرف تصویر کشی نہیں کی ہے بلکہ ان تمام مسائل میں

وہ خود بھی شریک ہیں اور ان کے تخلیق کردہ حاکوں میں ان کے دل کی دھڑکن صاف سانی

۱۔ شعراء عکس راج راج رائے راج مشمولہ آئینک موسیٰ دہلی ہمارے ج ۲۰ ص ۴۰۔

۲۔ نظریہ ثنائیہ کا اطلاق چند کلاسیکی اردو شعراء پر - ڈاکٹر اصغر حاکم ص ۱۶

نویذ نظر ایسے طویل تھمرے میں "عکس ریر" کے حلق کو سودا اور ستاد عاری سے مائل قرار دیتے ہوئے اسے اس دور کی عظیم کتاب لکھتے ہیں۔ اں کے طویل تھمرے سے جد ٹکڑے ملاحظہ فرمائیے:

"ریر نظر غم و اس میں ایک اچھوتا اصاد ہے ایک ایسی تخلیق جس میں مرہم کم اور نشتر زیادہ ہیں، حراہن شعور کو سوچ اور فکر پر محور کرتی ہے، حواپے معاشرے کا ایک ایسی تنقیدی نظر سے جائزہ دیتی ہے جس سے عکس ہی نہیں کوئی پہلو بھی رہ مائے — بھر امداد پر تحریر اس قدر دلفریب کہ آپ اس میں کھو جائیں ہیں کہوں گاہ ایک عظیم کتاب ہے حواپے بعد آئے والوں کو ایک نئی راہ دکھاتی ہے میادی طور پر اں کے ہاں سودا کار ہر آلودہ فلم بھی سے اور ستاد عاری کی چکیاں بھی

ان کی حراحت اس نشانِ حکیم جی ہے جو بھوڑے کی اصلیت پہ حواسے کے بعد ہی مناسب نگہ بر سر نگاہ سے اور اس طرح معاشرے کی مدد کرتا ہے، ادا خود اس کے کہ جس حکیم سے ان کو عکس ریر، میں سائقہ پڑا ہے وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

ہیں ایک وقت آپ ستار اور حکیم
درعہ فراتے ہیں سے عمر میں
شعر کہتے ہیں ڈوکر رہر میں
نظم، لا کر پہنے کے لیے
دائع تعمیر، چھپنے کے لیے
بعد میں ہو گا مریضوں کا علاج
پوچھ لیں پہلے مدیروں کا مراح
سیکڑوں بچوں کو دسرا کر تیم
ہیں ایک وقت آپ ستار اور حکیم

لیکن خود اں کی حراحت ملکہ ہے اور حوامراح پر سی

انھوں سے مریضوں، مدیروں اور ایک سو ایک دوسرے افراد کی کہ ہے اس کا اندازہ
آپ مرف عکس ریر پڑھ کر ہی کر سکتے ہیں" لہ

مظہر حسنی کی یہ نظم اپنے اندر اصلاح معاشرہ کا تعمیری مقصد رکھتی ہے جس کا ہر
مد ہمارے زندگی کے کھوکھلے یں کی سچی اور واضح تصویریں پیش کرتا ہے بقول

لہ تھمرہ عکس ریر۔ نویذ نظر متمولہ سیرنگ خیال (راد لپڈی) سالانہ ۱۹۵۸ء

ہے کہیں جیسا چھپا پس یہ قسم ہے کہیں رکار کا حدہ علامت کہیں دشنام طرازی ہے کہیں اصلاح کا مد رہے کہیں سجدگی ہے کہیں بے امتیاطی عرض ان کڑیوں کی احتمالی تسلیم سے ہیں مرد، سماج اور سماج و روح، تہذیب، ساحس، علم، حق، دولت اور فلسفی وغیرہ موضوعات کے سلسلے میں مختلف احساسات تھے ہیں۔۔۔ اس بات میں تو دورائیں ہو ہی نہیں سکتیں کہ مظهر حق سے جو ما کے سامنے ہیں ان کے مطالعے کے بعد غلط فہم سے لغت اور کراہیت کے احساسات پیدا ہوتے ہیں غلط کاروں کے خلاف علم و دفعہ کا مد۔ انھیں ہے اور مظلوموں کے حق میں یکپوئی کے لیے اچھی خواہشات اور اچھے غرائم پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ عکس ریر ایک عام ہے جہاں سب کے سب سگے نظر آتے ہیں۔ سماج کا ایسا کھلنکارہ کہیں اور نہ ہے قریب لید کی پیرس نو میں ہجرت کی کسٹری ٹیلر میں۔ اکثر ماکوں میں گفتگو کا سب دلہو اختیار کیا گیا ہے یہ طریقہ کارٹی ایس ایلٹ کو بہت پسند ہے سرائیک کے ڈرائیگ موٹر لگ میں بھی یہ صورت ملتی ہے۔

مستہور محقق، آکر الدین صدیقی "عکس ریر" میں متا ہر سے کی گہرائی اور دکھائی انداز کی لطف انگیزی کے بارے میں لکھتے ہیں،

"یہ علم ایسے طرز ماکوں پر مشتمل ہے جو ہمارے سماج کا جوہر سے ہوتے ہیں متا ہر سے کی گہرائی ست شرمی ہوئی دکھائی دیتی ہے سماج کے ایسے تمام افراد کے مانے من سے ہیں رات دن سا قدر جتنائے پیش کر دیے گئے ہیں۔ دکھائی انداز لطف کو اور بڑا حد پہلے اور افراد سے ہم زیادہ قربت محسوس کرتے ہیں اور اس سے گروا پر واضح روشنی پڑتی ہے۔"

وہ آب استری، طالعاری کے بیٹیں لفظ پر اظہار تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "محترم طالعاری سے اس تخلیق کے سلسلے میں مصنف سے معاملہ ہو کر کبھی جتنی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے میرا خیال ہے کہ اگر ان احساسات میں رد و بدل کی پیچیدگئے شدت، سوتا اور تحریک کی رعایوں کا خیال رکھا جائے تو یہ تخلیق مڑی گراں بہا نظر آئے گی۔"

۱۔ شمرہ عظیم اللہ مائی "عکس ریر" مشمولہ: صبح نو، پٹنہ دسمبر ۱۹۶۵ء ص ۵۱-۵۲
۲۔ محمد اکبر الدین صدیقی "عکس ریر" مشمولہ: سب رس حیدر آباد اکتوبر ۱۹۶۵ء ص ۴۱، ۴۲
۳۔ شمرہ دما آب استری "عکس ریر" آل انڈیا ریڈیو مٹرا بھی سٹاکھولم سے نشر کیا

'یہ جو آئسے ترجیحے اور کیلے ما کے اس طویل نظم کے مدوں کی شکل میں آپ کے سامنے ہیں ان میں سے بہتر آپ نے لیا ہے اور ایسے قریبی دوستوں کو سامنے رکھ کر کہے ہیں جو مجھے ایمادات سے بھی زیادہ ہمارے ہیں۔ خود اپنی ذات پر بھی مصافحہ ہوؤں سے طس کر لے میں میرے قلم کے کوتاہی ہیں دکھائی دے گا۔
مشہور نقاد سید امتیاز حسین "عکس ریور" کے حاکوں اور کرداروں کے بارے میں رقمطراز ہیں

"مور سے دیکھیے تو ان میں اتنا حس اور انداز پر نہیں، طوار اور اعمال پر امام کاریوں اور نقائص پر طس ہے ان اداروں کا حاکم اڑیا گیا ہے جو مدیونوں سے اپنے مفید اور کارآمد ہوئے کا دھول بیٹ رہے ہیں اور اب مدید انسانوں کے کھوکھلے پن کا راز فاش کرے گا بعد کر لیا ہے مطفر حسنی نے اس کے لیے جو بول چال کاربان اور حوا "ات یعنی" انداز اختیار کیا ہے اس سے تاثر کارنگ اور گہرا کر دیا ہے۔"

اس کے ساتھ "عکس ریور" میرا قدیں اور منہ پر کی وہ رائیں بھی اردو شاعری میں بے مثال تخلیق قرار دیا گیا ہے جو راجسیدی لکھتے ہیں:

"اس نظم کے مطالعے سے مطفر حسنی کے مطالعے کی وسعت اور ان کی باریکی میں دونوں کا اسات ہوتا ہے اور یہ ان کی طس نگاری کی صلاحیتوں کا اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔"

علیم اللہ حاکم نے "عکس ریور" پر طویل تبصرہ کرتے ہوئے نظم کی حویوں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے جیسا اقتباسات دیکھیے:

"عکس ریور" اسی وسعت کی اردو میں پہلی تخلیق ہے
نظم میں حسرتیں پیدا کر دیتی ہے
منواری ربط کی معسومی
ان ٹکڑوں میں کس طس آئیں ہمدردی

لے کچھ ایسی معانی ہیں۔ مطفر حسنی عکس ریور میں ۱۴
نے قنارب سید امتیاز حسین عکس ریور میں ۱۵
نے عزت محمود سیدی عکس ریور محمود اہمد "عکس ریور" ۱۹۸۰ء میں ۵۵

عکس ریز پر ط الصاری، شمس الرحمن ماروقی، شکیل دسوی اور علام دسوی گردش
کی ان یکطرفہ معنی راہوں کی اصلیت کا اندازہ لگاسے کے لیے آئیے، اب اس کا دوسرا
روح دیکھیں۔

مظہر حسنی نے اوجہ دیا ہے اس ادنی عقیدے کے اظہار کے کہ
”میرے نزدیک شاعری اور چارہ گری میں بڑا فرق ہے بھوڑے پرست
رکھا چارہ گروں کا کام ہے۔۔۔“

۔۔۔ ”عکس ریز“ کے درجے سماعتے رستے ہوئے ماسوروں پرست زری کی ہے
ماترے کی دکھتی رنگوں پر انگلیاں رکھی ہیں جس کا اظہار وہ جیسے ہوتے ہی میں یوں کرتے ہیں!

”مجھ سے دکھتی ہوئی رنگوں کو بھڑے کا حرم سرود ہوا ہے اگر میری
انگلیاں آپ کی دکھتی رنگوں پر پڑ گئی ہیں تو تکلیف کی شدت میں صلواتوں سے نوارے
سے قل ان رحمن کی سک کا اندازہ بھی لگا لیجئے گا جہوں نے مجھ سے یہ نظم
کھوائی ہے“

”عکس ریز“ کے سلسلے میں شمس الرحمن ماروقی، مظہر حسنی کے پیش لفظ ”ای صافی
میں“ کے ان حملوں کو نظر میں رکھتے کہ ”میں سے اپی عروں، بطوں اور بیش لطرہ اکوں سے
اس روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے جس کی داغ بیل مرحوم رشاد عارفی ڈال
گئے تھے“ تو اب میں اس اعتراض کی گمانشہ مٹی کہ طرہ کا نشانہ کوئی محض شخص یا ادارہ یا حقیقت
ہیں ہے اور ہر کردار کو ایک ہی سد میں بٹا دیا گیا ہے جب اس نظم کی حد تک مظہر حسنی کو
شاد عارفی کا تاغ کرنا تھا تو وہ طرہ کا نشانہ سماج میں بکھرے ہوئے کرداروں کو چھوڑ کر کسی خاص
شخص، ادارہ یا حقیقت کو راہ راست کیوں کر مانتے کہ شاد عارفی کے طرہ کا بدھ بھی ادارہ
گلش شاہ، ظل اللہ وغالی ماہ، مسکول کے مدرس اور حافظ قرآن جیسے سلامتی کردار ہیں وہ اپنے
حاکم نو کی حاکم پانچ یا پندرہ مصرعوں سے کس طرح تیار کرتے کہ شاد عارفی کا سر سد نو
مصرعوں پر مشتمل ہے۔ کردار اللہ مظہر حسنی سے شاد عارفی سے مختلف اور اپنے آس پاس
سے بچے ہیں، حوط الصاری کے کرداروں کے بارے میں اعتراض کو بھی بے مباد ٹھہراتے
ہیں جس کے بارے میں مظہر حسنی لکھتے ہیں

”کو ای صافی میں“ مظہر حسنی عکس ریز میں،

”کچھ ای صافی میں۔ مظہر حسنی۔ عکس ریز میں ۱۵-۱۶

ہر حال طالعاری کی "عکس ریر" کو پڑھنے والوں کے محافل و تہنات کی بیس گوئی
 سچاست ہوئی ویسے بھی اپنے اس سادہ رت طلب دیباچے کے دریغ وہ جس طرح پڑھنے
 اور لکھنے والوں کو مظهر حسی پر ہتھراؤ کرنے کی دعوت دے چکے تھے اس کا ہی نتیجہ ہوا تھا۔
 "عکس ریر" پر مبنی اندازِ فکر پر مبنی کئی شعریہ ایسے آئے جس میں اس شاہکار نظم کا متواتر تحریر
 کرنے کی سمائے داستا مایاں تلاشی کرے کارحماں مایاں ہے اور جس میں طالعاری کے
 دماغ کی ارگنت صاف سائی دستی ہے بطور مثال چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے :

شمس اگر جس فاروقی لکھتے ہیں۔

"نظم کی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ طبع کا نشانہ کوئی معنی نہیں دلا کر باقیقت
 میں سے کچھ سادہ میں کھرے ہوئے لوگوں میں سے چند دھندلے کرداروں کو سنے کر
 نظم میں اتارا گیا ہے۔" دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ سرگردار کو ایک ہی شعر میں
 سمیٹ دیا گیا ہے ہر مدد کے مفرے ہیں اندازِ اول مفرع و اول مفرع ہی ہے یہی علی مفرے
 مرث آٹھ ہی ہیں۔ آخر مفرعوں کی مختصر سادہ میں ایک پروا کر داریا اس کا کارٹون بھی
 نہیں بنا سکتا ہے نہ

تشکیل و سبوی اس نظم کے بارے میں لکھتے ہیں

"الموس کہ معنی مگر استدلال اور سوچا رہی سے دامن سما یا دھاسکا معمولی طور پر
 یہ نظم ایسا ماب متوقہ تو کرتی ہے مگر وقتی طور پر۔ وہیں پر درپا تا حرات پیدا کرے
 میں کامیاب نہیں ہو پاتی ہے نہ

علامہ رضوی گردش طالعاری کی صحافی تنقید پر چوٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طالعاری صاحب تنقید کو بھی مہامت اور ترجمہ نگاری
 کی طرح تعریف طبع کا دریدہ سمجھتے ہیں کیونکہ عکس ریر کے مطالعے کے بعد اگر کسی انگریزی
 شہادے کی طرح دھیاں مانتا ہے تو وہ چارلس CHAUCER کی شہرہ آفاق تخلیق
 COUNTRY TALES ہے پتا سر کے ہاں شمار مط و تسلسل سے حسی صاحب کی
 تخلیق میں اس کا عقداں ہے اگر اس طرح موارہ کیا جائے تو دو مار ماکوں سے قطع نظر
 مظهر حسی صاحب مرث قریب FLOP حالت میں ہوتے ہیں نہ

۱۔ شعریہ عکس ریر شمس اگر جس فاروقی شب خون ۱۹۷۹ء جولائی ۱۹۷۹ء ص ۳۸

۲۔ شعریہ عکس ریر مدیکین و سبوی شمس اگر جس (تعارف) ۱۹۷۹ء ص ۱۸-۱۹

۳۔ شعریہ عکس ریر۔ علامہ رضوی گردش کتاب "کھنڈ" ص ۲۲

(۲) آئے آپ شاعر کا سمجھتے ہیں۔ آپ کی مشق میں گوئی سے قدرت کا ماہر ہے اسے شریف اس شریف مظهر حسنی کیا اسکا دل سے بیٹے۔۔۔ اسی طرح سے شاعری کرتے ہیں آپ کہ رمیوں کی کراہ پر گرہ لگائیں اور عالم مورد توں کی سے کسی کو معروضہ طرح میں ۶۴

(۳) مدد کرے کہ کوئی اہم دودہ شاعر اس طرح آپ کے رنگ پر مائے جیسے آب شاد و ماری کے رنگ پر لگے ہیں ان ماکوں میں ۶۵

(۴) آپ کے ماتھ میں قوت شاعری میں ایک ہنر ہے جسے راہ چلے عالم و مظلوم کی کرب و محنت سے ہنر نگاہ سے ہوئے آب گھوڑا سرپٹ دوڑا رہے ہیں قدرت نے آپ کو حدت پسندی اور تادراں کلامی کی صلاحیت عطا کرنے میں حویا می برتن ہے اسے آب ہنر پر حرقہ کیجیے ۶۶

(۵) یہ ہمارے بچے کے لوگوں کے گھر والا سندھ بچے درمیانی طبقے کی دھکی رہی کے ایک گوشے سے پردہ سرکاتا ہے اور دکھ میں ڈوبا ہوا ہے اسے پڑھ کر۔ مسی آتی ہے رفقہ مس دکھ کا احساس ہوتا ہے اسادکھ مس سے گھس آتی ہے ایسا گھس میں بھیج کے ستر پر گر ماسے سے آتا ہے ۶۷

(۶) آپ سے ہمارے ساتھ سے بہت سے روگوں اور روگیوں کی یاد دہانی کرائی ہے اور آپ کی میت بغیر معلوم ہوتی ہے البتہ پڑھنے والوں کے تاثرات مختلف ہوں گے یہ محمود اردو شاعری کے سحر سے پڑے دربار میں اپنی کرسی حاصل کرے گا لیکن کیا میں یہ امید کروں کہ اس کا مصنف اس کرسی پر مٹ جائے گا ۶۸

میں سمجھتا ہوں کسی بھی رماں کی تاریخ میں ایسی مثالیں کم ملیں گی کہ کسی مصنف نے ایسے ابتدائی دور اور اپنی پہلی کتاب کے تعلق سے اس قسم کے صریحاً محال عامہ اور معادہ پیش لفظ کو خود اپنی کتاب میں شامل کیا ہو بالخصوص مظهر حسنی کے لیے تو صورت حال یہ تھی کہ اس کے زمانے میں ان کی ادبی حیثیت بھی مستحکم نہیں ہوئی تھی اور اس کے استحکام کے لیے ضروری تھا کہ ان کی کتاب پر عالمتاب تو صلی انداز میں لکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ایسی صورت میں مظهر حسنی کا عکس ریرہ میں طالعاری کا یہ پیش لفظ شامل کرنا اپنے غیر یقینی ادبی مستقل کو ایسے ہاتھوں سے تباہ کرے کے مترادف تھا۔

جھپٹتے ہیں علم اشارہ کی رار
تاکہ نئی رسائے ان پر علم سار
متبر ہیں تبرہ آفاق، میں = یہ میراں سرِ اوراق ہیں
(سادِ عاری)

"عکسِ ریر" میں ایک نقاد کا حاکمہ

آپ اک نقاد ہیں لمے ہوئے

قامیہ بیکار -- مہل ہے ردیفِ دال سے کروڑے ادبِ لطیف
آہ اس مصرعے میں ایلٹائے علی مہلیں لکھا تھا لکھا نمحلی

رات ماول کی، غزل کا ناتستہ کاٹ کرتے ہیں قلمِ مرداستہ
نفسِ معصوم پر بھوینا ہے ہوئے آپ اک نقاد ہیں لمے ہوئے

(مظفر حسنی)

اس نظم کے ساتھ دلچسپ ہنگامہ جیریاں والستہ میں حس کی میاں "عکسِ ریر" میں شامل
طِ اصراری کا اس کتاب پر معاندانہ انداز میں تحریر کردہ ویسا یہ کچھ مصف سے ہے، حس
کی تفصیلات مظفر حسنی ہی کی ربانی ملاحظہ فرمائیے

"ہوایوں کہ طِ اصراری اور میر سے درمیاں خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا مجھے

موصوف سے خط لکھا کہ ان کے پاس واقدیری کے ایسے غمزدہ کلام گلی و کا مسودہ مقدم

لکھے کے لیے بھجوا دئے تھیں اس کلام سے انہیں متاثر نہیں کیا۔ مجھ سے رائے طلب کی گئی

کہ مقدمہ لکھ دیا جائے یا نہیں واقدیری میر سے دوست تھے اور طوئے کی ات اولیٰ دیانہ

کے طواف بھی تھی میں سے انھیں ان ہی کے انداز میں جواب دینے کی غرض سے اسی طویل نظم

"عکسِ ریر کا مسودہ بھیجے ہوئے لکھا کہ گلی نو کے مات میں اب خود ہی میسر کیجیے، اللہ

عکسِ ریر حاضر ہے جو ہر حال آپ کو کسی نہ کسی انداز سے متاثر کرے گی میں لفظ کے طور

پر آپ آزادانہ اظہارِ خیال فرمائیں آپ کا معصوم حواہ وہ نظم کے حق میں ماسے یا مخالفت میں

شامل کتاب ہو گا طِ اصراری نے جھٹا ہٹ میں غور و بساحت معاندانہ پیش لفظ لکھ کر بھجوا

میں۔ مرفِ عکسِ ریر کی مٹی خراب کی گئی بلکہ سادِ عاری مرحوم کے بارے میں بھی ماریا سچا

لے آپ سے لیے سادِ عاری نکیاتِ سادِ عاری مرتبہ مظفر حسنی ص ۳۶

عکسِ ریر، مظفر حسنی ص ۵۸

موصوفہ ادھور چھوڑ گئے تھے مظهر حسنی نے اس کی تکمیل کر دی ہے۔ لے
 عروں اور نظموں کے علاوہ "عکس ریر" کے خاکوں کے ذریعے شاد عارنی کی روایت
 داگے بڑھائے کا قصہ یہ ہے کہ شاد عارنی نے "آپ سے بیٹے" کے عنوان سے ایسے ہی
 خاکے لکھے کی داعیل ڈالی تھی وہ ایسے ایک ہزار خاکے لکھے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن
 مرنے سے پہلے کے لکھ پائے اور حرائی صحت کی وجہ سے اپنی اس عظیم نظم کو مکمل چھوڑ کر دیا
 سے رجعت ہو گئے۔

شاد عارنی کے انتقال پر اپنے تاترائی معموں میں ڈاکٹر حلیل الرحمن اعظمی نے
 اس نظم کا ذکر اس طرح کیا ہے :

"وہ کہا کرتے تھے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ایک سرائر کرداروں پر لکھوں گا

السوس سے ان کی صحت سے خواب دے دیا ورنہ یہ نظم اردو شاعری میں اپنی طرح کی
 پہلے سال حیر ہوتی۔ لے

ایسے مرحوم استاد کے اس ادھورے تخلیقی منصوبے کو یا یہ تکمیل تک پہنچا ہے
 کی عرص سے مظهر حسنی نے آپ کی تعریف کی طرح "عکس ریر" لکھ کر اردو شعروادب کی
 اس تاریخی روایت کو دہرا با حوالہ دہلی کے شاگرد رشید سید سلیمان مدوی نے اپنے استاد
 کی تصنیف "سیرت النبی" کو مکمل کر کے قائم کی تھی
 "آپ سے بیٹے" کے اتنا عظیم تکمیل کی عرص سے لکھی ہوئی نظم "عکس ریر" میں مظهر حسنی
 کی شاد عارنی کے رنگ سے مماثلت کا اندازہ لگائے کے لیے دونوں نظموں سے ایک
 ایک سطر ملاحظہ کیجیے :

"آپ سے بیٹے" میں ایک سطر کا خاکہ :

یہ مدیراں سر اوراق ہیں

ترے اں کو کسی جڑ یا کا نام

شعر میسے آستیاں ریر دام

دعویٰ علم چما کیا کیا ملط

سر سرانشا عطا املط

لے تفرہ عکس ریر مجبور سعیدی تحریک ادبی جوری سنہ ۵۵

لے شاد عارنی کی یاد میں حلیل الرحمن اعظمی ایک مختصر مظهر حسنی ص ۴۸

ہیں، میں کسی طرح کی آرائش یا برجستہ آمیزی نہیں کی گئی اس میں ہی ہمدردی و معروف ترین دور
میں سرشار کی طرح جھلکتی شگفتہ پر کسی میاں آرا یا حسی کے کردار ڈھالے کی رٹھے
(مکتبہ نے ڈاکٹریٹ پر لکھا اس میں) میں پڑھنے کے لئے اس مامل وقت ہوگا چاہجہ بیان سے
رادہ کرداروں کا کم سے کم وقت میں تحریر اس طرح کیا ماسکتا تھا کہ میری رنگ آمیزی
سے احتراز کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے آٹھ معروف تک محدود رکھا ہے اگر
کرداروں کے جو صورت و حال تصاویر میں نظر آئیں اور صرف رحم، پھوڑے،
ماسور و مسرہ ہما دکھائی دیں تو وہ سارے سے قتل یاد کر لیجئے گا کہ یہ فلم ایک دلیر
کا الم ہیں، عکس ریر، ہے لہ

مشہور ترقی پسند نقاد پر ویسے اختتام حسین 'تعارف' کے تحت مظهر حسی کے اس خیال
کی تائید فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں،

'یوں تو عکس ریر ایک ہما حدہ اور ماتر کے تحت تخلیق کی ہوئی ایک طویل فلم
ہے لیکن درحقیقت چھوٹے چھوٹے مرقعوں کا ایک ایسا الم ہے جس میں بہت سی
تصویریں یکجا کر دی گئی ہیں لہ

عکس ریر کے تخلیق کرنے کی تحریک مظهر حسی کو کس طرح ملی انہیں کی رسانی ہے :

"میں سادہ صاحب سے مسورہ سنی کرتا تھا اور میں نے ایسی عروں، بطور، پیش
نظر ماگوں سے اس روایت کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے جس کی داغ بیل مرحوم
ڈال گئے تھے اور حوا و د کے شعری ادب میں ان سے پہلے ماہد تھی۔ اب آپ اسے
اتنا کیجیے یا ایک عام میدان کو متنب کر کے اس میں نئی رائیں نکالنے کی کوشش
میں وہاں سے آگے بڑھنے کی لہی سی سنی کر رہا ہوں جہاں استاد مرحوم
نے اپنا سفر ختم کیا تھا" ۷

اس کی تصدیق محمود سعیدی کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے :

"اس انداز کی ایک نظم سادہ داری نے بھی شاید اسی رنگ کے آخری دونوں
میں شروع کی تھی اور اس کے کچھ حصے مختلف رسائل میں شائع بھی ہوئے تھے مگر

۷ کچھ ایسی صفائی میں، مظهر حسی عکس ریر میں ۸،

۹ تعارف۔ پرومیرا مقام حسین عکس ریر مظهر حسی میں،

۱۰ کچھ ایسی صفائی میں، مظهر حسی عکس ریر میں ۱۵

مثیل ایک سادہ سی نظم ہے جس کے دریغے شاعر نے اپنے اور دیوانوں کے خیالات کے
تعدادات پیش کر کے آخری شعر میں،

وہ مجھ کو پاگل کہتے ہیں میں ان کو پاگل کہتا ہوں

کہہ کر اپنے مافی العیر کی وضاحت کر دی ہے۔

”ٹوٹی ہوئی کردیاں“ سائے نو معرعوں کی ایک نظم ہے جس کا تحریرہ مدید نقوں کی
کے تحت پیش کیا جا چکا ہے ہم درں اور ہم قادیہ معرے ہوئے کی بنا پر اسے پاسد نظم شمار
کیا گیا ہے۔

مظفر حسنی کی تنقید، اسد اہم روایتی، موضوعاتی نظموں میں سے پانچ مختلف رسائل میں اشاعت
پذیر ہوئیں، تین ظلم حرف، اور چار پانی کی رساں میں شامل ہیں اور پانچ غیر مطبوعہ طبعیں ہیں۔
اس طرح ان کی پاسد نقوں کی تعداد سترہ ہوتی ہے ان میں بالخصوص ”ایک لہریہ نظم“ اسی ہندوب
ہیں جوئے ام“ ”حاکم ہمد کو سلام“ ”سرزمین ہمدانہ“ ہولی سی ہمار کا یہ عام لائی ہے۔“ ایسے
موضوعات سے ماسست، بیابان کی اثر آفریں، رباں کی خوشگلی و شستگی، موسیقیت، امیر ترم، جوش
آہنگی، مظفر حسنی، ایک رنگاری اور محاورہ سدی جیسے شعری اوصاف سے متصف ہیں لیکن اس کے
باوجود صرف ان نظموں کی ساہر مظفر حسنی کو کامیاب نظم نگار میں کہا جا سکتا تھا اگر وہ ایسی شاہکار
نظم ”عکس ریزی“ تخلیق کرتے۔

(ج) طویل نظم، عکس ریز

یہ مظفر حسنی کی طویل اور متنازعہ نظم ہے جو ہمارے معاشرے کے مختلف کرداروں
کے ایک سوچ میں طسریہ خاکوں پر مشتمل ہے ہر خاکہ آٹھ معرعوں میں قید ہے اس نظم کا عنوان
تخلیق ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۶ء ہے۔ کتاب پبلشرز لکھنؤ نے ۱۹۶۶ء میں اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔
ایک سوچیا پس معنات کی اس کتاب کی ابتدا میں انشاس (ط العیاری کے ام)، تعارف (پروفیسر
اعتنا حسین) کچھ مصنف سے وط (انصاری)، کچھ اپنی معنائی میں (مظفر حسنی) شامل ہیں بعد ازاں
ہر صفحہ پر ایک خاکہ شائع کیا گیا ہے اس طرح ایک سوچ میں ہمارے شائع کتاب ہیں ہر خاکہ
اپنے طور پر آزاد ہے لیکن معوی ربط سے اس میں ایک مربوط نظم کی شکل عطا کر دی ہے۔ نظم
کی وہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مظفر حسنی لکھتے ہیں

ان خاکوں پر مشتمل طویل طسریہ نظم کا نام عکس ریز، نون محبت کیا گیا ہے کہ یہ طسریہ کے

پس (LENS) پر حاصل کیے ہوئے مختلف علاماتی کرداروں کے عکس ریز (X RAYS)

لفظ ہندب کو متضاد معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کی آڑ میں مدید تہذیب پر دلچسپ انداز میں طنزیہ چیخیں کی گئی ہیں۔ آخری سد ملاحظہ فرمائیے :

ابھی ہندب میں ہوئے ہم کہ ظلم سہتے ہیں مساکر
ابھی ہندب میں ہوئے ہم کہ جھوٹ کہتے ہیں مرجھاکر
ابھی ہندب میں ہوئے ہم، گناہ کرتے ہیں جھپ جھپاکر
ابھی ہندب میں ہوئے ہم

ہمارے معاشرے میں کروڑوں میں ایک دو صاحب نظر قوم کے ہتے ہمدردانہ راستہ پر چلے والے ہیں۔ ہم آج بھی مساکر ظلم سہتے، مرجھاکر جھوٹ بولتے اور جھپ جھپاکر گناہ کرتے ہیں اور سب ایسی ہی تہذیب سے میل ہیں کہ ان میں کسی صاحب نظر ہمدرد قوم اور راستی کے پیرو کی کوئی گنجائش نہیں۔ نئی تہذیب تو ظلم پر مابقا۔ ماموشی اٹھانے سے جھوٹ بولنے اور اس پر گھر کر کے اور علی الاعلان گناہ کر کے کی ترغیب دیتی ہے اس اعتبار سے ہم مکمل طور پر ہندب کہاں ہوئے ہیں

مظہر حسی کی یاسد نظموں میں اپنے مخصوص اوصاف کی سایہ سب سے منظر دار و نامندہ نظم ہے اندھیر مگر ایہ غیر مردی غزل کی ہیئت کے چار استعارے پر مشتمل ہے جس کے قوافی اور چھوڑاؤں وغیرہ میں اور جس میں نوبے کی ادبچی اور بچی دیوار میں سے چہرہ لوگوں کا سمندر کا شٹوں کا سمندر جوں کے مارا، نوسیدہ کا عدد کے وہاں ادھاتوں کے ٹکڑے سے جس مدے، حامد لٹے جیسی علامتوں کے دریچے معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے کس جنگل میں لمپے مورے کے ٹکڑے کے دریچے اسماں کی لے سے سی کا اظہار کیا گیا ہے۔

”ایک صادرہ رات“ سرور ہم ورن مر نوط مصرعوں کی نظم ہے یہ مسادات کے پس منظر میں اچھوتی نظم ہے جس میں رات کی تاریکی میں کسی نگلی میں دو امسی استعاض ایک دوسرے سے حور مردہ تشکیک کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف مڑھتے ہیں قریب پہنچے پر حقیقت کھلتی ہے کہ دونوں ایک ہی طرح کے خوف میں مبتلا ہیں اس نظم کی انفرادیت کو خط انصاری نے بھی اپنے ایک خط میں کافی سراہا ہے۔

”صور اسرائیل“ سائر کی علامت ہے۔ سات ہم ورن و ہم تاقیہ مصرعوں کی اس مختصر نظم کے دریچے سائر بختے ہی اس کی تعمیل میں مرد و زن اور کار گیر و ن کی مدحواسی کی عکاسی کی گئی ہے۔

”قلیے کے تہہ میں“ غزل کی ہیئت میں ہے اور اس کے چار ہم ورن و ہم تاقیہ استعارہ پر

ہرمت مانجی ہونی مستوں کی مڈلی میٹھی مغلطات ہیں ائمہ سرائی ہے
ہوئی تھی بہار کا پیغام لائی ہے

مظفر حسنی کی ایک نظم ’نعمواں‘ ایک طرز نظم، غزل کے فارم میں ہے اور ’طلسم حرف‘ کے معنی ۲۱۹ پر شامل ہے۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ دلچسپ نظم مبہم اور مبہل علامتی شاعری پر بطور طرز لکھی گئی ہے اس نظم کے وسیلے سے مظفر حسنی نے علامتی شاعری کے بارے میں ایسے موقف کا اظہار بھی کر دیا ہے۔ غزل کی ہیئت کے بارہ اشعار کی اس نظم میں حروب، تہمتی کے امیں مارہ جنگی کا نقشہ بڑے دلکش انداز میں کھینچا گیا ہے۔ نظم اس طرح شروع ہوتی ہے،
کہتے ہیں کل حروب، تہمتی میں جل گئی تے تے الف کی ناگ بکڑ کر گھسٹ لی
دو جیٹی، ہے مے، توں، کا نقطہ جرایا عقیقے میں اس نے حیم کی گردن مرد زدی
سے، ہے چھری سے بھاڑ دیا بیٹ حیم کا ہے، اور تے کی حوڑ کھڑی دیکھتی رہی
اس طرح عین کالاف کی چھائی بر جڑھا، ڈال اور ف کی ڈل کا سحا، ٹرے کا عین کی عوت
حرا کر، سین کا نقطوں کی وراثت کی غلط تقسیم کی وجہ سے تین بر ٹوٹ پڑا، صواد اور صواد
کی قاف کے بدلے ہے ساگر کا کھودنے کی سار تے، واؤ کا دھول مار کر بھاگ جا، ہے، طوئے
اور تے کا ہر دیر لیں طس کر، ہے، کا دال کو ٹھیک کا دکھا، گویا ایک ہڑ لوگ ہے ہے مظفر
حسنی نے عام ہم محاوروں سے آراستہ کر کے پر لطف مدیہ نظم کا روپ عطا کر دیا ہے اور
مقطع میں مارہ جنگی کے اس دلچسپ علاماتی ڈرامے کا چہرہ اشخا دیا گیا ہے،
حیراں کیوں ہیں لوگ مظفر کی نظم پر وہ پیش کر رہا ہے علامت کی شاعری
اں کے علاوہ طلم حرف اور پانی کی ران میں شامل نظموں میں حسب ذیل چھ نظیں نمیک
کے اعتبار سے پاسد نظموں میں شمار کی جاسکتی ہیں:

(۱) ابھی جہتد ہیں ہوئے ہم ۱۲۰ اندھیر نگری (۳) ایک صادر د رات (۴) صوار ابریل
(۵) طلسے کے تہر میں (۶) ٹوٹی ہوئی کڑیاں۔

اں میں اول الذکر نمیک کے علاوہ موضوع، مواد اور طرز اظہار کے روایتی ہیں کی سائر
پاسد نظموں میں شمار کی جاسکتی ہے، نقیہ پانچ نظیں موضوعات، مواد حدیثیت اور علامتی
طرز اظہار کی وجہ سے حدید نظم سے زیادہ قریب ہیں۔

’ابھی جہتد ہیں ہوئے ہم‘ پانچ سطروں پر مشتمل ہے ہر سطر میں تین تین ہم ردیف
ہم تانیہ مصرعے ہیں جس کے مدیثیب کا مصرع ’’ابھی جہتد ہیں ہوئے ہم‘‘ آٹھ حصوں پر کے
مصرعوں کا لٹھا طوروں نصف ہے نظم کا صواں خود اس کے طرز اسلوب کا اعلان کر رہا ہے

تائیے نظر میں ہیں کہیں
مرے وطن کی یاد سر میں

”سدر میں ہمدخت الوطنی کے موضوع پر اردو کی بے شمار روایتی نظموں میں سے ایک ہے یہ نظم چار چار مصرعوں کے چار سطور پر مشتمل ہے، دو ہم ردیف و ہم قافیہ مصرعوں کے بعد ٹیپ کا مصرع

”کہ دو جہاں میں سر میں ہمد بہتریں ہے تیسرے مصرعے کا ہم ردیف و ہم قافیہ ہے مسطر کستی، بیکر تراستی اور استعاراتی و نمکی بیانیہ اس نظم کی اہم خصوصیات ہیں ایک ملاحظہ کیجئے،

قدم قدم یہ اس کسے تمار یا ساں ہیں
امیر ہیں عزیز ہیں، خواں ہیں، کساں ہیں
وطن ہے مال سے عزیز تر، انھیں یقین ہے
کہ دو جہاں میں سر میں ہمد بہتریں ہے

اس کے علاوہ مظهر حسنی کے منتشر شعری سرمائے میں عین لطیف ایسی مثنیٰ ہیں جنہیں اس کی پاسد موضوعاتی نظموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

(۱) بہت ساری عورت (۲) تیسری آنکھ کھول دو سکر (۳) ہولی می بہار کا پیغام لائی ہے مٹو
”نصیر پرانیہ چٹری گروہ“

یہ تینوں لطیف نامال غیر مطبوعہ ہیں۔ آخر الذکر نظم ہولی کے موضوع پر اس کی کامیاب اور ہمیت زدہ رہ مائے والی نظم ہے ہولی کے رنگوں میں ستر اور اس نظم میں حقیقی مسطر کستی اپنے اپنے عروج پر سے سر مست و سرشار کرے دیے والی ہولی کے جہوار کی عکاسی کچھ اس دلکش انداز میں کی گئی ہے کہ ہولی کا مسطر ہو ہو دنگا ہوں کے سامنے پہنچ جاتا ہے اور قاری اپنی ذات کو اس مظر کا ایک حصہ محسوس کرتے ہوئے ہولی کی سرمستیوں میں ایسے آپ کو ترنیم کرتا ہے اور مستوں کی منڈی کے ساتھ ٹٹھی معلومات کی عمدہ سرائیوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ گلی گلی میں اڑتے ہوئے نکال۔ کھکتی ہوئی ڈھولک اور چمکتے ہوئے گھنگھروں کی مسکورس موسیقی بچکاریاں بے ہوتے جیے، ہر طرف رنگوں کی نوچیاں جیسوں کی میت کدانی، اور مٹھائی برٹوٹ پڑے والے بھوم میں تھاری بھی اپنے آپ کو مود دیا ہے۔ اس تنوع و تنگ، دلکش اور سحر انگیز مظر کا کچھ حصہ اں دو سطور میں ملاحظہ کیجئے،

کاٹوں کو بھی غیر رنگائی ہوئی گلی اڑتا ہوا نکال دھامیں گلی گلی

متلائے علم ہے ہر اک مردوں تیرے لیے یا ک کر ڈالے سہی بے پیر ہیں تیرے لیے
اس کے بیجا سز عزم و عمل کے دیوتا۔ ہم بے انگوں سے سائے ہیں گل تیرے لیے
مظفر حسنی کا ایک مقطع ہے

ہر مرد ورت پر مظفر کا قسم ماصر ہے ستر طیر ہے کہ قعیدہ نہ لکھایا جائے
صرف اس کی نظری اما اور طبعی خود داری ہے حواہیں قصیدہ نگاری سے مار رہی ہے
درہ اس میدان میں بھی وہ ایسے دکارہ جو ہر دکھا سکتے تھے مثال کے طور پر عبد اللطیف اعظمی
حیات وراثت میں اُن کا طنز یہ قصیدہ مدح المدم کی بہترین مثال ہے غزل کے علاوہ جس کے
نقوش سوارے بکھارے اور اسے الفرائدیت عطا کرے کے لیے انھوں نے اسی نظری
صلاحیتوں کا بیشتر حصہ وقف کر رکھا ہے، شعر و ادب کی ہر صیف میں داسوا قصیدے کے، اسی
مسعود صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں اور بعض اوقات ہنگامی اور وقتی ضرورت پر بھی ایسے
قلم کو حرکت دی ہے، جابہ ہند، میں اور ہندو پاک جنگ کے ہنگام جبر موانع ہوں یا جابہ
مہارت کے عظیم اور چہیتے رہبانڈت ہرو کی موت کا سانحہ ہویا حالت صدی تقریبات اور بھی
عدم مسامت کے ماوجود انھوں نے ان وقتی ضروریات کی تکمیل میں نظمیں لکھی ہیں ان موضوعات
کے علاوہ قومی یک جہتی اور مدہ حب الوطنی بھی ان کی نظموں کے موضوعات رہے ہیں اس
موضوع یراں کی حسب دین چار نظمیں ملتی ہیں۔

۱۱) خاک ہند کو سلام (مطبووعہ شاعر سہمی قومی یک جہتی نمبر ۲) سر سر میں ہند (مطبووعہ
تعمیر ہریاتہ جڈی گڑھ) ۱۳) میرے ہندوستان رندہ (مطبووعہ یر و ارادہ پٹیا لم) ۱۴) مہارت
کوہ پر نام (مطبووعہ یر و ارادہ پٹیا لم)

ان میں نظم "خاک ہند کو سلام" محس کے چار صدوں پر مشتمل ہے اور اسی حوت آہنگی
توارن کامیت، مصویت، ہر وقار متانت، مقصدیت، رباں کی شائستگی اور اظہار کی یکجہتی کی
سا پر مظفر حسنی کی یاسد موضوعاتی نظموں میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے یہ نظم سائقہ نظموں
کی طرح صرف وقتی ضرورت کی تکمیل نہیں کرتی، شاعر کے مدہ حب الوطنی یر می بطور احساس
کی ترجمانی بھی کرتی ہے۔ دلکش تشبیہات، رحستہ استعارات، انجھوتے ردیف و توانی اور معروں
کے ہم درن مترنم نمونے نظم کے آہنگ کی دلگتی میں اضافہ کرتے ہیں ایک سد ملاحظہ کیجیے:

۔ ایں مراح آ — دگل عوام

یساڑ جیسے مستقل عوام

ہر ار رنگ، ایک دل عوام

کے مدد بات اور حجت الوطنی کا اندازہ ہوتا ہے اس میں بطور خاص تیسری آنکھ کھول دوسرے
اور آٹھ اسد رہے کف درد ہیں لابی دکر ہیں آخر الذکر کو گھوپاں مثل مدیر ہو چک دہلی
ے نتائج کرتے ہوئے اس موضوع پر بہترین نظم مرادیا تھے

۱۹۴۲ء میں مظفر حسینی نے ستاد عارضی کی شاگردی اختیار کر لی اور اس کی ہدایت پر ایسے ہی
کے لیے طسریہ لب ولہجہ معصوم کر لیا جس کے نتیجے میں اس کی زندگی کی اولین معرکتہ الارا طویں
نظم عکس ریر عالم وجود میں آئی یہ نظم مظفر حسینی کی اہم ترین نظم ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو غیر موزوں
نہ ہوگا کہ صرف یہی ایک نظم انھیں اردو کے اہم نظم نگاروں میں متاثر مقام دلاتی ہے، ورنہ اس کی
دیگر یا سدر نقیہ اس قدر معمولی اور غیر اہم ہیں کہ صرف اس کی سا پر (مدیر بطون کو مستثنیٰ رکھتے ہوئے)
انھیں نظم نگاروں کی صف میں شمار کرنا مشکل ہے "عکس ریر" تفصیلی حائرے کی طالب سے اس
لیے اس پر تحریراتی بحث اگلے صفحات پر کی جائے گی۔

مظفر حسینی کی دوسری مطبوعہ نظم بدرعالت، حوالت کی متہور عربی ایسا کہاں سے لاؤں
کہ تجھ سا کہیں ہے "کے پار استعاریر تفہیم کی شکل میں ہے۔ غالب صدی کے موقوف پر تائے ہوئے والے گورنٹ
پوسٹ گرہن جوئیٹ کالج میگزین سیہور کے خصوصی شمارے (شمارت ۲۹ ۱۹۶۸ء) میں یہ تفہیم شامل
ہے۔

عالت کے مقطع پر بدرعالت کا ایک سد ملاحظہ کیجئے
واعط سے کج نگاہ کہے بھی تو کیا کہے مدراطوں کو یک اتوں کو مد اس کے
اس اور کیا مظفر آتش ہوا کہے عالت سراہ ماں حو اعط را کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے ملے

مظفر حسینی کی مختصر یا سدر بطون میں تیسری مطبوعہ نظم "ہر دے" جمعہ وار تہور چہ گیا ہم شمر ۱۹۶۸ء
کے سرورق پر بھیجی ہے بہرہ کی موت پر یا نچ ہم ردیف و ہم قافیہ قطعات کے ماہم ارتباط سے
اسے قطعہ مد تعریبتی نظم کی شکل عطا کر دی ہے موضوع کے ماسبت سے یہ نظم اپنے اندر
ایک مخصوص اور دیر یا تا ترے ہوئے ہے جس میں متاثر کن انداز میں بہرہ کی موت پر اہل وطن
کے عم گیر احساسات کی کامیاب ترجمانی کی گئی ہے ایک قطعہ بیس خدمت ہے :

۱۔ اردو شہر ہر دم ناست ناستی کا اتمام ڈاکٹر عداتو دود متمود مصابین علی اکثر عدالتو دود
مرسدہ قلعہ دودو ص ۲۹
۲۔ عالت مرگورنٹ پوسٹ گرہن جوئیٹ کالج میگزین سیہور دیم پی، ۲۹ ۱۹۶۸ء ص ۱

”جو بیا کامرئہ“ مظفر حسنی کی تیسری نظم ہے جو انھوں نے اپنی نگیم کی پانچویں سیریا کی موت پر مراحہ انداز میں ۱۹۶۶ء میں لکھی تھی اس کے بعد کچھ عظیمیں ہمد میں اور ہمد و ایک جنگوں (۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۵ء) کے پس منظر میں لکھی گئیں جو بالترتیب اس طرح ہیں:

(۱) میں سمجھتا کیا ہے (۱۹۶۲ء) دیوار میں کی جلتی ہے (۱۹۶۲ء) تیسری آنکھ کھول دوں کر (۱۹۶۵ء) ان میں اول الذکر میں سمجھتا کیا ہے ”ماہنامہ صدائے وقت“ دیکھا ہے کہ صوری ۱۹۶۳ء کے شمارے میں صفحہ ۳۲ پر شائع ہوئی ہے جس میں اس کے نام کے ساتھ طبیعت کی رعایت سے ”ہوسو“ بھی شامل ہے اس اعتبار سے یہ مظفر حسنی کی سب سے پہلی منظوم نظم ہے جو ۱۹۶۵ء کے آخری ایام میں لکھی گئی یہ نظم چار چار استعارے کے دو سو دوں مشتمل ہے ہر بند کے پہلے تین شعر مختلف ردیف و قوافی میں ہیں اور جو تھائیٹ کا شعر مطلع کی شکل میں ہے نظم کا دوسرا بند ملاحظہ کیجیے:

دیش کے واسطے مرنے کی ترپ رکھتے ہیں، ہم جو مردور بھی مکار بھی ہیں
ہم جو اسر بھی میں ماتحت بھی کارگیر بھی، درمیانی بھی رردار بھی ہیں
اک طرف اس دمخت کے پیامی ہیں ہم۔ ساتھ ہی صاحب تلوار بھی خود دار بھی ہیں

پسیرو کا رستیا طیں سمجھتا کیا ہے

دیکھ لیتے ہیں، ہیں جیں سمجھتا کیا ہے لہ

”دیوار میں کی جلتی ہے“ نظم بھی اسی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی تھی۔

تیسری آنکھ کھول دوں شکر ہمد پاک جنگ ۱۹۶۵ء کے پس منظر میں پاکستانی مارچیت کے مطالب لکھی گئی اس سلسلے میں مظفر حسنی نے ایک اور نظم لکھی تھی جو کسی رسالے میں بھی شائع ہوئی تھی مگر اس کا وجود تلاش کے دستیاب نہ ہو سکی مظفر حسنی نے یادداشت سے اس کا ٹیپ کا مدد سایا جو اس طرح ہے:

آدہ حواب ہے ہمدوستاں بھی ٹھٹھو بھی مٹس میں آگئے رتو بحال بھی
مظفر حسنی کی ان نظموں کے بارے میں ڈاکٹر عبدالودود رقمطراز ہیں۔

یہی مارچیت کے موضوعات پر انھوں نے دیوار میں کی جلتی ہے اور دیکھ لیتے

ہیں جس میں سمجھتا کیا ہے جس میں کئی خوشنوی اور نولہ انگریز عظیمیں لکھی تھیں ہمد پاک جنگ کے

سلسلے میں انھوں نے کئی عظیمیں لکھی ہیں جس سے شاعر کے دل میں کھولتے ہوئے علم و معر

تسکایت کی گئی اور اس سے محکمہ قاضی مارپرس بھی ہوئی مظفر حسنی کی اس اولیں نظم کے پس منظر میں اس کے بعد کے نظریہ میں، اظہار کے پیشتر سے ترجمے میں اور حالات کی تیری دتدی کے طبعی رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس کی شخصیت اور مزاج کے یہی میا دی عناصر آگے چل کر شاعرانہ سے اس کی وہی راستگی کا امت ہوئے نظم لاڑ کوئی سالہ کی گھانٹا کا ایک سد ملاحظہ کیجیے!

حریتا کے ساگر میں ڈوے۔ یہ ہیں ستری ماں ڈوے
جلدی سام نوٹس ہیں۔ مس ٹائیں ٹائیں ہنس ہیں یہ

میں اس کے گھر پر ماکر اکثر دل لوگ کی کھانا ہوں
لاڑ کوئی سالہ کی گھانٹا کو آج سنا ہوں

اس کے علاوہ اسی لاڑ کوئی ٹڈل اسکول میں ہیڈ ماسٹر سے کسی مات پر ننگاڑ ہو ماسے پر مظفر حسنی اسے آس میں مار بیٹھے۔ تسکایت پر انکو اثری ہوئی تو مظفر حسنی نے اسپیکر آف اسکول کو بھی کچھ قاعدے صافطی یاد دلا دیے رنج ستر کے لیے محکمہ اسکول کے تمام اٹھارہ اساتذہ کے دور دراز مقامات پر تادے کر دیے۔ مظفر حسنی کا تادہ بیلیا ماس، امی ایک ایسے دور تادہ دیہات پر کر دیا گیا جہاں تک بھیجے کے لیے بچوں میں کی مسامت پیدل چل کر طے کرنی پڑتی تھی مظفر حسنی لکھتے ہیں،

”۱۹۵۵ء کے ادب میں مجھے لاڑ کوئی سے ایک ایسے مقام پر تدریس کر دیا گیا

جہاں تک پہنچنے کے لیے پچیس میل پیدل چلنا پڑتا تھا۔ یہ سن کے اہر کا یا تھا اس لیے مورامستی ہوگا۔“

مظفر حسنی کا یہ استغنی بھی مظلوم شکل میں تھا اور اس کی دوسری نظم کی حیثیت رکھتا ہے، اس کا سہ تخلیق ۱۹۵۵ء ہے اس نظم کا آخری سد ملاحظہ کیجیے

یہ ما ماس سے آدیر روپیہ ہے۔ ہمیں بیچارا مفسر روپیہ ہے
ہمیں ستر طر اٹھتر روپیہ ہے۔ تو استغنی مرا ماسر تو یاس
بیلیا ماس تو آئی ہیں راس

کھڑوہ میں ڈاکٹر متا رجو ستر سے ادنی معرکہ آرائی کے دوران اس کی بھویہ نظم ”کرسی برتن کرمت بیٹھو دیکھو کرسی ہلتی ہے“ کا بھٹکا تذکرہ عام ہے۔ یہ ۱۹۵۹ء میں لکھی گئی تھی

اور مفرد اوصاف کی ساہرا بھیں مار مولہ اور بیش کے بیشتر مقلدین سے جدا گانہ حیثیت دلاتی ہیں
ان کی یہ لفظیں تعدیل اور معیار دونوں اعتبار سے انھیں صاحبِ طرز بننے، نظم گوشترا میں مقامِ دلالت
کے لیے کافی ہیں ان اوصاف سے قطع نظر ان کی نظموں کی وہ اہمیت و اعادیت بھی کم نہیں جس کا ذکر
مطرحِ حسی نے اپنی ایک نظم ”میری نظموں کا مصرف“ میں کیا ہے میں اس بحث کا اختتام اسی نظم پر
کر رہا ہوں!

میری نظموں کا مصرف

میں نہیں کوتاہی
کہ میری کھردری نظموں کو بڑھکر
سنگ میل راہِ نوبت بن سکے
میری نظموں تو
روایت کی بہت یا مال و مرسودہ شریک کے دونوں ماس
لکھروں اور پتھروں کے ڈھیر کی ماسد میں
حس سے
آئندہ نئی راہیں سائی جائیں گی۔

جدیدیت سے متعلق نئی نظم کے ارتقا کا شعور مانڑہیا مائے تو یہ بات کھل کر سامنے آئے
گی کہ واقعی اس کے میاد کاروں میں مطرحِ حسی کا نام بھی شامل ہے

(ب) پابندِ نظمیں

اس سے قبل یہ بات بھی مائیگی ہے کہ مطرحِ حسی نے ادبِ اطفال کے دائرے سے نکل کر
بڑوں کے لیے لکھے گئے ۱۱ ستمبر ۱۹۵۳ء سے کر دی تھی ان کا نظری رحمان غزل گوئی کی ماس راہ
تھا، لہذا ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۱ء تک تقریباً ڈیڑھ سو عمر میں تخلیق کیں نظم نگاری سے وہ ہی ہم آہنگی
اور نظری ماسست رہوے کی وجہ سے سوائے چند غیر اہم موضوعاتی اور مخصوص واقعات کی ترجمانی
کے لیے لکھی گئی نظموں کے وہ کوئی قابلِ ذکر نظم تخلیق نہ کر سکے ان سے سواہ راست مقالہ نگاری کا گنگر
کہ وہ سے مطرحِ حسی کی سب سے پہلی ناقصہ نظم لاٹھ کوئی ستالہ کی گاتھا تقریر پاتی ہے جو انھوں نے
لاٹھ کوئی ٹڈل اسکول میں طارمت کے دوران ۵ اگست ۱۹۵۵ء کے یومِ آزادی کے تقریری جلسے
میں سنانی تھی اس نظم میں عام ساتھی مدرسین کے ماسے اڑائے گئے تھے، جس کی میادبر ان کی

اُسے کاٹنا، اُسے مچتا۔ مری موج حوں۔ میں اتر گیا۔ شب وصل وصل کل مدار سے۔
 ابھی دور تھی۔ ابھی مامی کے حمار، یہم سے چور تھی۔۔۔ میں برگ۔ نو۔۔۔ تھا۔
 فصل۔ میں تو صرف شاید وہ سلسلہ۔ تھا، وہ گرد آلود آسمان۔۔۔ سر شام مادہ
 حسو۔۔۔ یہ جسموں کی ادیتوں کے دراز پر۔۔۔ سر آرزوئے حال، دل۔۔۔ کی حراحتوں
 سے کھر گیا۔

مراح کوئل کی اس نظم میں کسی مخصوص بحر کا تعین مفقود ہے، بالخصوص پہلا مصرعہ کسی بحر
 میں نہیں آتا اور اب بطور مثال مظهر حسنی کی ایک نظم "مسکراہٹ کا بیج" ملاحظہ فرمائیے:

مسکراہٹ کا بیج

کس جگہ اس کو میں نے دیکھا تھا۔۔۔ کون سا ماہ۔۔۔ کون سا دن تھا۔ یاد اس سے سوا
 نہیں کچھ بھی۔۔۔ کار رز سے نکل گئی تھی مگر۔۔۔ کار سے جھانکتا ہوا چہرہ۔۔۔ دیکھ کر مجھ کو مسکرایا
 تھا۔۔۔ ماہے کیامات سے۔۔۔ کر میں حب بھی۔۔۔ جس جگہ بھی آناں ہوتا ہوں۔۔۔ کار
 سے جھانکتا ہوا چہرہ۔۔۔ یاد آتا ہے۔۔۔ مسکراتا ہے۔۔۔ اور میں مسکراے لگتا ہوں۔
 اس نظم میں پہلے مصرعے کی بحر ہے ماعن ماعن معانی اور آخری مصرعے تک یہی بحر
 برقرار رہتی ہے کہیں کوئی کڑکس ٹوٹتا نہیں ہے، اسی طرح اس کی نظم "سفر کا ایک دن" کے پہلے
 مصرعے سے

"بھر ہم نے اب دھل کے لادے اتار کے

میں بحر مفعول ماعلات ماعل ماعل متعین کرنی گئی ہے اور نظم کے اختتام تک یہ بحر
 لڑٹے نہیں پاتی، اور اس کے ارکان آخر تک وہی رہتے ہیں۔ یہی اصول مظهر حسنی کی تقریبات ہر
 نظم میں کار مراد کھائی دیتا ہے
 "تقریبات کا مطلب یہ ہے کہ مظهر حسنی کی بالخصوص میں نظمیں "ایک تری نظم" سے سال
 کی آمد پر، اور "جگ سے جگ" محروم میں ہیں اور تری نظموں کے رمرے میں آتی ہیں۔
 جسے مظهر حسنی کے بحرے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ایک اکام بحر جس سے بیشتر معقولیت پسندوں
 کی طرح خود مظهر حسنی بھی مطمئن ہیں۔

مختصر یہ کہ مظهر حسنی کی یہ نظمیں لار وال روایت سے وابستگی، بیج و می جیرا بہام، متنوع موزون
 نامعلوم علامات، ردیف و توالی اور اوراں و محو کے اہتمام، طبعی حیثیت اور اظہار دات کے
 ساتھ ساتھ سماجی مصویت، اظہار اظہار کی قدرت، اہمیت کی انفرادیت، اور طبعی تشریت جیسے۔ ایان

مظفر حسنی کی نظموں کی خصوصیت ان کے عوامات بھی ہیں۔ مدام اصلی سے ان عوامات کو نظموں کی میاں کھیاں کہا ہے، جس کے سہارے یہ نظمیں کھڑی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

مظفر حسنی کی بیشتر نظمیں عموماً کے سہارے کھڑی رہتی ہیں ان کی کیفیت کا نار وندار اہل فن کے ہونے عوامات پر زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اکثر عوامات پڑھنے والے سے ضرورت سے زیادہ تقاضہ کرے لگتے ہیں مگر ٹوٹی ہوئی کڑیاں "علیے کا سہرہ" مانٹوں کا حادو گنا اور ایسی ہی دوسری نظمیں اس مجموعے کی حوصلہ دہ اور کامیاب نظمیں ہیں یہ صرف عوامات کی میاں کھیوں کے سہارے ہیں جلتیں ان میں خود چلنے پھرنے اور پڑھنے والے سے درجہ تک باتیں کرے کی سکت ہے یہ عوامات کو میاں کھیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے مدام اصلی سے ان کی اہمیت کا اعتراف تو کیا ہے یا ہے۔ اندازہً تخیر بھی طور پر یہی کیوں ہو۔ حالانکہ یہاں تشبیہ کے لیے لفظ "میاں کھی" کی جگہ "سرا" زیادہ موزوں رحمتہ اور نرمی ہو سکتا ہے۔ انسانی جسم میں سر کو خواہمیت اور مرکزیت حاصل ہے یعنی وہی اہمیت ان کی نظم کے ہر عموماً کو ہے "سر" دہات، العارت، سماعت اور گویائی قوتوں کا محور و منبع ہونے کے علاوہ مرد کی شاحت کا بھی واحد وسیلہ ہے مظفر حسنی کی نظموں کے عوامات سے بھی ان نظموں کی مخصوص شاحت اُس طرح سامنے آتی ہے جہاں مثالیں پیش کرنا غیر ضروری ہے کہ یہ کلیہ ان کی ہر نظم اور ہر عموماً پر صادق آتا ہے حالانکہ مدام اصلی دراعور سے کام لیتے تو ان پر یہ نکتہ بھی واضح ہو سکتا تھا کہ بیشتر نظموں کے عوامات ان پر اس کے مصرعوں کی سی حیثیت رکھنے میں جس کے بغیر نظم ادھوری رہتی ہے۔

مظفر حسنی کی بیشتر نظموں میں داخلی قوائی کا بھی اہتمام دکھائی دیتا ہے ان کی نظموں کا ایک اور اہم وصف یہ ہے کہ ہر نظم ایک اکائی ہوتی ہے یعنی نظم کسی مخصوص بحر میں ہوتی ہے یہ بحر پہلے مصرعے میں متعین کر لی جاتی ہے اور پوری نظم اسی بحر میں مکمل ہوتی ہے خاص اہتمام۔ ساتھ ساتھ کہ مصرعے مکمل ہی ٹوٹ جائیں گے اگر ان کو ٹوٹنے یا بندے نہ جائیں۔ حکم دیگر نظم کو سطحیں بیشتر کی نظموں میں مصرعے مکمل ہونے کے باوجود بحر میں مدتی اور ٹوٹی رہتی ہیں مثال کے لیے مدید نظم کے مائیدہ متاع مزاج کوئی کی ایک نظم میں محروں اور ارکان کی شکستگی ملاحظہ فرمائیے

گرد آلود آسمان

سرتام روئے صردہ، دامادہ، امنی — رگ داستان سے گر گیا — اُسے جوتا۔

اں کے کردار بھی ایسے اہل ناموں کے ساتھ اں کی جیتی سیوی اور لاڈلے بچے ہیں۔ یہ لطیف
 پناہ سندر سپے کی تعبیر "کارِ طعلاں" "ومیت" "مشرقی جیمیں" اور "عس سے ہٹ کر" اں
 نکوں میں مظہر حسی کی گھریلو زندگی کے کچھ پہلوؤں پر اشارے ملتے ہیں۔

"سندر سپے کی تعبیر میں اں کے چار بیٹے گڈو، میرور، پیٹور، برور، ملو (فصیل) منسا
 اہل کے علاوہ اں کی ستریک حیات عقود عامہ مظہر کا تذکرہ ہے (عربی اور صالحہ لطم کی
 تخلیق کے وقت پیدا ہوئے تھے) "کارِ طعلاں" میں مرکزی کردار مظہر حسی کا سڑا بیٹا
 گڈو، میرور مظہر ہے "ومیت" میں وہ ایسے اسی بڑے بیٹے کو تادم حرم کی حیات و موت
 کی عمرت باگ داستان ہایت دل سورہے میں ساتے ہیں۔ "عس سے ہٹ کر" میں صرف
 اں کی نصف بہتر کا تذکرہ ہے

حک "مشرقی جیمیں" کے کردار مظہر حسی کا جالیں دل کا سٹھانیا عربی (عربان مظہر) اور اں
 کی سیوی رعامہ مظہر ہیں "مشرقی جیمیں" لٹا ہر مظہر حسی کی ایسے بیٹے عربی کے ساتھ ستریک
 ملاتی والنگی اور تلی جاہت کے علاوہ ایسی ستریک حیات کے لے لوت یار اور حدۃ اتیار
 براں کی دریغی کے متاثر کن حداتی انداز کی ترجمانی کرتی ہے، لیکن اس کا عنوان "مشرقی
 جیمیں" اور لطم کے درمیان دو اور افتامی تیں، مہرے یہ سوچے کی دعوت دیتے ہیں کہ
 مشرق کی عاص سے جیمیں اھر رہی ہیں، کیا ساعر کے گھر کے مشرق سے ایک برت ہے جو
 دہیں پر قدمے روڑ دیے، ساعر کے تخیل کی آفاقیت، نظر کی وسعت اور سوچوں کے
 بھلا دکویش نظر رکھیں تو آسانی یہ برت بھی ہٹ جاتی ہے ساعر کا ملک ہی اس کا گھر ہے حالات
 نظر ہے تو زیادہ دُور مائے کی ضرورت نہیں مشرق میں سگلہ دیں ہے جو ابھی ابھی کچھ برس
 پہلے "مشرقی پاکستان" کہلاتا تھا ایسے لطم ایک حوینکاں مطر کی شکل میں تمام تر مفہوم کے ساتھ
 سامنے بھیلی ہوئی ہے محب الرحیل کی پاکستان سے الگ ہو کر سگلہ دیش کو آزاد کرانے کی
 تحریک، دودالغار علی مٹھو کی حیرانگاہ کی کارکردگی میں مشرقی پاکستان پر موج کشی، ہمدستان
 کی مداخلت اور جیتے میں لاکھوں سے گناہ اور محسوم انسانوں کے قتل و عارت گری کے بعد
 سگلہ دیش کا وجود۔ ایک حساس ساعر ہزاروں میل دُور سے اں سے گناہ مقتولوں کی جیمیں
 سنا رہا ہے اور اس کا احساس اسے اپنے بیٹے کی محسوم کلکاریوں اور سیوی کی بیاد بھری
 مرکز تینوں سے بھی لطف اندوز ہوئے ہیں دیتا

پچھلے کچھ برسوں میں ہمدستان کی جیمیں اور پاکستان سے تیں جلیں روٹی پڑی ہیں
 اور ہر موقع پر ساعر کے سرم و بارک احساس نے اس جگہ کے مختلف معمرات پر اثر انگیر

اسوس یہ ہے — میں سمجھتا آ رہا تھا — آج تک تجھ کو خدا! طسریہ لب و لہجہ، مظہر حسی کی ستاعری کی میاوی خصوصیت ہے، اس کی نطوں میں ماسما اس کی ناکت سانی دیتی ہے کچھ نطیں حالفا طسریہ لہجہ کو میا دسا کر لکھی گئی ہیں اس میں بیشتر کے عنوان ہی اس کے طسریہ ہوئے کا اعلان کرتے ہیں۔ ایسی نطیں جس میں طسریہ شریعت انتہائی شدید ہے، حسبِ دلی ہیں؛

”اکھی جہد ہیں ہوئے ہم“ ایک طسریہ نظم ”ردلی“ ”وصیت“ ”اندھیر گری“ ”اکیسویں صدی میں“ ”دقتہ طوطا یا حدید“ ”یڈنگ برالم“ ”بایل کی رمان“ ”اوڑ ڈھلتے عاٹے کی دوپہر پر طسریہ“ اس نطوں میں ”اکھی جہد“ ہیں ہوئے ہم ”اوڑ ایک طسریہ نظم کو یا سد نظم کی فارم میں ہوئے کی سائر یا سد نطوں کے تحت لیا گیا ہے حکم ”ردلی“ ”اوڑ وصیت“ ”ساو عاری کے مرتبے میں اس لیے شخصی مرتبوں کے دل میں آئیں گے نقیہ نطوں میں ”یڈنگ برالم“ ایک دوسری مثال کے تحت پیش کی جا چکی ہے طسریہ کے تنکھے میں کے صوت ”اکیسویں صدی میں“ ”اوڑ ڈھلتے جاڑے کی دوپہر پر طسریہ“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اول الذکر مظہر حسی کی قدرے طویل نطوں میں سے ایک ہے جس میں سائسی ترقی کے انسانی تہذیب و ثقافت اور طسریہ معاشرت پر در و افراد مرتب ہوئے دالے معکوس اثرات اور اخلاقی قدروں کے انحطاط کی پیش گوئی لطیف اختراعی سلامتوں کے ساتھ دلچسپ طسریہ پیرائے میں کی گئی ہے۔ مظہر حسی کی سب سے مختصر نظم ہے بلکے پھلکے طسریہ ”ڈھلتے جاڑے کی دوپہر پر طسریہ“ میں ہلکی ہلکی نظم ملاحظہ کیجیے

ڈھلتے جاڑے کی دوپہر پر طسریہ

آگ میں یٹو تو گرمی — کرے میں میٹو تو سردی — کیا اٹا سیدھا موسم ہے

جیسے میرا ہیڈ کلرک!

عمل کی طرح مظہر حسی نے ایسی نطوں کے موضوعات اور مواد بھی ایسے گرد و پیش کے ماحول سے امداد کیا ہے اس کی نطوں میں ایسی زمین کی مٹی کی نو ماس، ایسے معاشرہ کی جھلک، ایسے سماج کی عکاسی اور اپنی زندگی کے روزمرہ مسائل کی ترجمانی حتیٰ کہ کہیں کہیں اس کی اپنی گھریلو زندگی کی جھلکیاں بھی نمایاں دکھائی دیتی ہیں مثلاً حسبِ دلی نطوں میں اس کی ماگی زندگی کے مخالف گوتے اُجاگر کیے گئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ

عدلا ماضی اور آدم کا حق سے اسکا دلوح طلم آداب و ادب اسانی وجود کے ساتھ نوہ نور سے،
فرائض، عبادات، احساسات اور عطریات کی حکومدی کا کرب (پرتوں کا زلزلہ) جھیل کے
یانی میں اپنا اُنٹا عکس دیکھ کر ایسے آپ کو آسمان کی ماس مائل پرواز متصور کرنا خودی کی دوہری
چھلانگ، عدل کے وجود کی مفکرانہ تلاش (تیرے میرے سدرے) علم دوراں میں مثلاً تمھیں کو
اس سے پودے سے حامل قرار دیا جو آسمان کی طرف ٹانگیں کر کے سوتا اور سمجھتا تھا کہ میں نے
آسمان کو گرے سے روک رکھا ہے (جھوٹ کے بار) موت کی طرف ٹھہتی ہوئی اسانی زندگی
اساں کا اپنے سر پر مٹی ٹکری مادوں کا نوچھلا دکر وقت کی دلدل میں مسلسل دھستے رہا (بیچے
کی اور) جیسے فلسفیانہ ماحول کو شعری پیکر بن گئے ہیں۔ مثال کے لیے صرف ایک سدا ملاحظہ
فرمائیے۔

خودی کی دوہری چھلانگ

میں بہت اونچی پہاڑی پر کھڑا تھا۔ اس لیے کچھ اور بھی اونگیا۔ کہ ایسے اصل تہ
سے دوگی دکھلائی دیتی تھی وہ مجھ کو۔ میرے بیچے۔ جھیل کا شفاف یانی۔ اس
طرح ٹھہرا ہوا تھا۔ جیسے کوئی آئینہ پگھلا ہوا ہو۔ سرخ یدنگ سوٹ میں بیٹوس
وہ تہہ میں کھڑا تھا سر کے بل۔ آسمان کی سمت۔ دونوں پیرتا سے ذرا نظم کا امتثال اں
مصرعوں پر ہوتا ہے، سر کے بل پچھے چلا ماتا ہوں میں۔ حکم وہ۔ سیدھا اثر
آتا ہے اوپر کی طرف!

مظہر صمی کی نظر زندگی کی چھوٹی موٹی باتوں، معمولی معمولی واقعات اور اسان کی عیالام
حرکات تک بھی پہنچتی ہے ادراں کا لعلیاتی تحریر وہ اسی لعلوں میں استہائی دلچسپ اور سکارا
امدار میں کرتے ہیں درج دیں لعلوں میں انھوں نے اسان کی محلی اور پچھیدہ گتھیوں کو ایک
ماہر لعلیات کی طرح سلجھایا ہے۔

”ہاں کی رماں“ پچھلے میٹھے کی روشنی میں ”درست ہوا اوسہ“ ”عدلوں کا تعداد“ ”ہسی
کا ڈر“ ”احساس کے رحم“ ”حسن سے بہت کر“ ”اندھیرے کا استقام“ ”نصیرت بل گئی جس سے
”ملت کے ہاتھ“ ”دیکھیے ہے مجھے کفر“ ”سیگی ہوئی تہدیب“ ”پاکیرگی کا سو لہواں سال“ ”آیتہ
استخوان“ ”سکرانٹ کا رخ“ وغیرہ مثال کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔

جذبوں کا تصادم (یہ مظہر صمی کی محقر ترین لعلوں میں سے ایک ہے)

آئیے کے سامنے اک آئینہ رکھ دیجے۔ پھر دیکھیے۔ ساتھ میں لپٹا ہوا سچہ اگر

مظفر جمعی کی لفظوں میں سماجی معنویت کے علاوہ کچھ لفظوں میں عصری آگہی اور دات کے کرب کا احساس مافی پہچانی علامتوں کے وسیلے سے پوری قوت کے ساتھ جھلکت دکھائی دیتا ہے اور ان کی موجودگی حاند حسین حاند کے اس ارام کی تردید کرتی ہے کہ ان کی لفظوں میں دات کا کرب اتوب آگہی، حوب و حرم کا احساس اور لاسعور کے اظہار کی کوششیں کی مثالیں کیا ہیں عصری حقیقت، کرب آگہی اور اظہار دات کے محسوسات کی شدت مظفر جمعی کی حسبِ دین لفظوں میں پورے دروست کے ساتھ ملتی ہے۔

”مئے خدا کا قبر“ ایک پرانی داستان کے بیچ ”ایک سادہ رات میں دوسری حلاوطی“ ”صوبہ اسرائیل“ کیلڈروں کی نصیات، ”گوتم کا خط“ ”وقت کی ربائی“ ”حوب و حوب“ ”وحشت کی ربائی“ ”مدرستے لہو کی آوار“ ”سید مادی واپسی“ ”دی اند“ ”جیسا ہو تو“ ”مئے سال کی آمد یرسری لطم“ ”تم یہاں دیکھے ہوئے ہو“ ”اندھیرے سے امانے کی طرف“ ”خودی کی دوسری جھلا لگ“ ”بچے کی اور“ ”اندرا کا مکالمہ“ ”اور دس جڑھ آیا“۔

اور سند پرے ”پانی کی رماں“ میں شامل مظفر جمعی کی لفظوں میں کسی گہرے فکری فلسفے کی تلاش کو لا حاصل کہا ہے حکم ان کے اسی مجموعے میں کم از کم یہ پانچ لفظیں ایسی ہیں جن پر فلسفیانہ تفکر کی برجھائیاں صاف دکھائی دیتی ہیں۔ ۱۱، انا الحق کی تفسیر ۱۲، لو کی لکڑی ۱۳، کال کو ٹھری ۱۴، فلسفے کے شہر میں ۱۵، مئے لطرے کی تخلیق۔

علاوہ ازیں ”طلسم حرف“ کی جن لفظوں میں فلسفیانہ غور و فکر کے نقوش کچھ زیادہ گہرے ہیں ان میں ”نوح طلسم آب و باد“ ”پرتوں کا رنداں“ ”خودی کی دوسری جھلا لگ“ ”بچے کی اور“ ”نیرے میرے سدے“ ”اور چھوٹ کے بیار“ قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں انسانی وجود کی تکمیل و تشکیل میں آگ، پانی، مٹی اور ہوائی عناصر اور روح کی خصوصیات اور ان میں ہوا کے مایاں وصف کا فلسفیانہ تحریر، انا الحق کی تفسیر، حروف سے الفاظ، الفاظ سے جملے اور جملوں کے اشتراک سے داستان کے وجود کا فلسفہ، دو کی لکڑی، ریشم کے کپڑے کا ایسے تیار کردہ بیس، ملائم اور چمکدار حوال میں رہے اور انسان کے خدمات، نظریات، فلسفے، علم و دین و میرہ کے چکے اور ملائم روحانی رنداں میں ایسے آپ کو مفید کرے میں مائت کال کو ٹھری، نظریاتی اعداد کی سائر لوگوں کا ایک دوسرے کو باہل سمجھا، فلسفے کے شہر میں، انتشار و دوگوں کے سامنے اپنے مام تحرات کا یاں اور آئیے کے تین ٹکڑوں میں کا بیج کی چوڑیوں کے ٹکڑے رکھ کر اسے آئٹ پلٹ کرے کے ٹل سے مئے ماکوں کی تشکیل اور دونوں کا مفکرانہ تحریر (مئے لطرے کی تخلیق) ماس کے نسلوں کی زندگی کے مامد لجات کو اپنے ماس کی حرارت سے گھملائے کی کوششیں میں کامیاں۔

سفر کے دوران وہ ایک شخص کو تھوڑی سی جگہ کے لیے گڑبڑا رہے ہوئے اندھجک
 کی حالت کے بعد دیکھ کر اس کی خود غرضی پر گڑبڑا رہے
 (دیرینہ کی ادائیگی) غلے کی دوکان پر کیوں نہیں دل کے مریض کے لڑکھڑا کر رہے
 برائے کے آگے پیچھے کھڑے رہے والوں کے لیے سارا رہ رہتے پر اس کا احساس
 اسے کچھ کے ویلے دھڑکی ہوئی کڑیاں) خود کشی کی اجازت کے لیے ایک شخص ایک
 سیاح کی کورسوت دتا ہے (سامنے کا واقعہ) وہ اسی تہائی کا المہ لوگوں سے اس لیے یہاں
 نہیں کرتا کہ اسے سماج میں ہر شخص ٹوٹا ہوا اور مہا دکھائی دیتا ہے۔ (لوٹے ہوئے
 لوگوں کی خاطر) سرمایہ دار کی کاغذیت دل میں اس کے تمام دستانوں کو لنگھتا جا رہا
 ہے۔ (معاشیہ کے کاغذ پر تھی) اس نے رہیں کو سیکڑوں ٹکوں، ٹکوں، ٹکوں
 تھروں، قصوں، محلوں، گھروں اور کڑوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اب گھٹن اور
 حاس محسوس کر رہا ہے (دائرے سے مربع تک) لوگوں کی کرکراہٹ، اور سکوں کی
 جھن جھن میں گھرے ایک بیوہ کے پاس ایک بھکاری جا کر اس سے دس پیسے کا
 بیکہ مانگتا ہے اور بیوہ کی بی بی اسے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سمندر میں یا نہیں
 ہے (ڈوڑنے کا ڈر) تو دریا (محاورہ اس کا سمجھائی دس سے لوہا لے رہا ہے اور یہاں
 وہ ضروریات زندگی کے حصول کے لیے مسائل سے سرد آ رہا ہے۔ جنگ اس کے بچوں
 کے منہ سے ہر جوتھا لقمہ حریے کی تسکین میں جھن رہی ہے۔ (جنگ سے جنگ) اسے
 یہ دیا ہو ہے کی دیواروں میں گھرے ہوئے ہے جہز لوگوں کا ایک بے کار سمندر محسوس ہوتی ہے
 جس میں ماسمار محوں کے مارا، نو سیدہ کا عہد کے مراں اور عاتوں کے ٹکڑوں کی ہتات اور
 سے جس حد لوں پر مالدھوں کے درمیان زندگی اور موت دونوں سے وہ میرا ری محسوس
 کرتا ہے۔ (اندھیر مگر)

اس موصو ع پر مظہر حسنی کی کچھ نظمیں ملا تشریح پیش کر رہا ہوں کہ اسہام کی ہنس برتوں کے
 بیچے تریل و تمیمی کی لڑائی کے پیش نظر ان کی وضاحت و تشریح غیر ضروری ہے و

فیڈنگ پرا بلیم

تہرین کر میو لگا ہے میری ہمایہ کے گھر طواں سیا ہے۔ دودھ اس
 کی حیاتیوں سے بہہ رہا ہے۔ ٹھوک سے بے حال اس کا بچہ کیڑے لوجتا ہے۔ ... دودھ

تصرفہ متعلقہ دیدہ وراں کھا پہلے اور اس بار میں سمجھ رہا تھا کہ "لے
 مٹھر جی اپنے متعلق کردہ شعری موقف اور اسے ایجاد کردہ اصول و لطرات
 صرف غزل ہی میں نہیں ایسی نئی نظم میں بھی سکتی ہے عمل پیرا ہے، لہذا وہ مسرور
 اور سائیاں اوصاف، حواں کی غزل کو انفرادیت کی سجدہ عطا کرتے ہیں ان کی تمام
 نئی نظمیں بھی ان سے کم دیتیں متصف ہیں ترسیل و اطلاع کی مراد ان کے مادہ و ہر در
 معنویت، تہہ در تہہ رمریت و اتاریت، عصری حسیت، سماجی شعور، مسرور
 رنگ و آہنگ، صحت و روایت سے وابستگی اور طریقہ لہجے کا مائیکس حواں کی
 غزل کے طرزہ ہائے امتیاز ہیں ان کی نظموں میں بھی جابجا جھلکتے ہیں۔ غزلیات
 اور کربا آگہی کے ساتھ ساتھ ان کی نظمیں آج کے انسان کو درپیش روزمرہ
 مسائل کی ترحالی کا فریضہ بھی ادا کرتی ہیں۔ سماجی معنویت سے معور حواں کی نظموں میں
 انسانی مسائل کے لیں مسطر میں ہمارے معاشرے کی صورت گری کی گہرائی ہے، ان
 میں "ماحی" "دقت کے حامی ہیں" "اس کی سوچ کا سایہ" "فانیوں کا حادوگر"
 "یڈنگ، یرالم" "لیک آؤٹ کی تیسری آنکھ" "سوئے کی کان کا حادثہ" "یرتانی
 کی اداسگی" "ٹوٹی ہوئی کڑیاں" "سامنے کا واقعہ" "معاشرے کا سفید ہاتھی"
 "ٹوٹے ہوئے لوگوں کی خاطر" "دائرے سے مرتع تک" "سمندر ہے کف درخشاں"
 "ڈوئے حادو تو دریا" "جھوٹ کے یار" "جنگ سے جنگ" اور "اندھیر
 نگر کی قالی" دیکھیں۔ آج کا انسان حواں مسائل سے دوچار ہے ان کی عکاسی ان
 نظموں میں اس طرح کی گئی ہے۔

بار بار اور گلیوں کے ہنگامہ جیستور و علیٰ جیح پکار کی وجہ سے تار کو سکوں
 و اطہان کے چدر لھا بھی بستر ہیں آئے (ماحی) دقت کے حامی ہیں اُسے معاشی
 اعلیٰ سے ہر شخص پر ہر دکھائی دیتا ہے (دقت کے حامی ہیں) ماضی داب (مستقل
 (بیٹا) کے درماں ایسی کم مانگی کی ساید وہ اس دہی کشاکش میں متلازل ہے کہ یہ
 مات کو اکس نکو ادوں مانے حوتے حریر کر بیٹے کی جدیوری کروں (اس کی سوچ
 کا سایہ) اُس کا سوئے جیسا کھرا دوست متنی دور میں سوئے کی کان کے حادثے
 میں فوت ہو جاتا ہے (سوئے کی کان کا حادثہ) ریل کے تھرڈ کلاس کے ٹوٹے میں

اور تختوں میں چڑے لگے ہیں۔ اس انداز سے لفظوں میں بیابانہ سپاٹ ہیں کسی حد تک کم
 ضرور ہو جا رہے مگر اس کی جگہ حور مریت ابھرتی ہے وہ بہت بے جا اور ریسر
 لگتی ہے۔ اس قسم کی لفظوں میں شاعر کو کچھ زیادہ سس کرنا ہی کرنی پڑتی ہیں، لہ
 سندھ امانی نے اسے خیال کی تائید میں مظهر حسنی کی نظم ”آج کی رات“ اور وقت کے حاتمے مثالیں
 دی ہیں۔

دراصل مظهر حسنی کی جدید لفظوں پر اس قسم کے معنی تصدیق کو ان کی اطلاع و ترسیل
 کی روکش کے خلاف انتہائی شدید حادیدہ مآخذ میں کے شدید رد عمل ہی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔
 اسہام، اہمال اور بیخبریدہ و گمراہی کے ملامتی طرز اظہار، ترسیل اور اطلاع سے بیکر
 اسراف جیسے حادیدہ لفظ کے مروجہ فارمولے، متعین کردہ موضوعات اور بے جا
 حاکمیتیں حادیدہ حاتمے انداز سال کی تارگی، تہہ در تہہ معصیت، رات کا
 کرب، خوف و حرم کا احساس اور اظہار رات کے علامتی نام دے اسہیں ”عہدہ شاعری
 کی حالی“ قرار دیا ہے اور حوالہ کے بقول مظهر حسنی کی شاعری میں اس انداز اور شدت
 سے نہیں ملتی۔ اسی طرح مذا ماضی کے یہ الزامات کہ ان کی بیشتر لفظوں میں بیابانہ شاعری
 صیغہ آرائشی انداز ہے، اُن کے مراد و مراد سے ملے ہوئے ہیں اور ان کی مراد سے حالی
 اور ریسر لگتی ہے۔ کچھ لفظیں ضرور ایسی ہیں جن میں بیابانہ سپاٹیں لگتا زیادہ ہے۔
 بیشتر ہر گز نہیں۔ اور نہ بیابانہ سپاٹیں ہی بھی دراصل مظهر حسنی کی ترسیل و اطلاع کی راہیں
 زیادہ سے زیادہ ہموار کرنے کی ضروری کوشش کا نتیجہ ہے۔ ان کی ایک سو یا بیج جدید
 لفظوں میں صرف چھ لفظیں (آج کی رات، ایک اصول یا ایسی، وقت کے حام ہیں، اصلیت
 سارہر، سامے کا واقعہ، اور خلقت کے ہاتھ)، ایسی ہیں جن پر نہایت بیابانہ سپاٹیں
 کا الزام کسی حد تک صادق آسکتا ہے۔ لفظ و مثال ان میں سے دو لفظیں ملاحظہ کیجیے:

ایک انمول پالیسی

میں اُسے سمجھا رہا تھا
 زندگی اُن مول سے
 قدر اس کی کیجیے

MULTI DIMENSIONAL

موتی تدریب، وغیرہ نظمیں اردو شاعری کے متعدد ابعاد

بہبودوں کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں، مثلاً

ڈاکٹر سلیمان اطہر حادیہ رقمطراز ہیں

”وہ نظم جدید کے معنی کو رتے کا منی جانے میں اور کم کم ہی اس میں اتاریت کے

درجے ایسا بات کو موثر اور خوشگوار انداز میں پیش کرتے ہیں ”ایک آؤٹ

کی تیسری آنکھ“ میں کھرکیوں، روشِ داں، اور دروازے جیسے الفاظ ٹری مانگ

اتاریت ہی مفہوم میں ادا ہوتے ہیں“۔

مظفر حسنی کی ان نظموں کے جدید ہونے کا اعتراف حامد جلیلی حامد (مرتب

”نئے نام“ لے کچھ اور ہی انداز میں کیا ہے۔ ان کی رائے میں

”رہنمائی موضوعات، اندازِ باریاں، راہی، استعاروں اور ردیوں کے اعتبار سے

مظفر حسنی کی عربیوں سے زیادہ جدید ہیں حالانکہ ان میں یہ مقام عربوں کے حد تک

کے ڈھول تانے کی آواز بائیں ہیں۔ اور اکثر و بیشتر قاری کے احساس کی ادبی

سطح کو چھوتی ہیں اندازِ باریاں کی تاریکی، دردِ مصوب، دات کا کرب، خوف و حرم

کا احساس اور دات کے اظہار کی کوشش عام طور سے ان میں اس انداز اور

تدریب سے نہیں ملتی جو عمدہ شاعری کی حامل ہے۔“

مظفر حسنی کی جدید نظموں پر کچھ ایسے ہی معنی حیالات کا اظہار مداما حاصل نے

بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

”مظفر حسنی کی بیشتر نظمیں، علامات، اشارات کو باریہ شاعری کے اندازِ آرائشی انداز

میں پس کرتی ہیں۔ ان کے مزاج پر سے سدھوتے ہیں شمع والے کواں کے اندر

جھانکنے کی اجازت کم ملتی ہے۔ اس لگتا ہے۔ وہ شعوری طور سے نظموں کو اپنے مزاج

کے خلاف رد و اب کے حوالے کیے ہوئے ہیں ان کے دہن میں خیال ”امس یا امس

ن کر نہیں اُٹھتا“ وہ کسی طے شدہ خیال کو اور سے علامات اور استعارات کی کنکوں

لے جدید شاعری کا کمران کر امت ملی کر امت دو ایسا حاصل رکھتا ہے ۳۹ ص ۹

لے اردو شاعری میں اتاریت ڈاکٹر سلیمان اطہر حادیہ ص ۲۸۱

لے تضرعہ پانی کی رہاں، حامد جلیلی حامد۔ تب حوں“ الزاماد ستر ۱۹۶۶ء، ص ۷۸

ایک پُرکار قاری و رقرار رکھا ہے، ان کا یاہیں بعض ہیئت رستی ہیں، مگر خلقت اور
معدود اداریاں کی کوستیں سے جو کہیں کامیاب ہوتے ہیں، ان کا یاہیں علم کی سی
تکلیف دہی رست اور سکھنے ہوئے ناظر ہاروں کو ایک رستے میں پرو کر دیتے ہیں
تا کہ ہدایت کے کام لیں، آتا ہے، چھوٹی نظروں میں یہ سرسماں معرفت اور کیفیت
کے ساتھ اٹھتا ہے، لے

علیم اللہ حالی رقمطراز ہیں

مطرحی کے شعری شعرا کے حد لطیف اور ماریک ہیں، رنگ کے چھوٹے
چھوٹے واقعات بھی انہیں ایسی طرف کیجیے جیتے ہیں۔ وہ ان واقعات کے مطالعے
سے حیات کی بہاؤوں کے عیب و عیب گرتے دیکھ جیتے ہیں، ان کی نظموں ایک
دہرہ لطیف تا آخر چھوڑتے ہیں، رنگ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے مطالعے میں ان کی
نگاہ ایک عام راہ گزر کی طرح کام نہیں کرتی، مگر وہ ان باتوں سے اور ان
واقعات سے ایک اوٹے تعلق رکھتے ہیں، مطرحی کی شاعری میں ان
اور اس کے تمام واقعات و حرکات سے ایک لگاؤ اور ہمدردی کا احساس
ہوتا ہے۔ ان کی نظم "حلت کے ساتھ" کا مطالعہ اس حوالے تو یہ بات واضح ہوتی
ہے، وہ نے انسانی حق کے بہت سے مسائل اس دور میں حل نہیں ہو سکے،
ان انسانوں کو شاعر نے اپنی نظم "سے" طریقے کی تخلیق "میں" ڈالے ہوئے دے،
کہا ہے، مگر خود اسکو نے ایسی ایک نظم کا عنوان ہی "ڈالے ہوئے" لاگوں کی خاطر
رکھا ہے، لے

گرامت علی کو آمت اردو کی چند کامیاب جدید نظموں کا تذکرہ کرتے ہوئے
ہتے ہیں:

"میرے جانی میں گزرتے چند سالوں میں جدید شاعری کے تحت حق کامیاب نظموں
کی تخلیق ہوتی ہے ان میں (جدید نظموں کے نام جو کر۔ معالجہ کار) مطرحی کی بھی

لے سی بہت کی تلاش ڈاکٹر محمد حسن۔ شعری ادب، اپریل، ۱۹۶۱ء۔ ان سطروں کے ساتھ
نظموں میں مطرحی کی نظم، ایک پرانی دانتاں کے سج سے ہستی کی گئی ہے اور ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۱ء کی سالگرہ
نظموں کے اجتماع میں ان کی نظم "لوہے کے راستے پر" شامل ہے
لے شعرہ، علیم اللہ حالی، ان کی رائے، مطرحی، ص ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۸ء، ص ۵۹-۶۰

نظم کی رفتار ترقی کا حائرہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں

”بیکمل دہائی کے جدید ادب کا حائرہ لیتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء کے بعد
مسٹر مامبرائے والے متعدد عرب کو ایسے ہیں جنھوں نے نئی نئی لہر کو تونہ کرتی جہتوں سے
آنا کیا ہے۔ نئی کہانی کو بھی بہت سے اچھے اسرار نگار اس دہائی نے عطا کیے ہیں لیکن
نئی نظم کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کہی جاسکتی طراح کوئی، عینی حسی، نگار یا نئی ناکی
سلیم بنما ماضی، وحید اختر اور سی نظم کی پیش رو سب کے بہت سے دوسرے نگاروں
کے یہاں تخلیقی رنگاں کے آثار نظر آ رہے ہیں اور ماضی میں بہت کم ایسے شعرا کا امداد
مور ہا ہے جس کی ملاقا اور شعری قوت سے توقع کی جاسکے کہ وہ نئی نئی نئی کی حائرہ
لایں گے“

نئی نظم کے عہدِ عروج سے آج تک اس کے نمایاں نگاروں میں ماہم متعدد رجحانات،
میلانات اور متخالف نظریات کے حامل دو گروہ دکھائی دیتے ہیں، ایک حاصرہ
سعر میں خوب پیچیدہ اور بغیر اہم علامتوں کے دریغ نظم میں اہمال کی حد تک اہام پیدا
کر دیے کے حامی ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر نظم صرف صوتی تاثر اور جھمی علامتوں کی آمیزش
سے قاری کے احساس کو کسی نہ کسی طرح متاثر کرتی ہے یا کچھ دھندلے دھندلے سے ملنے
پیش کرتی ہے تو وہ کاماب نظم ہے، ان کے نزدیک نئی کی تعظیم سچائے خود ایک تخلیقی عمل ہے
اور قاری کو نہ پاسے کی درمات کے لیے تخلیقی عمل سے گزر کر ہی گویا ہر معنی ہاتھ آتا ہے، اس
نظر سے یہ عمل کر لے والوں میں افتخار جاک، ایس ناگی، امراس کوئی، احمد جاتس، عادل
معدوری، نگار یا نسی، اور قاضی سلیم وغیرہ بہت نظر آتے ہیں جبکہ دوسری طرف
میدر احمد، مسیریاری، محمد علوی، وریز آغا، اندا اصلی، مظفر حسی، عینی حسی، اور شہریار دیو
نظم میں اہام کو صرف اس حد تک ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ معنویت کو تہہ دار سا کر پیش
کرے اور مضمون کو بالکل ہی حلقہ کر کے رکھ دے، ان کی نظموں اور قاری کے درمیان
دیر اہام یا اہمال کی ایسی کوئی دروازہ حائل نہیں ہوتی کہ ترسیل تک رسائی نہ ہو سکے۔ ان
کے یہاں اہام کی انتہائی نہیں برتیں ہوتی ہیں جنہیں قاری بغیر کسی کا دس کے کیے بعد دیگرے
اٹھاتا جانتا ہے اور رویہ و مابہم برآمد کر کے احساسِ رجحان سے دو چار ہوتا ہے مشہور
ترنی بد نظار ڈاکٹر محمد حسن نے جدید شاعری کو تین حوالوں میں منقسم کیا ہے وہ لکھتے ہیں

”۱۔ ایس انصاری نئی نظم کی حائرہ ڈاکٹر مظفر حسی (دعیمطوہ)

تنگ پہنچاے یا خود پہلی عوامی سطحوں پر گرنے کی سہلئے کوئی ایسی درمیانی راہ نہیں نکالی جاسکتی، جہاں تنگ معمولی کادش کے بعد ہی سہی پہلے عوامی دہیں سہیں تو کم از کم اوسط درجے کے ذہنوں کی رسائی ہو سکے اور اس کے اعلیٰ معیاروں اور قدردانی کے تحت ہر سطح پر بھی کوئی آج سے آئے اور کیا ضروری ہے کہ واسطہ پیچیدہ طور و اسلوب اختیار کر کے قاری اور فنکار کے درمیان حائل اس مصلح کو مزید ناقابلِ عبور ساما جائے۔

ڈاکٹر سلیمان اظہر جاوید لکھتے ہیں

”عصری زندگی کی پیچیدگیاں اپنی جگہ بریکس منکار کا کام یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ان پیچیدہ گیروں کو مزید پیچیدہ کرے اور انھیں کو مزید الجھا دے یہ فنکاری نہیں ہے۔ بلکہ چلنے پھرنے کے یہ شاعری سے یا شعبدہ گردی اور دلی کا اس حصہ میں جو بھی خیال ہو اسی عمل کے شاعروں نے بھی ایسے رحمانات کو بدستِ تنقید ساما یا ہے۔ مظفر حسنی کہتے ہیں۔

”پیچیدہ عہدوں کی علامت کے نام پر ہماروں نے شاعری کو ٹھکانے لگا دیا“ لے
مظفر حسنی پیچیدہ طرزِ اظہار کے علاوہ موضوعات کی یکسانیت اور ڈکشن کی تکرار کو بھی سنی نظم کی خامیوں میں شمار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں،

”اردو ادب میں جدیدیت کا رجحان ایسے ساتھ مہمت سی جوں کے ساتھ چند عامیاں بھی لایا ہے شاعری یا مخصوص سطحوں میں اگر فلسفہ طراری کا احساس دور دورہ ہوا کہ معدودے چند فنکار ہی اسی انفرادیت، رقرار رکھے میں کامیاب ہو سکے ورنہ بیشتر نظموں میں ایک نوع کی یکسانیت اور ڈکشن کی تکرار کا احساس ہوتا ہے اور مدخلی ہوتا ہے کہ تخلیق کار (POSE) خود ساما کر سہنے آ رہا ہے“ لے

حیات و کائنات کے دھاروں سے کٹے کر، زندگی کے مسائل سے ماواں رہ کر چند موضوعات کے حصاروں میں محصور کوئی فنکار ایسے آپ کو کب تک رہا دے تو مارا رکھ سکتا ہے ظاہر ہے کچھ عرصے بعد اس کی رائے پر چلتے چلتے پیرای اور تکیاں محسوس کرنے لگے گا تعبیر بھی صورتِ حال بیشتر جدید نظم نگاروں کے ساتھ بھی پیش آتی ہے کچھ عرصے تک وہ ایسے آپ کو دہرا رہے رہے مالا حوالہ میں تنکائی کے آثار ساما ہونے لگے۔ مظفر حسنی جدید ادب کے سنِ مسطر میں سنی

لے سنی عمل اور اشاریت ڈاکٹر سلیمان اظہر جاوید، تحریک (دلی) سطور حوالی مرتبہ ۱۹۳۱ء

لے ۱۹۳۱ء، سنِ انصاری۔ سنی نظم کی جہت (مظفر حسنی) (غیر مطبوعہ)

سے انکار کی نظر ہو کہ فی گمان میں کہ تقریباً ربع صدی کی مسلسل جدوجہد کے باوجود
سچی نظم تا حال قبولیت عام کی سادہ حاصل نہیں کر سکی تھکہ اسی مدت میں جدید عربی و انشوروی
اور ارباب ادب اور اہل شعور کے اعلیٰ طبقوں سے نکل کر گئی کو چون اور راراردوں میں عوام
کے دلوں میں ایسے لیے مقبولیت اور پسندیدگی کا مقام ساجی ہے سچی نظم کی اس عدم مقبولیت
کی وجہ دراصل جدید نظم گو کوئی کا وہ کثرت اور غیر معتدل رودت ہے خود ترسیل و اطلاع کے
تفاصیل سے مکمل انحراف کی صورت میں اس لئے ہوئے ہیں بقول ڈاکٹر ابو محمد سحر

ایا دیدار رنگ کے مسائل سے بیکار نہیں اس کی نصرت اتنی مسج شدہ بھی نہیں لیکن
وہ اپنی طرف زیادہ راعب ہے معنی انکسالت اور رد و قوت لے اس کو نہ صرف بیکار
ساز بلکہ صحت مند و دوسے بھی حاد کا سر سطح رکھتا کر دیا ہے جہاں بھی وہ عربا و ادب
کا رہنما ہے اور کبھی اسی سہالی پر لوح کماں نظر آتا ہے ساج اور مرد سے اسارت
لوڑنے کے انداز ہمار کی نفی تنہیک اور بے یقینی کو مقصود والذاب کھلا اور سادگی پر
اصرار اس کے لئے اس اہی آسان ہو گیا ہے حقا ترسیل و اطلاع کے تفاسیل سے انکار نفی اور
اہمال کی مسئلہ بروہ ضرورت سے زیادہ رد و دوسے رہا ہے خود کہ یہ کیفیت اردو ادب میں
جدیدیت کے اس تسلسل کے مانی ہے جس سے ہم آفتاب میں ان کے قول کہنے میں تدریب
لا رہی ہے اس کی وجہ سے اردو کے تخلیقی ادب خصوصاً شاعری کے ٹھہرے والوں میں بھی لمے اتالی

مداموں کو تو کچھ تعجب کی بات نہیں لے

ترسیل کے اس ایسے کی تشریح صاف گو نقاد و آرت علوی اس طرح کرتے ہیں
”لشکار ایک سارے رکھتا ہوا ہے اور افراد معاشرہ دوسرے کسانہ را اور دونوں ایک
دوسرے کی بات سمجھتے ہیں اس آگاہی کے دونوں کے نفی سروکار اور وابستگیاں
برلی گئی ہیں اور دونوں کے درمیان معاشرت کا مادی تنگ سے گت ترہنرا حاد رہا ہے تریل
کے عوامی رد و نفی و علاوہ معاشرہ مادی سسکی، ایمانی حیرت فریح کا لالہ ہے او لشکار
محسوس کرنا ہے کہ مقبول عام ادب کے تفاسیل کی سطح پر گزردہ میں کے اعلیٰ معادوں اور معدوں
کا حقدار کر کے کھا لے

سوالی پیدا ہوتا ہے کہ کیا افراد معاشرہ کو ایسے شعور و لاشعور کی اعلیٰ اور معلوم مادیوں

”ایک طریقہ نظم، کو موضوع کی مناسب سے یا سہ موضوعاتی نظموں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں لقیہ نظموں میں سے ایک نظم ”چلتا جائے چاک“ گیت کی ٹینک میں لکھی گئی ہے، لہذا اسے متفرقات میں گننے کے موضوع کے تحت اور دو لطیف ”ردلی“ (یا سہ) اور ”وصیت“ (دآراد) شاد عاری کے انتقال پر مرتبے کی شکل میں ہیں اس لیے ان پر شخصی مرثیوں کے تحت اگلے صفحات میں روشنی ڈالی جائے گی۔ یہ ایک سو پانچ حادیہ نظموں پر تحریر یا تحت کرے سے قبل ضروری ہے کہ حادیہ نظم کے پس منظر پر نگاہ کر لی جائے۔

اردو نظم کو مواد، موضوع اور کسی حد تک ہیئت میں تحریرات اور تبدیلیوں کے درپے ایک ساموڑ دیے والوں میں حالی، آقبال، شاد عاری، خوش لمیج آبادی اور حقیقہ حال دھری وغیرہ کے نام سب سے بہت ہیں ان کے بعد ترقی پسند تحریک نے آراء نظم کو استحکام دیا۔ ۱۹۶۶ء میں حب اردو شاعری میں حادیہ کے رحمان کوئی سل کے علاوہ ترقی پسند تحریک کے بیشتر معروف شعرا نے بھی قبول کیا اور عرب کے ساتھ ساتھ آراء نظم کو مرثیہ کوئی ہستی تدریسی کیے بغیر ایسے حادیہ رحمان کی رحمانی کا وسیلہ مانا، لہذا حادیہ نظم ہیئت کے اعتبار سے آج بھی وہی ہے جو ترقی پسندوں نے ”آراء نظم“ کی شکل میں پیش کی تھی (دسری نظم، نور پور کی مرثی سے گزر رہی ہے، ترقی پسندی سے رگڑت ہو کر حادیہ یا مرثیہ حادیہ کی حادیہ روح کرے والے جس شعرا نے حادیہ نظم کو نئے انداز سے رت کر اس میں مقبول تحریرات کیے ان میں حکیم الرحمن اعظمی، مسدک الرحمن، مقرر حادی، فارغ ساری، قاضی مسلم، مداح کوئی، مصطفیٰ رمدی، اس آقا، وحید اختر، مجید احمد، اختر الایمان کے نام قابل ذکر ہیں ان کے ساتھ ایک طرف فرانسیسی ادب سے ماثر اور حلقہ ارباب دوق کے متعلقین وغیرہ کی مآثرات میریاری، شاد امرتسری، میراجی، وریر آغا، صاحبان دھری اور حیلانی کا اثر ان کی دوسری طرف فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، حالی نثار اختر اور کسی حد تک سردار جعفری جیسے ترقی پسند شاعروں کی نظموں میں بھی حد پر بیتہ کار لگ چکے لگا۔

جد رسوں کے اندر ہی حادیہ نظم نگاروں کے اس قافلے میں سی سل کے عین حسنی، محمد علوی، مادل مصوری، شہریار، مٹا، مائل، مسکفر حسنی، افتخار حاکم، آئیس ماگی، احمد بیٹس، شاد تمکنت، مہیا، راض، کمار آتشی وغیرہ نے یکے بعد دیگرے سالوں ہو کر نوید و اسالیب، لطیفیات، لطریات، تحریرات، اشارات اور علامتوں کے درپے حادیہ نظم کی خاطر امتکاب کے لئے اپنی دریا ب کرے کے لیے اسی دہی فکر کی صلاحیتوں کو وقف کر دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں سی نظم کی ایک مستحکم روایت قائم ہو گئی اس کے ماحول اس حقیقت

شعری تخلیقات

نظمیں اور متفرقات

(الف) جدید نظمیں

مطہر حسنی بیادی طور پر عربی کے شاعریں اور نظم گوئی کی حاسب ان کا رحمان سنا کم رہا ہے۔ تاہم نظم کے مساں میں بھی ان کے کارنامے ایسے نہیں جس میں نظم اور کیا حاسب کے اگرچہ عربوں کے مقابلے میں ان کی نظموں کی تعداد بہت کم ہے مگر بھی یاد موصوعاتی نظموں سے قطع نظر ان کی مختصر مدد نظموں کی تعداد ایک سو دس تک پہنچتی ہے اور کسی ایک صف میں تخلیقات کی مثال لحاظ تعداد (بشرط معیار) کسی بھی نگار کی ادنی حقیقت کو مستحکم کرنے کے لیے کافی ہے جہاں تک جدید نظم نگاری کا تعلق ہے، مطہر حسنی جدید طور پر فکر اور مسودہ اسلوب کی ایسی معجزہ الہام اور قمار عہد طویل طرز نظم نگاری پر ”عکس ریر“ کے دریغے ایک مسودہ نظم نگاری کی حقیقت سے ادنی حلقوں میں ایسی مسکارا راہمیت مستحکم کر چکے تھے لیکن ”عکس ریر“ کو مارم کے اعتبار سے پاد نظموں میں شامل کیا گیا ہے لہذا اس پر تحریراتی صحت اگلے صفحات پر کی جائے گی، یہاں مطہر حسنی کی صرف ان جدید نظموں کا ذکر ہے مقصود ہے جو مواد اور اسلوب کے علاوہ ہیئت کے اعتبار سے بھی جدید ہیں

مطہر حسنی کی ایک سو دس جدید نظمیں ان کے دو شعری مجموعوں ”بانی کی رماں ۱۲“، ”نظمیں“ اور ”طلم حریف“ (۳۰ نظمیں) میں شامل ہیں ان میں ”طلم کے تہرین“، ”طلم ہم رویہ دہم تاقیہ اعتبار مشعل عربی کے مارم میں ہے حکم یا بیج نظمیں ایک سادہ رسدہ رات“ ”صور اسرافیل“ ”دو ٹی ہوئی کڑیاں“ ایک ”طلم اور“ ”مدھیر نگری“ ”عیر مردف عربی کے مارم میں ہیں اور انھی مہذب نہیں ہوتے ہم چار حار مصرعوں کے سدوں میں ہے

باب پہلواں

توحید کی تعریف و ثناء
(تفہیم اور مستقرات)

کر دی ہے اور بس۔ دوسرے اندیسرے درجے کے مسکاردوں میں عصر سار قسم کے القاب تقسیم کرے اور ان کی مدح سرائی میں صمے کے صمے سیاہ کر کے والے مصلحت پرست نقادوں نے مظهر صلی کے ہاوی میں خاموشی کی یادرتاں رکھی ہے۔ مظهر صلی کو مسلسل نظرا مدار کیے جانے کی روشنی اختیار کرنے میں اگرچہ تادیں کی گروہ سدی حاسداری اور دوست نواری کے رجحانات کا بھی دخل ہے لیکن تھوڑا بہت خود مظهر صلی کی تفلک الہیہ نے بیاری کا ہاتھ بھی ہے۔

مختصر یہ کہ مظهر صلی کی قادر الکلامی 'مسی رکھ رکھاؤ'، 'میرگوئی'، 'عصری حیثیت' سماجی معنویت، 'معدو'، 'ہنگ ہلے' کے ہاکیں، 'مدت ادا اور حدت خیال' کی سائراں کا شمار انگلیوں میں کیے جانے والے چند صاحب طرز شعرا میں کیا جاسکتا ہے جب کہ رنگ و آہنگ کی انفرادیت، اسلوب کی بے تکلفی دے پے ساختگی اور لہجے کی مخصوص سادگی انھیں ہمعصروں سے ممتاز، الگ، جھلک اور سب سے مفرد مقام عطا کرتی ہے انھوں نے ندرت کہا ہے

معاصرین مجھے رد کریں تو کرے دو
کہ ایسے دور میں خالت سمجھوں میں رہنا

منع حق گوئی، ذرا مایت، کمالاتی اسلوب، ہنکار سے اقتدار و گوئی، روایت ہر گت سے پختے ہوتے استعارہ
 بائچن کے ساتھ فعال طریقہ فکر، حدیث کے مطابق تکنیک، غیر شاعرانہ خیال کو شعریات عطا کرنے کی کوشش، تکرار
 سے پرہیز، تفصیل کی نگہ امان، ہلکا سا اسامہ جو مہم کو مضبوط کرنے کا کاتے شعر کو بلور اور سادے خوردی رد عمل
 صوفی آہنگ، غزلوں میں سنی سنی رسمیں اور دلچسپ قافیے، مثا ہدے کی مطالعے مد فوقیت، امر عودیت کھکتی
 ہوئی آواز، معلومت یا شاعری کا پیدا کردہ اکثر چہرے نے تکلف کھلنے ڈاڈار، مانگہ ساتوں کو بہرہ ماہ کے حرارت
 اتمہاد کی مسکت، الفاظ کا اس کے مزاج کی مسامت سے استعمال، مرستی، واضح ملامت، بدرت ادا، حدت خیال
 اور غریب وادیت کا دلکش امتزاج، میری تخلیقی کاوشوں میں آپ کو ہر جگہ نظر آئیں گے۔ ترقی پسندوں کی
 بیرونی غمے پسند ہیں، یکس اگر موڈ کے تحت ترقی پسند خیالات میرے دہن میں آجاتیں تو انھیں نظم کرتے
 ہوئے شرم لگی محسوس میں کرتا ہوں۔

ابھی دس سالہ انفرادیت کے تخلیقی سے مظہر صوفی کے ان دعووں کو صرف ست اعزائے تعلیٰ جو دستائی یا اس خزانے سے تعبیر
 کرنا تھا، حق سے چشم پوشی اور ادبی نے انصافی کے مترادف ہو گا۔ اس ماقابل تردید حیاتوں کی تصدیق و
 تائید کرتے ہوئے مظہر صوفی کے مفرد مقام و مرتبے کا تعین اور سام اعتراف کیا جا تا ضرور ہے اس کے بارے
 میں عمر سعید سے پوچھ لیا ہے۔

۱۔ اچھا شعر کسا آسان کام نہیں یکس شعر گوئی کی کوئی خاص طرز رکال اور بھی مشکل کام ہے اچھا شعر کہے والوں کی
 تعداد بھی ہمیشہ کم رہی ہے صاحب طریت عرتو انگلیوں پر گئے جاتے رہے میں اور آج بھی گئے جاسکتے ہیں
 اہل اسے عہد کے انھیں چند ماہوں میں ایک ماہ مظہر صوفی کا ہے۔

۲۔ ہر دوسرے گوئی چند مارنگ کی اس بارے سے کون اختلاف کر سکتا ہے؟
 ۳۔ مظہر صوفی جدید اردو شاعریوں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں اس لحاظ سے ادبی حلقوں میں وہ عرت
 کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اچھا ادب حوالوں یا لیل کی وجہ سے ہیں پہچانا جا تا بلکہ خود اپنی خوبیوں کی
 وجہ سے رہ رہتا ہے اور یہ بات مظہر صوفی کی شاعری میں موجود ہے۔

۴۔ مظہر صوفی کی انفرادیت سے انکار ممکن نہیں اس کا اعتراف بھی کیا گیا ہے لیکن اس طرح نہیں جیسا کہ ان کا حق صا
 ہر دوسرے گوئی چند مارنگ، عین صوفی، نکتہ انصافی، ڈاکٹر و سرکار، عاتر و سرکار، صدیقی، محمد سعیدی اور ایسے
 ہی دیگر ادراہاف پسند ماقدس نے مظہر صوفی کے بارے میں صرف وقتی تقاضوں کے تحت رسم ادا کی

۱۔ عصری ادب اور میری پہچان، ممدوریہ، ۱۵۲ ۱۵۳

۲۔ ممدوریہ، ممدوریہ، محمد سعیدی، سگار (دہلی)، اپریل ۱۹۸۲ء ص ۶۶

۳۔ مظہر صوفی کوئی چند مارنگ کی نظر میں اثر و عرصہ، ادبی راسخ (۱۹۸۰ء)

حقائق کا اظہار کرتے ہیں وہ حسبِ دہل ہیں!

مظہر صغی کا ہر شعرے محاسن اور اترانگیر ہوتا ہے۔ لفظ و معنی کے درمیان ترسیل کی کوئی رکاوٹ ان کے یہاں نہیں ملتی کیونکہ وہ علوں سے کھلاؤں میں کرتے ملکہ جذبے کی گرمی سے لہی غزل کو ناثر عطا کرتے ہیں ان کے طرزِ ادا کی وسعت ایسے اندر کئی رنگ سموتے جوتے سے یہ رنگ آئے والے کل کے جہرے بد تاملی اور نکھار لائے گا مام بہادری کی دھن میں اہمال کی روش سے پختے جوتے انھوں نے مٹی حد و دھوئے سے گمہ بر کیا ہے اسالیب اور حدیدِ حسیّت کی ترجمانی کے مادِ خوداں کے یہاں شعری تقاصوں کا یورپور انترام و انترام ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں فلسفہ کا طمطراق اور تعزل کی چاشنی کے محاتے ایک مٹی حیرت انگیز ہے وہ غزل میں مددِ ادا کے ساتھ وحدتِ ناظر کو لے حدِ مردی سمجھتے ہیں تخلیقی سفر میں وہ اپنے ایجاد کردہ رشتوں پر تسما گاموں میں کسی کی رہبری پر انھیں اعتماد میں خیال پر رصیت اور اشاریت کے دیر ہر دے ڈالے کی محاتے اسے عریاں کر کے پیش کرنا انھیں مغرب ہے وہ سراسر ماتِ یادِ اقدہ کو شعر کے قالب میں ڈھال دیے کی مہارت رکھتے ہیں انہماں تک اور دل کے فیصل کی رسائی میں ہو سکتی۔ ان کے معصروں میں کچھ تو خشک کر بیٹھ گئے ہیں کچھ اپنے آپ کو دہرا سے میں مادہ ان کے فیصل کے سوتے خشک ہو گئے ہیں لیکن مظہر صغی کی فکر کبھی دریا کی طرح رواں دواں ہے ان کے فیصل کا سمندر ہر طرفِ خاص میں مادہ ہے ان کے اشعار کی تاملی رات کو سوئے میں بدل سکتی ہے۔ وہ محاسن اپنے سفرِ ادب کی مادہ والی کے ملاوہ کچھ نہیں مانگتے ان کی طبعِ رواں ایک تیرہ دھڑلے کے ماسد ہے جو کبھی نہیں رکنا جس کے قیے میں ان کی تخلیقات نے ایک دھڑلے کی صورت اختیار کر لی ہے رود گوئی کو (امراضِ دماغ کے پیش نظر) عام طور سے متسم نظروں سے نہیں دیکھا جاتا وہ اپنی رود گوئی سے اکثر ہریشاں بھی ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی طالع ان کے پاس نہیں آخر طبعِ رواں کو کس طرح روکا جاسکتا ہے وہ اس حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ بھی رود گوئی ادروں کے پاس ہوتی تو اس کا سارا صدمہ کھل جاتا ہے وہ ہم کوئی کے ہر دے میں پھیلاتے ہوئے ہیں ان کا سرِ شعر دورِ حاضر کا آئینہ ہے جس میں ان کی ادبی ذات کا کس بھی دکھائی دیتا ہے وہ شب و روز ص مادنوں سے دوچار ہوتے ہیں فیصل کے پرانے میں اور ملائتوں کے ویلے سے انھیں ایسے اشعار میں ہیست بھی کر دیتے ہیں وہ اپنے اس پاس کی تمام عریاں حقیقتوں کو مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر انتہائی حرمان کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں جس کے قیے میں مصلحت پسند اور بدیا کردیا ان کے خلاف ایک سنگم کھڑا کر دیتی ہے۔

ایک سوال مانے کے جواب میں خود مظہر صغی نے اپنی شاعری کا اجمالی خاکہ اس طرح پیش کیا ہے

و میرے یہاں آپ کو صرف میرا لہجہ ملے گا طبع میری تخلیقات کی سرشت میں حاصل ہے ترسیل کی ماکامی کا میں تعالٰیٰ میں ہوں، اور پیچیدہ تر میں خیال کو نظم کرتے ہوئے بھی املاک کی سعی کرتا ہوں مٹی رکھ رکھاؤ غیر شعوری مقصدیت موصومات کی وسعت اول چال کی رماں قدیم وحدیدِ سرود طریق آرائش سے مرز بہل

نوتہ مدوں کرواے ولے کچھ مقلعے ملاحظہ فرمائیے۔ مقلعوں کی اس یکسانی کی میتیں کشش میں مقلعہ صحری کی تکرار سے مکس سے آپ کی طبیعت کچھ مکدر بھی ہو لیکن مجبوری سے کہ وہ مخلص ہے اور مقلع میں مرد لائے کا تسلسلہ

اپنے مقلعوں کے بارے میں ان وصاحتوں کے بعد مقلعہ صحری نے اس قسموں میں اپنے ایک سوارہ مقلعے اور اپنے شعری انداز کی ترغیبی تکرار کے واسطے استعارہ پیش کیے ہیں جس میں سے شترطہ پر عربوں کے تحت میں کیے جا چکے ہیں ماقی مادہ میں سے جدا ایسے مقلعے پیش کر رہا ہوں جو مقلعہ صحری کے مقلعہ صحری کی وصاحت کے ساتھ ساتھ ان کے مخصوص درگسی رجحان کی بھی ترغیبی کرتے ہیں:

مقلعہ صحری عربی کا انا	بے عمامہ، بے کلاہ، بے دستاں مد توں
میرا ہر اک شعر ہو گا اے مقلعہ	اے مقلعہ متم ہے وہ رنگ تھکے ہوئے اگر
لعل و مسمیٰ لے گئے ترسیل سے جس رنگ	جلد سے کھینچتا ہوں عربی میں ان کو جس
مقلعوں سے کہتے ہیں مقلعہ عربی میں لوگ	سیکڑوں رنگ مری طر را دے نکلے
اے مقلعہ مری لعل و مسمیٰ میں یکن	مقلعہ کے لیے آساں سے معلوم کرنا
جسے محسوس کرنے میں بھی پڑتے ہیں ارب کا	مقلعہ سے کہ دریا بہہ رہا ہے
سچی ہر جہر سرچنے ہوئے مشک	تیرے جہر ماہے خود سے ہی ہیں
اے مقلعہ ہماری طبع رواں	کم گوئی سے عورت رکھ لی سندے مقلعہ لاکھوں کی
	دورہ مقلعہ لطف آج کل کی سیب نکلتی ریت

دیے تو مقلعہ کی تمنا میں بہت ہیں
اے مقلعہ شعر میں ادکار کی قوس قزح
لا کی آمد ہے تیرے اشعار میں مقلعہ
مقلعہ صحری کے ان مقلعوں سے ایک ایسا آیتہ حارہ تیار ہوتا ہے جس میں ان کے حکوی بیگزوں کے حدود حال صاف دکھائی دیتے ہیں اور ان کی کشادگی کے ماضی حال، مستقبل کے اس سطر ماہ میں ان کے شعری رویے اور ادبی لطرات کے نقوش اصرار آتے ہیں مقلعہ صحری کی تخلیقات کی تسلسلہ تعلیم اور ترسیل کے لیے ان کے یہ مقلعے ترجمانی کا فریضہ احکام دیتے ہیں اور ان کی صداقت سے مقلعہ صحری کے تخلیقی رجحانات کی مستویں کا تعین کیا جاسکتا ہے یہ مقلعے مقلعہ صحری کی ستاعری کے بارے میں جس

ہوتی رگوں پر حوصلہ جتا ہے۔ ۱۰

عمیق حصی ان مقطعوں کی خصوصیات کا تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۱۱ مظهر حصی کے اکثر و بیشتر مقطعے ان کے شعری موقف کا اظہار کرتے ہیں اور ماقدموں کی بے اعتنائی کی شکایت ان کے لوگ قلم پر اکثر آجاتی ہے۔ اردو نثر گوئی کی تنہا روایت بھی ان مقطعوں میں مارا جاتا ہے ان کے مقطعے اس بات کے عمار ہیں کہ نئی حیثیت، جدید معنویت اور عصری آہنگی پر اصرار کے ساتھ ان کا نثر کا عمل یک طرفہ ایک طرف ان کے دماغ اور دوسری طرف خارج و اندر کے عوامل کا اتساع کرتا ہے۔ اس سب سے بہت کراہتا ہے صدیقی ان مقطعوں کے رد عمل کے بارے میں تشکیک کا اظہار کرتے ہیں۔ ۱۲ ایسی غزلوں کے تقریباً تمام مقطعوں میں مظهر حصی نے ایسی شاعری کے سلسلے میں کچھ رکھ رکھا ہے اس کا رد عمل کیا ہو گا، کچھ کہا جس کا سکتا۔ قرآن کی مثال ہمارے سامنے ہے ان کے مقطعوں کا رد عمل تو کچھ ایسا نہیں ہوا۔ ۱۳

۱۴ ایک مظهر حصی کے مقطعوں کا رد عمل ایسا ہوا ہے۔ ہم عصر ماقدموں کی مذکورہ الامتداد آرا اس بات کا ثبوت ہیں۔ ویسے رد عمل سے بہت کراہتا ہے ان مقطعوں کی اہمیت اس اعتبار سے بھی مسلم ہو جاتی ہے کہ مظهر حصی نے ان کے وسیلے اپنے شعری موقف اور نئی روایوں کی ترجمانی ایسی امانیت کا اظہار اور مافی الصبر کی ترسیل و تبلیغ کی ہے اور شعوری طور پر جس مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مظهر حصی نے یہ مقطعے تخلیق کیے ہیں، وہ تمام محسوس و حسی تکمیل یا یکے ہیں۔

آئیے دیکھیں کہ ایسے مقطعوں کے بارے میں خود مظهر حصی کیا کہتے ہیں،

۱۵ محمود ماسی کا خیال ہے کہ میری غزلوں کے مقطعے مجھے اور میرے مفکروں کو سمجھنے میں بہت معاونت کرتے ہیں جیسا کہ میں ایسے مقطعوں کی وساطت سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس میں دو نمائندے میں ایک تو مقطعے میں شاعر کی لہرانی آواز اور دوسری نہیں معلوم ہوتی حتیٰ کی سر میں دوسرے یہ کہ اس سے محوئی انداز کیا حاسکے گا کہ میں نے اتنا ہی سے شعوری طور پر ایسی مخصوص آواز لے لی اور آہنگ کو برقرار رکھے گا لحاظ رکھا ہے۔ تاہم میں نے آٹھ سو سے اوپر عمر میں کہیں ہیں ان مسلوں آج سے دس بارہ سال قبل لکھا گیا تھا مقالہ نگار اور کم و بیش ہر نثر کے مقطعے اور شعر مقطعے والی نثر کے کسی شعر میں ایسے شعری رویے کی حاسات اسے لے لے ہیں مخصوص لہجے کی حاس

۱۶ عظیم حسن برصغیر ط الصاری، طر مکتی، مہر اپریل ۱۹۸۱ ص ۱۶

۱۷ حسن لفظ عمیق حصی، دیکھ راج مظهر حصی ص ۸

۱۸ مرید مادی برصغیر اعمار صدیقی شاعر مکتی ص ۶۲

کہیں کوئی نئی لغزش دکھائی نہیں دیتی۔

لگتا ہے بقول طہ انصاری (حوالہ تصدیق و تسلیم صرف) مقرر صحتی ایسے کلام کو مارا رہتا ہے جس میں کھرچ رہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کی شاعری کی تہ و تاب اور نکھار میں دل بدل اصابہ ہو رہا ہے۔

مقطع

مقطع غزل کے آخر میں آتا ہے اس لیے میں بھی جدید غزل کے اس باب کا اہتمام مقرر صحتی کے مقلعوں پر کر رہا ہوں ویسے بھی مقطع غزل کا سب سے حامد اور اہم عنصر ہوتا ہے اس کے ذریعے شاعر اپنے ذاتی خیالات، نئی تحریرات اور شعری رجحانات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اظہارِ ذات کے لیے اسے وسیلہ مانتا ہے اور تعلاتی کی صورت میں اپنے جذبہ ابا اور رگسی رجحان کی تسکین کرتا ہے لہذا شاعر کے لیے مقطع کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

تحریعوں (نقادوں) پر جو میں 'ماقدری' زمانہ کی شکایت میں کار کا رنم اور رگیت کے تحت آئے والے مقرر صحتی کے مقلعوں پر اس سے قبل طہ انصاری کے باب میں اور رگیت و طہ انصاری کے مقلعوں کے رویوں پر بحث کرتے ہوئے لکھا جا چکا ہے مثالوں کے لیے ان کے بیشتر مقطع بھی پیش کیے جا چکے ہیں لے تک مقطع موزن، گہرائی، گیرائی اور تہہ ریزی کے پیش نظر مقرر صحتی کی شاعری میں دوسرے شعرا کے مقابلے میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل میں یہ کہا بھی جا سکتا ہے کہ انہیں مقرر صحتی کی غزل میں ریڑھ کی ہڈی جیسا اہمیت حاصل ہے بیشتر نقادوں نے ان کے مقلعوں کی خصوصیت اور اہمیت کا اعتراف کیا ہے محمود ہاشمی لکھتے ہیں،

و مقرر صحتی کے شعاری کی ایک اور خصوصیت ان کے مقطع ہیں جو مراد غزل کے مواد کو ایک نمکدانہ جھیلے کے ساتھ تکمیل کی سرل تک پہنچا دیتے ہیں غزل کا مقطع صرف شاعر کے تخلص کا اعلان نہیں بلکہ شاعر کی شخصیت کا مظہر ہوتا ہے مقرر صحتی کی غزل کا ہر مقطع ایک ایسے شاعر کی داخلی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے جو حس و اختیار کی کشمکش میں مبتلا ہے جو عوامی اور اجتماعی احساس سے یورپی طرح واسطہ رو کر اپنی انفرادیت اور کھلائی کو قائم رکھا جا سکتا ہے جو اتلا سے گر کر لہجہ تنہا اندام تمام کی سرل تک جا پہنچتا ہے۔

طہ انصاری، مقرر صحتی کے مقلعوں کی معنویت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

موتس کے مقطع معنوی میں کردہ اپنے تخلص کی معنویت سے کام لیا کرتے تھے مقرر صحتی کے مقطع ایک اور ہی معنویت رکھتے ہیں۔ زندگی، ادب، ادب، معاصروں اور مسائل سے ان کا یورم یورم سرتاؤ مٹ کھٹ بیومارہ تر چھپے ہیں کے سارے یورم ان مقلعوں میں سمٹ آئے ہیں جیسے چوٹ کھائی

قوانی میں بھی ہیں مثلاً:

کسی کو قید تسلسل نہ اقتراں ہیں یہ وہ سراپے کو جس کا کوئی نوادہ نہیں
وہ کس سیما صفت آئینہ آئینہ اس کے ہی حال اور خط آئینہ آئینہ

ایک طرحی ستارہ کی مقرر کردہ پامدی قانیہ والہ سے الامایہ عادت کرتے ہوئے مقرر مقرر ہوئی
عزل و ۴۰ پر ختم ہوئے والے قوانی میں مکمل کی اور عقیدہ مسرے کو گھر لگا کر مطلع ہی میں اس عادت کا اعلان
کر دیا

حسرت کستوں کو ساعر و میاں پاک ہے ہم کو روا تہوں کا مدیہ نہ چاہیے

اور مقطع میں اس عادت کے لیے کیا تو عورت مرحستہ اندھنی چیز خور پیش کیا ہے

مقطع میں آرمے مقرر یہ قانیہ کس بات سے نکھوں کہ مدیہ نہ چاہیے

اس اجتہادات سے بہت کرم نہ ہم پر تفرہ کرتے ہوئے مقرر مقرر کے یہاں دماں و میاں کے چند معمولی

استقام کی حاس ملی جو ادیرید کے بھی اشارے کیے میں وہ کہتے ہیں

۴۰ انھوں نے قوانی وغیرہ کے سلسلے میں بعض جگہ شعری انکراں کیے ہیں اور انھیں واضح بھی کر دیا ہے لیکن

اجاد و کائنات سمجھات کا بھی احساس ہوا ٹہرے ٹڑوں کی طرح جو کھاتی ہے۔ مہا ہند ماتوں کی طرف اشارہ کرنا

ماسب معلوم ہوتا ہے مثلاً

(۱) قعیہ۔ سکوں ماد کے ساتھ۔

ع۔ سیکڑوں قیہ سر تسلیم ملے کر دیے لفظ قعیہ ہے۔

(۲) قطرہ، لہو ہندی اور فارسی لفظوں کے مابین افاقہ

ع۔ ہر قطرہ لہو مرے تہہ۔ میں آگیا

(۳)۔ صلاتے اصنت۔ مابین صلاتے اصنت کہا جاتے تھے

ع۔ اگلی صلاتے اصنت آئینہ آئینہ

(۴)۔ حان کشی۔ املاں کے ساتھ

ع۔ کسی سے آپ سے وعدہ کیا تھا ماں کشی کا۔ یہاں کشی کا محل تھا۔

(۵)۔ سقوط ہائے حکی

ع۔ نقش پاک طرح میٹھے ہوئے کیا جاتے ہوئے۔

یہ امر قابل الیماں ہے کہ مقرر مقرر کے تارہ شعری مجموعے (پروہ سخن کام) میں ماد خود تلاش سیار کے

معمور شعری دھیرے میں کچھ بحد سہاوت اور اہمہاء قسم کے استعارہ بھی در آتے ہیں ان اشعار میں یہ تو قابل
آخری ہے۔ معمولیت و تہہ واری اور یہی کوئی صوتی تاثر زیادہ سے زیادہ ان کا شمار مرادھی ساعری
میں کیا جاسکتا ہے اسی نظر میں یقین نہیں آتا کہ یہ استعارہ مطہر صبی کے ہو سکتے ہیں ملاوٹہ مرایہ،

ادھر دو میں پہلی گوسے تو ماں ہوں لگا بھی پڑوسی ریڈیو لولا اسے اک مار پھر سنئے

میں دنیا کی ٹھوکر میں دیا میرے ٹھیکے پر

جہاں دلہن کا ہسٹرا رہا ہے اسی منہ میں مردہ مہ رہا ہے

رسالے بڑے بڑے کے نور ہوتے رہے عروس ہارے درے میں ایک بھی مار میں ہیں حتی

ایک بٹھا راجہ سات راہیاں ساتوں ماٹھ بڑے لوگ سناؤ تانی راستہ ہوئی

خوش پلوش حامہ ریس طرح دار لڑکیاں ٹی۔ ٹی کے اسپتال کی بیمار لڑکیاں

چور ابے کا سگل لولا ایسے اپنے رہ سکتے ہو لو

خوش تو ہوں تنخواہ کے دن لیکن وہ رخصت رہے

مطہر جو ایسواں سال ہے بس اب تاکہ محاکمہ جیوڑو

ہر بحد کہ مطہر صبی کے وسیع شعری سرمایہ میں اس قسم کے کمزور استعارہ کی تعداد آٹے میں مک کی

مصلحت ہے پھر بھی جی یا ہر تہہ کہ کاش مطہر صبی دوران ترتیب و تدوین استجاب میں قدرے سختی رتے

ان کی شاعری میں کہیں کہیں رماں و میاں کی لعریں، صبی استعما اور تسامحات بھی نظر آتے ہیں۔ بعض مقامات

پر ضرورت شعری کے تحت شعوری انحراف کا اظہار کرتے ہوئے مطہر صبی نے اپنے اجتہاد کے حق کو استعمال کیا

ہے اور تمقید کی گھڑت سے بچ نکلے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں پھر بھی کچھ اشعار میں اس سے ایسی لعریں

سرور ہو گئی ہیں جس پر مادی کی نگاہ رک جاتی ہے اور اسے انگشت مانی کا موقع مل جاتا ہے ظلم صرف

پر تصرہ کرتے ہوئے حسب ذیل مصرعے میں عروسی حامی کی شادی لگا۔ انصاری لے کا ہے

یہ تشہہ کام رو گئی وہ تشہہ کام رو گئی

• جس تک ان مصرعوں کو بگاڑ کر نہ بڑھے عروس کے محفل نظر رہیں گے۔ مثلاً ع

تشہہ یہ کام رو گئی تشہہ وہ کام رو گئی

۔ اگر مستاعر طر تانی کرتا مار ہار لپہہ کلام کو پٹا پٹا اور کھر پٹا رستا تو اس پر ردش ہو جاتا

کہ اس میں حامی کیا ہے۔ لہ

مطہر صبی نے قافیہ اور ردیف کی مروجہ پابندیوں کو توڑ کر کئی نئی عریں صوتی مطابقت رکھنے والے

کو ایک وقت دو دوتیں میں پیکر سماعت نصارت اور بس دوائے کے احساس کو متحرک کرتے ہیں پیکرتی کی تو صورت مثالوں کے طور پر مقرر حقی کے جیسا شعار ملاحظہ فرمائیے :

اوردی کلیاں بھیسی پھیل، آگتا حاد کھلتا پی ہر اسمد رگوئی چندر لولو پھلتی کتاپانی
ستارہ سحر کا جسکر ٹکڑ کرنا دیا مدنی کا کھٹک ماچا درختوں پر
کامٹوں نے ایسی مشک راتیں نکال دیں موتی جو سرگ و مار پر چڑھے لگی ہوا
فصا سکوت رد و چاندنی میں پھل پیا کھڑا ہرے درختوں کا کارواں حاموش
وہ میچتا ہے صں رد و جیل کی طرح ہر مارتی ہے رات اما میل کی طرح
برگ ٹٹوٹے کے سہ سے ابو ٹپکتا ہے متا ہرے کو نہ رکھے غلط بیانی میں
جسکتا ہے میرا لہو صبروں پر کڑھتی ہے خوشبو گلانی پر روں پر
بہیاں لگوئے، لاریب لاریب موہیں بریتاں، تنک تنک
رس رہی تھی وہاں آگ صہ چلتا پیا یہاں بھی خوش اچھلتا ہوا دکھائی دیا

بمعصر رنگ اور کائنات کا ستاد ہی کوئی موضوع ہو گا جو مقرر صحن کی مکرر دسترس سے چھوٹ گیا ہوا ہوں نے مرہ ہوا در ہر موضوع پر اتنا اور ایسا لکھا ہے کہ موموت کی ہر گیری کی ایسی رش پڑی کوئی دوسری مثال بعد شاعری میں ملے عام طور سے دیکھے میں آیا ہے کہ بہت زیادہ لکھے والے کچھ صرے بعد ایسے آپ کو دہرائے لگتے ہیں اور آپ سے یہ خیالات کا اعادہ کرنے لگتے ہیں مقرر صحن کا یہ وصف صی قابل ذکر ہے کہ رسول سے مسلسل لکھے کے ماحود آج بھی ان کا ہر شریا اور ہر خیال تازہ ہوتا ہے۔ اور کسی نئے خیال پر انھیں کے کسی ساتھ خیال کی ہر چھائیاں تنک دکھائی ہیں وہیں مقرر صحن کے آٹھ شعری نمونوں کی سیکڑوں صروں کے ہر اردوں استوار کھٹالے ہر سوائے ایک شعر کے جو صرف صبر کی تملہ صی کے ساتھ ایک اور جگہ دہرایا گیا ہے دوسری کوئی مثال مجھے نہیں مل سکی یہ شعر و نظم صرف میں صلی ہوا ہے اس طرح ہے :

میں ایک لمحہ ہوں حائق ہے ص کا معلوم مجھے کسی کو سدا دیجیے۔ و عا ونگا
اور ہم نہ ہم کے صفحہ ۲۸ پر یہ شعروں ہے :

ایسے کسی کو سدا دیجیے و عا دے گا وہ ایک لمحہ سے حائق ہے ص کا معلوم
ابھی بے یاد تخلیق ملائیتوں اور بے مثال روگوئی و ہر گوئی کے نتیجے میں اتنا وسیع اور اس قدر وسیع شعری ادب تخلیق کرنے کے ماحود اعادہ اور سکر اسے لیے آپ کو محفوظ رکھا مقرر صحن کی وہی و فکری توانائی کی دلیل ہے یکس اس کثیر شعری سرمایہ کی تخلیق میں وہ ایسے آپ کو امرا و تملہ سے لگی طور پر محسوس نہیں رکھ سکے ان کے حدتوں، مدرتوں اور لندنی خیال کے اعلیٰ و ارفع ص باروں سے

ریڈیو کی صدا پڑھا دیا جب تمام گنگانے کہاں
ستر پہ لیٹے ہی تمہارے بدن کی گنج پیم کی طرح گھر کے اٹھائے گئی ہیں
ہم انہیں ٹوکے بھی نہیں سکتے دھو میں چو لیاں بدلتی ہیں

ان اعتبار میں صبر کے مارک تقاضوں اور نصیاتی خدمات کی پیکیڈنگوں کا بیس کاغذ الہاد ہے
لیکن پس منظر کی راسخ پر حرمت کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ جہاں ستارہ محبوب کو کر کے گرد ساری
لیٹے، ہمارے ہاتھ روم سے نکلتے دیکھتا ہے اور نظروں سے اس کے جسم کا سفر کرتا ہے۔ محبوب کا بدن لیس
کی فردوس سا ہوا ہے اس کے بدن میں ہمارا گونجتی ہے اس کی بیٹھی گات دل میں کھپ جاتی ہے جسم
گنگنا ہے وہ سرتاپا شعلہ ہے اس کی رہاں اذکار کرتی ہے جب کہ جسم کا ہر عضو دعوت وصال دیتا
ہے اس لیے بریلے ستر پر لیٹے ہی اس کے بدن کا خیال ستارہ کو ہوس کے منگل میں اٹھائے جاتا
ہے۔ اس متوارں الہاد کو مریاں پسندی یا محسوس نگاری سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا یہاں جس مخالف
اور نصیاتی خواہشات کے درمیان محاب و حرمت کا پردہ تھا ہوا ہے لیکن حسبِ دلیل اعتبار میں مفسر
عملی کے ہاتھوں سے بھی دامن اختیار و حیثیت گیا ہے اور یہ پردہ کہیں تو قلعہ سرک گیا ہے اور کہیں کہیں بالکل
اٹھا دیا گیا ہے۔ ملاطفت کیجیے

صبروں کے ملبے پر قیام نہیں دو آنکھوں کا پردہ رکھیے
دو جسم تھے ہم آغوش کر ڈھکے کا اک لات کھٹے خاک ادھر سے جنگل میں
سرسبز کر پڑا ہوا تھا میں دھوپ میں کر دو بجھ گئی تھی ہر
سنا سنا کے رہا گیرگی کا ماتم کر دعائیں دے تیرے جسم کو احال دیا
اس کے بدن کا لیس تمامیری ہوس کی بوت شمع کی لود تارہ گلا لوں میں کھو گئی
کیسل پٹالوں کی تقدیس کو مدی خواہشوں کی ہمالے گئی

کاش صبروں کے ملبے اور وصل کی لذت کو شیوں پر حرمت کا پردہ یوں ہی بڑا رست
ہوس کی آگ سرد ہونے کی بجائے یوں ہی بھڑکتی رہتی اور جس کی تقدیس کو خواہشوں کی مدی میں سے
سے بچا لیا جاتا۔

بیکر تراشی میں جس مفسرِ عملی کو عام کمال حاصل ہے انہوں نے کئی خوبصورت اور دلکش شعری بیکر تخلیق
کیے ہیں جنہاں کے عربیہ اشعار میں عامایاں ہیں بقول شخصِ ارض داروتی
ہر وہ لفظ جو حواسِ حسہ میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ کو متوجہ اور متحرک کرے بیکر کہے جیسی خواہش
کے اس تھرے کی دسالت سے سارے تخیل کو متحرک کرے والے الفاظ بیکر کہلاتے ہیں۔
مفسرِ عملی کے اعتبار میں سیال (متحرک) اور جامد دونوں بیکر کہلاتے ہیں بیکر تراشی میں ان پر

بلند / مٹھھر چھاؤں۔ منظر منظر چھاؤں / نکلتی ہوئی کمرن۔ چمکتی ہوئی کمرن / تقدیر گر بڑی تصویر گر بڑی / تلوار بر
 یڑھ گئی۔ دیوار پر جڑھ گئی / چھپا ہے پس عباد، اٹھا ہے پس عباد / چیتوں کا ڈر۔ قیتوں کا ڈر / پریم ہے ہوا، کم
 ہے ہوا / ناک رہا ہوں بھاگ رہا ہوں / نظر کوں دیکھتا۔ سر کوں دیکھتا / منظر کا کمر سر کا کمر / اڑ
 گئے۔ بڑ گئے / نولتے نولتے۔ ڈولتے ڈولتے / آسمان پھیلا۔ کہاں کہاں پھیلا / کھولنا۔ کھولنا / سطر۔ اٹھلا
 سر۔ اٹھا مار / آباہیل کی طرح۔ چیل کی طرح / جاگ ادھیرے چل میں۔ جاگ ادھیرے چل میں / گنتی ریت۔ مٹی
 گلے گلے / صاحب۔ دلے صاحب / کھلتا پانی۔ کھلتا پانی / ختم سراج ہے۔ آدھا سراج ہے / چھکوں سے کیدر دوسے
 کیا / لیت حایہ ماہ مسکرائے / مار ماروں کے پنج۔ بیاروں کے پنج / میلاں لکھا / کھواں لکھا / گھر نکالتا
 تھا۔ گھر نکالتا / ملال کے سب۔ ملال کے سب / سس سس چلاخ۔ مدھن جھار / پرکار تا سما۔ ہو تھا / ناہی
 رہا / رسم تھوٹ / اٹھتی ہیں / دالوں اٹھتی ہیں / کال آمادہ۔ دوال آمادہ / لویا پانی۔ مجھے بھی ہے۔ مادل بھی ہے / چہ
 آسمان بھر پھیل جا، تا حدی سطر پھیل جا / سدر آسمان۔ مقرر آسمان / شہر جاں روٹس ہو لہا آسمان / روشنی ہوا / مفت
 آئینہ آئینہ۔ خط آئینہ / آئینہ / جواب تماش۔ مہتاب ترانس /

اس قسم کی بے شمار انجوتی ردیفیں اور سنے توانی مقرر حسی کی شاعری کو ایک مخصوص العادیت
 عطا کرتے ہیں اور عرب کو لفظ موسیقی کی گائیکوں سے نکال کر اور اسے معاذیم کی نئی لہروں سے روشناس کرتا
 ہونے نئی لسانی جنوں اور اظہار و املا کے وسیع تر امکانات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ سہی جدید شاعری کا ایک نمایاں میلان ہے ظاہر و باطن، قسب و کلب اور ریاضی
 سے حق الامکان گرید اور حقائق کے دو ذوق مر ملا اور کھلے کھلے اظہار کو متعین سمجھاتا ہے قول و فعل کا
 تعدد ماکر جمالات و الہامات میں ہم آہنگی کو قویت دی جاتی ہے۔ جو کچھ ٹیلے میں یادوں پر وہ سوچا گیا
 جاسکتا ہے اس کے ساتھ کھل اظہار کا طبع عام ہے اس زمانے کے تحت بہتر جدید شعرا نے جس اور رسم
 کے موضوع پر کچھ اس نے ہائی اور بے مروتی کے ساتھ لکھا ہے کہ عربی اور فارسی کی حدود تک ملے ہیں۔
 مقرر حسی کی شاعری کو حیات و کائنات کے تقریباً تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہے کس طرح ممکن تھا کہ
 کا موضوع ان کی فکر کی گروت سے بچے جتنا ان کی شاعری میں رسم اور حسن کا موضوع بھی ہے لیکن کمال
 احتیاط و اعتدال کے ساتھ جدید کھلے ملاحظہ فرمائیے،

نکل ہما کے آج وہ بے فکر دم سے	ساری کارنگ آب گہر کی طرح لگا
حب لے کیا نظر سے ترے جسم کا سفر	لاکھوں لکھ ہو توں رماراہ میں بڑے
مدن میں چسکا گونجتی ہے	نگاہ سے مدگن جیسا
وہ سر سے پائیک تمام نعل	اسے کوئی جو مست کہاں سے
دل میں کھ کھ جاتی ہے اس کی مشغولات	ہاتھوں میں آکر رہ جاتے ایسا بچہ رن

بھڑینے اور استہزاک شدہ پنج میں اک۔ ہر ہلاک شدہ
 آنکھیں ہیں کدھت کا اک اور گلابی شبہ رنگ سے مد میں کدھت گلابی
 میں میں منگو منگو منگو منگو پسوں میں تو منگو منگو منگو
 شکوں کے ارماں لینگ۔ لینگ طواں طواں لینگ۔ لینگ
 تشویش اور ریاں کے پہلو عرصہ ہر منج تہرت سے ہٹ کر دیکھا تو مطلع گھر میں منج
 ردیف و قافیہ کے اتصال کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پردہ سرحد میں رقم طرار ہیں

۱۔ ردیف کا قافیہ سے اتصال عمل کا سمت مقام ہے بعض اوقات فصاحت و ملاءت کے مارک تہر میں مرملوں
 سے یہاں گوارہ نہ جاتا ہے محاورات و ماں کی لطیف تہر میں شکوں کا استعمال اس جگہ ملتا ہے۔ قافیہ اگر آتم ہے
 تو اصابت و ترکیب کی اعلیٰ تہر میں شکلیں یہاں ملتی ہیں اگر عمل ہے تو اس کی جگہ کیفیت و ماں اور محاورہ کی صاف
 راکھیں ٹوٹ پڑتی ہیں دوم درجے کے ستاعروں کے یہاں وار اکثر مالی بھی جاتا ہے اس لیے آتماں شعر
 کی رسوائی جات جیسے شاعر کی کمر لیا پڑی۔ عمل میں ردیف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ
 حافی کی مایہ سدیدگی کے مادہ خود جدید شاعری میں بہت کم انجی مرلیں غیر مردف ملتی ہیں مثلاً
 پردہ سرحد میں کی اس رائے کی روشنی میں مقرر معنی کے مذکورہ بالا مطلع دیکھئے سے اندازہ ہو جائے کہ ان میں
 ردیف و قافیہ کچھ ایسی مکاری کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوتے ہیں کہ اصابت اور تراکیب کی
 اعلیٰ تہر میں شکوں اور کیفیت و ماں و محاورہ کی ساری راکھوں کے ساتھ فصاحت و ملاءت کے مازک تہر میں
 مراحل سے گزرے میں کوئی ہجر مڈراہ نہیں سی مقرر معنی کے شعری و جبرے میں بہت کم بھی لیکن انجی غیر مردف
 مرلیں شامل ہیں۔

قافیہ بہائی سے متعلق مقرر معنی کے دو مطلعے ملاحظہ فرمائیے:

نہ ہر جو قسم ہو تو نگہ نہ چاہیے آتماں قافیوں میں تہر نہ چاہیے
 سنے قافیوں کی زیارت ہوئی انھو قہمیں راست عادت ہوئی

لیکن سوائے جلدی احتیاجات اور شعری اعلا کے مقرر معنی کے اشعار میں بے شمار حوصلہ و قافیہ
 ایک خاص مرتبے کے ساتھ نگہوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں سنے قافیوں کی حتموں انھوں نے ایسی کئی قیمتی
 رائیں عادت کی ہیں اور ایسی عربوں میں لوہو ردیف و قافیہ کی ایک نیا دنیا آباد کی ہے ایسے اس میں
 سے جلد سنے قافیوں اور ردیفوں کی ہم بھی زیارت کرتے ہیں

خود نوشت میں شامل۔ سرشت میں شامل / مانگ مرے بھائی۔ بھاگ مرے بھائی / گولہ ہوا لہ۔ سڑا ہوا

کے اس مہمان کی تردید کرتا ہے کہ اردو زبان و ادب ایرانی ادب سے مراد شدہ اور مدلی ہے۔
 وہ باقی نصابوں کے رنگ و بوسے سمجھتا ہے کہ علاوہ مطلق صحت کی عمر لیسٹ شاعری میں ایسے اشعار
 کی بھی بہتات ہے جس میں ہمدردستانی محسوس ہوا۔ رسوم و رواج عقائد و تہذیب و ثقافت ادبی
 دیوتاؤں کے ذکر بطور سلامت آتے ہیں جس کی مثالیں پچھلے صفحات میں اس کی شاعری کے اساطیری
 پہلو سے بحث کرتے ہوئے پیش کی جا چکی ہیں۔

مطلق صحت کی عرلوں میں سنی ریسوں اور سنی ردیف قوافی کی خصوصیت کا اکثر باقدیں نے اعتراف
 کیا ہے گو فی ہمدارنگ لکھتے ہیں،
 ”مطلق صحتی نے اس احساس کے ساتھ کہ،

”ہم میں نہ ریسوں کے انتخاب میں غزل کار و کسی اور صی صاب میں سے
 سنی سنی ریسوں نکالی ہیں اور دلچسپ قافیے مانگے ہیں جس پر ان کی طبیعت بھی اور ہی صاب کی تہرنگی
 ہوئی ہے۔ قصا کے قصے اہتمام کے قصے، حرکتی طرح لگا۔ لڑکی طرح لگا، لڑکیوں جو رہ گئے۔ لب گور ہو
 گئے، ہوا را چڑھ گئے۔ طارہ میں بڑے، احتمال دیتا ہوں۔ رنگینی، صحال دیتا ہوں، وغیرہ“
 میر جاحد پور نے تصدیق کرتے ہوئے اعجاز صدیقی لکھتے ہیں،

”کئی جو صورت محسوس اور متاثر کرے والی ریسیں بھی انھوں نے اختیار کی ہیں“۔
 مشکل یہ درمیان ہے کہ اگر مطلق صحت کی عرلوں سے جو صورت محسوس سنی سنی ریسوں کا جھوٹی
 نادر دلیوں اور دلچسپ و سہمت قافیوں کی مثالیں پیش کی جائیں تو یہ استدعا ہے کہ ان کی تمام عرلوں
 کو یہاں نقل کیا جائے کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مطلق صحت نے مدد اور اعزادیت کی شعور، علم
 کو تشش کو اپنے حقیقی سفر میں ہر کام ملحوظ رکھا ہے۔ ہمدانیک کو جھوڑ کر ان کی سیکڑوں عرلیں ان کی اسی استرا
 کردہ ریسوں اور ان کے لیے تلاش کردہ ردیف و قوافی میں ملتی ہیں اس لیے یہاں بطور مثال ہمدانیک
 اور ہمدانیک کے اور دلچسپ ردیف و قوافی پیش کرے یہ اکتفا کر رہے ہوں ان مطلعوں میں ردیف و قوافی کی
 تراش و تراش کے ساتھ سہمت اور سلاخ ریسوں اور مشکل قافیوں میں طرز میں کی شگفتگی و شادابی مطلق
 صحت کی قادر الکلامی کے ماقابل تردید ثبوت پیش کرتی ہے۔

چھوڑ کر حساب کیا کہ سہما دل و باطن
 سداں میں ادا صاعہ دریا دل و باطن
 آتے جاتے ہر دم تو کا کرتے تھے کھڑکی دوار سے
 تھلا کر ادا ہونے کو دے کھڑکی دوار سے

۱۔ میں لفظ ”گوئی“ ہمدانیک مشمولہ طلسم حریف، مطلق صحتی ص ۱۲
 ۲۔ تنصیر ۱۱، اعجاز صدیقی، ص ۱۲، مطلق صحتی مشمولہ شاعر، (دہلی) ص ۶۱

کعبیت میں ڈوئی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً ”وہ عریں جو“ سورج ڈو ما کالی کالی رات ہوئی۔“ مشک آنکھوں سے
 نکل کر آسمان پر پھیل جا رہا، رنگ لال تانقی گرو و عمار چار سو۔ ریتوں ریت سہیرہ مولایانی نے سے خرد داہوتی
 میں ۲۸ غزل کا حال کہا، یوں جیسا ہے تو سر مصرعے کے ساتھ ہی رفتار کو ایک نئی سمب دیتی ہیں مگر اس کی
 داخلی وحدت ایک ہل کے لیے ہی کھڑے ہیں باقی۔ میرا خیال ہے کہ یہی عریں اور ان کی خاموش اور
 بیداروں بھری نوا ہے، ہم اہلگ اعتبار اس شہر فلسفات کا بردہ اٹھاتے ہیں، جس کی مستو مقرر معنی کو ایک
 آب حیرت تک لے گئی ہے۔

مقرر معنی کی ستاعری میں واقعاتی نوا کے علاوہ ایک اور مخصوص نوا کی ہلک سا خاموشی ہوتی ہے جسے دیہاتی
 نوا کہا جاسکتا ہے گاؤں کی مٹی کی نواں اور دیہاتی رنگ میں رہے اعتبار ان کے بھی مخصوص کلام میں
 کثرت دیکھے جاسکتے ہیں اور جس نے ان کے لیے کی تارگی میں اضافہ ہوا ہے جہاں اعتبار ملاحظہ کیجیے۔

سو دھی سو دھی سہی ہمارا لے لے لے مل یلا تو ر میں کھلا کھلا لے لے لے
 اقامت تہر میں دل گاؤں میں ہے ہر صورت سادہ جادوں میں ہے
 ہمسائیگی پہ گاؤں کی ماتم مست ہیں اسے مہرباں شہر ہوا کم ہمت ہے یاں
 ڈالی گود پارے ریں سیرے کو اسے پیچھے اڈ بھی رے دل ڈوب گیا
 ہمیں میں آکاش کو چھو تاں لگتا تھا اس پہل کی شاہیں اب کتنی می ہیں
 موسم نے کھیت کھیت اگائی ہے فصل رو سرسوں کے کھیت ہیں کہ چھیلے ہیں رہے

مٹی کی سو دھی سو دھی ہمارا بھولوں سے لدی ہوئی شاہیں نوروں کی نو چھل جو خنوا۔ آموں پر کو کو
 کرتی ہوئی کوئل آموں کے تنے کھرتے پھیل کی تلاش، برت، وصل، تال، ہر ہلے، ڈالیوں سر میں
 سیرا کرے والے پیچھے، ملہا میں گاتے سوئے میٹھک، آسمان پر مشکتے ہوتے ماڈل، پہل کی شاہیں سر میں
 کے کھیت پڑوائی ہے ان کے مت سے شعر ہم کہہ ہیں۔ بھولوں سے لدی ہوئی شاہوں کے عطر ہر
 حک سائے ریلے لے، ڈالیوں پر ریں سیرا کرے والے پیچھے ان تمام جیروں سے ہمدوستانی گاؤں
 کے تو صورت اند مری ماطر کی حقیقی عکاسی ہوتی ہے ان اشعار کے پوریلو میں ہمدوستایت رقی بسی
 ہوئی ہے اور ان کی رگوں میں حاض ہمدوستانی حوں دوڑ رہا ہے شہر میں اقامت پذیر ہر ستا شہر کی کھن سے گھرا کر
 گاؤں پہنچ جاتا ہے اور آموں کے سائے تلے اپنے نہیں کی تلاش کرتا ہے تہر میں رستے ہوتے اس کے محاسن ہر
 گاؤں کے کھیت، ہر ہلے، موسم، برت اور تالاب جیسے ہوتے ہیں ان اشعار میں پیچھے تراشی اور منتظر گنا
 بھی اپنے غروب پر دکھائی دیتی ہے ہمدوستانی دیہاتوں کے طارمات کا یہ واحد لالہ استعمال اردو شمسوں

بارگ صاحب لکھتے ہیں:

مظفر صبی کے استعار میں ایک خاص نوع کی واقعاتی و صامیاتی جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی اصناف کے مرکزی واقعے کو شعر کا قالب عطا کر دیا گیا ہے شعریت اور واقعیت کا یہ امتزاج اس کے کلام کو ایک ایسی کیفیت کا حامل سا دیتا ہے جس کا دائرہ ہم عصر ستاعری سے بالکل مختلف ہے مثلاً استدلال ملا حظ فرمائیں:

ایک دیوار بدھیا سیاں کھانسی ہم بھٹکتے رہے در بدر دھوپ میں
یہ بھی کوئی آرزو تھی عسرتی ہوتا ہوا ایک توتہ اور میں ہوتا ہوا سمندر دیکھتا
بہت حساس لے حد نرم دل تھا محسوس ہے وہ سرگوں پر سر بہنہ
بھرا ایسا بھی اک دور آیا میاں شمع خود ہی اپنے شمع کھا گیا لے
ایک مختصر شعرے میں اس سے زیادہ استعارہ بطور سال بیتی کرنے کی تمام تنسیں بھی ہیں ہوتی در
مظفر صبی کے کلام میں واقعاتی صاف سے معمور سیکڑوں کو بصورت استعارہ دکھائی دیتے ہیں مرید جسدا اعتبار
ملاحظہ کیجیے:

ہاتھ میں صحر، صاب دوستان اتر اہوا اور صحر میں دل کے درمیاں اتر اہوا
ایک ہی وار میں قتل متب کر دیا لودھ صحر روشنی لے غصہ کر دیا
اک بیتا سا بکھیں ٹوٹ گیا بلبلیں بحر کی رات لے چٹکے سے کہا، سنئے ہو
آخر میں آتی دوستان عہل میں خود کشی کھاس رات لے آکھ مودلی چاند لے صبا کہا کیوں
جی ہاں! میں نے بھی دیکھا تھا اس کا کوئی دشمن نہیں ہے
حب متعلو کا مانع ہوا تھا کافی دور کھڑا تھا یا

مظفر صبی کی ستاعری میں اس واقعاتی یا صاف صاف صاف کا ذکر کرتے ہوئے بروہم شریتم صبی لکھتے ہیں:
و ایک میلاں جو اب سے پہلے مظفر صبی کی غزلوں میں بہت نمایاں تھا یعنی معنی آفرینی کا اس مجموعے کی
غزلوں میں ایک اور سطح سے ہمسارہ دکھائی دیتا ہے یہ سطح معنی آفرینی سے زیادہ احساس اور حواس
کے تعامل کی سطح ہے دھیمی نرم آواز اور اسرار آئیں، بہاں ملدہ حیا کی کلمے مانوس اور گہرے سنی
تحریروں لے اظہار کی راہ پائی ہے اور مجموعی طور سے ایک نئی تصویر سامنے ہے اس تصویر کے رنگ ہلکے اور
جہاں جہاں تنوع خیالوں پر غالب محسوس ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں دیانت کی کاٹ سے زیادہ
حدے کی تنظیم اور احساس کی کسک سا سے آتی ہے کہیں کہیں تو پوری غزل ہی دھندلی سیال اور بے نتیجہ

صاحب نے فعل کی کارکردگی کو ص کی ثبوتی قرار دیتے ہوئے مطعر صعی کے ایک ہی مصرعے میں دو دوتیں میں فعل لائے۔ براں کی متانتیں کی سے دوسرے نقاد کو اٹھاری فعل کی گرواں کے بارے میں مارنگ صاحب کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم نے اس پہلو سے پھر سارے ورق اٹے تو کھلا کہ فعل کی کارکردگی اس سب سے نمایاں نظر آتی ہے کہ لمبی لمبی ردیوں نے دستار گدار میں یوں بدھتھر کا فرش کر رکھا ہے ورنہ مطعر صعی تو جہاں ضروری نہیں پاتے فعل کی گرواں صاف اڑا دیتے ہیں شر ہو یا علم، فعل کی گرواں حتیٰ کم ہوا اتسا اچھا ہے اعلیٰ درجہ کی قدرت کا نام نحو (SYNTAX) کے آگے لے لیں ہے (اور بے بسی کا یہ طوق بھی ہلکا کیا جا رہا ہے) صرف کے سامنے لے لیں، ہیں ترقی یافتہ رماؤں میں رعاست کا ایک معیار یہ بھی رہا ہے کہ افعال کے صیغے کم سے کم ہوں جہاں تیں چار اسما اور صفات کو ایک ہی فعل میں لپیٹا جاسکے وہاں ہی کیا جائے۔ قد اٹھاری اور مارنگ صاحب ان دونوں کی رائے میں ہر صورت مطعر صعی کے حق میں حافی ہیں فعل کی گرواں معیوب بھی لیکن نقول مارنگ، مطعر صعی نے ایک ایک مصرعے میں دو دوتیں تیں فعل لاکر شعر کے ص کو دو مالا اور سہ مالا کیا ہے تو ان کی مکار بہارت کی دلیل ہے فعلیت کی کارکردگی مطعر صعی کے حسب دلیل اختیار میں ملاحظہ کیجیے:

میری تعریف ؟ اگر میں بوجھوں	آپ کے چشمے کا مہم کیا ہے
دلا سہ دینے والو، تنکریہ، لیکس درا سو جو	جسے تم گھر سمجھتے ہو اگر صحرا نکل جاتے
سراٹھاتے ہی ر میوں نے کہا یہ کیا ہے	آسمان تیج پڑے سر نہ گوں آگے چل
کھڑکیاں گود پاس سے ہیں کما حقاً	گیلری آنکھ دکھاتی ہے کہاں جاتے ہو
ایسے میں کیا پیار پتا پانی میں کی گلتی ریب	تو گہرے ساگر کا موتی بی سائل کی طہیبت
پھر فیڑا تھا ہمدہ سارگوں کے حال میں	شعر صاحب! آپ ہیں، میں بھی کہوں کوئی تو ہے

اور کٹھاری کی اس دلیل کے موت میں کہ مطعر صعی جہاں ضروری نہیں سمجھتے، فعل کی گرواں صاف اڑا دیتے ہیں، صرف دو شعر ہیں گرواں ہوں:

میں، وحشت، صحر، رنجیدہ	خوش، تیسرا، ہوا، رنجیدہ
تخلی، استگوئے، حلو، ستارے	سب تیری بہیاں، لینک، لنینک

پرو میسر گوئی چند مارنگ نے مطعر صعی کی ایک اور ایسی خصوصیت کی بطور خاص نشاندہی کی ہے جس پر مطعر صعی کے ناقدین کی نگاہ کم گئی ہے اور جو مطعر صعی کی انفرادیت میں اہم رول ادا کرتی ہے۔

مٹے جیسے چوراہوں پر لوٹ لیے ایسا روکا
 پنکھ مٹا کر آتا ہوں میں دھیرے سے کام
 کیوں اوڑھے بیٹے ہو جیتے دلی کا پس چاناب
 تصویروں سے تیاگ دیے ہیں اپنا سہنگ
 ہنسی اسی شان سے کٹ مٹھوٹی سوکھی پیر
 یادوں کو سیت سیت کے رکھے سے لٹو
 نوروں کی وہ ٹوٹھل خوشبو گرمی کی وہ شام
 آسمان پر چاند کٹو۔۔۔ مانج رہا
 تارِ محفل میں عالی عالی رات ہوتی

مظفر حسنی کی شاعری میں علاقائی، مقامی اور انگریزی الفاظ کے ساتھ اس کے بے تکلفانہ مرتباد کا ذکر کرتے ہوئے ط۔ انصاری لکھتے ہیں:

مظفر حسنی کی عمر کے بعض معرعوں کا وہ تو بالائیکہ یوں بھیہا پنچہ وغیرہ الفاظ سے واسطہ شروع ہوا اس دور سے اس کا ایک پہلو ہے دوسرا پہلو لفظوں سے وہ بے تکلفانہ مرتباد کہ علاقائی، مقامی اور انگریزی وغیرہ کے کام آنے والے الفاظ اور علامات (کریو، اسپیڈ، لائٹر، لمب، کلہاڑی، اسٹیمپ، ایمپائر، ٹرانزیکٹو وغیرہ) آلتی پالتی مادہ کا عین بیٹے میں ملے

ڈاکٹر گوپال چند مارگ نے اس زمانہ کے رہنما استاد، لونی ٹھوٹی اور گھٹ گھو کے سید سے یہ مکالماتی انداز سے تعبیر کیا ہے دراصل یہ مظفر حسنی کا، غیر شعری زبان کو تحریریت کی سطح تک لا کر عمر کی لطیفیات میں ہی لسانی ہتھوں کی تساہلی کرنے کا عمل ہے۔ عام بات جیتی انداز میں بے معنی صوتی مطابقتوں (تاریخ بھل) کو انہوں نے اپنی طور پر مرت کر اپنی مسکارانہ صلاحیتوں کا ایک اور نمونہ پیش کیا ہے مثالیں دیکھیے:

سری سر تھا ایک صوتی کیفیت تھی اور حجاب
 اوپر بیٹھے اگلے پیچھے، آرو مارو روک
 ساحل داخل، ہریس و مہرے ڈیرا دیرا پھر کیا تھا
 چھٹا کی لمبیں رہ کھنڈا، اگلے ملتے دو
 مٹھوٹے سے دیکھا تو مٹھوٹے ہمارے دوڑے ہیں
 ممت جو ڈنگر اعلیٰ، ڈنگ مٹھوٹے مٹھوٹے
 کورنگائیں، ہی تائیں ہیں سرل و سرل کیسی
 چلے والوں کی راہوں میں کائے بڑے کیا

ان اشعار میں ساحل داخل، دریا دریا، ٹرے و ٹرے، سرل و سرل کے درمیان اصل ساحل، دریا، ٹرے اور سرل کے بے وقتی اور اس سے بیرونی کے اظہار کے لیے تاریخ بھل کا سہارا لیا گیا ہے، ظلم حرف، میں مارنگ

انہیں اپنی شعری لطایف سے علاوطن کر چکے ہیں مگر صحنی کے یہاں الی الفاظ کے دکارادہ برتناؤ اور
فعلی استعمال کی چند مثالیں دیکھیے۔

ریتوں ریت سیدہ مولا یانی دے سادوں بیٹے سیدہ مولا پانی دے
پھول میلا سالکا کر مرے گھر آگئی درو دیوار بہر دشت کامیاں لکھا
موجوں کی مار دھاڑ میں لنگر اکھڑ گیا یہ اماں گئے وہ ترے ماما چلے
لطیفہ کے میرے قصہ قدرت میں دیا تھی تو میرا ہاتھ اکثر قصہ صحر میں رہتا تھا

مگر صحنی کی شاعری میں اس کی اتراغ کردہ معنی لطایف مثلاً کوہ دلا، یا اخی، جو تھی سمت، یعنی جس
شہر رنگ، وحشی گولہ، آمدھی، کرلا، بیرو، تلوار، جرج، نکل، شمعوں، حلقا، شرابے، لائے، طلسم، ہوس، برا
صاحب قرآن، بیوہ، ساحر، پیتر، پا، تحت، التری، ساقم، پس، کلیم، عیار، اما، حادو، طلسم، دات، حمر، لائوت
صوم، ساتوں، دز، لر، لر، دتو، کک، یلوار، ویرو (ص) میر، پھلے، صفات میں مثالوں کے ساتھ تفصیلی
بحث ہو چکی ہے) کے علاوہ چند ایہوئی اور ماد ترکیبوں سے دکارادہ استعمال ملتا ہے، جو ان کے لیے
کی مخصوص ساخت کی بنیاد ہیں اور جنہیں انھوں نے اپنے معدود شعری رہنمائی کی ترسیل کا وسیلہ بنایا
ہے۔ رموز کی مجلس، روشنی طبع کا جالوس، نگہ کے ہوت، کامل کی دلدل، رمدان بدن، آتش خورد، جنگل
کرن کی ڈور، مادوں کے نقا، عمار کا یرجم، قفل، موشی، اڑیل، میل کو ٹھہرا، آکھیں، چوڑا، خوش قدی،
خود تھی، نشہ، ربر، حد، پالان، پارہ، صفت، شور، حور، سید کی تلوار، حوں، بخوڑا، مٹھی، صحر، حادو، ہاتھ، صحر کا
آسمان، طلمات، آمل، یر، چہر، لگا، اقدار کی حلا، گریہ، مستم، طبع، ما، سفید، مائل، ارتقا کی کو چلیں، آگئی
کا ریت، پھد کتی، روشنی، گرو، ماد، صلیب، مکڑ، حص، رد، جیل، عریاں، حیاتی، دھوئیں، کا شہر، رین، کھل، کھلا
صحر، پڑ، چاند، کھور، پتوں کی چہر، ہاٹ، الفاظ کی پکھا، بیٹیں، مدد، سرکش، پست، آئند، نشہ، وجود، مصلحت
ہفت رنگ، مدد، در، دریا، بھینا، بادل، سزا، سنگ، ہوائے تیز، مدد، مارگشت، مارج، ماد، اداس
قسم کی ہزاروں معنی ترکیبیں ان کے اشعار کو العرادیات کی سلسلہ عطا کرتی ہیں۔

مادوں سے سے روانی رنگی میں جیسے اڑیل میل کو ٹھہرتے ہیں
یلوار، میرے گھر، بھی تار، کیوں کی سے میرے لیے بھی یا مدنی گر بھریٹھا
میرے مرنے تو اس آکھ، مودلی، چپ، چپ یہ اتھا ہے، کسی کا تو ام لیا تھا

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان کے اشعار میں ہمدیاریاں کے مخصوص الفاظ کا بے تکلف اور سہستہ استعمال
ملتا ہے مگر صحنی کے ہر مثالفاظ اپنے اشعار میں دکارادہ انداز میں مرت کر اور شاعری
کے دیر، الفاظ کو مست عطا کی ہے۔

صحنی کی زبان کے دہرے میں نئے اسکانات کی مثال دی جا رہی ہے، لفظ مثال ہمدیاریاں ہیں،

اب مظہر حق کے جہد ایسے استعارہ ملاطہ کیجئے جس میں ہمد و دیو مالاک کے جہد معروف واقعات کو آج کے عصری حالات پر منطبق کرتے ہوئے برائی بات کو ایک نئے معہوم سے روستہ ساس کر دیا گیا ہے،

کھر گئے تو فرد فرد درہ حادیں تھے تھے تو مدد کی مورق نہیں تو مایاں بے
دیوتا بھر سے لوتے ہیں سمندر ستا ید و درہ دھرتی چھوٹ گئی سمیت دباؤں کیسی
اس کی بیستانی بر سورج ہاتھوں میں ترشوں میرے تیریل جڑھی ہے پیسے میں بیکار
صھلا کے ایسے نکس کو دولت حب کیا راول کا ایک اور یا سر تھا ساس سے
تمام دور مرا آئیے بچیں لیا کہاں سے رام سے مانی یہ تیر ملا ہے

جس کو دیکھے اس کی آدمی شکستہ تیری ہے

اتنا بھی کیا ہے مارک ادا نہیں معلوم

یلا میں راول میں میں رام نہ جانے کہا ہوا

میرے اندر نور و ظلمت کا سنگم ہے

شام تک لچن کی رکھا تھی تیرے واسطے

صبح تک لیٹی رہی پہلو میں الجھن کی طرح

دیوتاؤں کا سمندر ٹوٹا۔ پستیابی پر سورج اور ہاتھ میں ترشوں لیے دیوتاؤں کی خاطر دیا بھر کا رہبر
پلا حارے والے شکر، کئی سروالاراؤں، رام کا چھپ کر مانی پر تیر مارا کہ ساما ہوئے پر ان کی آدمی
قوت مانی کو مشغل رہا ہوا ہے، سیتا کی حفاظت کے لیے کبھی جتنی لچن رکھا یہ تمام واقعات اور کردار
مرا اس شخص کے لیے جانے پہچانے ہیں جو ہمد و مانی تھو لومی کا تھوڑا سا بھی مطالعہ رکھتا ہے بطور
علامت استعمال کیے گئے ان دیو مالائی واقعات نے اشعار کو جس پہلو داری اہمارہ اختیار۔ درمیت
ایک ہی معنویت اور نئے دائرے سے روستہ ساس کر دیا ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں

مظہر حق کے مکاراہ اوصاف میں ایک نمایاں وصف مرفہم کے الفاظ کے ساتھ ان کا مساویہ مرتاؤ ہے
قدیم اور جدید خیال کے مرقہ الفاظ تراکیب اور علامت کو کثرت استعمال سے گھس پٹ کر اپنی چمک دکھانے
اور معنویت کو پکے میں، مظہر حق نے ان کے استعمال سے حق الامکان گرہر کیا اور نئی نئی لطایف جدید
علامت اور انجوتی تراکیب کی ایک جہد دیا یہی شاعری میں ماسا کر اسے پہلو داری، معنویت اور مدرت
مطاک اور جہاں ضرورت محسوس کی میرا لے الفاظ و علامت میر مرد ترکیبوں اور محاوروں کو ایک نئے
انداز و آہنگ کے ساتھ استعمال کر کے اس سے نئے نئے معانی پیدا کیے

سیدہ باداں محروقت، گول، میاں، طوفاں، ساحل وغیرہ ایسے الفاظ میں جس سے ہماری کلاسیکی
شاعری نے ضرور استفادہ کیا ہے اور نئے شعرا میں سے اکثر ان کے امکانات سے مایوس ہو کر

مستقل مشہور و معروف واقعات اور قصص الامیاء وغیرہ کی حکایتوں سے بھی کام لیا ہے۔
پروڈیوسر گوئی جید مارگنگ ریم طراریں:

ہار دو والوں کو اکثر اس محرومی کا احساس سستا تا ہے کہ منیات (اسالیر) سے استفادے کے مواقع ایسے دستیاب نہیں کیونکہ اسلامی عقائد نے مائی تھولوجی کی تخلیق پر قدم لگا دی ہے مطلق تنقی ایسی کسی محرومی کا شکار نظر نہیں آتے۔ انہوں نے قصص الامیاء، ظلم، ہوش بر ما اور اس قسم کی دوسری داستانوں سے ایسی ستاعری کے لیے مائی تھولوجی کا کام لیا ہے جس کی وجہ سے ان کے ہمت سے استعارہ میں مدیوں کی وسعت ایک ہر اسرار تیز اور فلسفی کیفیت کی دھوپ چھاؤں نظر آتی ہے۔

ظلم، ہوش بر ما اور دیگر داستانوں سے اقتباس کردہ مطلق حسی کے سیکڑوں استعارہ میں سے جسد دیکھیے:

یوں بھی ہیں لے لاکولی صاف قرآن آگوش	یہ کہ ہے تو۔ مہر ساحر اٹھالے جانے گا
مدد میر کی ہنگ بامد کی ہرکوں کے ساتھ	خوف ردہ سے لپٹے چودھویں سال کے سنا
تا عمر ساتھ رہے نہ آیا کھی نظر	یارو ایسے کلیم وہ عیثار کوں بھتا
پکا نہ تا بھتا مجھے کوئی یا اجمی کہہ کر	کوئی در بیجہ نہ مجھ پر کھلا، قریب قریب
سمت مسعود ملاقی سے، کما کھاتے ہو	رات امڈی چلی آتی ہے کہاں مالتے ہو
سر سراتے میں بہاں مار قصا سکتے ہو	بھر ملا تا ہے ہمیں کوہ ہند سکتے ہو
تہجد گئی ہمدردواں مجھ سے۔ اگلے	حاتم کے لیے موت نہیں کوہ ہذا میں
رشتوں کے مابین کھڑی ہے تہیت کی دیوار	رستم ہی کے ماتھوں مارا جاتا ہے سلاط
اب اتر آد مسداہ طور سے	کون بیچانے گا اتنی دور سے
مردوں گندہ کی ملک ہے تجھے قتلے	اک سلسلہ سالاروں و سماء لگا دیا
ہر سمت یا مرحلہ ہر سمت یا تیر	پانی کی تمس ہے تو حلقوم یہ کھاتیر
مبارک نہیں یزعم و تاج و تخت	میری دھوپ اور نور یا چھوڑ دو

مخد کا صحرانہ چھا اچاتے گا مراد سے

قیس یہ ریمر توتے نے ستوں اٹھتی ہیں

سو ہی کامیاب سنی کا گھڑا سیکڑوں مہر در در یادریاں
توں تیشہ نام کے سرے ٹیکسا تر لہے دودھ خود ہی سامنے آتے گا پتھر کا کنگر

ہر شخص کا دل ہے جہاں خود سواں دولت یوں پہ گھومتے، ہوتے سرکوں دیکھتا
یہ تہہ در شہر تسکمی کیوں رات میں کر ملا ہاں سے
مطہر حق کی ستاعری کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوتے ہم نہ ہم کے بیش لفظ میں ڈاکٹر حلیق ائم
لکھتے ہیں ۱

اس انتخاب کا ساعر اپنے عہد کی سماجی اور معاشی کشمکش کا محرور شعور رکھتا ہے وہ تاریخ کی ان عالم
قوتوں سے بھی آگاہ ہے جو اساتے جو اساتے جو تہیاں چھیں یعنی ہیں ستاعری کے پاس وہ نصیرت حقیقت اور قوت
الہا ہے جو اس کشمکش کی مکمل عکاسی کر سکتی ہے۔ خود حاصل کیے ہوئے تحریرات کی عکاسی اس کی
ستاعری کے رنگ و روپ کو نکھار رہے اور ایک ایسی تاریکی دکھا رہے جو رماں و رماں کی قیود سے بالا رہے بلکہ
جہاں انہوں نے مافی الصیر کی ترجمانی کی ہے ضروری سمجھا ہے کسی معروضاتی واقعہ کو بطور نتیجہ استعمال کیا
ہے ایسی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

اس صحن میں تلوں کی وفا کا نہیں جواب	ہے عروسی کے نام سے صوبہ صوبات
روپ کھاتے میں لڑی تلاش میں کیسا کیا	مراہ لود یہ بھائی کوئی نہ جسرا میں کوئی
ساپ اصلی ہیں عادی و گردوں کے	وہ میرا عصا گم ہیں ہے
حلائی میں ایسی کستیاں جس سے سر پھولنے	اڑا رہا ہے وہی دھواں ہر طرف سمد
ہر چہرے سے چاک ہر انگشت جو چمکاں	ٹوٹا نہیں سے خواب رہا کا سلسلہ
یسل جو کھو گئی تھی کبھی، مل گئی ہے	اس کا وجود ہے قمری تکمیل کی طرح
مکہ کو منت میں نہ تھی پاس کی گدگد قبول	آخر سن میرے لیے رماں آب و گل سا

یہ اور اسی قسم کے سیکڑوں نتیجی واقعات ان کے اشعار میں رستے گئے ہیں اردو ستاعری میں (حدیدیت
کے آثار تک) اساطیر سے استفادے کا فقدان رہا ہے دیباکی دوسری زبانوں کا ادب دلیہ مالائی تقوں
سے مالا مال ہے کہ ان میں چاروں کھوٹے گھوٹے اور آزادانہ اڑا میں بھرے کے مواقع حاصل ہیں اردو
ستاعری میں بالخصوص مسلمان شعرا کو اس دولت سے محروم رہا ہے کیونکہ اسلام میں صمیات کی
گمناش ہی نہ تھی لیکن اردو ستاعری میں حدیدیت کے رجحان کی آمد کے ساتھ ہی حب الہا و ملائکہ کے
لیے نئے امرکات کی صورتوں شروع ہوئی تو مطہر حق جیسے دہیں شعرا نے (MYTHOLOGY)
بانتھو لہجی سے استفادہ کرتے ہوئے اردو ستاعری کو اس عروج سے چالیا۔

انہوں نے اساطیری سرمایہ میں اضافہ کرتے ہوئے نہ صرف ہندو مائتھولوجی بلکہ اردو داستانوں میں

ہلے اگر مظهر صلی کرنا اور شہادت کی تلیوں اور استعاروں میں قریب یوں کی حکایت اور زمانے کی شکایت
 سان کریں دشت حارہ سال 'یرہ' ہو اور شہادت ہی ہیں، مگر ملاقات علی اصغر اور اسی طرح کے دیگر
 اشارے بھی ال کے یہاں جاملتے ہیں۔
 کر ملا کی تلیوں اور استعاروں کے وسیلے سے مظهر صلی نے ایسے حد سے سرور و شہی کی ترغیبی اشارے میں کی ہے
 ال میں سے طور مثال چند پیش ہیں،

موجہ حوں کہا یرہ اچھالے جانے گا	وہ کب آنے گا جو سوئے کر ملائے جانے گا
کر ملا مجھ کو ملائی ہے مری راہ دروگ	ہاتھ آئی ہے گھولے کی عساکر لکے دے
میں تہمات کے لیے پھر مضطرب ہوں	توں کی ہر نوبت میں ہے رنر لہ سا
چاہتا ہوں کہ دیاللم کو بہاں جانے	خواہ اس کرب و ملا کے موکے میں مانجانے
دربا کے لاکھ لاکھ ہاتھ لے روکتے رہے	میں نے لگام اٹھائی، ہتھ میں آگیا
ہم کہ معلوم تھا دریا میں نہیں پانی	سر کو یرے پہ جڑھالے کے لیے آئے تھے
ہر سمت یا مرملہ ہر سمت یا تیر	پانی کی تمنا ہے کہ معلوم پہ کھاتیر

مظهر صلی نے واقعہ کر ملا کو صرف ایک دقتی سا کہہ پر محمول نہ کرتے، جوئے اسے آفاقیت عطا کر دی ہے آج
 بھی حق پرستوں 'اہلسدوں، خودداروں اور خود شاسیوں کی گردنوں پر دقت کے بحر صحرایہ ہے ہیں آج
 بھی انہیں کر ملا جیسے کر ملاک اور توپکاکاں حالات سے قدم قدم پر دوچار ہو رہا ہے آج بھی ان کے سر بیروں پر
 آویزاں ہیں اس سے قتل بھی عرص کر چکا ہوں کہ مظهر صلی نے اپنی سادہ سادگی کے لیے داستان اور شعور کی طور پر
 اپنے مراز سے مفاہقت رکھتے ہوئے موصوفات اور اپنے رجحانات سے میل کھاتی ہوتی ملا متوں کا اہتمام کیا
 اپنے اسی رجحان کے رہبر اثر انھوں نے داستان کر ملا کی مظلومیت کو سرور و شہی اور عاماری کے روپ میں
 پیش کیا ہے وہ خود آج کے حالات کو کر ملا کے حالات سے مماثل قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان حالات میں
 گھرا ہوا محسوس کرتے ہیں مابھی مظلومیت اور چہارگی کا اظہار کرنا ان کی استاد طبع اور فطری رجحان سے بعید
 ہے اسی لیے ان حالات میں دیے قیہ کو کر ملا کے حاسار شہیدوں کا پیر و کار گردانتے ہیں،

پہیں کے بعد عہد جوانی نہ پاسکے	پیری میں ہم فرات سے سیانی نہ پاسکے
سطر اسب و داد کو کہ جنگ دم ہے	بہر تھے میں رہنے ہویش بھی ترم نہ کریں
سریہ سرکشاشا دیکھا ہے	نشاہ حرم ملہ کا دیکھا ہے
ہو رگوں میں نہیں ہے تو پوچھتے کیا ہو	کہ تشہ لب سے ابھی مال کر ملاکتی

زرد گرم اور متحرک علامت کی شکل میں مظهر حسی کے اشعار کی رگوں میں عامادہ و زمانے ان کی چند عرلوں کی ردیف ہی ہو، اس موضوع پر کچھ اشعار پچھلے صفحات میں پیش کیے جا چکے ہیں، مزید کچھ مثالیں ملاحظہ فرماتے ہو، کی معویت میں اسانہ کے لیے کئی اشعار ہیں، شہ رگ بھی استعمال کیا گیا ہے،

سہ رگ مری کھلی صبی سہی بانہ کی طرح
جو لوند گر بڑی وہ قلم نے سمیٹ لی
اس اسی کا حوں ہے سردار کی طرح
کل کے شکار کا تو بہت گرم تھا ہو
ہو کی مار سے بچے کہ حوس میں آئے
تو قطرہ قطرہ مدں میں شگاف کرتا ہے
ٹوٹی حوں سے حوں تو چنے لگیں رگین
الوتھر ہو میں سردار ہو ہو گئے
ہو کی صدا چار سہت سے آتی
تری آنکھوں پہ پتی مصلحت کی
برایک لوند رگوں کی کماں پر رکھو
رگ دپے میں ہو یوں دوڑنا تھا حوں کھا کر
مرالاستہ ہو میں تر مرہم
سلسلہ لرلہ سا ایک بال ویر میں رہتا
ہو عسار اڑاتا ہے کیا کریں اللہ

اس اشعار کی رگوں میں گرم گرم ہو حوں کھا کھا کر دوڑ رہا ہے کھلی لوک قلم سے چمکتا ہے کھلی مدں میں شگاف کرتا ہے کھلی ٹوڑ ٹوڑ کر لٹکا رہا ہے کھلی شراروں کی طرح اچھلتا ہے۔ کھلی رگ دپے میں دوڑ کر لرلے کی کیفیت پیدا کرتا ہے کھلی عسار اڑا رہا ہے اور کھلی سوٹیوں کی طرح چمکتا ہے اور شاعر کا تمیل ہے لاتے کو ہو میں شرار دیکھتے۔

اس اشعار میں ہو، شہ رگ اور لاندہ وغیرہ علامتوں سے حوں حوں سے اور قتل و مار مگر کی داستانیں مرتب کرنا اور ان پر مالہ و مرید، ماتم و مگر یہ اور وافر لکرا مقصود ہیں، ملکہ قرانی و ایثار اور سروروشی کے عبادہ حوں کو سرگرم اور متحرک رکھا اور سروروشی کی ہر حوں داستانیں مار مار دہرا کر انہیں دوام عطا کر رہا ہے اس اسیت کی تاریخ حق و حوں کے معرکوں سے بھری پڑی ہے جس میں حق نے جیتے ایسے حوں سے اپنے آپ کو سرحد اور سرحد رکھا ہے ان معرکے ہائے حیر و شریں معرکے بکر ملا سب سے دیا وہ الماک اور جو میر ہے اکثر شاعروں نے ماتم شہدائے کر ملا کے عنوان سے اس موضوع پر آسوتوں کے دریا بہاتے ہیں۔

سید الشہداء اور ان کے ساتھیوں کی مطلوبیت پر حوں دوام اندر دلایا ہے مظهر حسی نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر اظہار تاسف اور مالہ و ماتم کرنے کی بجائے ان کو مایا ہادہ ایثار اور بے نظیر قربانیوں سے تعمیر کیا ہے اور انہیں عالم اسایت کے سروروشی میں سب سے سرمد سمجھا ہے ساتھ ہی ساتھ وصایا کر ملا کی تمام روح فرسا سیتوں اور حال ہو آرماتشوں کو بطور ملاتم استعمال کر کے عمری مسائل اور اپنے ذاتی حالات و خیالات پر مطبق کر کے پیش کیا ہے۔

علی حوادیری دیکھتے ہیں "موجودہ دور کی ستمیاں اسان سے بڑی قریایاں مانجھتی ہیں ایسے میں تمہارے مولا

کی صورت میں دکھائی دیتا ہے سرورشی، ملوثی، مردانگی، عابدانہ خوش و غم کو وحدۂ انا کی شکلیں کہہ لیجیے یا دلی عوانات۔

در اصل مطر متقی کی شاعری کے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے اس کے شعری رجحانات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ شعری کی شخصیت اور شاعری دو مختلف چیزیں ہرگز نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کا آئینہ ہیں اس کی شاعری کا بیشتر حصہ ان کی شخصیت اور ان کے انداز و عواطف کی ہو ہو ترجمانی کرتا ہے حرکت و عمل خوش و غم، ملوثی، ملحد جو ملنگی، خود داری اور انا وغیرہ ان کی شخصیت کے عناصر ترکیبی ہیں اور یہی اس کے قہر میں دھل کر نور و اشعار کی صورت میں عیاں ہو رہے ہیں اس موضوع کے تحت مطر متقی، ہر جدید استعارہ ملاحظہ فرمائیے۔

آسمان میری اڑانوں کی دولت قائم	اور دائم ہے رہیں خوش قدمی کے باعث
تو دایہ گرد ایک حال س کے اڑ رہا بولیاں	میری اڑاں دیکھا ہر احصار دیکھا
راہ سد و دہے آؤ کے حادوں کہیں	ہر طرف آسمان، آسمان، آسمان
ہوئی غصہ کی چیسرہ میری آخری اڑان	ترتیب دے رہا ہوں انھی مال و بیہوشیوں
بدوں کو حور کے میٹھا تھا میری آنکھوں میں	اڑاں میں لے میری تھی کہ آسمان پھیلا

ملحد واری کا وہ عالم کہ آسمان بھی سد راہ محسوس ہوتا ہے ملحد پرواری کے اس رجحان کی ترجمانی کے لیے مطر متقی نے کچھ ایسی رحمت، اندکھی اور اچھوتی علامتیں ایجاد و اختراع کی ہیں جو ان کی شاعری کی الفاظی ساخت کا وسیلہ بن گئیں گولہ، عمار۔ ہوا آمدھی، رلرلہ، گرداب اور اس قسم کے کئی الفاظ تو مطر متقی کی شاعری میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اسی ساخت اور مزاج، جیسے تیری، تندہی اور ہر خوش و غم کا پتہ دیتے ہیں حسب ذیل استعاروں میں ان علامتوں کی تہہ داری اور مصوبیت کے ساتھ ساتھ مطر متقی کے قہر کی بیکراں ملندیاں دیکھیے

دلرہ اور کسے کہتے ہیں	کیا پتہ جسم کے اندر کیا ہے
حصار جسم سے خواہش کے رلرلے رکے	عمار بیٹھ گیا، اب ہوا رکے رکے
میں رگ بے شک، مجھے کیا پتہ سب کیا ہے	یہ عمارتوں گولہ رلرلے لال میں تھا
گولے کی مسد پہ بیٹھے ہیں ہم	سعر میں جیسے ہر سر میں بھی ہیں
سر پہتے بھی ساڑھائیں ہمیں تھوڑے	سر پہتے سد گولے کو نظر میں رکھیے
گولے نے عجائی قہلا کر کہا	درختو، مرا راستہ جھوڑو
اندھے اک آمدھی آئی تو رگتی ہر مادہ	عتی ستیں آئیں اک اک عتس ہیں صاف

خوش و غم اور سلسل حرکت و عمل کی ترجمانی کے لیے گولہ، رلرلہ، آمدھی، عمار اور گرداب کے ساتھ ہوا ایک،

یہاں عقائد سے مراد وہ کچھ کھیلے اور بے میاد عقائد میں جس کا مذہب کی روح سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔
جہاں تک خدا کے وجود اور اسی کی وحدانیت کے اقرار کا تعلق ہے مفسر صحتی نے قرآن پاک کی ایک آیت
”مَنْ عَرَفَ لَفَسَدَ فَقُلْ عَرَفَ سَمَاءً“ سے استفادہ کرتے ہوئے ایک شعر میں ایسے عقیدے کا
اظہار اس طرح کیا ہے۔

خدا کے ۔ ہوئے یہ امرار ہے تو ایسی خودی سے بھی انکار کر
مفسر صحتی کی ستاعری میں یہ انا ۔ مت سے انداز اور بے مائیکس کے ساتھ تیسو۔ بدل بدل کر جلوہ گر
ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح کہ اظہار کی راہ میں ترسیل و اطلاع کا کوئی مسئلہ بھی حائل نہیں ہوتا مفسر صحتی
کے اعتبار کے آئینہ حائے بینہ انا کی مختلف شکلیں ملاحظہ فرمائیے،

بچے لگی انا کہ پرستش کرو مری	غیروں کے آستان یہ کہاں سر جھکاؤ گے
خود اپنے درے بھی سجدہ ہے لیک پاگل س	دعا کرو کہ خودی کا مرض کبھی نہ لگے
مری خود آگئی اس طرح آئینہ دکھاتی ہے	اُنا کا جلد نہ خود مرے پائل ہیں کرتا
شمر ملا تو دھو تین کا شمر ملت نہ ہوا	انا پسند ہر حال سر ملت نہ ہوا
مرہ سر بندی کی صورت میں تھا	سگر بنداراں کچھ کہیں کچھ نہیں
اما حق مطلق یہ شمر بکھ	وہاں اور کوئی نہ تھا یا غی
جو ہو سکے تو کرو عام لا انا میں	خودی کے لوح سے اسان ٹوٹ جائے
اویئے سریر ہی کرتی ہیں سگی تلواریں بلجار	اچھے اچھے ملک حالت ہیں وہ تویر لڑی لڑے
اٹھا یا جہاں خود سہا سہا	دیں دھار تلوار میرے پرستش
مجھے بھی مارا سر انا تھا اما عا دو	ظلم ذات شکستہ ہوا غریب میرے
سکھتے رہے ہو بللاتے رہے	مفسر یہاں سے انا تیر تھی

مفسر صحتی کی انا انہیں خود پرستی کی ترہیب دی ہے۔ لیکن خود آگئی آئینہ دکھا کر انہیں اس پاگل
میں سے روکتی رہتی ہے انا اور سر بندی کی حالت ان کی جان کا آزار رس جاتی ہے اند خودی
میں خود کا جلوہ دکھا کر وہیں میں شکوک اٹھاتی رہتی ہے انا کھی صحر بکھ اند کھی لٹتی ہوتی تلوار
س کراں کے سریر مسلط رہتی ہے انہیں رنجی بھی کرتی ہے لیکن اس طرح نہیں کہ ذات کا ماتم ہو
جائے ذات کا ظلم بکھر جائے اور انا جو سناں سے تیر تر ہے انہیں مسلسل سکے اور تلوانے
کی کیفیت میں رکھتی ہے۔

اُنا خود آگئی خود داری یا خود دشمنی کا یہ موضوع مفسر صحتی کی ستاعری میں اور بھی کئی جگہ مختلف
رنگ و آہنگ اور لہجے میں اسی رحماں سے مطابقت رکھتی ہوئی بیشتر غلاموں اور ترکیدواں

مظہر حق عقیدے کو خوش نہی کا نام دیتے ہیں دعا براہین نقیب میں تاہم وہ دعا مانگ کر اپنے دل کا درد ہلکا کر لیتے ہیں انہیں خدا کے وجود سے انکار نہیں خدا کا وجود تمام کائنات میں جاری و ساری ہے، صرف محدود و محدود ہیں۔ ایسے بے شمار گناہوں کے اعتراف کے ساتھ انہیں خدا کی رحمتوں کی سیکرانی پر بھی نقیب ہے اسی لیے وہ پاسبان صوم و صلوات اور خدا کی بھی ہوئی آسانی کتاب پڑھنے کی ہمت نہیں نکال سکے ایک سچا مسلمان ہونے کی سادہ سادہ کشتی کھرو دیں سے بچتے ہوئے وہ ہر مذہب کا احترام کرتے ہیں۔ مذہب میں تصنع، ساوٹ، ریاکاری اور منافقت سے وہ سخت متنفر ہیں اور ابھی اس نصرت کے اظہار کے لیے طہر کار مریدہ اندازہ ایما تے ہیں۔ بقول سید انوار حسینؒ مظہر حق کے یہاں ہر کسی کی مرضی و مصلحت کا اس مصلح پر ہیجا دیتی ہے خود دور مدید کے ہمت کم شعرا کو نصیب ہوتی ہے۔ کوئی بات کہتے کہتے اس طرح چپ ہو جاتا کہ ان کی بات دل میں بیٹھ جانے جیسے شاعر نے کہا کہ کہہ کر ہمت کچھ کہہ دیا ہو۔

مظہر حق کے لیے کی مرضی و مصلحت کی مثالیں عقائد کے موضوع پر ان کے حسب دلیل استوار میں ملاحظہ کیجئے

مصریح سدگی ہے مرا سرا تھا ہوا مسجد سے نہ کر سکیں گے ماری مری طرح
اس قدر تنگ نہ کر اپنے خدا کو دلالت دیکھ مانتے پہ ترے داغ اٹھاتے گا
ماحقے تھکے ہزار خداؤں کے سامنے حمد داغ اور کوئی ستانی نہ پاسکے
یہاں تو لوگ سدا یکیاں بھجاتے ہیں کبھی گناہ کی توفیق دے انہیں اللہ
عص کیا ہے مظہر حق کہہ کر خدا کا نام اسے صبح و شام لیا تھا

اٹھے ہوئے سر کو معراج سدگی سمجھا، مسجدوں کے نشان کو مانتے کا داغ کھما، یکیاں بھجا، گناہ کی توفیق کے لیے دعا کرنا، حرف حق نہ کہہ صرف خدا کے نام کا ورد کرنا ان باتوں میں رمر کی پہلو داری اور طہر کی گہرائی کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے اس دور میں انسان عقائد سے محروم ہے وہ نصیرت اور آجی کے پتھروں سے عقائد کے آئینوں کو یکساں چور کر رہا ہے انہیں حقائق کی کسوٹی پر نہ کر رہا ہے اور ہر عقیدے کو خوش نہی کا نام دے کر اس کی رسمی سچائیوں کو ملاحظہ قرار دے رہا ہے اس موضوع پر مظہر حق کے جدا شعرا ملاحظہ فرمائیے

چھین لی مجھ سے نصیرت عہد تیری ادا مالوں نے ڈلوایا ہے سفید کیسا
اس آجی نے عقیدے بھی جو کر ڈالے کین بھی قطرے میں دریا نظر نہیں آتا
نہی مصلحت کا رہا ہوں کا تلخ عقیدوں کی حرم سرگول نے فرمایا میرے سر بہستان لگا

ٹوٹے ہوئے یہ کبھی ستاروں سے ٹکسکے ہیں
 کوئی دیوار سلامت رہے گی صاف
 ہم لیے ہمسفروں کو شانے دیتے ہیں
 ریت پر کھرے ٹرے ہیں انگٹ عالی مد
 بہت مالاہ کرتا مت کہ اکثر ہم لے دیکھا ہے
 صدف کا کھوکھلا میں خوش بھنی کی علامت ہے
 یہ سوختہ ہیں رات ٹری فاصلے بہت
 مذکورہ مالاہات میں بیٹیں کردہ فلسفہ حیات اور انسانی نفسیات پر یہ اندازہ تفکر کوئی نئی بات
 نہیں ہے تازہ کی حقائق ہیں۔

مطہر صلی علیہ وسلم سیاقی کو جدید اسلوب میں بیٹیں کیا ہے وہ کہ خود انسانی سے خوف کھاتے ہیں
 اور نہ حد لے کر سد مادہ صلی کی کوشش کرتے ہیں اہم بات یہ ہے کہ زمانے کے گرم اور سرد کو چکھے
 اور اس سے سرد اور ماہوس کے مادہ خود مطہر صلی کے یہاں تہی یا ہر مایہ پیدا نہیں ہوتی۔
 مذہب بھی انسانی تاریخ کی ایک قدیم سیاقی ہے مذہب کے تین مطہر صلی کا معاملہ حد دلچسپ
 اور عجیب ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کی رائے کے مطابق مطہر صلی مذہبی معاملات میں بھی ریاکاری اور
 منافقت سے گریز کرتے ہیں۔ اور خود انسانی سے خوف نہیں کھاتے ایسے عقائد کا حکم کھلا اظہار
 کرتے رہتے ہیں ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے باطنی اعمال و انبیات تیرا نہیں کا طریقہ
 ہے مذہب کو اپنے فکر و تخیل کی سمجھائی پر انہوں نے ہر کما ہے اور خوشامخ سرآمد ہوتے ہیں
 ان کا اظہار اسی طرح کیا ہے،

خوش بھی کام عقیدہ دھوکے کی دیوالتیں
 سدوں کی اہمیت میں مطہر پہرے عیاں
 حلال معاف عقیدہ مجھے دعا یہ ہیں
 دعا کبھی ہیں مانگی سو مانگیں اللہ
 ہم بہت ہوں حد اکم ہیں سے
 گم ہوں سے تھو لی صبری تھی مری
 ترے کرم سے ٹرا تھا کچھ اعتقاد
 ملی نہ اتنی بھی جہلت کلاس کو ٹھہر لیتا
 جہاں کہیں روستی ملی مات لی مطہر
 عیاد کی ریح لول مطہر ہر سیاقی مائل ہے
 اللہ کے وجود سے انکار بھی نہیں
 کسی طرف سے کوئی حق مرا حد نہیں
 کہ درد ہو تو ہم آسویا سکیں اللہ
 سانس لیں تو ہوا کم نہیں ہے
 حدادید محتر سے کیا مانگتا
 اسی لیے تھو کو فکر صوم و صلوۃ کم تھی
 کتاب میرے لیے آسمان سے آئی تھی
 ہمارے دل میں کتنا کس کفر و دیہی تھی

نقول مقررہ

مگر نگر میں لٹا ہر ملاپ ہم نے کیے فساد حوں میں سے 'وار آپ' ہم نے کیے
ان ماقابل حودید اور ناگوار حقائق کے سر ملا اہل ہمارے ساتھ مقررہ 'اکا برس ملک و ملک کو بیس
آند حطرات سے منتہ کر رہے ہیں
اگر مہر و روجوں کو لگا میں دے ہیں سکتے تو یہ دریا تہار سے کھیت رگستان کر دے گا
اگر معصوم کا ہر قطرہ حوں اک سمندر ہے تو جلاو ہر ہو میں سپہر سارا ڈوب جائے گا
عدم مساوات، اختلاف و انتشار اور اقتدار کی ہوس ہماری ملکی سیاست کے وہ ماسور ہیں جو ہماری
اخلاقی اور معاشی تدریوں کو مسلسل کھاتے جا رہے ہیں۔

ان ماسوروں پر مقررہ کی مشترکہ ملاحظہ کیجیے

اب جو شورہ بھا تو مور قی ٹھکوں کی	ماٹ لی جائے گی دو ٹکڑے برابر کاٹ کر
بہت اچھا اگر جہوریت یہ ہے تو حامی	انہیں آماد کر دیا سارے گھر حلا دیا
ہاں سیدہ سیر ہم تھے اندھیروں کے مقال	چلتی رہی جو رستید کی تلوار ہمیں پر
ہر اک درخت اختلاف میں ہلا رہے سر	لکھا ہے تمہیوں یہ نام موسم ہمار کا
رہیں ہے تنگ مقررہ مرے زمانے میں	مسمی ملاؤں لے ہمدستان کو دیکھا
شعبہ فائدہ ہونے حمرامیائی دائرے	کوئی مرجہ اس طرف آئے ریاکستان کا
ہر بعد کہ آتیں میں تحریر نہیں ہے	آزادی گفتاریہ مائے ہیں عرب و
ستیو جی تا ندو مایح گنتے	وہ سلسلے ہلا ہیں

مرویسر صدیق الرحمن قدوائی لکھتے ہیں

ان کی ستاعری کا موضوع نئی نسل کا وہ کر رہے جو اس کے خدمات کی دیا اور حارج دیا
کے تعداد کی بدولت وجود میں آیا ہے، لے
مقررہ میں لے صرف اسے دور کے اجتماعی محسوسات کی نامزدگی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ایک خاص
طریقہ حیات کی ترغیبی ایسے اعتبار کے وسیلے سے کرتے ہیں اسانی نصیات کا بھی وہ گہرا دراک رکھتے
ہیں جس کی حعلک ان کے حسب دلی اعتبار میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ساتھ میں بیٹھے کی جگہ سوچتے ہیں ہم
حشک میدان ملائے ہیں مگر کیا کیجے
یہی ہیں درخت کا سایہ کہاں کہاں
سارے دریاؤں کو حاما ہے سلسلہ کیوں

میں ہر موسم باتیں اُسکتی ہوئی تار کو جیو کے دیکھا تو قصداً اُنکا
ذوقدارہ مصادات، ملکستان میں آئے دل کا معمول سا چلے میں اس موضوع پر تقریباً سبھی شعرا نے
نقد استعداد کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ مطلقاً صحتی نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور احساس کی جیتل
الہار کی تحکات اُن کے اشعار میں ہے، دوسری نگہ سادہ ہی ملے گی، ملاوٹ کیجیے۔

ہر سمت آگ، ہر سمت جاگ ستی میں ایک سس پر راز
تہر میں اور سب میریت ہے مگر دل میں گریو رہا، سنی رات میں
جی ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اس کا کوئی دوست نہیں ہے
مستعلوں کا باج ہوا تھا کافی دور کھڑا تھا یا
صلے مار گشت میں نہ آئی میری تیغ پر
بگٹل میں تو ہر طرف حواں ہی حواں تھے

راہ اندھیری مگر میں گریو ہے خوف جیسا، کواڑ کھولنا
بکیوں کی زیادہ صلی سہی مگر زخم دیوار و در میں بھی ہیں
یہ صحر صحر کسا، اس توڑنا، دتر طلا دیا میری حانہ سے بھی لوٹاں چکی ہر طلا دیا
سوختہ عرل اسے عواں سے مصادات کے موضوع پر (سنی) میں اُن کی ایک عرل شائع ہوئی
حق ص کے چند اشعار بیسیں خدمت ہیں،

سوختہ عرل

میر میں تو لیوں میں ملا دی گئیں وہیں ڈو لیوں میں ملا دی گئیں
حق ص میں تھیں مہدی کے اس بیڑ پر اب کے سب ہو لیوں میں ملا دی گئیں
لو حواں کے سردر یہ کائے گئے لو کیوں کھو لیوں میں ملا دی گئیں
آگ، مال، اس میں جیرا، موت جلتے ہوئے گھر، گریو سس، شعلوں کا مائج، صدا تے مار گشت
تیغ، بگٹل، حواں، اندھیری رات، خوف، دیوار و در کے زخم، دیہوں کا ڈو لیوں میں مہدی کی شاحوں کا
ہو لیوں میں اور لو کیوں کا کھو لیوں میں ملا دیا ما، لو حواں کے سر کسا، یہ ہو لسا، ساطر مصادات
کی ہیت اور سر میریت کا ایک مکمل واضح اور حقیقی نقشہ پیش کر رہے ہیں ان اشعار میں صرف ٹیکس کی کاروائی
ہیں ذاتی تحریکات کا بھی بہت دخل ہے۔ جلتے ہوئے مکانات کے قریب مار گریڈ کا تاساتی سے کھڑے
رہا ایک بچے مقتول کی بیچوں پر سیاہیوں کا کالہ دھرا دیواروں اور دروازوں پر مصادیوں اور
پولیس کی گولیوں کے تسامات۔ یہ تمام خوب کمال حقائق ہمارے ملک میں آئے دل سربا ہوئے والے
ذوقدارہ مصادات کی مرہ لولتی تصویریں ہیں جس کے پس پشت سیاست کی کاروائی ہوتی ہے

میں کو دلی گدار چکا ہو ذاتی تحریر کے ساتھ ساتھ تھیں کی مدد سے بھی انکار میں کیا ماسکایا چون
سال وہ میں جو انھوں نے نکلے مشکلات کی ملازمت کے دوران گدار سے حس کا تذکرہ اس کے اس شعر
میں ملتا ہے :

سر کیے میں مقررے میں ہیں جو وہ سال جیک رہا ہے عمر میں پسار حجل کا
دلی میں تمام کے دوران بھوپال یاد آگیا تو کہہ دیا :
اے مقرر کس لیے بھوپال یاد آئے لگا کیا سمجھتے تھے کہ دلی میں رہے ہو آہاں
باشد گمان دلی کی انتشار زدگی پر مقرر مصلیٰ کا یہ شعر بھی ملاحظہ کیجیے :
نوں میں دلی میں لوگ رہتے ہیں جیسے دیوانہ میسہ چاک شدہ
دلی میں شہروں کی نسوں کے دریدہ آمد و رفت کا تحریر رکھے والے نس کے صرر آ رہا انتظار کی
کلیت اس کے اس شعر میں محسوس کر سکتے ہیں :

بیلواری میں محل محل مل چا مد کرں کس تک پہرے گی
میں نس کے چکر میں بیٹھا ساٹ رہا ہوں کالا بانی
مداس کے ایک شاعر اور مقرر صلی کے استاد صحافی معاذ کوثری شاد عارفی کے انتقال کے بعد رسوں
اسی عریں برائے اصلاح مقرر صلی کے پاس بھیجے رہے حس کا تذکرہ اس قطع میں ملتا ہے :
اس کی عریں مقرر صلی دیکھیے ہر تکمیل قطع مصدا آگیا
مگر صلی میں مید کے مارت ہوئے کا ذکر اس کے اکثر اشعار میں ملتا ہے لفظ مثال دو شعر ملاحظہ فرمائیے :
نئے قابیوں کی ریارت ہوئی اشو قیعتی رات عارت ہوئی
چھوڑ دیتی مید مقرر عریں کہیں ہیں ہر سہ دھولو
اور کرسٹینق کا یہ شدید اور حقیقی تحریر بھی ملاحظہ فرمائیے :

پھر پھر اتنا تھا میرے سالوں کے حال میں شعر صاحب اپہ میں میں بھی کہوں کوئی تو ہے
علو صامت دوستی اور دوستوں ماطوں کے مارے میں مقرر صلی کے محرات یکہ اس قسم کے ہیں
مگر علو ص کے اظہار پر نہ کر محسوس اگرچہ تیرے لیے مقرر ہم بھی ہیں
ایک میرا دوست حس کا آخری دم تھا ابو اور میں محسوس میرے یاس میں کم تھا ابو
قطرہ ہائے ابو تمام ہوئے دوستوں کا حساب پاک شدہ
اک اور وار کہہ رہی ہیں ہوئی میری میرے عریں مارے دیر آستیا عانی
ہاتھ میں کا عد حساب دوستاں اٹھوا اور صبر میں دل کے درمیان اٹھوا
ہم سائے کے اچھے نہیں اتار صردار دیوار سے کہے لگی دیوار صردار

تم براہ گھر کی باتیں کیوں کر کہتیں
 حجب دیکھا ترخ سے اُگے دیکھا تم نے
 سرم گھٹاری کبھی یہ بھروں کا وصف بھی
 یہ رمارہ اور ہے، سیریں کلائی پر جا
 آج ہر ایک ارہ ہے لڑنے ہونے ملے سا
 حور درہ معانہ، خوار ہے فرد ہر طرف
 اوپر جاتے وقت سراپا اپنا اعلیٰ تان لگا
 ماں کی چھاتی دودھ سے کم ہو گئی
 دودھ کا ڈیرہ ہمیں دوکان میں
 مگر سسر موسم ہمیں آچسکا
 کئی مار ہم کو شارت ہوئی

ان اشعار میں مظفر حقی کا پارہ صفت شعور ای حود و نسبت زخم کرتے ہوئے لینے دور کے حالات
 کا ترجمان بھی ہے اس بات کی غیر مساویہ تقسیم، اسان کی بے بسی، قول و عمل میں تضاد، معاشرے
 کی حور و دگی، دولت و دلت کی سنگینی، آدمی کی آدمی سے دوری، مالشی قیمتیں زدگی، غیر یقینی
 مستقبل، قصا و قدر کے ہاتھوں اسان کی بے بسی، آزادی کا غلط استعمال، اسباب و عوامل کا استعمال
 جیسے پیچیدہ اور لابلعل مسائل اور بولناک تحریرات، جس سے آج کا ہر اسان دوچار ہے برہ غور
 ہیں مظفر حقی ایک حساس شاعر ہونے کے باطن اور ایسے ذاتی تحریرات کی ساری حالات کے اس کرب
 کو ایسے شعور کی گہرائیوں تک محسوس کرنے میں۔ ان کا یہ احساس خاص تنظیم میں ڈھل کر آراطہ
 الہام کے طور پر اعتبار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے شاعر کے خیالات کو ذاتی تجربے کی شکل میں ایک
 مخصوص و سی تنظیم کے ساتھ پیش کرنا حدیدتِ شعری کا مایاں وصف تھا کیا حالت ہے جیسا کہ
 اگر ہم مظفر حقی کی حدیدتِ شعری کا تجربہ کریں تو ایک سترت کس الہیماں کا احساس ہوتا ہے
 کہ ان کی کم و بیش تمام تر شعریات ان کے لیے ذاتی تحریرات کا آئینہ ہمارے حس میں ان کے دور
 کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات ان کی ایسی رنگی کے گہریو تجربات، انہی حالات
 ان کا ایسا فلسفیانہ تمیز و تفکر اور ان کے لیے خیالات و تصورات کی انتہائی دلکشی اور انہی کی
 دکھائی دیتی ہیں۔ میں نے مظفر حقی کی رنگی اور حالات کا قریب سے مطالعہ و مستادہ کیا ہے
 بلکہ ان کی شعریات میں حایا ایسے اعتبار دیکھ کر جس میں ان کے شخصی حالات کا کس حاکمیت
 ہے، میں ایک خاص لطف سے دوچار ہوتا ہوں و دل کے اعتبار میں ان کی گہریو رنگی کی
 جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے

گھر ملا ہے جسم کے تنگ میں چودہ سال اندر جس میں دو تھی ہوا ہے ہاتھ لہرا آسمان

محبتیت پذیر جامعہ ملیہ اسلامیہ کا موجودہ ملازمت اور ملہ ہاؤس کے موجودہ کتادہ مکان سے
 قتل مظفر حقی کو جامعہ گھر ہی کے ایک تنگ و تاریک کمرے میں دن گزارنے پڑے۔ اس میں مظفر
 میں مذکورہ بالا شعر کا صبح لطف وہی شخص اٹھا سکتا ہے خود بلی جیسے شہر میں تنگ و تاریک کو گھر لہرا

کے محدود حصاروں میں دیا و ماہیا سے لیا ہو گئے ہیں اگر یہ لوگ ایسے دہوں کو کشادہ کر کے کھلی آنکھوں سے دیا، اس کے مسائل اور خود اسی ذات کا متاہدہ کریں تو بے شمار متبوع ہو سکتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ملائتوں کی ایک وسیع و عریض کائنات ان کے سامنے کھری نظر آئے گی۔ حدید متاعری کے مروجہ موصوعات و ملائم کو مطلق حق نے بھی ایسی متاعری میں مرتاہے لیکس ایسے لصوص اور مسعود انداز کے ساتھ چند مثالیں یہیں خدمت میں

جو شخص مس جگہ بھی ہے ٹوٹا ہوا سا ہے تہذیب آئی ہے تو قبیلے بہیں رہے
سرحدوں پر سریشکتی ہے میری لاسمیتیت وسعت ارض و سما مشکل مری آساں کر
سھر مگر یاں سی رنگ رہی ہیں دماں میں دہوں سے آجہی کا یہ حالانہ حاتمے گا
دسی میں دائرہ دروازہ ہر سمت پھیلا ہوں ظلم ذات بھی لکشت ہے آئینہ مدی کا
کھو کو ہوئے کا یہ احساس نہ جیسے دے گا سکوئی کی لو کہ یہ ہرمت گھاتا ہے مجھے
کھلا کہ ایسی ہی قید میں ہوں مرا بدن خود حصار لکلا

الطبار ذات، وجود کی گم گشتگی، لاسمیتیت اور اقدار کی مستکست و رحمت، کرب آگئی، نو سیدہ حصار بدن، عصری صفت، ہر جگہ کہ آج کی حدید متاعری کا غالب حصہ ایہیں موصوعات کے محوروں پر گھوم رہا ہے اور ماہود اس کے کہ ان عام موصوعات کو بھی مطلق حق نے ایک الونکھے طریق میں سرت کر اپنی الفراویت کو ہر صورت برقرار رکھا ہے، ان مروجہ موصوعات کے علاوہ مطلق حق نے حدید عمل کو نئے نئے اور دلکش موصوعات ماورائے ترکیب اور مسعود اسلوب کے دانقے سراپسی یہ ہلو دار اور معنی حصر علامتوں سے متعارف کرایا جو ہماری گرد و پیمتس کی زندگی کے جانے لوچے مسائل اور موصوعات سے متعلق ہونے کے ماہود تا حال ایضوتی ہیں یہ علامتیں مطلق حق نے ایسے ماحول اور درود متراہ زندگی کے واقعات و تحریات سے مستعار لی ہیں۔ اس لیے ان میں عصری صفت کے ساتھ ساتھ شعور آگئی اور معنویت اپنے تمام درو دست کے ساتھ دکھائی دیتی ہے

بطور سموت مطلق حق کے جملہ استعار ملاحظہ کیجیے جس میں عصری حیثیت و تصور کے ساتھ زندگی کی تلخ ماہواروں کی اندرونی جہوں تک ان کی دیہی رسائی کا سراغ ملتا ہے

یہ اضطراب یہ بارہ صفت شعور یہ خوف مری صدی سے مری خود لوہت میں داخل

یسے کے مل رنگ رہے ہیں کاش ہمیں مل جائے

ایک سو کا ٹھنڈا حضور کا یا مٹھی سھر مچاؤں

ایک آدھ چھٹ ہو تو سیا دورے قصود یہ آستیں جوں سے تر کس طرف ہیں

کھیتوں کھیتوں کھوک آگئی ہے دریاں یا پائیاں عالم رستے رستے یہ کھرے میں سائے کو داس بیلا

لگی ہیں مقرر صحنے اپنے مذکورہ بالا استعارے کے ذریعہ جدید ستاعری میں غلامتوں کے استعمال میں سلیقہ مددی اور تریس و المارغ کی سرور و اہمیت پر اپنے انداز فکری وضاحت کر دی ہے اس استعارے میں کچھ ایسے ستاعروں کی حالت واضح اشارے کیے گئے ہیں جو عیروارح اور عیدار ہم علامات کے نام پر ستاعری کو ٹھکانے لگا رہے ہیں۔ تقلید یوں کا ذکر مصلوں سے، آج کے کئی موزوں و ممتاز ستاعروں سے بھی بیشتر مہمل علامتی اشعار سرور دہوتے رہتے ہیں۔ بالخصوص نذرا حاصلی کے اس شعر نے علامتی ستاعری کو اس قدر رسوا کیا اور ممالصیں لے لے اتنا اچھا لاکر بالآخر یہ شعر رماں رد و عاص و عام ہو گیا۔

سورج کو جو تیغ میں لیے مرنا کھڑا رہا کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہو گئی
 کٹاریا تھی اپر کا شکر مٹری، صادق، مائی اور مشیر بد کے اکثر استعارے میں اہمام کی پر تھیں کچھ اتنی
 دیر میں کہ مادود کو شمس کے اس سے کوئی مفہوم سرآمد نہیں ہوتا کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے،
 چھ دنوں تک شہر میں گھومنا وہ بچوں کی طرح
 ساتویں دن جب وہ گھر پہنچا تو بوڑھا ہو گیا (کٹاریا تھی)

رہے کر سیوں پر چمکتے مدیں مگر میسلوں کا یہ حصہ تھا (کٹاریا تھی)
 نہ ٹوٹ پایا، وہ حالت تھا کہ واپسی درمیان بھر تھی (مائی)
 شیتے کی سلانی میں کالے بھوت کا چرٹھا

مام لکڑی کا گھوڑا۔ میم کا رخ کی گولی (رستیر بدتر)
 فقر اقبال اور عادل مصوری نے اسی اجمال کو ایسی تسامحت کا خاص وسیلہ سالیانہ۔ جہاں کسی
 مہمل، گمگن اور لایبی علامتی شعر پر نظر پڑتی ہے وہیں بے سامتہ ان کی طرف ہی حالتا ہے
 سوئے کے سات سمیل گھومے تھے گاؤں رستم کا ایک ڈھیر پڑا تھا یلنگیر (فقر اقبال)
 جسے شاتی تھی دادی کہ تیرا ہے ماموں سنا ہے ال دلوں داوی کا پادیاں ہوا (عادل مصوری)
 یہاں مقرر صحنے کی ایک دھڑلہ نظم، کا تذکرہ بھی غیر مناسب نہ ہوگا نظم کے گیارہ استعارے میں مام
 بہادے صحنے علامتی ستاعری پر تیر چلاتے گئے ہیں یہ دھڑلہ گیارہ رہا آؤ دستر میں صحن
 کا تفصیلی مائرہ نظم کے مات میں لیا جائے گا۔ یہاں بھر ایک مار اس امر کی وضاحت ضروری ہے
 کہ علامتی ستاعری پر مقرر صحنے کے معنی تاثرات کا اطلاق مام عمر علامتی ستاعری پر نہیں ہوتا
 مقرر صحنے کے طنز و تضحیک کے ان تیروں کی زد میں صرف وہ ستاعری آتی ہے جس میں شعوری
 طور پر زیادہ سے زیادہ عیروارح، مہمل، عیدار ہم، عیروارح اور لے ہنگم الفاظ بطور علامت
 شمولیت ہوتے ہیں۔ اکثر علامتی شعرا ایسی احتراغ کردہ مخصوص علامات اور سندھ کے نو موزوں

کی گنتی ہیں۔ اس علامتوں سے ہٹ کر بھی یہ شعرا ایسے اندر سطر نگاری کا ایک مادر پہلو رکھتا ہے بالخصوص ستام کے وقت سورج ڈوبے پر آسمان کا تحقق راز ہو جا تا۔

(۴) ریتوں کی ڈالی اور مانتہ اس کی علامتیں ہیں لظاہر اس واقعہ کا مظاہرہ کر کے آج کا اس سال ایسے اندر بعض غداوت پوشیدہ رکھتا ہے۔ معاشرے کی اس دورگی کے لیے ریتوں کی ڈالی مانتہ اور حوں کی تلوار مرستہ علامتیں ہیں۔

(۵) ایک عام ہل مردور کی حالت کی عکاسی کے لیے بیٹ کے اندر بیر لپٹا اور ساترں کی پیچ پر ستر لپٹا جیسی روزمرہ کی کیفیتوں کو بطور علامت استعمال کیا گیا ہے۔

مدکورہ بالا استعار میں مستقل علامتیں شعر کے مفہوم کو دو اور دو چار کی طرح واضح کرنے کی بجائے اس کیفیت کی پہلو داری اور تاثر کو دیر یا سا کر پیش کرتی ہیں جس کا اظہار ستا عر کر ماحولیتا ہے یہ علامتیں استعار کے مفہوم کو وسعت عطا کرتی ہیں گنگملک، مہم اور لایعی ہیں سائیں نقول ڈاکٹر گمیاں جمد " واقعی آپ کے یہاں سنی ستا عری کی حرا سیاں کہیں حوریاں ہیں۔ اس میں ایسے اہام ہیں کہ المارح حط ہو کر رہ جاتے " اے

علامت پسندی اہام اور اہمال کے مادے میں مقرر حسی نے اپنے لطریات کی وضاحت اپنے میتر اشعار کے وسیلے سے بھی کی ہے۔ اور اس کے لیے مخصوص طسرہ اندازیاں اپنا ما ہے، خود لپیٹ بھی ہے اور متاثر کر بھی۔ جدا استعار ملاحظہ فرمائیے

تیجیدہ عہد کو کی علامت کے نام پر	یاروں نے ستا عری کو ٹھکانے لگا دیا
علامات نے حال بھیل دیا	مظفر عمرل تار پر جڑھ گنتی
روایت اور حدت کی کشاکش کے نتیجے میں	میں رہ میر قدم ہو گی نہ سر پر کراہو گا
آساں ترے آؤ مظفر عمرل کہیں	مفہوم کی بھی حیر سے ملک نہیں اڑی
میں مہم نے گا علامت کے الگ لفظ سے	حیر سے حد ثقت حائیں گی عمرل کی ڈالیاں
اٹھ گیا ستر سے المارح مظفر حی	حد ملک تم سے مات ساتے رکھا

علامتی ستا عری کے نام پر چند بحثہ کاروں نے اور ان کی تقلید میں میتر عام کاروں نے ستا عری کے ساتھ کچھ اس طرح کھلوڑ کی ہے، ایسی لسی غیر واضح، مہم، بعید ارقیاس، ناقابل ہم علامت اور اسی، غیر مانوس اور بے سگم الفاظ استہائی بے شک ہیں سے ٹھوس ٹھاس کر ستا عری کا ہلیہ لگا کر رکھائے کہ دو حقیقی لطف رکھنے والی لغات بسد طبعیتیں علامتی ستا عری کے نام سے مد کے

کے سامے اُٹھار دیتا ہے۔ اس اعتبار کو سمعی اور بصری دونوں قسم کے شعری پیکچروں کی کامیابی اور تصویرت مثالوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ بلاوہ اس تو بیوں کے حسب سے اہم خودی اس اعتبار میں موجود ہے اور جس کی حواسِ باقدیں کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی ہے وہ خودی سے الفاظ کے وسیلے سے تصورات کو محسوس کر لیا اور اس سے ہم کلام ہوا تحسین کاری کا یہ اہم وصف دوسرے شعرا کے ہاں شاد ہی پایا جاتا ہے جب کہ مطہر حسنی کی شاعری اس کی تصویرت مثالوں سے بھری پڑی ہے غیر مرقی استیا کو محسوس شکل اور متحرک حالت میں جس تصویراتی اور بصری کے ساتھ مطہر حسنی نے پیش کیا ہے اس میں وہ سفر دیں۔ مذکورہ اشعار میں آسمان پر چاند کٹورہ، مہیا چاندنی کا کھٹک مہیا خوشنویں کا سر پٹیا۔ سورج کا آنکھیں ملنے ہوتے تریلی حیلوں کو دیکھا تحسین کاری کی بہترین مثالیں ہیں۔ متحرک ملا متوں کا ایسا محسوس استعمال علامتی شاعری میں بہت کم دکھائی دیتا ہے مطہر حسنی کے جدید اعتبار میں مستقل ملائم ایسی تارہ کاری، متحرک اور زندگی کی حرارتوں سے معمور ایسے ماحول کے عکاس ہیں اور میں کمی اس اور رنگ کو قاری تک پہنچانے میں حاصی کامیاب ہیں مطہر حسنی نے جس ملا متوں کو بہایت بصری کے ساتھ مرتب ہے اس میں سے بطور مثال چند اشعار چیت کر رہا ہوں جو علامتی شاعری کی ایسی اور کامیاب مثالوں میں شمار کیے جاسکتے ہیں:

میتوں سے ستارے ٹپکے گئے سری گھاس دیوار پر جڑھ گئی

یتوں نے ایسے کان کھرنے کیلے ادھر وحشی گولہ مار رہا ہے یس عمار

تاروں کی موت۔ گریہ مستم یہ ٹپک گئی سورج کے قتل پر تو رستار ہوا

باتھ میں ریتوں کی ڈالی ہے سرِ برافہ اندام درخوں کی تلوار چلتی جائے گی

آتوں سے بیرہیت کے اندر لیٹنا پھر سائر کی تیج۔ لستر لیٹنا

دہرست میں مشکت گھروں کی میتوں سے یا نی ٹپکے کے لیے ستارے ٹپکا اور دیواروں پر کائی مے کی جگہ دیوار پر ہری گھاس کا جڑھ عا مہیسی روجستہ اند پر معنی علامتوں کو وسیلۃ الہام سلایا گیا ہے

(۲) غیر یقینی حالات کے لیے۔ یس عمار اعمائے فطرات کے لیے وحشی گولہ اور وقت ردہ اسانوں کی غالب حوی کے لیے یتوں کا کان کھرنے کر مہیسی علامتیں روئے کار لائی گئی ہیں (۳) متادہ سے کہ جھوٹے مرنے کا امتیاز موت کے وقت بھی دکھائی دیتا ہے جھوٹے (غیر اہم) لوگوں کی موت پر صریحہ قریب اتر آتسو مہا لیتے ہیں حکم کسی ٹرے (راہم) آدمی کی موت پر ایک عالم سو گوار ہو جاتا ہے۔ تاروں کی معمولی موت کا گریہ مستم بر مل جانا اور سورج کے قتل پر ابو مرسیا مہیسی کامیاب علامتیں اس سفاک اور عمر تک حقیقت کی عکاسی کے لیے اختراع

قاسمی طوے پیا سے ہیں ٹھرا ہی لاکھ تو کر
اس وقت میں مظهر صفی کے ساتھ کھڈوا سے دلی حار ہاتھ ٹریں ایک حاص مقام پر پہنچی تو
مظفر صاحب نے ٹریں کی کھڑکی سے ماہر اسارہ کرتے ہوئے کہا وہ رہی مانا ٹیلا۔ یہ روٹوں
روپیوں کی لاگت سے تیار کردہ ایک عظیم ڈیم ہے۔ جس سے کچھ ٹیکسیکل دشوار یلوں کی وجہ سے
کئی برسوں سے آج تک کسی کھیت کو یا بی میسرہ آسکا۔ بس اسی خیال کو مظفر صفی نے شعر میں
بیرو دیا

مادھ سا کر میٹھ رہی مانا ٹیلا کچھ تو کر

دوسرے شعر کے تعلق سے مظفر صفی نے ایک واقعہ سنا۔ مشہور ادیب نقاد ڈاکٹر انصاری صاحب
مدی تقریبات میں شرکت کی عرصے سے کھڈوا تشریف لاتے۔ خطبے کے اسباب صیانت
میں بیٹے پٹلے کے لوار مات شامل ہیں کچھ گئے تھے رات گئے ڈاکٹر انصاری صاحب کے شدید
تشنگی کے اظہار پر جب دوڑ دھوپ ماحول ٹھہری تو مظفر صفی نے اپنے بے تکلف دوست
قاسمی شہر کھڈوا قاسمی حس رما (جو اس تقریب کے مستلم تھے) سے کہا کہ اور کچھ نہیں ملتا تو
طوے صاحب کی پیاس کھانے کے لیے ٹھرا ہی لے آؤ اور سارا واقعہ اس شعر میں محفوظ کر لیا
قاسمی طوے پیا سے ہیں ٹھرا ہی لاکھ تو کر

مدکورہ بالا دونوں اشعار کے مفہوم تک یا تو مانا ٹیلا مادھ کے قرب و حوار میں بسنے والے
یا بہت ہو ا تو مدھیہ پردیش میں رہنے والے اور غالب مدی تقریبات کھڈوا کے منتظمین
ہ آسانی پیچ سکتے ہیں یا پھر خود مشاعرے رچوئے کر کے ان کا مفہوم دریافت کیا جاسکتا ہے
عام قاری کے لیے تو یہ دونوں شعر چھستاں سے کم ہیں۔

ایسے چند اشعار کے بارے میں خود مظفر صفی نے ہایت وراج دلی کے ساتھ ایسی حامی کا اعتراف
کیا ہے۔

حیراں کیوں ہیں آپ مظفر کی مات پر وہ بیٹس سر رہا تھا علامت کی شاعری
مظفر صفی کی جدید شاعری میں ترسیل و اطلاع کی موجودگی کا اعتراف ڈاکٹر سید انوار حسین
جیسے مقرر اور معترفی سید نقاد نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں
’اں کے یہاں غموں ماراں‘ میاں ملاعت ترسیل‘ ہر ایک عصر کا ایک قواراں واقعہ ال آپ
کو ملے گا۔ اس احتیاط کا اثر یہ ہے کہ اں کے یہاں ماد جو عمیق خیالات کے مفہوم سمجھنے میں
کوئی دقت نہیں ہوتی‘ لے

لے طیب پر ہر راج۔ ڈاکٹر سید انوار حسین صریح مادھ مظفر صفی

ان کی حدیدِ عمل کے چمد ایسے اعتبار کا تحریر کیا جاسکے جو مبہم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی حد تک بھل بھی محسوس ہوتے ہیں۔ اس سے قبل ان کی تحریروں کے چند اقتباسات سے اندازہ ہو چکا ہے کہ مطہر حقّی شاعری میں ترسیل و الماع کے صرف قائل ہی نہیں نہرویت مای بھی ہیں بلکہ اُحدیّت کے نام پر ترسیل و الماع سے پہلو تہی کرنے والوں کے نام سے ہیں دو نکتے ہیں

۱۹۴ء کے بعد شاعری سے شوق فرماتے والے حضرات نام پور ماع الماع کے نام سے اس طرح بدکتے ہیں جس طرح کسی زمانے میں ترقی پسند شعرا رحمت یسدی کے الماع سے خوف کھاتے تھے اور یہ تصور اس حد تک مای ہو گیا کہ حدیدیت کی اصطلاح لفظوں کے نزدیک اب مای اور اب مطہر حقّی کے چمد اشعار ملاحظہ کیجئے

مشرق میں س کو دو صوڈر ہا ہے سپولیا
شرما کے میری آنکھ سے مسطر مگر گئے
سنگ کے پیسے اک جور دریا
جسکی پھیلی ہراسمدر
کھدڑک کھدڑک مٹی میں

مطہر حقّی کے ان اشعار میں بعد از ہم دور ار کار اور غیر مالوس علامتوں نے اہمام کو گارضا کر کے اہمال کی مدوں تک پہنچا دیا ہے اس قسم کے علامتی پیرایہ الجہاد کے لیے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ شاعر اپنے ذاتی تحریکات کے الجہاد کے لیے ان علامت کا استعمال کرتا ہے اگر ایسا ہے تو معر میں کا یہ دلچسپ طرہ مشورہ بھی قائل تو ہے کہ علامتی شاعر کو ایسے شعری نمونے کے ساتھ علامتوں کی ایک ڈکشنری بھی تیار کرنی چاہیے تاکہ اس کی مدد سے قاری کو مطہر حقّی کی ایک عمل کے حسبِ دلیل دو اشعار کا مفہوم حاصل کر سکے

مادھ سا کر میٹھ رہی مانتا شیلہ کچھ تو کر

محب ترسیل و اظہار میں ایسی ہیج وریج و تئیں بیش آئیں تو وہ لوگ جو حقیقتاً مکار بھی ہیں اور خالص سپاٹ ادب سے متفرغ بھی اپنے اندرونی اضطراب کے اظہار کے لیے ایسی تکنیک مرتبے پر محو رہ جاتے ہیں جہاں الفاظ ایسی تراکیب و ملامت اور سدش کے سہارے تہہ دار ہو کر اس سے کہیں زیادہ کہہ گدرتے ہیں جتنا کہ درحقیقت کہا گیا ہو پھر یہ بھی ہے کہ عہدِ رواں ہمارے سرگولہ کے زمانے سے کہیں زیادہ عجیب دگیاں، مسائل اور پیچیدیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے بعض باتیں ایسی ہیں جس سے ہم فی الحال دوچار نہیں لیکن عوامل کہتے ہیں کہ عصرِ دوچار ہو گئے اور اس کے نتائج اتنی تیزی سے بھوگئے ہوں گے کہ مات کہنے کا یا رادہ رہ جائے گا۔ اسی سکتس حالات کو ترسیل کے ایسے سے جوڑ کر دیکھیے تو جدید تریس ستا عری عصر نو کی ضرورت نظر آنے لگی۔

روحِ شہر کی تہہ و تہہ کیفیات، نئی ستا عری کی پہلو داری اور جدید شاعر کا اپنے مآقترہ تحررات کے اظہار کے لیے پیچیدہ طرہ اختیار کرنے پر محو رہنا و غیرہ تمام حقائق کو تسلیم کرنے کے باوجود ہر صورت جدید ستا عری میں ابہام کی برکوں کو اتنا دیر نہ دنگا دیں اہمال میں داخل ہو جانے کسی طرح مستحسن نہیں سمجھا جاسکتا کہ بہ استثناء جسے جدید ستا عری کا اور ستا عری کا جدید ستا عری میں ترسیل و اطلاع کو بھی اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں جتنا ابہام کو دراصل اس مولے میں کچھ لوگ مدگانی کا شکار ہیں اور ستا عری کی نصیہ و ترسیل کو اس کے مام فہم ہونے سے تعبیر کر بیٹھے ہیں۔

ہم عصر ستا عری میں توازن و اعتدال کی ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے سلیم احمد رقم طراز ہیں

اگر آپ عصری تقاضوں سے اعراض کہیں گے تو سمجھیں گے آپ کی فکر کہیں سے منقطع ہے عصری تقاضہ یہ ہے کہ اس مسائل کا اظہار ہو جو موجودہ سارے علوم و تحررات سے ایک نئی شکل میں رونما ہو رہے ہیں لیکن اس کے اظہار میں ترقی پسندوں جیسی انتہا پسندی اور جدید کے مام رہنے جیسی لکھنے والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ملے۔

جدید ستا عری میں ابہام اور اہمال کے موضوع پر ناقدین کے نظریات پیش کرنے کے بعد آئیے دیکھیں کہ اس مارے میں خود مظہر حق کے نظریات کیا ہیں تاکہ ان کی روشی میں

روح سیاں کرتے ہیں: نئی شاعری میں میٹر ماقدس کے اطلاع دہا لگنا ہم متصاد اور متخالف اصطلاحوں کی حیثیت سے برت کر قاری اور سامعہ ذہن کے سرکاروں میں ایسا کمیوژن پیدا کر دیا ہے جسے دور کرنے کی سیدہ کوتشیں اگر حلقہ شروع نہ کر دی گئیں تو شاید ازلے کی صورت باقی نہ رہ جائے گی اور قایمہ پیمانی کے ساتھ اہمال شامل کر کے عبرت اعریا سمولی درجے کے شاعر عظیم اور عصر سار کے حاتمے رہیں گے۔ ابہام ملت کو نے مبہوم ہیں سانا ملکہ اطلاع کی حدوں کو وسیع کرتا ہے اور معاذیم کے نئے پہلو نہ ہمارا کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ابہام نہ حد اعتدال دلیل حس ہے اور حس نام ہے قوارں و تناسب کا چماچ جب اسام قوارں کو میٹھتا ہے تو وہ حس کی محائے عیب س کر اہمال کی حد میں داخل ہو جاتا ہے کسی فی یارے میں ابہام جو پہلو داری پیدا کرتا ہے اس سے ترسیل کا دائرہ استہانی وسیع ہو جاتا ہے۔ جدید شاعری میں ایسے ابہام کی اہمیت و انا دیت کو میٹر ماقدس نے تسلیم کیا ہے۔

پرومیسر متار حسین ابہام میں اطلاع کو ہمارت رماں قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جہاں یہ نہ کھولنا چاہیے کہ شاعری ایک رماں بھی ہے اور رماں کے عمل کو نظر انداز نہیں کرتی۔ رماں کے عمل کے بغیر شاعری مہمل ہے الہمار تابع اطلاع ہے۔ ہمارت رماں یہ ہے کہ اطلاع آساں ہو جانے کا نام شاعری نہیں۔ ابہام نے شک اس کار اور ہے لیکن غم نہیں:۔

پرومیسر وہاب استرئی نئی شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں

نئی شاعری اسٹاک کی شاعری نہیں محاورے کی صف سے الگ رہنا چاہتی ہے۔ اس کے ابہام کار بھی نہیں ہے اگر میراے اور کار بھی صبح کے ساتھ بیٹس کے حائیں تو ان کی سال خودی پر مطلع پڑھ جاتا ہے۔

جدید شاعری میں ترسیل کے لیے کی وجہ سے شاعری کے عام قاری اس سے میراری محسوس کرتے ہیں شاعری مسائل اور ذاتی تحرات کے الہمار کے لیے جدید شاعر ایسے الفاظ و طام کے استعمال کے لیے مجبور ہے حومات کو مبہم اور پہلو دار سا کر بیٹس کرنے کے لیے ضروری ہر وہ بیحد ماحت کو انھی ہونی اکثری رماں میں پیش کرتا ہے

جدید شاعری میں ترسیل و اطلاع کے اس مسئلہ پر الہمار خیال کرتے ہوئے مطلع صحیح لکھتے ہیں

ملے بیٹن لفظ مطلع صحیح مشورہ نتات محبوب ناہی۔ ص ۹

ملے ادب و ادبیت اور جدید حسین ابہام کتاب کا نئی دہلی حوں ۱۹۸۳ء

ملے جدیدیت پر ڈاکٹر وہاب استرئی نے گفتگو۔ نشانات مائیکافون حوری ورون ۱۹۷۶ء ص ۱۱۱

کی ماسب اور مسماہ درجہ سدی کرے میں ماکام رہے اور حالاً تحریدی یا تحریراتی شعرا کو بھی
جدید شعرا میں شمار کرتے ہیں اس صورت حال پر کرامت علی کرامت لکھتے ہیں،
اکثر نقادوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ درشتگی، اضطراب، غیر معمولیت کا احساس، مزید، تنگی
وغیرہ کو جدید شاعری کے مبادی علامت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا تھا تو پھر اجماعاً غالب
احمد، میتس، جیلانی کا مرآں وغیرہ محض تحریراتی شعرا کو جدید شاعری کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا
جایا ہے۔ اسی طرح طراج کو قل، راجہ سراسر آزاد، محمد علوی، مداخلی اور مطہر علی وغیرہ کی ہمت
سی تحریراتی تخلیق کو جدید شاعری کے دائرے سے خارج کر دیا جا رہا ہے۔ تاہم ایسا نہیں ہوا
اس کا مطلب یہ ہوا کہ نقاد تحریراتی شاعری اور جدید شاعری میں ایک طرح کا گھونٹہ کرنا
چاہتے تھے۔ اور جدید شاعری سے متعلق ان کے دہن میں کوئی صاف اور واضح تصور نہ ابھر سکا۔
بلکہ دیگر جدید شعرا کے ساتھ مطہر علی کی تحریراتی تخلیقات کو جدید شاعری میں شامل کیے جانے
پر کرامت علی کرامت کا اعزاز کسی حد تک عجیب ہے۔ خود مطہر علی بھی تحریر کو تخلیق کا درجہ دینے پر
مکڑ نہیں ہیں اور انہیں ان کے شعری دیرے سے ان کی تحریراتی تخلیقات کو خارج بھی کر دیا جاتا ہے۔ تو
حیثیت جدید شاعرانہ کی ادنیٰ قامت میں دیرا بھی کئی واقعہ نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک کرامت علی کرامت
کے اس خیال کا تعلق ہے کہ نقاد تحریراتی شاعری اور جدید شاعری میں ایک قسم کا مجموعہ
کرنا چاہے ہیں اس سلسلے میں عرصہ ہے کہ نقادوں نے ایسے کسی سرخسوں روئے کی توقع
رکھنا اصول پر دراصل سارا قصہ مر، اسی گروہ بدی اور عاف داری کا پیدا کر دیا ہے جس
کا فلسفہ مذکورہ پچھلے صفحات پر کیا جا چکا ہے۔ ذرا کو آفتاب سا دینا اور آفتاب میرے اتفاق
تقابل اور نگار کی دھول اس طرح اچھا لگا کہ اس کی تانانی ماند پڑ جائے، ان لوگوں کے لیے مائیں
ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ لوگ جسے چاہیں عظمتوں کے تاج پہنا کر اقلیم سم کی حکمرانی لے سوتے ہیں اور
اور جسے چاہیں مملکت سم سے ملا وطن کر دیں۔ اچھے حالے جدید شاعر کو روایتی اثراتی پسند
طرز نگار یا تحریراتی شاعر کہہ کر خارج از ہر دست کر دیا اور کسی نام بہاد سلامتی اور تحریراتی شاعر
کو جدید شعرا میں سر ہر دست شمار کر کے ایک عام قاری کے لیے بدیہات سب سے پسند پیدا کرتے
رہاں مہرات کا دلچسپ متعلقہ ہے۔ پھر لطف یہ کہ کسی ایک طریقہ پر یہ لوگ متعلق بھی دکھائی نہیں
دیتے۔ اسی اسی ڈھلی پر ایسا راگ الایتے ہوئے ہر نقاد اپنے مخصوص گروہ کا میر عبد ہوا
ہے۔ اس ناگوار حقیقت کو قدرے وسعت، صاف گوئی اور لے مائی کے ساتھ مطہر علی اس

منظرِ محلی کے یہاں من، رباں، قواعد اور شاعری کا شعور رکھتے ہیں۔ مجھے جو بات اس کی شاعری میں زیادہ پسند ہے اور جس نے ترقی کے امکانات زیادہ واضح کیے ہیں ان کے تحریکات کی افاقیت اور نفسیاتی ترقی یہی ہے۔

کرامت علی کرامت لکھتے ہیں:

منظرِ محلی اس دور کے نئے شاعروں میں انتہائی جیت رکھتے ہیں اور میری دانست

میں اس کے یہاں تحریکات کا جس قدر تسووع پایا جاتا ہے وہ اس کے ہم عصروں میں بہت

کم کہیں اور نظر آتا ہے۔ اس کا سبب غالباً یہ ہے کہ دیگر جدید شعرا کے برعکس تجربوں کی

راہوں میں ایک ہی سمت چلتے رہنا منظرِ محلی کے شعری ذوق کے مساوی ہے۔

اس ضمن میں جہاں تک منظرِ محلی کے اشارات (نظریات) کا تعلق ہے وہ تحریکات کی اہمیت

تسلیم کرنے کے باوجود ہر تحریر کو کامیاب تخلیق سمجھنے کے حق میں ہیں۔ لکھتے ہیں

ادب میں رباں و سیاں کے تحریکات کی اہمیت مجھ پر واضح ہے لیکن ہر تجربہ کو تخلیق کا مرتبہ

دلانے پر اصرار کی رو سے میرے نزدیک مستحسن نہیں ہے۔

رباں و سیاں کے ان تجربوں کو جو علامتی پیرائے اظہار سے ذریعہ عمل میں لاتے گئے ہیں علامتی

یا تحریری شاعری کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے کوئی واضح اصول، کوئی متینہ اصول

کوئی خاص کلیہ یا ضابطہ سا کراسے کوئی قطعی شکل دیے پر توجہ نہیں دی گئی اور اس معاملہ

میں ماقدم تا حال کسی ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکے۔ ایسی حالت میں ایک عام قاری کے

پے پھلے کرنا دشوار ہو گیا کہ وہ کس کس شاعروں کو اس کی تعلیمات کی روشنی میں تحریکات

تحریری کا یا جدید شاعروں میں شمار کرے۔ پھر اس اصول کے پیش نظر کہ تحریکات کی ایک

عامی مدت ہوتی ہے۔ کسی ص کار کے رد کی بھر کے کارناموں کو تجربات کا نام نہیں دیا جاسکتا

یہاں صورت حال یہ ہے کہ کچھ شعرا مثلاً افتخار غالب، احمد امجد، حیلانی کامران، طہر اقبال

مادل منصور، عمیق حنفی وغیرہ نے غیر محتاط طریقے سے علامتی پیرائے میاں کو مستقلاً اپنے

ص کے لیے مختص کر لیا اور کچھ جلد ہی اس تحریکات علی کے گورکھ دھندے سے یہ سلسلہ

وامیت نکل کر ایک محتاط معتدل اور متوازن راستے پر گامزن ہو گئے۔ لیکن ماقدم اس

۱۔ تنقیدی عمل کا شاعر ماحد الہا قری۔ ص ۱۰۲۔ حوں جولائی ۱۹۷۸ ص ۲۵

۲۔ "پانی کی رباں" کرامت علی کرامت شاعر۔ شمارہ ۲۲-۲۳-۱۹۷۹ ص ۱۷۲

۳۔ عمر و حال مشورہ طلبہ، منظرِ محلی ص ۱

جلی کے کھبوں نے آنکھیں تھیکائیں
 روتی پر ماریل چڑھا ہوتا یار
 سگریٹ سے پہلے پوچھا تھا
 قصوم کرکیلے کے بودے لے لایا تھا مجھے
 وہ شوح رنگ جو چشموں کے گاؤں سے گزرا
 اس سے سگریٹ کے مڑے درسا تھے ہیں
 جلدی جلدی ہاتھ ملائے یاروں نے
 سیب ادر سے پیلہ اٹھا یار
 مایوس کی اک تیلی ہوئی
 وہ بھی نکلا کوئلے کی گرد میں تھکوا
 گولہ س کے میں ساکت ہو اؤل سے گزرا
 تھک چکی ہے آؤلے کے تیل میں تیت ہوا

حدیدیت کے آثار میں مظهر صغی کے ان تحریرات کو بیشتر ناقدین نے مطلقاً مستحکم دیکھا تو کچھ نے انہیں ماکام کو شش مراد دیا۔ ویسے بھی تحریر ہر حال تحریر ہوتا ہے اس کے کئی طور پر کیا یا ماکام ہونے پر کوئی صاحب ہوش نہ اصرار کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی اہمیت سے انکار۔
 پروفیسر ممتاز حسین لکھتے ہیں:

”حب معنی دلتا ہے تو اس کے اظہار کی صورت میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں اظہار
 و میاں کے نئے تحریرات اسی طرح وجود میں آتے ہیں جنہیں حدت کا نام دیا جاتا رہا ہے
 لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر تحریر کامیاب ہو جائے۔ تاہم نئے تحریرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا
 شاعری میں نئے تحریرات کے تعلق سے اس حقیقت کو دھیماں میں رکھا چاہیے کہ ہر نئے شاعر
 کے ابتدائی دور کی شاعری اس کی تحریراتی شاعری ہوتی ہے۔ لیکن ہر تحریراتی شاعر کامیاب
 شاعر ہونا ضروری نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح نئی اشتراکی کاوشوں کی وجہ سے ہر شاعر
 تحریراتی شاعر ہو سکتا ہے لیکن ہر تحریراتی شاعر کا شاعر ہونا ضروری نہیں ہے۔ نقال اور کم
 بساطت شعروں کے اوٹ پڑنا گ تحریرات شاعری میں اپنی اہمیت تسلیم نہیں کر سکتے جو جدید
 حیثیت MODERN SENSIBILITY رکھتا ہو۔ جس کے قدر میں وسعت ہو اور جو زندگی کے
 لامتناہی پہلوؤں پر کامیابی کے ساتھ اپنے فن کی گرفت مصبوط رکھ سکے وہی لائق اعتنا
 ٹھرتا ہے۔“

تحریرات کی کامیابی اور ماکامی سے قطع نظر مظهر صغی کی فکر حدیدیت کی حامل ہے اور ان کے
 قدر میں وسعت و گیرائی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایسے تحریراتی اشعار میں بھی زندگی کے لامتناہی
 پہلوؤں پر گرفت رکھے ہیں ٹری حد تک کامیاب رہے ہیں۔ ان کی تحریراتی شاعری کے ماسے
 میں ماحدہ القاری رقم طراز ہیں۔

علاوہ اس اور اعتدال اور میاں دروی پر کارسہ ہیں۔ ام نہاد حدیدہ لہو کی مارگاہ میں وہ اس لیے قابل
گردن دینی قرار دیتے جاتے ہیں کہ یہ لوگ انہیں ترقی پسند سمجھتے ہیں کیونکہ مطہر صبی حدیدہ ادب میں
اہام و اہمال کی کثرت اور علامت نگاری میں بے اعتدالیوں کو پسند نہیں کرتے روایت پرستوں
سے تو حیران کی ترویج ہی سے موزوں آتا رہا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مطہر صبی نے ان
تینوں رجحانات میں سے کسی ایک کی نہ تو اندھا دھند محالیت کی اور نہ ہی ایسے ذہن و فکر کو کسی
ایک کا تابع و تابع رہا ہے دیا ان کی جدید عرلوں میں اکثر و بیشتر ترقی پسند خیالات ان کے اپنے
مخصوص رنگ و آہنگ میں دکھائی دیتے ہیں بلند آہنگی اور بریت اور اشاریت کے بھی بیشتر
توصیفات مومنہ ان کے اشعار میں ملتے ہیں۔ روایت سے مکمل انقطاع ان کے نزدیک تخلیقی
محنت ہے۔ انہوں نے روایت کی زنجیر میں سے جدید فکر و نظر کے شاداب پودے اٹکا کر ان
پر تھیل کے رنگارنگ گل لٹائے کھلائے ہیں۔ ان کی حدیدہ عرل اہام و اہمال کی کثرتوں سے پاک
ہے۔ ام نہاد حدیدہ لہو کی طرح حدیدہ کو پیش کے طور پر ایسا کر انہوں نے بے تنگی اور لایعنی
علامتوں کے استعمال سے شعوری طور پر گریز کیا ہے اس کے باوجود ان کی حدیدہ عرل کے جس
پہلو پر چند مضمین نے معنی تاثرات پیش کیے ہیں وہ دراصل ان کے تحرقاتی دور کی تخلیقات
ہیں اور بالخصوص ان کے ابتدائی دو شعری مجموعوں پانی کی راں اور صبر خامہ میں کچھ مکمل غریبی
اور حدیدہ عرلوں میں کچھ اشعار ایسے مل جاتے ہیں جہیں تحرقاتی شاعری کا نام دیا گیا ہے یہ غریبی اور
اشعار تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اس اعتبار سے بے حاد اہم ہیں کہ اس سے شاعر کے وہی رجحانات
کی تندہ تنہائی کا اندازہ ہوتا ہے اور اس اعتبار سے بھی ان کی اہمیت ہے کہ صرف انہیں کو مین
ساگر چند ماقذیں اور مضمین نے ان کی تمام حدیدہ شاعری کو لائق گردن دینی قرار دیا ہے مطہر
صبی کی نہ تحرقاتی شاعری ان کی طریہ شاعری (شاد عارفی کے رنگ وانی) اور حدیدہ عرل
کے درمیان ایک ہلکی جھٹک رکھتی ہے۔ دراصل یہ تحرقاتی شاعری اس دور کی پیداوار ہے
جب حدیدہ کی آمد آمد تھی اور حدیدہ عرل ایسی کوئی واضح مستحکم قائم نہیں کر پائی تھی
شاعر علائقی پیرایہ اظہار کے وسیلے سے نئے امکانات کی جستجو میں نئے نئے تجربے کر رہے تھے
مطہر صبی نے بھی تحرقاتی شاعری کی اس ہی رنگدہر تخلیقی سفر کا آغاز کیا لیکن ایسی انفرادیت
پسند ابتدائی طبع کے زیر اثر حدیدہ عام دھارے سے کٹ کر حدیدہ شاعری میں اپنے لیے ایک
مستور راستے کا تئیں کر لیا اور سب سے الگ جھلک ایسا تخلیقی سفر جاری رکھا۔
مطہر صبی کی تحرقاتی شاعری سے بطور مثال جدید اشعار ملاحظہ کیجیے۔

گرمی جو آگے تری یادوں کے قوں میں پر جھاتیوں نے پھوٹے سرخوں میں

لیا کہ کہیں اس کا بھی یہی احکام نہ ہو (مقالہ نگار)

وہ مرا نام کچھ اس طرح لیا کرتے ہیں کوٹ میں جیسے کوئی بھول سمایا جاتے
 نام لیے اور کوٹ میں بھول سمائے میں کوئی دور کا بھی رلٹ پایا جاتا ہے یہ کسے شاعر ہیں تو تشبیہ
 اور روح تشبیہ کے تقاصوں اور اصولوں کو کہیں جاتے (اعتراض کی حاصن مباد بھی یہی ہے کہ مطلق
 حقیقی مرقومہ اصولوں اور تقاصوں سے راستہ انحراف کر رہے ہیں۔ یہیں جاتے تو اس واقعہ ہے۔ مقالہ نگار
 یہ تو مطلق حقیقی کے صرف ان اعتبار کا مترادف ہے خواہ اہام و اہمال کی گرد سے یا کہ ہیں اس مترادف صورت اور
 کے ص اسعار میں اہام کی ہلکی یاد میرے پرتیں میں ان پر تو ماہر القادری نے کچھ زیادہ ہی طرک
 کا اظہار کیا ہے۔ جس کا ذکر ملا متقی ستاعری میں اہام و اہمال کے موضوع کے تحت آئے گا۔
 بہر حال ماہر القادری بیوں یا عبد العلی حامد حسین حامد ہوں یا شمس الرحمن فاروقی تمام ماقہ میں
 مطلق حقیقی کی حلا و دشوری صلاحیتوں کے ہر حال معترف ہیں۔ اس سلسلے میں یہ فیصلہ عبد العلی کے
 ایک خط کا اتنا س حاسی اہمیت کا حامل ہے خواہ انہوں نے واحد پڑھنے کے نام لکھا ہے۔ ملا علی
 مطلق مطلق صاحب کو میرا سلام کہہ کر میری طرف سے معذرت اور وضاحت کر دیئے کہ حدیث
 کے طوفاں بدھیری میں کھلے دلی ص حد کلیوں پر میری نگاہ استعسا جاتی ہے، ان میں ایک وہ بھی
 ہیں میں ان کے ریا ص اور طو ص کا قائل ہوں اور تمنا اور دعا کرتا ہوں کہ وہ حدیث سے مسو
 نہ رہیں اس لیے کہ ان کے مستقل کے امکانات روش ہیں جس حد حدیث ایک سرور کی طرح گزر
 جانے والی ہے۔ ۱۱

مطلق حقیقی کی صلاحیتوں کے اعتراض کے باوجود مزہبی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو مدے
 ملے اصولوں، طے شدہ راستوں، مرقومہ اسالیب اور روایت کی صاف شفاف نیکی نیکی اور سید گاہ
 یہ مرک ہر جلائے کی جاتے تمام راستے کا ق تمام حامد اصول اور بار واد سندیں توڑ کر شیعہ راہوں
 سے مہ موڑ کر غیر ہموار تر خطہ بھر لی اور حار رار حائلوں کے بچ کر تکی تنگ اور بڑی پیچیدگیوں
 ہر شہب مکر کو سرپٹ کیوں دوڑا رہے ہیں۔ روایت شکنی کے اس مرم کی یاد اش میں مطلق حقیقی
 کو ماقہ میں نے کس کس طرح مطعون کیا ہے، اس کا تفصیلی حائرہ طرہ یہ عربوں کے باب میں پیش
 کیا جا چکا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ترقی پسند گروپ مطلق حقیقی کو اس لیے قائل اعتقاد نہیں سمجھا کہ
 وہ ترقی پسندی کی کھوکھلی لغو ماری، بیجا وضاحت، اصول و نظریات کی سجا حکر مدیوں کے

۱۱۔ تہرہ۔ یاقی کی زبان، ماہر القادری۔ مارچ ۱۹۹۹ء ص ۵۹ تا ۶۲

۱۲۔ مکتوب یہ فیصلہ عبد العلی حامد و احدی بھی موصول

علمت سے ہشت کے مدت۔ مدت کو مایہ ہم اور چیدہ حالت و میت و مراقب اور
اس شعر میں لفظ مایہ "یہ شعر ہی روایتوں کے پاسدار اور تعزل برہاں جھڑکے والے ستاع و نقاد
ماہر القادری کو سمت اعتراف ہے ان کی رائے میں:

"مایہ" اس شعر میں ملط استعمال ہوا ہے شعرو سخن کی مدت و حدت اور محاسن کو مایہ پائیں ہاتھ اچانی
ہر کھا اور کھا جاتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساعر اظہار خیال میں رماں و زور مرو کی پروا
کیوں کرتا ہے

تعب ہے کہ ماہر القادری (مرحوم) جیسے رماں و میاں کی ماریکیوں سرنگا دیکھنے والے ستاع و
نقاد لفظ مایہ "کو غلط سمجھتا ہے جس حب کہ جس کی قامت دیکھتے" اس کے محاسن و معائن کو مایہ
جویوں اور مایوں کو پرکھے اور غمی و مبہوم کا مین اندازہ لگاتے کے لیے کسی نہ کسی نتیجہ یہ مایہ سے
اس کی مایہ تول کرنا ضروری ہے ان تمام امور سے گزرے کے لے لفظ "مایہ" میادی عمل کا ترجمان ہے
مظہر صلی سے لمحاظ رمانہ کلام تیسرے اور لمحاظ رمانہ اشاعہ پہلے شعری مجموعے "پانی کی رماں تیر
ماہر رماں ماہر القادری کا طویل تصدیق انھیں کے رسالے "خاراں کراچی کے پورے یا ربع صفحات پر پھیلا
ہوا ہے تصدیق کیا ہے لگتا ہے پہلے ہی سے مال کی کمال اتارنے کا تہیہ کیے بیٹھے ہیں ماہر القادری کے
تصریحات سے کچھ اقتباسات اور ان کے ساتھ ہی مختصر ایسی ماقص رائے درج کرتا ہوں:

یاس احساس کے داس سے لیت حالتی ہے صلی کی زور مرے ہاتھ سے کٹ جاتی ہے
"اگر اردو عمل میں اس انداز کا رواج ہو گیا تو اردو عمل کا حلیہ بگڑ کر رہ جائے گا عمل کا مخصوص
لہجہ، مسرد اسلوب اور خاص آہنگ سے دو ہی روایتی عمل کا حلیہ بگڑے گا دہائی مخصوص لہجہ، مسرد
اسلوب اور خاص آہنگ سے مراد روایتی ڈھرتے سے ہے جس سے بہت کچھ مطلقاً ہی لے اپنے مخصوص
لہجہ، مسرد اسلوب اور اپنے خاص آہنگ کی میاد رکھی ہے اور ماہر القادری مرحوم کے نزدیک ان کا یہی
مزمع ماقابل معانی ہے مقالہ نگار

ٹوٹے والا ستارہ کس قدر تاسد تھا سوچ کر اس سیم تن کو تھہری سی آگئی
ٹوٹے والے ستارے کو دیکھتے سے محبوب سیم تن کے مدد میں تھہری کیوں آگئی؟ کوئی قریہ
معموری ربط سمجھ میں آئے والی کیفیت "تعب ہے کہ ماہر القادری مرحوم کو اس صاف اور مکمل شعری
کوئی قریہ، معموری ربط اور سمجھ میں آئے والی کیفیت محسوس نہ ہوئی۔ صاف بات ہے محبوب سیم تن
سے تاسد و مستارے کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا، اپنے حس کی تاسدگی پر نظر ڈالی اور خوف سے لرر

ڈاکٹر ویراغا کی یہ رائے صرف مظہر صبی کی طبریہ عربوں سے متعلق ہے اور یہاں جدید عرب پر تحریر کے دوران اس کے پیش کرنے کا مقصد مظہر صبی کے کوفت اور درشت لہجے کی ندادوں تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ مظہر صبی کے طبریہ اشعار اور جدید عربوں کے مردانہ لہجے والے اشعار کا تقابلی موازنہ کیجیے حرر کی حس شدت پر ڈاکٹر ویراغا کو اعتراض تھا وہ پہلے سے کئی کتابچہ لکھا ہے اور اس کی تاثیر میں بھی کمی ہوئے کی عاتے کئی گنا اضافہ ہو ہے۔ مرید یہ کہ اب اس لہجے میں سیدھی رائے رنی کی جگہ ایک ماوراء سمجیدگی رکھ رکھاؤ اور گہرائی و گیرائی لے لی ہے اس اصرار سے استعربت اور کثرت بھی اتنی ہی شدید اور گہری ہو گئی ہے۔ ممکن ہے ذریعہ کا اشارہ کسی مخصوص تناظر کی حامل ہو ورنہ مظہر صبی ایسے منفرد لہجے سے شعوری طور پر متاثر قاری کے دہیں۔ مرتب کرنا چاہتے ہیں اس کی کمی ان کے طبریہ اشعار میں بھی نہیں ملتی پہلے وہ معنی انداز میں کیوں نہ ہو یہ ان کے کثرت دار لہجے کی تاثر آخری ہی تو ہے جس نے وزیر آغا کو مظہر صبی سے اس ماحول سے مادہ پرستی کی درجہ تک کرنے پر مجبور کیا ہے ڈاکٹر ویراغا کا یہ مشورہ مظہر صبی کے لیے کس طرح قابل قبول ہو سکتا تھا جب کہ ان کی شاعری کی اساس اسی لہجے کی منظم اور یادگار سیادوں پر استوار ہے اور ان روایت کے حصول کے لیے یہ میسر تھا تو چھاپہ اچھا کرنے و انستہ اپنا یا ہے اور ایسے مقصد میں وہ علمے کامیاب بھی رہے ہیں پروفیسر اور صدیقی نے صحیح ہی کہا ہے

”جب ہم دوسروں سے لڑتے ہیں تو خطرات سمجھ لیتی ہے اور جب خود اپنے آپ سے لڑتے ہیں تو شاعری۔ مظہر صبی کی لڑائی سے دونوں ہی صورتوں میں شاعری پیدا ہوئی ہے۔ (بھی سی اور معترضہ ہندستان میں مائی کے بعد محمد علوی اور مظہر صبی دو ایسے شاعر ہیں جنہیں ہم اتحاد کے ساتھ پاکستانی عرب کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں علوی کے مقابلے میں لسانی اور نئی ہمت کے اصرار سے مظہر صبی زیادہ بہتہ اور زیادہ قادر الکلام شاعر ہیں“

ہر مرد و عیش سے بے باکت کر کے اپنا ایجاد کر دو میٹر سے ترے راسوں پر چلا اور ہر اقامت سے ایسے آپ کو میٹر کھاڑیں مسرور کھا ہی مظہر صبی کا مقصد اس اور لہجے کے انہیں لہجے شاعرانہ عظمت پر بالکل اصرار نہیں۔ حالت۔ میٹر اور فراق کی ہماری بھی گوارہ نہیں کہ وہ اردو شاعری کے ان تاسا کہ ستاروں سے الگ تھلگ رہ کر نہایت وجہات سے اپنے میں کوروس اہلندہ رکھا۔

چاہتے ہیں۔ مظہر صبی کہتے ہیں۔

کہتے ہی رحم ہیں مرے اک رحم میں جیسے کہتے ہی تیر آنے لگے اک نشاں بڑے تکیہ عالی
 کھلتا تھا تنگ و کھنڈ کہ بڑا لٹو کا پھیرا تارہ تھا اسی زخم و میں آں لگا تیر مقرر
 مقرر حسی کے لیے کی افروادیت کے جیتے جاگتے تبوت اں کے مذکورہ بالا اشعار میں تلاش
 کیے جا سکتے ہیں اں کے اشعار کے مقابل دیگر شعرا کے انہیں موضوعات پر کہے گئے اشعار
 دیکھیے اور مصفاہ تمیز نہ کیجیے۔ مقرر حقی کے ہر شعر میں لیے کا ایک الٹو کھا انداز ماکپن کی ایک
 مخصوص اوصاف محسوس ہوتی ہے جس کے دیگر شعرا کے اشعار ایسے انداز میں مصلحت آمیز و صاف
 اور مہابت کا انداز لیے ہوئے ہیں۔ شہر آد احمد دریا کا پانی گلی کوچوں میں بھرا دیکھ کر خوف و وہ
 ہیں عمدہ طوئی کسانے کھٹے دریا کے ملاوے پر ہاؤں میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے لیے تذبذب
 میں مبتلا ہیں جب کہ مقرر حسی اس کے دھارے میں بہہ رہے ہیں اور تھپڑے ارتجائی کی روانی سے لطف
 اندوز ہو رہے ہیں وہاں تشکیک اور خوف کا عالم ہے یہاں فیصلہ کن اقدام و عمل کی کیفیت شہاب
 جمعری سرل آفاق کی دوری انداز ہے۔ رنجیر ستہ پیر دیکھ کر کھسی ہیں جس کے مقرر حسی کی ہر طرف فکر
 کے آگے ہر طرف آسماں سدراہ سا ہوا ہے یعنی وہ محدود آفاق پائے کر جانے کا علم رکھتے ہیں مصطفیٰ
 ریدی تلوار کو ادنیٰ طرف آگاہ کر رہے ہیں لیکن تر میں اں کا احساس شامل نہیں ہے جس کے مقرر حسی
 اپنے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے ہیں اور سرور و شادی کی لذت سے سرتار
 اور کچھ دیر یوں ہی سر جھکائے رکھا جا رہے ہیں بشکیب جلالی سر بھری ہوا کی تیری و تندی سے
 سرا سیمہ ہیں کہ درخت پر جو ایک ہی بیتہ بجا ہے اسے بھی اڑائے سمائے۔ مقرر حسی کے یہاں متک
 بیتہ گولے میں اڑتا ہوا اس کے حلال کا سب سوچ رہا ہے۔ مجو تیری دل کے حالی آسماں میں رچی
 یادوں کے کو تراڑنے کی خواہش رکھتے ہیں مقرر حسی کی فکر کا کوثر چھتری سے دوڑے ملی سیاہ
 رات درمیاں ہے اور حلائے بے کراں میں بزم مار رہا ہے۔ احمد وار شکست کھائے کے بعد دو سروں
 کو الرام مار سانی نہیے ہی کو حوصلہ مددی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مقرر حسی شکست تسلیم کر لینے کے
 بعد بھی مرواگی کے لیے میں مدد مقابل کو غیر فاتح کہہ کر حکم دے رہے ہیں کہ دیکھا دار کی بلندی ہمارا قنات
 سے کسی طرح کمتر ہو۔ یہی صورت حال ماتی مادہ تقاطعی اشعار کی بھی ہے جہاں ماکے لیے اور۔
 رعایت آئیر حوصلے اں کے اشعار کو ملندہ کر دیا ہے ایک ہی موضوع پر مقرر حسی اور اں کے
 معاصرین کے اشعار اور تعالّف و متصادمہا جیم کی اں مثالوں کی روشنی میں الفاظ و علامت کی ممانعت
 کے ناوجود مقرر حسی کے سفر و آہنگ کی دھک دھاک محسوس کی جاسکتی ہے اور مقرر حسی کے اس دعوے
 کی صداقت کو تسلیم کرتے ہی مانتا ہے کہ لیے کی یکسانیت کا الرام کم اور کم کچھ بے صداقت نہیں آتا۔ آپ کو
 میرے یہاں صرف میرا لہجہ ملے گا۔ جہاں تک مقرر حسی کے اس کھڑے بے ماک و درست پڑا اثر

۲۱۵

میکے اور بعد لمبے کا معاملہ ہے ان کی تمام ستاعری میں مختلف رنگ و آہنگ میں تینوں بدل بدل کر گویا
سنانی دیتا ہے ان کے ایسے استعاروں میں مخصوص لمبے کی گروت سے دور ہیں یا یہ جید قصد سے زیادہ
بہ ہو گئے جو یا تو رستے بیت یا سو گئی تبدیلی کے تحت آگئے ہیں یا نے اس کو جتے ہوئے لمبے کی تعمیر میں
انہوں نے جو لولہ غیر ہیریاں انگیز پر خوش متحرک تیر و تدار و سیما بی کیفیت کے حامل الفاظ عظام
اور ترکیبیں استعمال کی ہیں ان کے احراۃ ترکیبیں انہیں کے مزاج کی سرکشی، لمبو ہتی، ملحد جو صلی
خوش و خروش، حرکت و عمل، زعوت پر واز، سعی مسلسل اور صحت و تندرید حلو و جہد کمال سے مزالہ

دشمنوں کی طرف سے ہونے والے حملوں کی وجہ سے ان کے گھرانے میں بے چارے بچے پیدا ہوئے۔ ان بچوں کو بڑھاپے پر پہنچنے تک ان کے گھرانے میں رکھا جاتا تھا۔ ان بچوں کو بڑھاپے پر پہنچنے تک ان کے گھرانے میں رکھا جاتا تھا۔ ان بچوں کو بڑھاپے پر پہنچنے تک ان کے گھرانے میں رکھا جاتا تھا۔

سودھے بال و پیر سب کھوں میں سے ایک اور حد نہایت
کو گرم، احساس کو مشتعل، قدس کو سرایت اور حد نہایت
مخصوص مردار کے ساتھ کاٹنے کی خاطر ہے۔
مطرحہ کے اس لیے کی یادوں تک پہنچنے کے لیے آئیے پھر ایک بار بچے کی طرف لوٹتے ہیں۔ اصل
ال کے لیے اس لیے کی خاطر ہیں ال کی خالص شاعریہ شاعری کی اس میں دور دور
ان کے لیے اس لیے اور جیسے ان کی خاطر ہے رنگ میں مستحق سمجھتے ہوئے کیا تھا
تنگ بیہوش ہیں جس کا آثار انہوں نے شاد غازی کے رنگ میں مستحق سمجھتے ہوئے کیا تھا
اس پر تعصیل محبت پہلے جو پہنچی ہے یہاں دلیل کے لیے مسمایہ مات و ہوائی جارہی ہے، لمبے کی یہاں
وہی جس کے ہاتھ میں آج سے تیرہ سو سال قبل ڈاکٹر وریر آماے دیکھا۔ اور شاد سے
اکثر اور طرہ انہوں سے موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا مطرحہ کے اس پر عمل کے بھی دو پہلو ہیں ایک یہ کہ خود کافی
جاد تک مایاں ہے اور قاری کو درد عمل پر آمادہ کرتی ہے اس پر عمل کے بھی دو پہلو ہیں ایک یہ کہ خود کافی
شاعر کے طرہ پہلے کے جلو میں مرتبہ مخالف کو روکنا ہوا آگے شاعر عالمے دوسرا یہ کہ ساعر
کی خود کافی ملکہ خود شاعری کے مطابق ہر ماہوش ہوتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ شاعر کی طرہ کے حسن دار
سے مرتبہ مخالف کو درد کم کیا تھا اس کی ایک جگہ سے شخص قاری کی نگاہ کی گئی ہے۔
اور موصوف کا حال ہے کہ،
اور موصوف کا حال ہے کہ،

اور موصوف کا حال ہے کہ:

اگر مطلق جمعی کی طبع یہ عروں میں اس قدر شدید ہے کہ اس کا تار (تھینا) ٹھ

۱۹۳۳-۱۹۳۴ء کی ریکارڈ ملی کراچی

کہتے ہی رحم میں مرے اک دم میں تھے کہتے ہی تیر آنے لگے اک لہجہ شکیبائی
 کھلتا تھا شکوہ کہ بیڑا لٹو کا پھیرا تار تھا اٹھی زخم و ہیں آن لگا تیر مظهر صبی
 مظهر صبی کے ہونے کی انفرادیت کے جیتے جاگتے نبوت اس کے مذکورہ بالا اشعار میں تلاش
 کیے جا سکتے ہیں ان کے اشعار کے مقابل دیگر شعرا کے انہیں موضوعات پر کہے گئے اشعار
 دیکھیے اور مصفاہ تحریر کیجیے۔ مظهر صبی کے ہر شعر میں ہونے کا ایک الوکھا انداز مائیکس کی ایک
 مخصوص ادا صاف محسوس ہوتی ہے جب کہ دیگر شعرا کے اشعار اپنے اندر ایک مصلحت آمیز صفا
 اور مہابت کا انداز لیے ہوئے ہیں۔ شہر آؤ احمد دریا کا پانی گلی کوچوں میں بھرا دیکھ کر خوف و وہ
 ہیں محمد علی کسارے کھٹے دریا کے ملاوے پر ہاؤ میں مشاغل ہونے یا نہ ہونے کے لیے تبدیلی
 میں مبتلا ہیں جب کہ مظهر صبی اس کے دھارے میں بہہ رہے ہیں اور پھیرے ارتقائی کی روانی سے لطف
 اندوز ہو رہے ہیں وہاں تفلیک اور جوی کا عالم ہے یہاں فیصلہ کن اقدام و عمل کی کیفیت شہادت
 جہری سرل آفاق کی دوری انداز ہے زنجیرستہ پیر دیکھو کبھی ہیں جب کہ مظهر صبی کی سرور فکر
 کے آگے ہر طرف آسماں سدراہ سا ہوا ہے یعنی وہ حدود آفاق پار کر جانے کا عزم رکھتے ہیں مصطفیٰ
 ریدی تلوار کو اسی طرف اٹا دیکھ رہے ہیں لیکن متر میں ان کا احساس شامل نہیں ہے جب کہ مظهر صبی
 ایسے سر پر لگتی ہوئی تلوار کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے ہیں اور سرفروشی کی لذت سے سرتار
 اور کچھ دیر یوں ہی سر جھکائے رکھا جاتا ہے یہاں شکیب جلالی سر پھری ہوئی تیری و تندی سے
 سرا سیمہ ہیں کہ درخت پر جو ایک ہی بیتہ بچا ہے اسے بھی اڑائے جائے۔ مظهر صبی کے یہاں خشک
 بیتہ لگنے میں اڑتا ہوا اس کے حلال کا سبب سوچ رہا ہے۔ محمود جیدی دل کے حالی آسماں میں رہی
 یادوں کے کوثر اڑانے کی خواہش رکھتے ہیں مظهر صبی کی فکر کا کوثر چھتری سے دوڑ رہے، لہجہ سیاہ
 رات دریاں ہے اور جلانے بے گراں میں نہ مارا ہے۔ احمد فرار شکست کھانے کے بعد دوسروں
 کو الزام دہرائی دیتے ہی کو حوصلہ بندی سے تعبیر کرتے ہیں مظهر صبی شکست تسلیم کر لینے کے
 بعد بھی مزاح کی ہنسی میں مقابل کو غریب فاتح کہہ کر حکم دے رہے ہیں کہ دیکھا دار کی بلندی ہماق ثابت
 سے کسی طرح کمتر نہ ہو۔ یہی صورت حال ماقی مادہ تقابلی اشعار کی بھی ہے جہاں مائیکس کے لیے اور -
 رہائیت آمیز حوصلے ان کے اشعار کو ملندہ کر دیا ہے ایک ہی موضوع پر مظهر صبی اور ان کے
 معاصرین کے اشعار اور مخالف و متصادم معانی کی ان مثالوں کی روشنی میں العاط و علام کی کائنات
 کے مادہ و مظهر صبی کے سفر آہنگ کی دھک دھاک محسوس کی جا سکتی ہے اور مظهر صبی کے اس دعوے
 کی صداقت کو تسلیم کرتے ہی مائیکس کہہ لیں کہ ایکسائٹ کا الزام کہہ کر کھ پڑا تو نہیں آتا۔ اب کو
 میرے یہاں صرف میرا لہجہ ملے گا۔ حال میں مظهر صبی کے اس کھردرے بے باک و رشتہ پرست اثر

پاکر کعبہ ہاتھ بھرکا ہو ماما اعلان کے تریاروں کے روبرو متاعِ حال کا سودا کرنا بکثرت اس سائے والے
 کو اس کے ہاکمل مہر کی طرف توجہ دلانا اس سب سے مستزاد و غالب کے لیے وہ الفاظِ حق میں طرکے
 طوفاں پوشیدہ ہیں رشکِ شہید چھس، ایک ر ہر ایک شہریت اور حارِ حیت امیرِ اجتماع سموتے
 کا یہ اندازِ حوا ہے اندر ایک شہید چھس، ایک ر ہر ایک شہریت اور حارِ حیت امیرِ اجتماع سموتے
 ہے اس کی مثال قدیم و جدید اردو غزل میں تلاشِ سیار کے ماو خود میں ملتی نامِ عمرِ جدید غزل میں
 کہیں کہیں آکا و کا اشتعار اس رنگ کے ملے بھی ہیں تو اس میں ایسی پہلو داری کاٹ اور شدت نہیں ہے
 مطلق صفت کے جدید عصرِ متجدد و جدید غزل کے اشتعار کا مطلق صفت کے اشتعار سے موازنہ کر کے بہتر
 مطلق صفت کے جدید عصرِ متجدد و جدید غزل کے اشتعار سے موازنہ کر کے بہتر

سنا کر آمد کیے جا سکتے ہیں ان اشتعار میں ماہم کوئی نہ کوئی وجہِ مشابہت و مطابقت بھی موجود ہے
 جیسے اہلِ طرہ یا آسانی محسوس کر لیں گے ملاحظہ کیجیے
 میں کہ جو جس تھا بے دلی کی لٹائی دیکھ کر
 اتسیدوں پر آتی حوانی
 آج بھر کھ سے ہوا دیانے
 تعمیر سے کہا بہ جلِ مشائی
 دور پہ سولِ آساقی دیکھی بیٹھے ہیں
 راہِ مسدود ہے اڑکے حاذق کہاں
 میں دیکھتا تھا شوق کی طرف مگر تیشی
 ہمدردی سے ہمت ایک ہی پیغام آتا ہے
 آسمانِ دل کا بیڑا اس سے خالی
 اک حلالے بیکراں ہے اندازِ بار
 سنا تیرے چلے سر بھری ہو اسے کہو
 میں سرگِ بار دیکھ کر کیا پتہ ہوا کیا ہے
 جانتی آنکھوں سے بھی دیکھو دیا کو
 عمارتِ جانی آنکھوں کے حواسِ معجز ہیں
 یہ حوصلہ بھی بڑی بات ہے شکست کے بعد
 شکست کھا چکے ہیں ہم شہرِ عمریہ خانو
 وہ میل کوٹے سائے کو دیکھتے ہوئے تو
 ہمیں ہیں ہاتھ خنکادوں کے معطوط

کاب آٹھا ہوں گلی کوچوں میں یا بی دیکھ کر شہرِ آنا
 آگس آگس ہوا پانی - مطلق صفت
 کیا ارادہ ہے ہوائے حاذق - محمد عقی
 حیرت ہے آدھر کیا دیکھنا ہے مطلق صفت
 سمت ہے یا توں کی رحیمہ تیری نہیں تہا جی
 ہر طرف آسمان، آسمان آسمان - مطلق صفت
 پروں پہ رکھ کے ملک دار لائے آتی
 شگولے کوئی لیساً تیلیوں کے سر جلا دیا - مطلق صفت
 رحیمی یادوں کے سسوتر ہی اڑاؤں مجھ سے جی
 درمیاں ہے رات، چھتری سے سو رہا ہے مطلق صفت
 شہرہ ایک ہی تہ و کھاتی دیتا ہے ٹیکٹ حلالی
 یہ حاشا، بول گولہ شہرے حلال ہیں تھا مطلق صفت
 حوانوں کا کیا ہے شہر سے آتے ہیں - شہر بار
 مگر کرے گی کوئی کیا حوا آکھ ہی سگے مطلق صفت
 کہ دوسروں کو تو ارام مار سانی تہ دوا آمد واز
 ہمارے قدم سے کم رہو حذر دار دیکھا - مطلق صفت
 یہ ہاتھ کاٹ لیے میسا کار میں بھی تھا - سانی حاذق
 یہ بی بیعتا اگلی مت کر رہا ہے - مطلق صفت

ہے لیکن اس فطری خصائص اور برحوتوں انداز میں اور ایسی کثرت سے ہرگز نہیں۔ اداس آیت منظرِ خلق کے مخصوص ہے کے ان اعتبار کی طرف جس میں طبع کے تیکھے ہیں اور اندازِ تحلیف کے کیٹیلے ہیں لے زہر میں لے ہوئے تیروں کی سی خاصیت پیدا کر دی ہے اور درحقیقت یہی اہم مظهرِ خلق کا بنیادی اہمہ ان کی انفرادی ساخت کا سب سے عاقل اور وسیلہ اور جدید عمل کا بنیادی وصف ہے مظهرِ خلق کے اس حقیقی اور بنیادی ہے کے کچھ اعتبار ملاحظہ کیجئے۔

بھیڑیے اور استہراک شدہ
شکست کھائی تھے ہیں ہم مگر میرا کھو
ہاں تو کروار اک ایسا کہ مرہ آجائے
سائے آئے ہو کھل کر دھیمی کے واسطے
یوں تو جس کو آپ مرادیں وہی ہے نگاہ
دیں چہ شک ایچکا سکتے ہو تم اعلاص کی قیمت
تو مری دھنتی رگوں کا استسا
اعالے مرٹھا کر اندھیرا نہ کر
تری شکل اب تک مکمل نہیں
سماوت سے کہا تھا مصلحت نے
یہ اہمہ وہ ناشیر پہچاں کر

اختصاص پیش نظر اور فحوالت کا خوف مانع ہے ورد مظهرِ خلق کے شعری سرمائے سے اس انداز آہنگ اور لب و لہجہ کے ملا ملاء مرادوں اسعار پیش کیے جاسکتے ہیں ان اعتبار میں صرف شدیدہ تراجم اور مردانہ ہے کا ذکر کر کے گذر جائے اس مادی احساس سے جیم یوشی کے مترادف ہو گا حوا یک روح کی طرح ان میں جاری و ساری ہے جو گرم ہو کی طرح ان کی رنگ و بے میں دوڑ رہا ہے ان میں ہاکی آج کی سہل کی فطرت کی تصویر کرتی ہے ظلم کی اجتماعی مالا دستی اور مظلومیت کی تہائی وے لسی رشتوں ماطوں کی مافقت، خلوص کے مانتی میں اور انصاف کی بے حرمتی کے دردناک مرتق ہیں اور سب سے خاص سب سے اچھوتی وہ جبر جو مظهرِ خلق کو ایسے تمام بیس روڈوں اور ہم عمروں میں سب سے معزز بنا کرتی ہے ان کا لہر بہ اندازِ تحلیف سے جس میں مظلومیت کی حمایت و حرکت کی شدت ہے شکایت کی حمایت تسخیر ہے۔ لے لسی اور یاسیت کی حمایت عاقلانہ خوش ہے۔ شکست خوردگی کی حمایت سرور و شہی کا نشہ ہے۔ اپنی شکست تسلیم کر کے مد مقابل سے اصرار کرنا کہ دیکھا ورا ورا کسی طرح ہماری بلند قامت سے کم نہ ہو۔ مقابل کو ایسا وار کر کے کے لیے لاکاراکہ مرہ آجائے دوستوں کو کھل کر دھیمی پر آمادہ

اگھیا یک ٹنگ کا سطرانہ بیٹس کر رہا ہے جس میں قبیحیہ خوں کا دانقہ ہے خوں کا ہوتا ہوا دیا ہے
 جس میں مٹلوں کی کمانے سرانٹے ہیں اور بل کی طرح تپا ہوا حسود کھائی دے رہا ہے خوں میں لر لے اٹے
 ہیں بدل کی مصلیٰں سمار ہوتی ہیں لہو بیچارے کیلے خوش مار تاپا ہے شہر رنگ ٹھکڑا ہر جگہ اور ہوتی
 سے تیر کاں میرے نہیں گنوا ایک میدان کارزار گرم ہے جس کے درمیان کھڑا سنا ہے آپ کو ایک
 حمار سیاہی کے روپ میں یا مہا ہے اور سر مروٹی کے حد بے سے سر تار ہو کے خوش کے ریرا سر
 اپنی تہہ رخسہ کی طرف مڑھا دیتا ہے چیلے پیروں کے سائے سیہ تال لیتا ہے اور سر مروٹی لٹکتی ہوئی
 تلوار سے لطف اندوز ہوتا ہے بٹا چھین مارنا ہوا ہو خوں کا یہ تھوڑے عداوت کی ہر گناہ چیری خوش
 و مردوش کی سیلابی کیفیت مردانگی کے ایسے عابد اور سرفروشاں ملتا ہے میں کہ وہاں یہ جیریں موصوف کے
 آشام سطرانہ و شاعری میں حرفت میں و دیر کے مریوں میں ملتے ہیں کہ وہاں یہ جیریں موصوف کے
 نقابے کے تحت آتی ہیں۔ انصوف اور دوسرے کی شاعری میں تو اس قسم کے مثالیں مایہ ہیں بیٹس کو
 اشعار میں گرم لہو خوش خوں، خوش اور حرکت کی ترجمانی کرتا ہے اسی لیے میں مطلقاً حق کے ان گنت اعتبار
 ہیں جس میں آدھیاں ہیں گولے ہیں لر لے ہیں الہا میں وہی شدت وہی تیری وندی و عار و میت
 تیوروں میں وہی مردانگی سرور و شادی اندوالبابہ میں سے حمد شعور ملاطہ کیسے

آج اے سیل ملا میہ مکارا یک جلا
 لطف آتا ہے ہوا سے جیو حالی میں بہت
 حق ستیں آئیں اک اک شمس بزم صاف
 ہماری راہ سے ہر مامعات گٹ حاتے
 رقتہ صفا آسمان کیا ہے
 اک آدھی سہی بھر دی اللہ
 طوفاں طوفاں لٹیک لٹیک
 جو بکتی ہوئی رہیں شہرے چرائیں
 جو بکتی ہوئی ہوا ہو بکتی ہوئی صفا
 سیلابی اور طوفانی کیفیت کے حامل ان اشعار میں سیل لاکو ایسے گھر آنے کی دعوت دیا، گولہ دیکھ
 کو خشک تیروں کا سوا کی جیو حالی سے لطف اندوز ہو ایک ہی جس میں لایم و ستیں عویر
 لیا کے مامعات راستے میں عدا اڑاتے ہوئے چلا، آسمان کا لمبائی کو رقتہ صفا سمجھانے کے لیے مدلیں
 اندھی بھر دیہات کی سراپہ بکتی، خوش و خوش کا طوفاں ایک یہائی کی کیفیت کا احساس ہے جو
 ہر شعر میں تمامیں مار ملے عدا اڑا رہے آدھی گولہ عدا رقتہ صفا، سر لفظ خوش و خوش کا تہی
 سر غلامت ترک اور شمع و عید ستاعری میں ان العاد کو دیکھ سنا ہے بھی بطور غلامت استعمال کیا

لیکن یہ بھی حاسے ہیں کہ نئی مات کے حامی اس کے طرفدار ہیں تعزل میں علوانتر عقل و ہم کی حدود سے ماٹتے
ہوتا ہے یہ بھی ایک وجہ ہے اس کے تعزل سے دور رہے گی:

ماہر حاسہ ہے تعزل کے پرستاروں پر ہاں 'نئی مات کے حامی ہیں مگر کی طرف'
اے مفسر وہ تعزل ہے تو میں معذور ہوں انتہائی حد پہ ملتا ہے جو عربوں میں علو
مہاں تک انتہائی مادہ سے ایسی شاعری کو محفوظ رکھے کا تعلق ہے یہ سلسلہ حقیقت ہے کہ مفسر حسی کی شاعری میں
تحلیل آفرینی کی بجائے حقیقت سیانی کو زیادہ دخل ہے آوار اور لہجہ کی العزادیت کے حصول کے لیے مردی
بھی تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کی تمام عربی شاعری تعزل سے یکسر مٹا ہے اس کی طرفوں کے ہت سے
اشعار میں تعزل اور محدود تصدیق ملتی ہے اس کے مجموعہ ہائے کلام میں ہزاروں ایسے شعر ملتے ہیں جنہیں بے
کی شاعری کی بہترین مثالوں میں شمار کیا جاسکتا ہے اس اعتبار میں احساس کی شدت حد مات کی ہنگامہ
چیری و حرکت کی کچھ ایسی کیفیت پیدا کر دیتی ہے کہ قاری کا ہر خود خود جو تس ماہ سے لگتا ہے رگ دیے ہیں
عملیاں سی کو بندے لگتی ہیں حد مات و احساسات ایک اسمانی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں میرے اس دغے
کی تصدیق اس کے مدد و دلیل اعتبار سے کوئی ہو جاتی ہے:

یاروں نے مصرعے میر مصرعے پہنچایا	جب میرے حلقوں سے ماہر کلی بیچ
قوت میر نیچے ہی یہ میر جانا لگا	تیغ کو بھائی کا خوں بیٹھا لگا
دریائے حوں سے اٹھتے تھے سر پہلے نہیں	گیل کی جگہ تباہ ہوا خمر تھا سانسے
زلزلہ حوں میں آیا تھا حواہر کی طرف	میں سے تہہ رنگ ہی ٹرھا دی ترے جگر کفر
تھے عربے میں بیاتیر کہاں تک حاتے	جیسا ہے مری آوار جہاں تک حاتے
آما ہے کمک پر تو جملے آؤست تابی	ہم دیدہ سے یلغار کھلے ہن عمروہ
مدن کی فصیلوں کو مسمار کر	ہو خوش کھاتا ہے یلغار کر
ہر طرف یلغار کرتے آہ و دست لوگ	جیغ وہ مہصور جس کا سرخ برہم تھا ہو
گردن کو جھکاتے ہی چلی رشت سے تلوار	سر ہم نے اٹھایا تھا کہ ملاتے یہ لگا تیر
ہراولی میں کئی اور بھی ولا درتے	ہر ایک یزہ مری وات پر بلسد ہوا

تاں مفسر یہ میرے ہیں جیکے

سر پہ دارنگے کا مرا کہتا ہے اور کچھ دیر اسی سر پہ آٹھایا جائے
اشعار کیا ہیں ایک میدان جنگ و جدال سے جس میں شاعر کا قلم لعلوں کے دھماکے جیر اور حوی
آستام ہتھیاروں سے ایک ہنگامہ مہربا کیے ہوتے ہے اور ہر محاذ پر حد نہ تہادت اور عزت و شہادت
کا مظاہرہ کرتا ہوا مہربا وادِ شجاعت دے رہا ہے ٹرھ ٹرھ کر کاری مریں لگا رہا ہے ہر شعر

کھڑے مے مائی، تعلق، نے لٹھی کی حد تک والے طرہ نگلی کے کھرک۔ یہ کھرکاؤں ہیں کھرکھاٹ
 چلے کی آوار میں شاد کی بارگشت سے نکل کر وہ یگانہ چنگیری کے تیکھے لہجے، دلوار ترم اور اکھڑ
 عرل تک آیا زندگی کے متاہدے اور شدید تر سگھرش نے اسے خاص ایسے زمانے کی کھر دی تھی جتنی
 دور مرو کی ماہوار بول اور میاں کی آڑی تر تھیں لیکروں کو سرتا سکھایا، ملے
 مقرر تھی نے ایسے استعارے کھر دے میں اور لہجے کی تلمی کا اظہار و اعتراف ایسے بیشتر استعارے کے ذریعہ
 بھی کیا ہے بطور مثال جیسا استعارہ ملاحظہ کیجیے

اس جہد کو اچھے سردانہ یا ہے، جس نے بھی میرے تھوڑے مرد ہو گیا
 اس مردانہ لہجے کا احاطہ ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے،
 ہم نے اپنے حق میں کانٹے لویے، تھوڑے کھر لہجے نے ماک میں
 سراویا، آنکھیں روٹیں، لہجہ بیکار ہوا، تلخے رچی، ہاتھ سریدہ تو اس جاک ہوا
 گماہ اور مصیبت کے اس ماحول میں وہ اسی عرل کے اس لہجے کو اداں سے مماثل قرار دیتے
 ہیں،

سرد مقرر گن و بیکر عرل کا لہجہ اداں جیسا

اور یہی وجہ ہے کہ،
 اپنے استعارے کے لہجے سے مقرر صاحب بیٹھ میں دور سے پہچان لیے جاتے ہیں
 مشہور منقولہ ہے کہ، کچھ پائے کے لیے کچھ کھوا بھی پڑتا ہے، اپنے اس مخصوص لہجے کی ماریاوت
 کے لیے مقرر عرل کے ایک سیادی وصف تغزل سے دانستہ دست بردار ہوا بیڑا کہ اس لہجے
 کو شعوری طور پر زیادہ سے زیادہ کھر دے اسے کے لیے ایسا کر مانا کر برتھا۔ لطف تو یہ ہے کہ
 گنیمت عرل کی اس متاع بے ہما کے کھو جانے پر وہ دیکھی ہیں ملکہ مسرور اور مطمئن ہیں کہ اگر وہ
 اس سے دامن کش نہ ہوتے تو یہ چیراں کے لیے پیر تسمہ پاس جاتی اور جی سرل کی جستجو
 میں نئے راستوں سرچھا ان کے لیے دشوار ہو جاتا،

اے مقرر یہی عرلوں سے مل لکھا ہیں، ورہ میں حاتمیں وہ پیر تسمہ پایہ رکھے
 وہ اپنے مل بر ملٹیں ہیں کہ،

ملاسے گرد تغزل مری عرلوں میں ہیں، مدید لہجہ گھٹس کو تو صاف کرتا ہے
 مقرر جس اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ان کی یہ تغزل سیرازی ہر ستاراں تغزل کے لیے ہر مال رنگ

مگر بیلابیل اور نئے مالت ہے مجھے
یوں ہی بیٹھے رہے بیچو لوں کے قہر میں
آمد محبوب پر حالت کی حیرت یاد ہے
غل سے زندگی متی ہے حق بھی جہنم بھی
یکجہ بھی ہوں دلی کے کوہے
گھائل کی گت گھائل جائے اور حالے کوہے
مرمت کے حجاب جگر کی طبع و دہا

میں تو رمدہ ہوں ابھی وہ مرے گمراہے گا
عالت کی ماسد ابھی آنکھوں میں دم ہے
یہ بھی قدرت ہے خدا کی آب کا گھر اور دم
مگر کچھ لوگ دیکھی بہت فقی میں رکھتے ہیں
تجربوں مجھ کو گھر کا طے لگا
لایا ہے رومال مطلق دیکھ کبیرا رومے
نقش و نگار پردہ درکوں دیکھتا

ہر سید کہ مطلق صحت کی عرلوں کے وحیرے میں روایتی عرل کے رومے میں مشاغل ہوئے والے
اشعار کی تعداد و مشابہت کم ہے لیکن اس اعتبار سے ال کی اہمیت زیادہ ہے کہ ال اشعار میں بھی
انھوں نے انہی بدلت پسندی کو شریۃ اہتمام کے ساتھ مقرر رکھتے ہوئے اور روایتی شاعری
کی بیخ کنی میں کم ہو جانے سے بچتے ہوئے ایسی انفرادی تسامح کو ہر صورت قائم رکھا
ہے اور روایتی عرل کے حیر میں اپنے تحریات و مستطبات سمو کر اپنے مخصوص طبع کی مدد سے اس
میں نئے امکانات کی نشاں دہی کی ہے۔

مطلق صحت کی جدید عرل میں روایت کی امیرتس والے یہ اشعار جدید عرل کے محالین کے اس الزام
کی بھی تردید کرتے ہیں کہ جدید ادب حد سے زیادہ العرادیت پرست ہے اور العرادیت کی دھن پیدا
اسلوب کے حس کی بدروائیں کرتا مطلق صحت کی شری ہوئی العرادیت پسندی کے مادہ و اں کی عرل
کے حصیں اسلوب بدلت حدت اور بھی کسکاراہ تڑپ کا عام طور سے اعتراف کیا گیا ہے۔ مطلق صحت
کی جدید عرل کی گایاں خصوصیت جو انہیں جدید ہمعصر شعرا کی بیخ کنی میں سب سے سہرہ کرتی ہے
وہ ہے ال کا لہو، سو طاور خدا کا لہو، لہو نے خوف نے ناک اور واشگاف لہو، تلخ و تند، کیلا تیکھا، قطن
مصلحت ماشاں لہو، معروسی، روکھا، اور غیر روایتی لہو، آرائشی ملاوت اور تعزل سے عاری لہو
صاف سیدھا اور دو لوگ نے تکلف اور بے ساحتہ لہو کھرا اور سرکش لہو، ایک ایسا لہو جس
کی ماریاں کے لیے انھوں نے برسوں مسلسل کوشش کی ہے۔ ریاض کیا ہے اور جو واقعی ال کی
شاعری کو سب سے سہرہ رکھتے انہیں تمام عرل گوئیوں کے، جو ہم سے محبت رکھتے اور ال کی العرادی
تساحت کو مستحکم سامنے ہیں کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ مطلق صحت کی شاعرانہ انفرادیت کے ساتھ ال
کے لہو کی مدکورہ بالا خصوصیات کا بھی اکثر اعتراف کیا گیا ہے مشہور ادیب اور صاحب طر نقاد
آکے انصافی ایسے مخصوص انداز میں "طلم حروف" پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں
"طلم حروف کے مستاعر نے شاعرانہ مرغوم کے رنگ سے شروعات کی تھی بے رحم جنگلیاں

ایک تصویر سے دوسری میں تھا ماندہ مست امضا میری تمہانی سے
 اکستارہ سا کہیں ٹوٹ گیا پہلے میں ہر کی رات نے یہ جیکے سے کہا سے ہو
 ہر ایک سانس تری یاد سے معطر ہے ہر ایک لمحہ ترے انتظار سے روشن
 مظهر صحن کی شاعری میں موصوع حسن و عشق کے علاوہ دیگر روایتی موضوعات پر بھی عید
 کو صورت اور نئے استعارے ملتے ہیں خود نکلتے تشبیہات اور رحمتہ استعارات پر کئی مصنفوں سے آراستہ
 انداز کی استادانہ ہمارت اور مشاقی کے مظہر ہیں۔

بچے ہوتے تھروں کی سی روانی اور سلاست کے ساتھ ساتھ ایک اہم حوالی جو مظهر صحن کے ہاں
 پائی جاتی ہے، وہ شریعت قریب تر سہل متبع کا استعمال ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ تری سرکیب کے
 ساتھ ساتھ تخیل کی بلند پروازی بھی پائی ہے جو مظهر صحن کی شاعری کا اہم وصف ہے دوسرے شاعر
 کے یہاں ملندہ خیال کے ساتھ رویدہ سیانی اور پیچیدہ طرز اظہار ملتا ہے اردو شاعری میں
 میر کی شاعری ان خوبیوں کی سب سے اچھی مثال ہے۔ دلی میں مظهر صحن کے مدکورہ بالا خوبیوں
 کے حامل چند استعارے ملاحظہ فرماتے

تخیلیوں کو جھوٹے کھلکھلاتے ہیں تو میری سستی سے ابھی رسم حوالہ تھی ہیں
 گندم کی مسمومیں بھٹکا ہے عمر میری سرائے لعش آدم بہت سے یاں
 سلاخوں بجز روتس ہو خواہش کی تکمیل لوٹس تیل خوشا سکتے ہو واپس لے گیا
 کبکستی ہے سب کے دلوں میں کدورت سگری میٹھی ہیں جھانستے ہم
 میرے اٹھے ہونے حالاب نظر میں رکھا میں ممکن ہے مجھے یاد نہ آؤ تم بھی
 تھی ستا میں تھیں ہمدی کے اس پرچہ اکے سب ہو لیوں میں حلا دی گئیں
 مظهر صحن کی روایت سے تخلیقی و انسنگی کا ایک اور واضح ثبوت اساتذہ کی ریٹوں میں کہی ان کی
 کئی عربی ہیں، جس کے ماصے میں وہ کہتے ہیں،

اشعار مظهر کے یا مال ریٹوں میں نہیں دو ہاتھ سے ہٹ کر فرسودہ تیار لے

اساتذہ کی ریٹوں میں اور اکثر ان کے استعارے یہ ایسے رحمتہ مضرے لگا کر مظهر صحن سے
 انہیں نئے معانی کے دانتے سے روشناس کیا ہے کچھ مثالیں پسوئے عرب کے تحت دی جا چکی ہیں
 مزید کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے ان میں غالب تعداد غالب کے مضمونوں کی ہے جس سے مظهر صحن کے
 غالب سے وہی لگاؤ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اب اساتذہ کے استعاروں کو ایک نئی کیفیت میں
 ملاحظہ کیجئے۔

آج دریا تیرے کر کے کچھ مہیوں کے جلوہ دیکھتا کیا ہو کہ سطح آب دریا تیرے

کچھ ایسے انداز سے جھکا اس نے مالوں کو
 بھیکا گیا ہے بھول جہاں سے رقیبہ مر
 میری آنکھوں میں در آیا اور اکلیں
 تشویش ہے وہ تیرا در بیکہ نہ ہو کہیں
 آج اک لڑکی نے میرا حاطہ مہکا دیا
 رنگ تیرے پیر میں جیسا تھا تو تیری نہ تھی
 مات ہی کچھ اور ہے اس کی کمر کے لویجکی
 سرم و دھرا ابھی کچھ اور مل کھاتے در
 نیم عود و سہم ہے کوئی یا ہالے میں چاند
 محل بل تلوں میں پلکیں سی جھیر کا تپا ہے کوئی
 اُگی ہے دُوب یہاں بھی ترے دل جیسی
 کھلے ہیں بھول یہاں بھی ترے دل کی طرح

عزل کے روایتی محبوب کے سراپا کی ایسی حقیقی عکاسی جس میں فطری حد مات کی ترجمانی اصنامات
 کی سرشاری اور رنگ کی بھرپور حرارت بھی ہے، اردو کی عشقیہ شاعری میں بہت کم دکھائی
 دیتی ہے۔

منظر صحنی کے مذکورہ بالا اعتبار میں محبوب کا تصور حقیقی واضح اور کھلا کھلا ہے۔ اس کی مثال انارکلی
 بھی ٹھیکہ ہندوستانی انداز میں کی گئی ہے ان اشعار میں صرف تصور کی کار فرمائی نہیں ہے گرم
 حد مات کی ترجمانی بھی ہے یہاں شاعر کا محبوب دورے دل رانظر آتا ہے تو پاس آکر مہکتا
 ہے شکوہ و شکایت سے ماہے شرم کے اس کے چہرے پر دھک کے سات رنگ بکھر جاتے
 ہیں اس کے مالوں کے جھٹکے کا انداز دیکھ کر شاعر کی رنگا ہوں میں کھلیں کا نقشہ گھوم جاتا ہے
 اس کی حجاب آئینہ کار یہ مسکراہٹ اقرار کی عمارت کرتی ہے اس کی مار کا انگلیوں کو دیکھ کر شاعر
 آستیں بند بوسیدہ لوک محرم سے لے بیار ہو جاتا ہے سرم و دھرا کے کوئی کھاتے دیکھ کر اس
 کی کمر کا لوچ یاد آ جاتا ہے۔ اس کی معصوم ہسی چڑیلوں کی جھکار کی طرح کالوں میں امرت چھلکانی
 ہے۔ اس کا نیم عود و سہم کھس ہالے میں چاند کی طرح دکھائی دیا ہے، کھس محل تاروں میں پلکیں
 جھیر کا تپا ہوتا ہے۔ دُوب اور بھول دیکھ کر اس کے بدل اور لوں کا تصور جاگ اٹھتا ہے
 اس سے مشابہ پیر میں میں ملوس ایک لڑکی کو دیکھ کر شاعر کا حاطہ مہکا اٹھتا ہے محبوب کے جس
 سے ساتھ شاعر کا خیال ران۔ لطیفیات۔ تمیلات لب و لہجہ سب کچھ ہندوستانی رنگوں میں رچا
 نسا ہوا ہے آخر میں کچھ اور اشعار ملا دیکھائیے جو روایت اور جدیدیت کی خوشگوار آمیزش
 اور مطلق صحنی کی مسکراہٹ انفرادیت کی خوب صورت مثالیں ہیں اور اپنے آفاقی حس اور لار وال دل
 کشی کی ماہر مدہ جاوید کھلانے کے مستحق ہیں

آنکھیں ہر ایک غصہ دل پر آگئی رہیں
 جب تک نہ یہ عسایتِ علوہ تمسا آہو
 آنکھ سے دامن تک آئے میں یہ حالت ہو گئی
 حوں کا قطرہ بھی اُدھار دے اُدھار رہے
 اس کی بلکوں کو مطلق جو م لوں کا اور بھر
 دُور اتنی ہر دو کتابے دُھند میں کھو جائیگے

اُستیاں ملے ہولکے چٹکے ہوں ماہتاب اک دستنی سی آئی ہے مایہ مراد سے
 نکس جیرت مانگتا ہے کچھ سوالوں کے جواب اس لیے وہ آئیے کے سامنے آتے ہیں
 ہم نے آوارہ روی تھی غم دور ان تھک کو دل کی قسمت ہی جھک جائے تو پھر کیا کیے
 وہ مرا نام کچھ اس طرح لیا کرتے ہیں کوٹ میں جیسے کوئی بھول سبایا جائے
 اپنا آگن، ایسا ستر ایسی یادیں ایسا وقت یوں لگتا ہے جیسے دل سے رات دیا ہوا ہے
 آپ کے تصور سے تنگ آئیں گے ہوں میں بار بار ملتا ہے مختلف حوالوں سے
 مذکورہ بالا اشعار مطلق معنی کے ابتدائی تین شعری مجموعوں سے منتخب کیے گئے ہیں خواہ اسات
 کا موت ہیں کہ روایت سے منسلک رہتے ہوئے بھی وہ اس میں نور و انکسالات کی تلاش کرتے

رہے ہیں
 لیلیٰ سرل کا آرتی اتارتے ہوتے چلا۔ ہوا کی چابکس کر سکوت صبح کا صاب ٹوٹ ماما۔ آئیے میں
 نکس جیرت کا سوالوں کے جواب مانگتا۔ محبوس کے تصور کا مختلف حوالوں سے بار بار ملتا ایسی
 دلکش اور مادر تر کہیں ویکٹر تراشی کی مثالیں روایتی مرل میں ہنس کر ملتی ہیں ان اشعار میں لیلیٰ
 عرب کے حمد مسودہ الفاظ مثلاً جباب، آستیاں، ماہتاب، مایہ مراد، آئینہ غم و دواں بھول، تصور
 مرد و معاہدہ سے ہٹ کر مالک نے اور انھوں نے تصورات سے ہیں روستاس کرتے ہیں ان اشعار
 میں روایتی شاعری کے تمام اوصاف موجود ہیں لیکن ایک نئی سچ و صبح کے ساتھ ایک سیا رنگ و آہنگ
 لیے ہوئے یہ معاملات جس و عشق، حورو وصال کی کیفیات، محاکات و واقعہ نگاری، پیکر تراشی بھی کچھ ہے
 کی شائستگی، تشبیہات و استعارات کی سرچشمی، محاکات و واقعہ نگاری، پیکر تراشی بھی کچھ ہے
 لیکن ایک الوکے اور انھوں نے انداز میں عدت و تارگی کے ساتھ۔ واقعات عشق اور واردات
 قلب کو انھوں نے کچھ اس انداز میں بھی ان کے استاد شاد عاری کا رنگ چھلکتا دکھائی دیتا
 طرہ اشعار کی طرح مطلق معنی کے عقیدہ اشعار میں بھی ان کے استاد شاد عاری کا رنگ چھلکتا دکھائی دیتا
 سے۔ معاملات عشق میں بھی کی وی شجری بے ساختگی اور بے مالکی انداز گفتگو میں وہی نے مکملی
 احساس میں وہی گرمی عشق کی حقیقی کیفیات کی وہی عکاسی اور جس و عشق کے وہی فطری اور
 نفسانی پیکر کا دکھائی دیتے ہیں خواہ شاد عاری کے عقیدہ اشعار کا طرز اختیار کیے مانتے ہیں
 مطلق معنی کے ایسے جید اسرار میں عشق شاعری کی بہترین مثالوں میں شمار کیا جاسکتا ہے

ملاحظہ فرمائیے: وہ دور سے لڑ آئی سے دل راکشی
 وہ پاس آئے بہکتی ہے کس قدر یارو میرا نگہ بھی ان کے لیے مارو ہو گیا
 جہرے یہ سات رنگ دھک کے کھر گئے

روایت کو اپاتے ہیں جو قابل قدر ہے لیکن اس تمام روایتوں سے ہدایت کرتے ہیں جو ادب کو محدود
 مرسوگی اور کھولنے ہیں سے آلودہ کرتی ہیں۔ لے
 علی حوالہ ریدی بھی مفسر حنفی کی ماں دار روایت سے تعلق داشتگی کے معترف ہیں۔ ہمدید غزل کی رفتار
 و ترقی کا حائرہ لیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں،
 و غزلوں میں تسیر سزاور مفسر حنفی کے یہاں شاداب انحراف کا تیکھا ہوا ملتا ہے لیکن اس میں کہیں
 بھی قوی یا آفاق روایت کو محض لایا نہیں گیا ہے۔ لے

روایت کے واسطے میں باتدیس کے مذکورہ بالا نظریات اور مفسر حنفی کی شاعری پر مضمروں کے پیش
 کردہ اقتباسات کی روشنی میں اس کے تمام شعری مجموعوں اور اس کے بعد کی غزلوں کے سیکڑوں اشعار
 میں سے بطور مثال چند اشعار پیش کر رہا ہوں جو روایتی ہونے کے باوجود حدیداد۔ جدید ہونے کے
 باوجود روایتی ہیں۔ جس میں آفاق اقدار کی پوشیدگی ہے اور تحدید و توسیع بھی ساتھ ہی ساتھ عبادار۔
 مقبول مام۔ روایتوں کا بالترتیب مطالعہ کیا جاتے تو ایک دلچسپ صورت حال یہ سامنے آتی ہے کہ اس
 کی ابتدائی طرہ غزلوں میں چند ایسے حائس روایتی اشعار ملتے ہیں جس پر حائس حائس حائس علام
 مرتضیٰ راہتی وغیرہ نے سال خودہ معایم الفاظ اور سلاستوں کے استعمال پر اعتراضات اٹھاتے ہیں لیکن
 اس قبیل کے اشعار کی تعداد بہت کم ہے مثلاً

اک التفات حاصل تھا اس نے رچی کے ساتھ سس کو یار ہا تھا مجھے دیکھتا گیب
 دل میں تیرا پیار پہلی بار جاگھا اس طرح جیسے یہاں میں کوئی گلبدن آنکھیں ملے
 سلیم ہے کلاس میں تمہاری حطہا ہمیں ہم نے ہی تم سے حالِ غم دل کہا ہمیں
 قالی دکرات یہ ہے کہ ایسے حائس روایتی اشعار مفسر حنفی کے ابتدائی مجموعے ہی میں ملتے ہیں جیسے
 جیسے اگلے مجموعوں کی طرف مڑتے جائیں مفسر روایت سے داس کس ہونے کا رخاں صاف جھلکتا ہے جو س
 ہوتا ہے اور بے ساتھ لہراں اشعار پر رک جاتی ہے جس میں سال خودہ لعلیات اور مرسودہ علام
 وراکب سے یا تو کئی طرہ پر اصحاب کیا گیا ہے یا اگر صورت شعری کے تحت گلابے گلابے کہیں اس کا استعمال
 ہوا بھی ہے تو اس سے معایم کے سے سے بہلو سرا آمد کیے گئے ہیں مفسر حنفی کے سبب دل اشعار ان
 حقائق کی منہ لولتی تصویریں ہیں،
 مفسر اس جھوٹ کیا رہیں کہ لٹی غزل قدم قدم نہ آرتی اتار تری ہوئی ریلی

لے پیش لفظ ڈاکٹر حلیق انجم مسعود، ایم۔ ایم۔ مفسر حنفی ص ۴
 سے حدید اور قوی و آفاق روایت۔ علی حوالہ ریدی، شمولہ مکرو یا ص ۱۵

دیکھتے ہوئے العرادیہ کی تلاش کی ہے۔ اس کے لیے انہوں نے کلاسیکی نثر کے حامدار لافانی اور مقبول
مقام روایتوں کو اپنے من میں جذب کر کے ہوئے اس میں خوشگوار اضافے کیے ہیں اور ماہی العرادیہ کی
مقامی سرگزشت رکھا ہے۔ مظهر محلی کی روایت سے اس داستان کی کو (۱) استثناء چند اہم تر مآخذ میں سے مگر

تسمان دیکھا ہے اور اس کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر بھی کیا ہے۔ مظهر محلی کی عمر میں روایت کے حامدار
حدیث کے متاثر اور مستند نقاد شمس الرحمن فاروقی نے مظهر محلی کی عمرات کہی ہے۔ مظهر محلی کے
عاصر کا مصفاہ تحریر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اور دلچسپ تخیل کے دروازے میں حیرات کہی ہے۔ مظهر محلی کی
بارے میں ان کا قول ہے کہ "عمر میں تمام حرم نے تکلف کرتے ہیں جن سے ان لوگوں کو گھبرات ہوتی
ہے جو عمر کو گھر بیٹھے والی کساری کی طرح مس پر موفی اور مضمی ڈالے ہوئے یہ مدد و مودت کا مصفاہ یا
وطن و محبت کی چٹیا پیٹتے ہوئے دیکھا جاتا ہے ہیں دیگر لفظ یہ ہے کہ اس سب سے پاکیزوں کے اور تو مظهر
محلی ایسی عمر کے شاعر ہیں بلکہ عمر ایسی کے شاعر رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسی نے پاکیزوں کو
الہام توحیدک و رباع کے کائنات الہام ربوبی کے لیے استعمال کرتے ہیں یہ خصوصیت انہیں انسانی سے زیادہ

توصاف کہہ کہ طبیعت انٹ گئی تھی
سو ذرا کے سر دیک لے جاتی ہے
ماہیں یہ تکلف اگر حقیقت ہو
آخر سی کیل کو تالوت میں مڑتا کیا ہے

مظهر محلی کے ان اسالیب کو بڑی آزادی سے کرت لیتے ہیں جو ستار یا دہ معروف اور قابل قبول
ہیں عشق اور زندگی کے دو تحریرات جن میں انسان فرد واحد کی طرح تھیلا ہے سماجی یا اسٹیٹیوٹل
انسان کی طرح نہیں، وہ بھی مظهر محلی کی ستاری کا طرز اختیار ہیں۔ لہذا
وامع ہو کر فاروقی صاحب کی یہ رائے مظهر محلی کے صانع اور حامدار عاصر سے دوسرے حدیث اعراف کے
سے ثابت ہوتا ہے کہ مظهر محلی کی روایت کے صانع اور حامدار عاصر سے دوسرے حدیث اعراف کے
مختلف لوگوں کو عریبک داستانہ ہے اور وہ ہیں گے کہ اس کا شعری مسلک بھی یہی ہے۔
مظهر محلی کی ساعری میں روایت کی مٹریں ان کے پہلے مجموعے بیگم عریبک سے تار و تریں مجموعے
پہلے سن کا ۱۹ اور اس کے بعد کی سی اور غیر مطبوعہ عربوں تک پہنچی ہوئی ہیں، جس کا اعتراض بیشتر
ماہی لفظ میں نے اس کی حدیث عربوں پر تصدیق کرتے ہوئے کیا ہے۔

ماہی لفظ میں نے اس کی حدیث عربوں پر تصدیق کرتے ہوئے کیا ہے۔
ڈاکٹر علی اکرم رقم طراز ہیں
"ان کی ستاعری اور روایت کے درمیان کی جبر ہے وہ ماضی کا احترام کہتے ہیں انہیں

روایت کے تعلق سے ایسے ادبی نظریے کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ منظرِ حقی لکھتے ہیں
 ۱۔ اردو عمرل میں روایت سے مکمل انقطاع کا مطلب ہی تخلیقی موت ہے۔ ۲۔

منظرِ حقی کا یہ میاں نام بہادِ حیدریوں کے اس دعوے کی تردید کرتا ہے جس کے تحت وہ روایت سے مکمل انحراف ہی کو حیدریت سے موسوم کرتے ہیں۔ دراصل یہ دعویٰ اس کی اس محدود ری کی دلالت کرتا ہے کہ انہیں ادبی روایت کا درک حاصل نہیں ہے۔ اس کے سرکس منظرِ حقی کا شمار ان گئے جیسے حیدریت اور میں ہوتا ہے۔ صحت کے روایت کی اس سرلوہاریافت کی ادا اردو عمرل کے اس جاندارِ عناصر کو نئے سرے سے تلاشی کیا اور اس مقامات کی توسیع کی مہیں ماضی قریب کے شعرا نے پس پشت ڈال دیا تھا اس عامر کا تعلق رمان کے مٹا رہے ماحارمی لطف اندوزی کی بجائے دروں مہی کے رحمانات اور حیات و کائنات میں ادبی معنویت تلاش کرنے کے ساتھ ہے بقول پرویسر متار حسین:

روایت منکسی اصاحہ روایت تخلیقی روایت کا عمل ہے اور اسی روایت، اسی حیات ہے۔۔۔ روایت کا امتحان ملات خود اس بات کو متنبہ کرتا ہے کہ ماضی قریب ماضی سے اور اسی معاشرے کے لوگوں سے کس قسم کا رستہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ انہیں اپنے خدمات و خیالات میں شریک کرنا چاہتا ہے یا اس سے بے نیاز ہو کر اور اپنے ماضی سے بھی منقطع ہو کر نئی کوئی انوکھی راہ نکالتا ہے تو صرف اس کے لیے ہو گیا کہ حیدریت کے ماضی قریب کا ایک نعرہ یہ بھی ہے کہ ماضی قریب کے لیے ہوتا ہے کہ نئے نئے لیکن عجیب معاملہ ہے کہ اسے مسلط عیروں کی برکرتے ہیں حیدریت کے اس ماضی قریب کے سرکس وہ ادیب اور ستاعرو ایسے معاشرے کے لوگوں کو ساری دنیا کے لوگوں کو ایسے خیالات و خدمات میں شریک کرنا چاہتے ہیں کسی نہ کسی مقبول نام POPULAR روایت کا ہمارا لیتے ہیں۔ ۳۔

پرویسر متار حسین کے مضمون کا یہ اقتباس دراصل ایک آئینہ ہے جس میں کسی بھی حیدر ماضی کے محدود حال کی تساجت اس نظریے کی جاسکتی ہے کہ وہ روایت سے کس قسم کا اور کس حد تک ارتباط رکھتا ہے حیدریت اور روایت کے اس تقریبی اقتباس کی روشنی میں حسب ہم منظرِ حقی کی طرہ اور حیدریتوں میں روایتی اعتبار یا حیدریت اعتبار میں روایت کی آمیزش پاتے ہیں تو ایک سرت بخش احساس سے دوچار ہوتے ہیں کہ منظرِ حقی نے دوسرے روایتوں کو توڑ کر اس میں تعمیری اصلے کیے ہیں نئی روایتوں کی تخلیق کی ہے اس سے یکسر انحراف کر کے ماضی ادب تخلیق نہیں کیا ہے۔ ایسے ماضی کے دریدہ انہوں نے ایسے ماضی اور حال میں ایک خوشگوار ارتباط برقرار رکھا ہے۔ ایسے خدمات و خیالات اور احساسات میں ایسے معاشرے کے لوگوں کو شریک

۱۔ پیش لفظ منظرِ حقی - مشمولہ کتابت - محسوس لفظی

۲۔ ادب، روایت، حیدریت اور حیدریت پرویسر متار حسین مشمولہ کتابت، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۳

حدائق نگاری کا یہ سبکی عربی کا ایک اہم وصف ہے۔ یہ دو سرسليم اختر مظهر شعی کی حدائق نگاری کو طبر کے
 لندیاں کی عربی کی دوسری اہم خوبی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں

مظفر صبی کی ان عربیوں میں روایت سے یکے کی شعوری کوشش کا احساس ہوتا ہے اور جہاں اسے
 طبرے ہمت دی ہے وہیں اس نے واردات عشق میں میاں میں سے حدائق کے تموج کی تصویر کشی
 کی ہے اور خوب کی ہے۔ لکن اسے اس کی عربی کی دوسری اہم صفت قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسے
 مظفر صبی کی طبریہ اور جدید شاعری کے شدید کٹھن میں ماہر القادری (مرحوم) اور یوید علیہ المعنی
 بھی ان کے روایتی اشعار میں حیاں و اظہار کے اچھوتے میں اکتس و تاثیر اور شہریت کے معترف ہیں
 نقول ماہر القادری

مظفر صبی کی عربیوں میں یقیناً جو نکا دیے والے اشعار ملتے ہیں۔ بعض شعرا کیسے بھی ہیں جو حیاں و اظہار
 کے اعتبار سے اچھوتے ہیں۔ ان میں خاص کشش اور تاثیر پائی جاتی ہے۔ اسے
 اور یوید علیہ المعنی کی رائے میں:

اگرچہ میں کے ماوجود زبان و محاورہ کا احساس ان کے یہاں کافی حد تک پایا جاتا ہے اس لحاظ سے
 مظفر صبی شاعروں کی اس سہ ہی عمدہ وصف میں نظر آتے ہیں جو کم از کم شہریت کی حامل ہے
 خواہ یہ شہریت اچھی حلقہ صد کام ہنگ سے نہیں گزر سکی ہو۔ اسے

در اصل مظفر صبی کی شاعری میں روایت اور جدیدیت ماہم ایسے سرو و شکر ہو گئے ہیں کہ انہیں ایک
 دوسرے سے علیحدہ کرنا امر محال ہے۔ ان کی روایت میں حدت اور حدت میں روایت کی خوب صورت
 آمیزش ملتی ہے۔ روایت سے مکمل اعراض یا انقطاع نہ کرتے ہوئے انہوں نے اس کے حامد اور
 لامالی عناصر کو اپنی شاعری کا ایک حصہ سالیا۔ جس کے نتیجے میں چند ایسے کفر جدیدوں نے جس کے نزدیک
 جدیدیت کا مفہوم ہی روایت سے مکمل اعراض ہے ان کی عربیوں میں روایتی اشعار کی شمولیت پر اعتراضات
 اٹھائے مثلاً حامد حسین حامد لکھتے ہیں:

اں کے کچھ اشعار میں سال جو دو علامتوں اور الفاظ کا وہی دروست ملتا ہے جو ان کی شریح کی
 شاعری میں تھا یا اساتذہ کے یہاں پایا جاتا ہے۔ اس کے

۱۔ تصوف و تیکی عربیوں بہیم اختر۔ مشمولہ کتاب بکھسو ص ۷

۲۔ تصوف۔ پانی کی رہیں ماہر القادری، ماہان کراچی مارچ ۱۹۷۹ء ص ۵۹

۳۔ تصوف۔ تیکی عربیوں۔ علیہ المعنی مرتبہ پتہ مارچ اپریل مئی ۱۹۷۹ء ص ۷۳

۴۔ تصوف۔ پانی کی رہیں حامد حسین حامد شعور الادب ماہ ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۷۷

شاعری میں سب سے بڑی بات خود شاعری یا تنقید کا ہوا شعر و ادب کی برسوں سرائی روایت کا ایک صالح اور حامد عصر ہے۔ روایت کے اس لار وال عصر کو ایسے سے لگائے رکھنے کی وحاس سے قبل رحمانات کی تبدیلی کے سلسلے میں بھی واضح کی جائیگی ہے کہ ساتھ رحمان سے چھٹکارا پاکر سار جہاں اپنا ایسا کپڑے تبدیل کرے جیسا عمل نہیں ہے۔ مقرر صحنے روایتی عمل سے ایسی شاعری کا آغاز کیا کچھ عرصے بعد اں کار جہاں طبریہ شاعری کی حاس مڑ گیا۔ روایت اور طبر کی میادوں پر انہوں نے ایسی جدید عمل کی عمارت کھڑی کی لیکن روایتی سرمائے سے مکمل طور پر دست بردار نہیں ہوئے جب کہ مشتر جدیدیوں نے روایت کو ایک مکروہ جیسا نفس نکالی سمجھتے ہوئے اسے داس سے یکسر جھٹک دیا ہے مقرر صحنے کے سر دمک جدیدیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ دیر یہ ادنیٰ تہذیبی اور ثقافتی روایات کی میادوں کو یکسر دھوا دیا جائے بلکہ حوصلے اور لار وال روایات انسانی، سماجی اور معاشرتی زندگی کا ناگزیر حصہ بنی ہیں انہیں طور کو کے ساتھ جدیدیت کے دھارے میں شامل رہے دیا جائے اور ماقام فرسودہ اور مغل شری روایتوں کو ماضی کی قریش دس کر دیا جائے قدیم اور جدید یا روایت اور جدیدیت کی مرقومہ ہمیں مقرر صحنے کی نظر میں کم لٹری کی دلیل ہیں ان کے طریقے کے مطابق جدید ادب قدیم ادب سے انحراف نہیں بلکہ ادب کی میادی اور صالح اقدار کی بحالی ہے جدیدیت کی ادھادھد تقلید میں سے جس کاروں کے روایت سے لایسی مایا رہ دیتے پر اہل جہاں کرتے ہوئے مقرر صحنے لکھتے ہیں

۱۔ نظا ہر یاس کا قدیم ادب سے مائی نظر ہوتا ہے یکس بھی عادات کے لیے لازم آتا ہے کہ جس روایت سے عادات کی جہا رہی ہو اس کے جس وقع پر مائی کی گہری نظر ہو جائے وہی نئے لکھنے والے صمیم معنوں میں ادب تخلیق کر سکے ہیں خواہے کلاسیکی سرمائے کا سچا شعور رکھتے ہیں؟

مقرر صحنے نے ایسے مذکورہ بالا طریقے برسمتی سے عمل پیرا رہتے ہوئے روایت کے نو سیدہ سرمائے سے کار کشی اختیار کی اور اس کے صالح اور حامد عناصر کی آمیزش سے تحقیقی معنوں میں یا ادب تخلیق کیا اس موضوع پر مزید جدا انتاسات ملاحظہ فرمائیے جو مقرر صحنے کی شاعری پر مستند اہل قلم کی تحریروں سے ماحود ہیں

راج ماس رار لکھتے ہیں

۱۔ عمل کے روایتی دیر و العالیم مکالماتی اندازیاں نے ان عمل میں ایک مدت پیدا کی ہے۔ اسے جدا گانہ اور لائق توجہ اسلوب دیا ہے۔

۱۔ ایک سولہ برس پر اہل جہاں۔ مقرر صحنے۔ متوالہ قدیم و جدید تہذیبی سیدھی ص ۲۲

۲۔ تنصیر تیکھی عربی راج ماس رار ماہنامہ آئینکل دہلی مارچ ۱۹۷۲ء ص ۴۷

و میں نے استاد میں ایسے لیے استاد عارفی کا رنگ پسند کیا۔ جس کے اثرات میرے ابتدائی کلام کے محسوس
 چمکیاں عریں، میں استاد واضح نظر آئے ہیں۔ رموز اور قدرت کلام حاصل کرنے کے بعد میں نے اسی
 رنگ سے اپنا رنگ پیدا کیا۔ استاد عارفی کا زمانہ بہر حال میرے زمانے سے مختلف تھا ان کے فنیہ اسلوب
 میں عصیت، تحریریت، ملامت نگاری، تنقید نگاری اور داخلی کیفیات کی آمیزش سے میری آواز ان کی
 آواز سے قطعی مختلف اور تپتی ہوئی ہے۔

ابھی آواز کے نئے ہیں اور لہجے کی انفرادیت کا مظہر حقیقی ہے لیے اکثر اشعار اور مقطعوں میں بھی نہایت خود
 اعتمادی کے ساتھ اعلان کیا ہے۔ بطور مثال چند پیش کر رہا ہوں:

راہ عام ہے کچھ شعر کہنے والوں میں آپ کے مظہر کا نام بھی ضرور ہے

مظہر خود اپنا خود نکالنے کی دھم میں ہے اگرچہ خوب علم ہے اسے صدی کی تعمیر کا

ٹھنڈے لگا ہوا ہے مظہر کے نام کا اس کا کوئی بھی شعر کہیں سے اٹھ کے کچھ

علمیت سے ہٹ کے مدت و مدت کی ہے ہم اور چیر، حالت و میر و قراق اور

مذکورہ بالا اشعار اور مقطعوں میں اپنے رنگ و آہنگ اور لہجے کو شعوری طور سراغ تھک رکھتے

ہوئے ایسی انفرادیت پسندی کا محسوس اپنا رنگ کیا گیا ہے۔ اور الفاظ کو بدل بدل کر مختلف طریقوں سے

ایک ہی بات بار بار دہرائی گئی ہے نام راستوں سے برا کر، محافتوں سے بے پروا، تنقید کے معیارات

سے بے یار و علمت سے ہٹ کر وہ لیے اشعار میں حدب، مددب اور انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش

میں لگے ہیں جس کی کامیابی کا ابھی نہیں ہے اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ میرے

ہر شعر پر میرے نام کا ٹھنڈے لگا ہوا ہے۔ ان اشعار اور مقطعوں میں انفرادیت پسندی کی کوئی توجہ پیش

نہیں کی گئی ہے لیکن جس مختلف وسیلوں سے مظہر حقیقی نے اپنی انفرادیت نمایاں کی ہے ان وسیلوں کی نشان

دہی بھی ایسے بیشتر مقطعوں میں کی ہے۔ مثلاً،

مظہر عمر ہے مہا میں سے ~ داعی رماں کچھ ہیں کچھ نہیں

سیر مسد مظہر کہاں سے ہو جائے کہ مائیں تو ہے اس کی سرشتیں دہلا

آپ کے مظہرے رنگی کو مرتا ہے اس لیے مظہر کے شعر بھی مثالی ہیں

اس راستے کو آج مرا آخری سلام میرے پیش رو کا نقش کھ یا ہوا مسد

مارک ہے فی شعر مگر طرہ نو کے ساتھ ہم اس حباب کو بھی سلامت اٹھائیں گے

مظہر حقیقی کی شاعرانہ انفرادیت کا اعتراف میر تقی میر سے بھی کیا ہے۔ ان کا شعر درگ دیکھ کر ال کی

شاعری کے ابتدائی دور ہی میں علیل الرحمن اعظمی نے لکھا ہے

مظہر حقیقی ان شاعروں میں ہیں جنہوں نے شاعری اور فن کے لیے ایسے آب کو وقف کر دیا ہے اور اس

نے عمر کی ادب اور میری ہیماں مظہر حقیقی۔ نقد۔ ریبرے ص ۱۲۳

ہیں اے ابتدا ہی سے شعوری طور پر ایسی مخصوص آواز پہنچے اور آہنگ کو برقرار رکھے کا لحاظ رکھائے۔ بلکہ
مطرح جمعی کے حیدر زمانہ کو شعوری طور پر ایسا کرنے کی تصدیق شمس الرحمن فاروقی نے اس الفاظ میں
کی ہے:

ہاں میں نے حیدر احمد کو غیر شعوری UNCONSCIOUS URGE کے تحت نہیں بلکہ شعوری اقبال و ادیب کے طور
پر ایسا کیا ہے۔

انفرادیت پسندی: پچھلے صحابہ میر کی نگہ مطرح جمعی کی انفرادیت پسندی کا ذکر آپ کا ہے اولاً تو
تو شاد مارنی جیسے جتنا ہے درد گار کی گار کی اختیار کرنا ہی اس کی انفرادیت

پسندی کی دلیل ہے کچھ عرصے تک تو انہوں نے اسے استاد کے امتناع میں حالاً طرہ یہ رنگ ایسا رکھا
لیکن ملاحظہ ہی اس رنگ کی گردن سے جھٹکارہ حاصل کر کے ایک معرور رنگ و آہنگ اور انھوں نے لب و لہجہ
کے درجہ ہی ایک ملاحظہ سے قائم کر لی۔ مگر بقائے صبر میں صبر و عزم کے معرور ناموں میں
مطرح جمعی کے ساتھ طرہ اداں محمد ملوٹی، سلیم احمد، ناجی و غیرہ کے نام بھی توڑ دیتے ہیں۔ عمری حیات اور حیدر
تقاویوں کی ترجمانی کی حد تک اس بات کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مطرح جمعی بھی مدکورہ بالا کامیاب حیدر
ساعروں میں سے ایک ہیں لیکن جہاں تک حیدر عزم میں معرور رنگ و آہنگ اور انھوں نے لب و لہجہ
کا تعلق ہے مطرح جمعی کے رنگ جس سے ہمدرد پاک کے کسی بھی شاعر کا رنگ میل نہیں کھاتا وہ ایسے رنگ
ہیں یکساں اور توڑ ہیں اور جیسا کہ میں بھی اس کی ستاعری کے انفرادی رنگ و آہنگ کا اعتراف کر چکے
ہیں اور مطرح جمعی کے مصموں سے دو اقتباس پیش کر چکا ہوں جس میں انہوں نے اپنی انفرادیت پسندی
کا اظہار و اعلان کیا ہے اس مصموں میں ایسے شعری موقف کی وضاحت کر لے ہوئے وہ لکھتے ہیں
”مگر ارم عزم کی حد تک میرا ایسا ایک خاص اور معرور رنگ ہے۔ جو دو صبر و عزم میں آتا ہے اس
کا مطلب ہے کہ حصول کی خاطر مجھے بہت ریاضت کرنی پڑی ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر استاد سے
ساعری سے ہی شعوری طور پر ایک خاص رنگ اختیار کر لیا جائے تو مختلف رنگوں میں تخلیق نہیں کرتے
ہوئے ایسا لہجہ مخصوص کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔“

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ابتداء شاد عازنی کا رنگ اختیار کر لے اور بعد میں اسی رنگ سے
اپنا ایک معرور رنگ پیدا کر لے کے مارے میں مطرح جمعی لکھتے ہیں:

سے عمری ادب اور میری بچیاں مطرح جمعی تقدیر سے ص ۱۴۹
سے ہمدستان میں شادی شمس الرحمن فاروقی شمولہ۔ لفظ و معنی۔ ص ۲۲۶
سے عمری ادب اور میری بچیاں مطرح جمعی تقدیر سے ص ۱۴۳

علحدہ پس منظر پر بالنگ ایک وجود ہے اور کیا اس میں مرد کی تہائی، مایوسی اور اعصاب زدگی کی داستانوں کے علاوہ اس کی عظمت، اسان دوستی اور سماج سے اس کے رشتہ کا بھی میاں ہے۔

اسی قیل کہ مظفر صفی کی جدید عمر کے حدود حال خوداں کے ایسے نظریات اور ماقدمات کی آرا کی روشنی میں دیکھے ہر کسے حائیر، اعداد و شمار کی شکل میں ان کی جدید عمر کے کل سرمائے کا اندازہ لگانا بھی ضروری ہے۔

پچھلے صدمات، ہر مظفر صفی کے شعری مجموعوں کے گوتارے کے مطابق مکس رہڑ کے علاوہ آٹھ شعری مجموعوں میں ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۶ء تک تخلیق کردہ عربوں کا انتخاب شامل ہے۔ اس کے مطابق ان مجموعوں میں ان کی ۹۵ عربیوں شامل ہیں جن میں میں گوتارے حالفہ طبریہ عربوں کے علاوہ دس ہر شاد عارفی کے رنگ کی چھاپ سستا گہری ہے) نقیہ ۷۶۱ عربیوں جدید ہیں۔

مظفر صفی کی ۱۱۱ عربیوں جدید کے مروجہ اصولوں سے مطابقت رکھتے ہوئے بھی مامرہ سے الگ ہیں۔ پچھلے صدمات میں اس سکتے ہر سیر حاصل بحث کی حاجی ہے کہ حرمانات کی تبدیلی کے لیے کسی معمولی زمانے یا وقت کا نہیں کیا جاسکتا۔ بقول انتظار حسین،

اگر کسی شاعر کو کسی سے رحماں کا نقیب مناسب تو شروع ہی سے اسے یہ حیثیت حاصل ہیں ہوجاتی ابتدائی مراحل میں تو سب کچھ برجاتیاں نظر آتی ہیں۔ اپنے اصل مقام تک پہنچنے کے لیے اس کو ریاضت کے ایک پورے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔

اس اعتبار سے مظفر صفی کی عربوں میں طبریہ اور جدید عربوں کی درجہ بندی بھی ٹھیک ٹھیک اعداد کی موتیں ہیں کی جاسکتی کہ ان کی طبریہ عربوں میں اکثر جدید رنگ و آہنگ کے اور جدید عربوں میں حالفہ طبریہ لنگے سے معمور استعارہ دکھائی دیتے ہیں۔ لہذا پیش کردہ اعداد و شمار کو بھی اسی اصول کے تحت دیکھا جاسیے۔ جدیدیت کے مروجہ اصولوں کو برتتے ہوئے طبریہ شاعری کی طرح جدید شاعری میں بھی مظفر صفی نے شعوری طور پر ایما رنگ و آہنگ معرکہ کے کی کوشش کی ہے جس کا ایسی تحریروں میں حالفہ انھوں نے اظہار بھی کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں

میں ابتدا ہی سے ایسی آواز کو بھڑ میں کھوسے حالفہ سے بچنے کی کوشش میں لگا رہا ہوں اور سے ادب میں بے نیکی یکسانیت کا اصرار کم از کم کچھ ہر صادق دوس آتا ہے

اپنے اس مضمون میں اور ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے

سے مراقبہ گوری ادب و ادب کا بڑا ہاڑ۔ احتیاط میں ہماری رہا دہلی ۸ ۱۵/ ستمبر ۱۹۸۷ء

عصری ادب اور میری سماں مظفر صفی قدر سے ص ۱۲۴

مدتیں، لطریاتی فکر، سدی، معاشرے میں ماسدقت اور ظاہر داری کا علم، اعراف پسندی، نفس دنگی اور بے لکونی جیسے عجیبہ مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بقول مطہر مصطفیٰ،

”آج کے زمانے میں ہر شخص خود کو غیر محسوس محسوس کرتا ہے۔ دیا مار دد کے ڈھیر پر بیٹھی ہے اور ترقی کی اس حد پر پہنچ گئی ہے کہ کبھی بھی ٹھک بے ڈھک ہو سکتی ہے۔ آدمی یا نہ بدکار ہے لیکن زمین اس کے پیر کے پیچھے سے نکلتی جا رہی ہے سائنس کی ترقی نے انسان کی مصیبتوں کو کم کرنے کی جگہ اور ٹرھا دیا ہے ہمارے دور کی ان تمام افسانہ جاتی تخیلوں کی بدترجیاں سننے اور دوا دہی پر بھی پڑی ہیں۔“

سلیم احمد جدید شاعری کے تناظر میں عصری تقاضوں اور جدید مسائل کے اظہار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں میا دی طور پر انسان کے تین مسائل ہیں (۱) انسان کا معاشرے سے کیا تعلق ہے (۲) انسان کا اس یو یو کس سے کیا تعلق ہے (۳) انسان کا اپنے نفس سے کیا تعلق ہے؟ پہلے سوال کے بدل میں سیاسیات اور اقتصادیات آتے ہیں۔ دوسرے سوال کی ردی میں حس و حیر کی طرف انسان کے رویے کا پتہ چلتا ہے۔ تیسرے سوال سے ہم انسان کے تمام نفسیاتی حتمانی اور حیاتیاتی مسائل کو سمجھ سکتے ہیں جو صرف اس کی ذات تک محدود ہیں یہ تینوں حیر میں الگ ہیں میں ملکہ یہ انسان کو ایک انفرادی فکر میں مربوط کرتی ہیں۔ اگر آپ عصری تقاضوں سے اعراف کریں گے تو ہم سمجھیں گے آپ کی فکر کہیں سے منقطع ہے۔ عصری تقاضہ یہ ہے کہ ان مسائل کا اظہار ہو جو خود وہ سارے علوم و تحریرات سے ایک نئی شکل میں رد و ماہور ہے ہیں۔ لیکن ان کے اظہار میں ترقی پسندوں جیسا کہ ہماری سیدی اور جدیدیت کے نام پر بے معنی لکھے والوں کے لینے کوئی جگہ نہیں ہے۔“

جدید شاعری کی بھیم و تحریر کے سلسلے میں ماقدم کے ان موصولوں کی روشنی میں آئیے دیکھیں کہ مطہر مصطفیٰ کی عمر کی جدیدیت کے متعین معیارات سے کس حد تک مطابقت رکھتی ہے ان اصولوں کو انہوں نے کس حد تک اپنایا ہے۔ روایت سے کس حد تک لغات اور کتنی معاہدت کی ہے ترقی پسندی کے اثرات ان پر کتنے اور کس نوعیت کے ہیں عصری حیثیت اور عصری تقاضوں کی ترجمانی کا حق انہوں نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ بیسویں صدی کے اعداد کو ان کی عمر کی عمر کی حد تک کرے ہیں وہ کس حد تک کامیاب رہے ہیں ان کی عمر میں ہمہ داری اور ابہام کس درجہ کا ہے۔ ان کے یہاں اظہار و ادات میں کائنات کو کتنا دل ہے کیا ان کی عمر ایسے ہی روتوں کی عمر کی مار گشت اور ان کے رجحانات کی توجیس ہے یا پھر اس کا اپنا ایک

ہونگئی اور جدیدیت ایک سیلاب کی طرح اردو ادب پر چھا گئی۔
یہ کاش فکری کا خیال ہے کہ:

”مثنوی شاعری ایک ^{RELATIVE} اصطلاح ہے مثنوی اور عراقی شاعری کے درمیان زمانی بُعد کے علاوہ کوئی حد حاصل نہیں مثنوی شاعری ترقی پسند شاعری سے اس لیے مختلف ہے کہ ایک کے پاس مسودہ تھا دوسرے کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں“۔

جدیدیت کے مارے میں ال آرا کے مابود اس کی کوئی واضح تصویر سامنے نہیں آتی بقول کرامت علی کرامت: ”یوں تو مختلف نقادوں نے مثنوی شاعری کو مختلف انداز سے لکھا اور کھائے کی کوشش کی ہے لیکن مائنٹ کسی نے بھی جدید شاعری کی ایسی جامع تعریف پیش نہ کی ہے کہ کامیابی حاصل ہو۔ مثنوی شاعری کے گونا گوں اور لاشائیں پہلوؤں کا احاطہ کر سکے“۔

لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ اختلاف آرا کے مابود میں تراقدیں نے جدیدیت کی تعریف و تعمیم مختلف شکلوں میں کی ہے جس کو عمومی طور سے پیش نظر رکھا جائے تو جدیدیت ایک واضح صورت میں واضح ہوتا ہے۔ مختلف مضامین اور کتب میں شاعری ہونی ماقدم کی راہوں کی روشنی میں جدید شاعری کی جامع تعریف کچھ اس طرح واضح ہوتی ہے: جدید شاعری عصری حیثیت کے ساتھ عصری مسائل کے دائرہ افکار کا نام ہے یہ جدید تقاضوں کی شاعری ہے کیفیات تاثرات اور احساسات کی شاعری ہے اور اس سے بھی واضح تر یہ تعریف یہ ہے کہ یہ آج کے انسان کے اہل واردات کی شاعری ہے آج کا انسان جو گونا گوں پیچیدہ مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ تہائی کے لیے کاشکار ہے۔ ذات کے کرب میں مبتلا ہے۔ مسائل کا طوفان مایہ جیروں و نظریات کے وہ تمام قلعے سمار کر چکا ہے جس میں کل تک وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھا تھا اقدار کی شکست و زحمت نے اس کے غیر معیوبیت کے احساس کو اور شدید کر دیا ہے رشتوں ماطوں کی پاکیزگی ختم ہو چکی ہے۔ اخلاقیات کے معانی ہم بکسر بدل چکے ہیں۔ محنت، پیار، اخلاص، دوستی، وفا، سیمائی، ایثار جیسے قدس الفاظ اپنا تقدس اور معنویت کھو چکے ہیں ان کی جگہ نفرت، خود غرضی، ریاکاری نے دھانی دھو کر تلخ اور اسالوتی سے آج کا انسان مایہ دوچار ہو رہا ہے اسے قدم قدم پر وہی کرب و بدیدہ امتیاز حالات کی تشکیل زدگی ذات کی شکستگی، وجود کی گم شدگی کل کی بے یقینی، راستوں کی لاسیت، حادثوں کی گونا گونی، اسباب کی غیر معیارہ تقسیم، سماجی تدریوں کے مائنٹ کھو کھلے ہیں، رسوم و روایات کی لالچ

۱۔ کیا جدیدیت کی اصطلاح اب بھی ماضی سے ”آزاد ہندو ادب کے مائنٹ کھو کھلے ہیں“ کے لیے درست ہے؟
۲۔ جدید شاعری ایک مائنٹ۔ یہ کاش فکری۔ آہنگ جیہا۔ جمہوری۔ فروری ۱۹۶۸ء ص ۱۴

۳۔ ”جدید شاعری اور اس کا پس منظر کرامت علی کرامت، مشمولہ امانی تنقید ص ۴۶

ثری شدت سے محسوس کیا اور اس کا اسانی اخلاقیات کے ضوابط کے تحت حائرہ ایسے کی ضرورت پر درود دیا: ۱۷

مطرحی نے حدیدیت کی تعظیم قدر سے وضاحت کے ساتھ کی ہے اور ساتھ ہی اپنے شعری موقف کا اعلان بھی کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں

”حدیدیت کوئی تحریک نہیں۔ مختلف ادنیٰ رقیوں کے اجتماع کا نام ہے۔ یا شاعر ہوئے کے لیے ضروری ہیں کہ ترقی پسندی سے میراری کا اعلان کیا جائے لیکن یہ بھی ضروری ہیں کہ نئی شاعری کو ترقی پسندی کی وسیع سمجھانے حدیدر نماں رکھے والوں میں بیشتر شاعر ایسے لکھیں گے جو ترقی پسندانہ خیالات یا ایٹمی کیوسٹ نظریات رکھے کے مادہ خود کامیاب نئے شاعر ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ نئی شاعری مخصوص نظریات کی قائل ہیں ہر یا شاعر ایسی جگہ ایسے طور پر سوچے کے لیے آرا دے گئے ڈاکٹر قسم کا شمیری کے نزدیک حدیدیت کسی ایک عہد پر مطلق نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق رماں و مکاں سے ہے وہ لکھتے ہیں ”ادنیٰ اصطلاح کے طور پر حدیدیت کے اسانی تصور کی وضاحت بھی ضروری ہے حدیدیت کو ہم حتمی اور قطعی معنی نہیں دے سکتے اس لیے کہ حدیدیت کا تعلق رماں و مکاں سے ہے اس لیے ہر عہد میں حدیدیت کے اپنے معنی ہوتے ہیں جو اس دور کے سماجی عمل سے مرتب ہوتے ہیں لہذا ہر عہد اسی مخصوص حدیدیت رکھتا ہے۔ ۱۸

ماقرہ ہدی حدیدیت کو مختلف معنی و مفہوم سے تعبیر کرتے ہوئے اور اس کا سلسلہ حالی سے ملاتے ہوئے اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں،

”حدیدیت کی اصطلاح اردو ادب میں مختلف معنی و مفہوم رکھتی ہے جب حالی نے پیرویِ معرب کی تجویز پیش کی تھی، اس وقت انگریزی میں حدیدیت کے وہ معنی نہیں تھے جو بعد میں ایلٹ و غیرہ نے دیے حالی صفتی ہمدید کو لیک کہا جاتے تھے گوکہ انہیں صفتی انقلاب کے حوالیہ اور خوش آئند دلوں قسم کے اثرات کا علم نہیں تھا ان کے زمانے میں پیرویِ معرب کی تجویز ایک حدت تھی۔ پھر مقلد ادب و ادب اور ترقی پسند تحریک نے حدیدیت کے الگ الگ معنی و مفہوم پیش کیے۔ ایک نے غم کے اور دات کے ستوں تعبیر کرنے کی کوشش کی تھی دوسرے نے سماجی حقیقت نگاری کو حدیدیت کی کاٹ کھ کر سوویت مارکزم کو اپنایا تھا۔ یہ بحث حاشیہ برائی ہے۔ پھر ترقی پسند معیوں کی تحریک پارہ پارہ

۱۷ نقل پر ترقی پسندی کے نزاع اور راجا شملہ نے سما (ہندوستانی میوزیم) ص ۷۵

۱۸ حدیدیت تحریک ہے یا ایک فرقہ۔ مطروحی سرگ۔ آوارہ حیدر آباد یکم اگست ۱۹۷۱ء ص ۲

۱۹ حدیدیت کیا ہے ڈاکٹر قسم کا شمیری مسعود نے شعری تحریک سگملہ لکچشر لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۷

متواتر مراج رکھے والے شعرا بھی شامل تھے یہ لوگ انگلستان اور فرانس کے انٹاریٹ پرستوں اور سمیت
 یسویوں فرزند۔ یونگ، ایڈلر وغیرہ سے متاثر تھے اور ترقی پسند تحریک کی میادوں کو کھوکھلا کر رہے تھے
 ان کی اس آمادہ روش سے تحریک پاکر ترقی پسند تحریک سے واسطہ کچھ ایسے شعرا نے جو مٹھا کھلان بن
 رکھتے تھے اور تحریک کی لطریاتی حکمرانوں سے بڑا تھے آہستہ آہستہ ایسے آپ کو تحریک کے اثرات
 سے آزاد کر لیا اور آگے بل کر سنی سرل کی میادیں استوار کرے گا درمیان کام دیا۔ لیکن ان سے بھی کچھ
 پہلے یگانہ، شاد فاروق اور مراقی کے نام آتے ہیں جو کسی مخصوص لطریاتی وابستگی کا اعلان کیے بغیر ایسے
 انفرادی خیالات کے دریدہ جدید شاعری کے لیے میدان ہموار کر رہے تھے۔

جلیل الرحمن اعظمی لکھتے ہیں

۱۔ جدید تر عمرل ہمارے سردیک عمرل کی وہ صورت ہے جو یگانہ، مراقی اور شاد فاروق کی عمرل کے بعد ایک
 نئی نصاب اور بیابان لے کر ابھری ہے اس عمرل کے حدود حال ۱۹۵۵ء کے بعد آئے والی نسل کے یہاں پہلے
 پہل انھرا شروع ہوئے تھے

جدید عمرل کے زمانہ آثار کے بارے میں ماقدم کی مختلف رائیں میں کسی نے اس رحمان کے عالم وجود میں
 آنے کا زمانہ ۱۹۵۵ء کے بعد بتایا ہے کسی نے ۱۹۵۵ء ہر حال یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس رحمان کا متبع
 ۱۹۶۰ء سے قبل تو یا ماحیا کا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں یہ یوٹا ایک تہا اور درخت میں گیا۔

عقیق حسی لکھتے ہیں

۱۹۶۰ء کے بعد نئی ساری میں زیادہ اعتماد اور زیادہ توانائی پیدا ہوئی اب وہ تحریرات کے دور
 سے گزر کر اردو شاعری کا ایک نمایاں اور ممتاز حصہ بن چکی ہے۔
 ڈاکٹر ویرا مارٹن لکھتے ہیں

۱۔ نئی نسل پر ترقی پسند تقریباً حوا تراش مرتب کیے ان میں بعض متنب اور بعض مقلی نوعیت
 کے تھے سب سے اہم میں ان پر یہ تھا کہ نئی نسل نے معاشی ماحول کے مسئلے کو بھی انسانی اخلاقیات
 کے دامن میں سمیٹ لیا انسانی اخلاقی کی مروجہ صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قبل کا ارتکاب کرے
 یا کسی کا مال جیڑ لے یا اس کی توہین کرے یا ایک طبقہ دوسرے طبقے کو بے جا دے رکھے تو خود ان اعمال کو
 ارمہ تہذیب سے معاشرتی تحفظ حاصل رہا ہے لہذا ان میں ماحول اخلاقی ہے راہروی کے نام مطاہر ہیں
 شمار نہیں کیا ماحول نئی نسل نے ترقی پسند تحریک کے زیر اثر معاشرتی مقلی کی اس اخلاقی نے راہروی کو

۱۔ - جدید تر عمرل - جلیل الرحمن اعظمی مشمولہ مصابیح نو ص ۸۵ (انجمن کتب ہائے علمی گزشتہ ۱۹۷۷ء)

۲۔ - ۱۹۶۰ء کے بعد اردو شاعری - عقیق حسی مشمولہ "آج کل" (دہلی) حدود صد سالہ شاعری ہرگز ۱۹۶۹ء ص ۵

جدید غزلیں

مظفر حسنی کی اکثر تحریروں سے اس کے مدلتے ہوئے شعری رجحانات کے سموت مل جاتے ہیں
نہیں خود کو نئے ستاروں میں تھما کر بتا ہوں ہر چہ کہ میری شاعری کی ابتدا ۱۹۶۷ء سے پہلے ہو چکی تھی
لیکن صحیح معنوں میں سمادگی کے ساتھ شعر گوئی میں نے ۱۹۶۷ء کے بعد ہی شروع کی ہے اور ابتدا ہی سے
روسی عام سے بے کر کہے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ ۱۰۰
اور ایک نگہ لکھتے ہیں:

۱۹۶۷ء کے بعد سے اردو ادب میں جدیدیت کے رجحان نے روریکڑا اس وقت تک معمول یا بیانیاتی
صرف مجھے اور نعل تانتس کو رہا کر سکی تھی۔ ۱۰۰

اردو شاعری میں جدیدیت کے رجحان کا سہ آغاز مالموم ۱۹۶۷ء کو تسلیم کیا گیا ہے یہاں اس حقیقت
کو دہیں میں رکھا ضروری ہے کہ کسی بھی نئی تحریک یا نئے رجحان کے وجود میں آنے کا کوئی قطعی وقت
یا سہ نہیں کہیں کیا جاسکتا۔ فکر و شعور اور لطریاب میں سدیلیاں آہستہ آہستہ رونما ہوتی ہیں مروجہ
رجحانات کی سطح کے چہرے نئے رجحانات کی رہیں ہر میں اندر ہی اندر بہتی رہتی ہیں اور آہستہ آہستہ ادب پر
اٹھتی رہتی ہیں اور بالآخر کچھ عرصہ بعد پر شعور و توجہ کے ساتھ ساتھ رجحانات کی جگہ لے لیتی ہیں مگر یہی اند
لطریاب انقلابات کے مہم دار کسی ایک دل مل جیتھ کر یہ عہد نہیں کرتے کہ آج سے ہم ماضی کو یکسر دگر کے
نئے عہد کے لیے نیا انداز لطراپائیں گئے یہی اصول جدید یا نئی عمل پر بھی صادق آتا ہے۔
ایک نگہ مظفر حسنی لکھا ہے:

۱۹۵۵ء کے بعد ہی اسے ایک ر سردست آرماتس سے گروماٹریا یہ وہ زمانہ تھا جب میرا جی اور راستہ
کے بعد نعل اسے شعرا سے آئے جو ملکی اور میں الاقوامی عمرانی حالات کا بھرپور سامنا کرنے کے ساتھ
ساتھ شعور کی سطح کو چہر کر لا شعور کی تاریک گہرائیوں میں تخلیق کے سرچشموں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب
ہوئے۔ ۱۰۰

ترقی پسند تحریک کے اہتمامی عروج کے زمانے میں ہی اس تحریک کے بالکل سرکس
علقہ راہ روق لا ہور کا ایک گروپ حوادب کی افادیت سے مسکرتا اور ترقی پسند ادب کو پروردگی
کہہ کر پورے شد و مد کے ساتھ اس لطریات کی مخالفت کرتا تھا اس میں سرمرستوں م۔ رائتہ و سراجی
نثار صدیقی، عید احمد، یوسف نظر، تیموم نظر جیسے اہتمام پسندوں کے ساتھ ساتھ انتزاعیایاں جیسے

۱۰۰ عرس ماں مظفر حسنی مشورہ "ظلم حرف" ص ۹

۱۰۰ سہ ہر و میرا مقام حسین کی دعات ہر مظفر حسنی نقد ریرے۔ ص ۱۲۲

دو القائیں کی ایک مثال

عمر صرف تیرا نام لیا ہے لوگ کہتے ہیں نرا کام کیا ہے ہم نے
قوانین اعتبار صوت کی کچھ مثالیں
ہوگی اور یقیناً ہو گئے
یہ مت سوچو ہم کو من کی عظمت کا احساس نہیں
کدہ ہم جس ماہم جس بیروار
یا مال کھریں انک عمل کہی ہے تو ان پر لوٹ لگا یا ہے
"ایک ٹھکرانی ہوئی بھر میں"

یہ بھی تو ہے نہ ہیں علم میرے حید کے لیے میں نے دو پر توفیق میں لوے قید کے لیے
اور اس شعر میں

مظفر حراس کے قریب اور کوں ہے میرے لیے حوایا ستین ہیں تو آپ ہیں
اصابت کے ساتھ املاں لوں حاضر ہیں چایہ مظفر حق نے لکھا ہے
"ایسے مقامات پر لوں کا اعلان اب حاضر ہو جایا ہے"
علیٰ العالم صبح کی ایک مثال:

ارتقا ہی ارتقا میں اسی ہے حالہ اس صبر و جس قدر چاہے مفرکہ دیکھے
جفر کو بھر لکھا ہے۔

مئی اجتماعات کی ایسی کئی مثالیں مظفر صبح کی طریہ عربوں میں حاسما ملتی ہیں حوال کی بدواریہ لکھ لکھ
صوت کی سنی جہات کی نشان دہی کرتی ہیں۔

مظفر کہ مظفر حق نے ایسی طریہ عربوں کے ذریعہ پیچیدہ خدمات کی ترسیل، الملاح کی اہمیت سماجی
مقصدیت، میں میں عہدہ وال کی دھڑکوں کی ترجمانی، لطافت میاں واقعہ کھوری زمانہ میں شعریت
کے امکانات اور عام موضوعات کو شعر کی اساس سا کر ایسے آب کو نگاہ اور شاد و عارفی جیسے عصر سار
ستاعروں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے حالہ ظاہر طریہ شاعری کے اعتبار سے اردو شاعری کی پوری
تاریخ میں مظفر صبح سب سے الگ تھلگ ممتاز اور بلند قامت دکھائی دیتے ہیں اور ان کا مخصوص
اور محدود بوجہ تقار جانی میں بھی صاف مسائی دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک تاریخی حقیقت کی طرح
مظفر صبح کو زیادہ دلوں تک نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا۔ مظفر صبح نے بھی اس یقین کا اظہار ایسے اس شعر
کے ذریعہ کیا ہے۔

معاصر میں مجھے رد کریں تو کیا غم ہے کہ ایسے عہد میں غالب سمجھو روں ہیں تھا

شاعر خود ہر کلامی کے انداز میں جواب دیتا ہے ایک مصرع میں سلاٹھار دو سرے میں اس کا حوالہ ڈھونڈ نکالا جاتا ہے۔ شاعر سے پہلے اس تکنیک کے لیے مونس مشہور ہیں جو ایسے شعر میں مفہوم تک پہنچنے کے لیے ایک جھپٹا سا حلقہ چھوڑ دیا کرتے ہیں جیسے ”مڑھے والا اپنی معمولی سی ذہنی کاوش سے بڑھ کر کے اپنے آپ کو اس گھٹتی عمل میں علائقہ شریک محسوس کر کے ایک گورہ سرور حاصل کرتا ہے اور شعر کے موسمی تاثر کو بخوبی شدت کے ساتھ قبول کرتا ہے مثال کے لیے مطہر صفی کے اس مخصوص طرز کے کچھ اشعار

ملاحظہ ہوں

کسی کو حشر تک رہا نہیں ہے زیادہ کچھ ہمیں کہا نہیں ہے
یوں تو ص کو آب فرما دیں دیے گناہ درہاں معیار جس کا ہاتھ قضا سرج ہے
میری تعریف اگر میں یوں جھوں آپ کے جیسے کام کیا ہے
لائے لو بایوں کھلا مادہ یوں اس کے من میں ہیں میں ہوتا تو گلشن گلشن پھول کھلاتا لیکن وہ
ہمارے کان میں آواز آتی ہے سسکے کی محاورہ درمایا کوئی عیب ٹیکتا ہے

مذکورہ بالا اشعار میں بالخصوص پہلا شعر ترکیب کے اعتبار سے شریعت قریب تر موعے کی وجہ سے اہل تنقید کی ہمت میں مثالوں میں شمار کیا جاسکتا ہے پہلے مصرعے میں بہایت سادگی کے ساتھ ایک عام بات کہہ دی گئی ہے۔ ”کسی کو حشر تک رہا نہیں ہے“ لیکن دوسرا مصرع ”زیادہ کچھ ہمیں کہا نہیں ہے“ معنویت کی ایک دلچسپ کائنات ایسے اندر سائے ہوئے ہے۔ سماج کی کوئی لغزش معاشرے کی باہواریوں کی ایک طویل داستان ایسے اندر سمونے ہوتے ہے۔ سماج کی کوئی لغزش معاشرے کی گنہگاروں کے کسی بھی حرم کو لے لیجیے اور بغیر کسی تریخ کے کہہ دیجیے یہ جو کچھ ہو رہا ہے ”آپ جو کچھ کر رہے ہیں“ اس پر ”زیادہ کچھ ہمیں کہا نہیں ہے“ من اتنا دہیں میں نہ کہیے کہہ کسی کو حشر تک رہا نہیں ہے ”گویا جہنم کے ایک سمندر کو کورے میں مدد کر دیا گیا ہے۔ مطہر صفی کی طرزِ غزلوں کے مارے میں عشقِ معنی کی اس نے لاگ اور دوڑ کے راستے کی صداقت کو تسلیم کرنے کے علاوہ مجھے کسی زیادہ کچھ کہا نہیں ہے۔ وہ اپنا غریب رنگ و آہنگ قائم کر کے ریگستان اور شاذ عارفی کے سلسلے کے تیسرے اچھے اور اہم شاعر کے روپ میں سامنے آئے ہیں۔

مطہر صفی کی غزلوں میں بھی اشتہادات کے موعے بھی حاحاد کھاتی دیتے ہیں حوال کی الوادیت پسندی، روایتِ تنکی اور حدت طراری کے ثبوت فراہم کرتے ہیں ایسے مقامات پر انھوں نے صبر و ضبط شریک اشارے بھی کھادیے ہیں چند مثالیں ملاحظہ کیجیے

لکھار، ملائم، نرم و ملائم، ملک، شہسی اور یکے الفاظ کے وسیع کی معانی ہے۔ خیالات معنی، ہولیا منت ان کی شدت، تھوڑے اور درجہ حرارت سے عین مسامت رکھے والے الفاظ ہی ان کی ترجمانی کا حق عالم اور ہر ادا کر سکتے ہیں ایسی حالت میں کہ دشمن سے ہم پرستشیر تان رکھی ہو، ہم اس کے مقابلے کے لیے مرنے والی گولیوں یا گولوں وسیع پر اکتفا کریں تو کافی رہے کہ ہم اسی حماقت کا عتر ساک اعام دیکھے کے لیے چند ساعتوں بعد دنیا میں نہ ہوں گے، ٹھیک اسی طرح ہم ہر کوئی عقیدت و محنت کے بھول بھادر کر رہا ہو تو جاننا اس کا کیا فکریہ ادا کرنے کی بجائے کم و بیش اس کے ساتھ اسی گرم جوشی کا ہیں بھی اظہار کرنا ہو گا۔ وہی تار وادیں دیا ہے شعر و ادب میں ایسی دیکھارہ شاحت کو استحکام اور انفرادیت عطا کرنے میں کامیاب آتے ہیں، حوالہ الفاظ کے مراح تناس ہوتے ہیں اور مزیدیت اور مرستگی کے ساتھ مرستے کا سلیقہ بھی لکھتے ہیں۔ اس کلیہ کی روشنی میں ہم مطہر معنی کی طرہ پر علوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے مراح سے مطاقت رکھے والے الفاظ کچھ اس اعتدال، توازن، مسامت اور مرستگی کے ساتھ مرستے ہیں کہ گفتارے ان سے بہتر ان الفاظ کا اور کوئی مصرف ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کے ہر خیال کے ساتھ لفظ کچھ اس طرح بیہوش ہو گئے ہیں گویا انگوٹھی میں لپیٹ کر ڈیا گیا ہو ایسی طرہ کی تلوار کو اندازہ سارے کے لیے انھوں نے جس کیلئے لکھ دے، تلخ، تیکے، تیر و تند اور گھن گرج دار الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اردو ستاعری میں ان کا داخلہ بھی تک معصوم تھا، انہیں عامیہ، غیر شاعرانہ اور غیر فصیح جیسے تحقیر آمیز نام دے کر دیا ہے شعر و ادب میں ان کے ساتھ انھو توں کا سامنا تو دار کھا گیا تھا۔ مطہر معنی لے لیں ایک نئی معنویت عطا کر کے طرہ ستاعری کے لیے ان کا استعمال اگر بر ما دیا جائیے معنات۔ یہ پیش کردہ اشعار مثالوں کے لیے کافی ہیں اس لیے یہاں اشعار پیش کرنے کی بجائے لفظ و مثال چند الفاظ پیش کر رہا ہوں جس کا استعمال ان کی علوں میں بطور طرہ مختلف و متضاد معنوں میں ہوا ہے، مصلحین قوم، مرقص مصلحت، قتلہ، حماقت، عظیم التہمت، متیریں، میاں، سارے قوم، پاک داس، عین رہیں سرکار، ذوالہش، گرم گسری، آستان شرف، النعات، اعلیٰ طری، متعصب، وکیل، تائب، امامت، معصوم صفت، کا عد اور قلم کے غاری و غیر جیسے الفاظ انھوں نے بکثرت استعمال کیے ہیں جس کے ذریعہ مرد کا یہ کلی اثر لیے بغیر سماج کے رجحانوں پر رد و لوک اور بے خطا وار کیے گئے ہیں ایسے کھلے اور بے پردہ الفاظ بھی مطہر معنی کی طرہ پر علوں میں بکثرت ملتے ہیں مثلاً بول، گیدڑ، مہی، پوچ۔ سر قدم، گھوڑا، مدھیرے، گھیلے ماری، جیکی، چوڑی تائیں، جیس، کور، منہ، تنک، طری، مہ پٹ، اور اتھری، اور جیادیں، سناڑ، کھوٹے، سکتے، مدھیں، مہو، خود پسند، تلخ، گواہ، راد، گلی، لیٹی، تلا ماری، سوداگری، دھول، بقی، جیسے رسم پروردانی، عمر دہاں، ترانی، مجور، ایک، گھاوا، مایں، جیسے جیاد، وعدہ، معاف، گواہ، خیال، مارا، ستم، طری، یعنی، کالی، کرتو، تیں، سس، پسند، جاہ، جنگی، مردنی، یاب، ڈھکسا، من، مانی، مرد، لاس، وغیرہ۔

لیا تھا۔ کاش مطہر تقی صاحب کی مدد کو بھی کوئی آتا اور انہیں کئی اچھے مگر رو دو گوشہ کی صف سے نکال لے جاتا۔

محبوب و اہل کے ان خیالات کو اعتراض برائے اعتراض کے علاوہ اور کہا کہا جاسکتا ہے یہ کبھی عربوں میں مسامحہ حال کو معطر کہہ دے والے ان استعارہ کی شمولیت سے آخر مطہر محی کے کھر درے اشعار کی کاٹ میں کو لسا فرق آگیا تو یہ ہے کہ نمود واحد کو ان اشعار میں تیکھا میں کاٹ اور طرح داری محسوس نہیں ہوتی دراصل یہ قصہ لے سرہ رو دو گوئی کا نہیں اس صاحب دارادہ روض کا پیدا کردہ ہے جس کے لیے مطہر محی نے مقدمہ میں یہ جو نہیں کی ہیں بھر یہ بھی ہے کہ اگر وہ ہیں رزخیر اور فکر شاداب نہ ہو تو کم گوئی سے بھی کوئی بات نہیں بنتی دوسری صورت میں مطہر محی کو ان کی رو دو گوئی (یہ گوئی) کے ماحود فکر و تخیل کی رجحانی و شادابی نے آج اردو کے صعب اول کے شعرا میں نمایاں مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ جہاں تک تیکھی عربی میں روایتی استعارہ کی شمولیت پر اعتراض کا تعلق ہے سب سے متعلق کو بیس لہر رکھا ضروری ہے، جن کا ذکر پہلے بھی آیا ہے اگست ۱۹۴۲ء میں مطہر محی نے شاد عاری کی تائید پر اختیار کرتے ہیں ان کے رنگ میں طریہ عربی کہنے کی شعوری کوشش کی تیکھی عربی میں ۱۹۴۳ء کا اثبات شامل ہے ظاہر ہے کہ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۳ء کے دوران تخلیق کردہ عربی میں روایتی عربی بھی ہوں گی بھر داس و فکر کے دھاروں کی مدد سے بھی ہیں کی جاسکتی کسی بھی ادبی فکار کے ادبی رویوں کی تبدیلی کا کوئی خاص اور قطعی وقت متعین نہیں ہوتا رجمان کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ رجمان سے واسطہ خیال کو خشک کر یک لخت علاحدہ نہیں کیا جاسکتا کچھ عرصہ تک سے رجمان پر ساتھ ساتھ رجمان کی کڑھائیں بڑھنا لاری ہے۔ اس اعتبار سے مطہر محی کی طریہ عربوں میں کہیں کہیں برائے طرح کے خیالات کا درآنا فطری امر ہے۔ مطہر محی کی یہ (نقول ان کے جیکی یا نہیں) عربی میں ان تمام ہی التزامات سے سخی ہوئی ہیں، جو اس قسم کی شاعری کے لیے طرہ اختیار کا درجہ رکھتے ہیں۔

ہر لحاظ ہی مخصوص سادہ کے اعتبار سے ایسا ایک الگ ماحول ایسا ایک الگ مزاج رکھتا ہے ہر فکار ایسے مافی الصیر کے اظہار کے لیے ایسے مزاج کے مطابق الفاظ کا انتخاب اور استعمال کرتا ہے۔ مختلف اسالی حدمات و رجحانات کی ترجمانی کے لیے الفاظ بھی مختلف ہوتے ہیں عہد بروہی۔ فطرت، مہلاہت، خوف و دہشت، خلک و تشہات، شکوہ و شکایت، احتجاج اور طرہ تعریف کے اظہار کے لیے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان میں کڑھائی تیکھا اور کھر در اس، تیری و تیری، کڑھائی، شدت، کاٹ اور پہلو داری ہوتی ہے مگر پیار و محبت، عیش و مسرت، سکون و راحت، تسکون و محویت جیسے نرم حدمات کی ادائیگی، ایسے سہل

حق معنی لکھتے ہیں،

• بول چال کی رماں اور کھلتے ہوئے گونجتے ہوئے قلبیہ اس کے سرتاقہ سے کبھی چھتا ہوا فطری
کڑھائے آتے ہیں کبھی لعلوں کی ڈلا سنگ ۔ ۱۵۔

مطہر معنی کی ابتدائی طور پر عربوں میں کچھ معنی اسقام بھی ملتے ہیں جس میں سے کچھ کو انھوں سے
شعوری لغزش کہہ کر داس پیا لیا ہے اور کچھ عامیاں ان سے مادہ لسانی میں سرزد ہوئی ہیں ان کی حساب
ہند ماقدیس نے اشارے بھی کیے ہیں ۔ مثلاً

گر اے عابد ہے ہیں رد گانی اس دلی میں وہی ہے مہر ماں ایسا حب ہے ماہر ماں ایسا
اس شعر میں علی کا ہم شکر کے جاتے سانس استعمال ہوا ہے جسے مطہر معنی نے ضرورت شعری کے
تحت شعوری لغزش کہا ہے اسی طرح مدرجہ دلی اشعار

سہی قریب ہے طوفاں نگر سیمہ دلی اس طرح بھی اسے اختیار ہو کے سیلے
دلی دنی سہی ہیں بہو میں دھڑکیں دلی حفاتا تر سے وعدہ ساء کی خیر
ال اشعار میں پہلے شعر کے مصرعہ اولیٰ میں ”سہی“ کا استعمال ناگوار لگتا ہے دوسرے شعر میں وعدہ
ساء میں ہندی اور فارسی الفاظ کے مابین اصاف ماہر ہے اس کے علاوہ کچھ ماقدیس نے مطہر معنی
کی طریہ عربوں میں حالف و رایتی اشعار کی شمولیت پر بھی اعتراضات کیے ہیں مثلاً حسب دلی اشعار
سہی ہوئی ہے دل کے اس پاس در دلی ہک سارا بہار بھول کچھ ہمیں کھلا گیا ہے وہ
مادا اس طرح سیراب ہو جائے دل آتشہ تمہارے گیسوؤں کو میں بھری میرات کہتا ہوں
دل میں تیرا پیار ہلکی مارا گا اس طرح جیسے بولے میں کوئی گلدل اکھیلے
ال کی یاد کے آچل سے اکثر دل کے انکار پیر قسم جیسی کوئی ٹھڈی چیر چیکش رہتی ہے
ہر چہ وہ لگا کرم ملتفت نہ تھی اکسار روح مستیں انہیں دیکھتی رہی
ہینکھی غریب سے مذکورہ بالا اشعار بیت کرتے ہوئے محمود احمد لکھتے ہیں

” اگر آپ کو ۸۶ عربوں کے (فی عربی اوسط) اشعار کے حساب سے ۱۲، ۱۳ یعنی پورے چھ پڑاشعار
سے گدڑے کا حوصلہ ہے تو مترم حال کی جستجو سے بے ہوش ہوتے بہت سے اشعار ملیں گے اور کسی
طرح ”کھردری عرب“ (طیل الرحل اعظمی) یا اس قاتل کے اشعار آتی تعداد میں ہیں ملیں گے جسے تنکھی
عرب“ (نقول تاعرب) کے اشعار مگر تنکھی کا مطلب اگر طرح جاری اور کثرت ہے تو زیادہ تر صورتوں
میں ملے ہوئے ہوں گے دراصل سارا قصہ بے مرہ و دو گونی کا پیدا کردہ ہے میر کو تو ان کے شتر دلی نے بیا

ہائیکھی غزلوں اور مرثیہ عامہ کے علاوہ مظهر صلی کے دیگر شعری مجموعوں میں شامل غزلوں کے
کے غائر مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے طبع کو شیع کے مراء راست انداز سے اقتباب ہی کیا
اور ایسی طر سے عیصلے میں کو نکال کر شاعری میں حاریت کی جانتے سمیڈگی اتہاسد کی کی مگر
اعتدال اور گہرائی و گیرائی پیدا کی ہے اور طر لطیف سے اپنے استعار کی چمک دمک میں امادہ کیا ہے
مظہر صلی کے طر یہ استعار کی شدت میں بر و غیر گوئی و بد مارنگ مر ملے ہیں

ہ مظہر صلی صاحب کے طر یہ استعار میں کہیں کہیں حوتیری اور قوت سے اس کی کئی وجہیں ہو سکتی
ہیں یا در ہے کہ جب طر نگار کسی دوسری شخصیت پر طر کر تا ہے یا محاسرو پر طر کر تا ہے یا اس
کے کسی پہلو کو لیتا ہے قاس کا مطلب ایسی نایسید یگی کا اظہار بھی ہو سکتا ہے اور عدالت کی نکاک
بھی جس سے طبیعت ایسا قرار یا لیتی ہے اور تخلیق سکوں سے درچار ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ نایسید یگی
کا اظہار محض کسی حرانی یا کئی کو ظاہر کرتے کے لیے ہوتا ہے کہ اس کے مارے میں احساس بیدار ہو اور
بالوسط اصلاح کی طرف توجہ کی جائے

عام سماجی زندگی کی خامیوں اور کمیوں کے مارے میں احساس بیدار کرنے کے علاوہ مظہر صلی
کی لگا ہوا حلقا ہوں میں بد و رتس پانے والی بد عوامیوں اور مدہب کے مقدس اورے دار غزلوں
نقاروں کے پیچھے بوسیدہ گھساتنے اور مکروہ چہروں تک بھی جاتی ہے

مظہر حد اسے ٹراکوں ہے	یقیناً حد کے جہیتوں کا ڈر
اگر مولویت کو طیش آگیا	تو مسجد کا لوٹا اٹھائے گئی
سر مہر سے دیکھو یہ مہر	سعی مقام کے اندر رہنے
عصب کیا ہے مظہرے حریف جی کو	مدا کا نام اسے صبح و شام لیا تھا

مظہر صلی نے ایسی طر کو ٹیکھا اور انداز ملے کے لیے داسہ سنگلاخ ریسیوں 'ایجوئی محروں
مادہ اور پہلو دار قاصیوں اور کھسکا قی ممتی ہوئی ردیوں سے ہر مدی کے ساتھ کام لیتے ہوئے
ٹرے سنگتہ استعار نکالے ہیں۔ مثلاً

تم آہیں مھر سکتے ہو یا قہر مگر رو سکتے ہو	یہی مظلوموں کے حق میں کاٹے ہی لو سکتے ہو
وہ حوتیرے ہاھوں جہر کے کھاتے میں تلاں	تیری محل میں اے سے کتراتے میں تلاں
متھے دودھ کو دیا والے کہتے ہیں کھویا تو کیا	رہیں کو مار گئی کہے بد کیر ویا تو کیا
حبب مائش کا عدد اور قلم کے عاری کرتے ہیں	عریں کہہ کر ادو کی حدت اعزائی کرتے ہیں

۱ مظہر صلی گوئی چند مارنگ کی نظر میں۔ اسٹرولو۔ محوسا آتی۔ دو ماہی اساقہ لوبہ (مد) نمبر چھوڑی

عادلانوں پہ صرف کرے کو ہم سے حیدہ وصول ہوتا ہے
 یہ مصلحت پرست یہ شیریں میاں لوگ مراد ہو رہے پائے تو پرویر ہو گئے
 کم طرف ہے تو ایسی حقیقت یہ جانے گا درے کو امتاب کی لارم ہمیں متاں
 قصیدے کہتے لو ملتے بھی کسے وشیقہ و عیسرہ گداہے وغیرہ
 کھال کا پردہ اٹھا کر دیکھیے بھیڑ یا ہے بھیڑ کی بوشاک میں
 محرم کی گردنیں جس سے سے ظاہر ہو گئی تیغ لے کر ہاتھ میں کھو اتیں تصویریں
 سما کہ اب ہی روکیں گے وقت کی رفتار گھڑی کی سوئی بھی شاید ماسے سے
 تھوٹوں کی گردنوں میں بھدا ڈھلاڑتا ہے گھڑی کی سوئی بھی شاید ماسے سے
 ہے سدا رہد وقت کے قدموں پہ مصلحت آرد و ہاتھ یسارے تھی سلاٹوں کے تلے
 تم کو اکثری ہوئی گردنیں لپٹ کر آتا ایسے چاروں عاب خود کھ دیکھا لکھا بھر کیا تھا
 سب کا لے شے پیسے تھے ہیں لے گئی انکھوں سے

مرد و مالا اشارے اندر ہوتا ہے کہ دورِ حاضر میں اب کہ ہر شخص مصلحت کی کالی میک لگاتے وقت
 کے قدموں پر سدا رہد ہے اور کھل کر اظہارِ حق کرے سے گھر پر کرتے ہوئے تقریباً تقریباً کہہ کر ای
 عاقبت معوط رکھے ہوئے ہے، مطلق معنی ان سعاد توں سے محروم ہیں وہ کھلی انکھوں سے خود کھ دیکھتے
 ہیں مرد ملا اس کا اظہار کر دینے میں چاہے مانتی تقدس کا محرم کھولنا ہو گیا اور اخلاق کا عریاں رہیں ہو
 چمدا ماروں کی مرید کا بایاں ہوں کم طرفوں کا اچھا نہیں ہو۔ مصلحت میرستوں کی سیر میں سیانی ہو قصید
 گو شاعروں کی معاد پرستی ہو۔ مانتوں کی نقاب کشائی ہو۔ گفتار کے ماروں کی رست، ہمتی ہو یا یک
 ماروں کی کیسگی ہو سماج کے ان تمام ماہور اور عام پہلوؤں پر وہ تمام مصلحتوں کو مالتے طاق رکھ کر
 ہایت سے انکی سے طر کرتے ہیں۔

تھوٹوں کی گردنوں کے پھلے کو سحت کرے کے لیے خود رحمت و رماہی
 مطلق معنی کا حاصل ہے۔ اس ملا واسطہ اور سواست انداز پر ڈاکٹر ویرا ماکھتے میں
 ہاہرے کہ شاعری میں طعن و تشنیع کا ایسا ملا واسطہ انداز شریعت کے لیے رہبر قائل کا در در کرتا
 ہے اور مطلق معنی کو اس سے احتساب کرنا چاہیے تاہم جہاں کہیں انھوں نے ملا واسطہ انداز اختیار کر کے طر
 کی چٹھوں کو طعن و تشنیع کے رہبر طے انداز میں ملوث ہیں ہوئے دانات پیدا ہو گئی ہے ۔ ۔
 مجھے یقین ہے کہ جب اس میں بات بھول جائے گی کہ وہ طر کرے میں میراں کی طر اپے عیصلے انداز
 کو ترجیح دے گی تو ان استعاروں کی جگہ دمک میں اصدا ہو جائے گا۔

جو منکھی ملے کرتے ہیں۔ سماج اور زندگی کا ہر حوالہ ہر حصہ اور ہر عام پہلو اس کی طرز کا ہدف بننا ہے دورِ حاضر کی سیاست جس کی ساد میں مکر و فریب، وحیرہ اندوزی، 'اقرابہ روری' اس الوقتی آتش پسندی، مظلہ پرستی، وعدہ خلافی، فرقہ پرستی، اور مہری کے عیس میں رہتی اور ہوس اقتدار پر استوار بنیعت کی ان آلودگیوں پر مظهرِ حق کے مختلف پہلوؤں سے طرز کیے ہیں مثلاً

نرا امت ماساء نوح کی عربیاں حقیقت ہے تمہاری مملکت میں بے ہمارا ہو گئے ہم تو
مرکز چسایا گیا ہے جسے اقتدار کا در پردہ اس مقام پر سوا ملا ہیں
دہر کا یہ حال کہ رہن کے ڈیسے بچے چلا ہے تمہ پر یہ ارام کہ میں کیوں آگے ٹھکر کر کے چلا ہوں
ایک تو آگ لگا دی ہے جس میں اس نے بھر یہ ارام کہ بیٹوں نے نجات کی ہے
ورس کر وہ کسی ماری جاسے کھاتے ہیں ہم بھی وہی تو بیدل کن کے مر رہیں گے یہ گھر کا نانا تھا

سماجی اقتدار کے کھوکھلے میں اور معاشرتی اداروں کے اعطاف پر مظهرِ حق کے حسبِ دین اشعار ان کی دور بینی اور طرز نگاری کے وسیع دائرہ عمل کی شامدی کرتے ہیں مثلاً احباب کی مہربان کاری ایوں کی منافقت اور مخلصین کی ریاکاری سراں کارِ دغل دیکھیے،

دشمن کیوں رحمت فرما میں میری خاطر خود کو مخلص کہے دلے ہی کافی نہیں
امان کے مریسے سے سوس ہیں تو کیا ہیں عاملی حیات ہی جد واقعات
مرے اعلا میں العاف کی یکسا ہیں کم ہیں یہ ہیں منظر کا مادی ہیں مٹریں ہیں رہتا
فلو اس دور میں اک حرم ہے تسلیم کرتا ہوں مگر اس حرم پر بار و کھیں آستانے ہیں

اسات و عوام کی سدر مات، عامدار کی انصاف کتنی سماجی عدم مساوات، مفاد پرستی، بے سمیری اور اس الوقتی حق کی دوسرے ہمارا معاشی نظام دل مدل غیر متوازن ہوتا یا جلا حار ہے، مظهرِ حق ایک حساس اور صاف گو شاہ کی طرح بہایت عیصلے انداز میں الہ رستے ہوتے ماسوروں پر شہتر رہی کرتے ہیں

یہ دور وہ ہے مظهر گساور پد کرے بھر کی دانت یہ ہستیاں ٹوٹ جاتا ہے
یہ تو ایسی مات ہے کھیا بدعایے کے کھائیں رستے رستے میری آرم کا راہی نے لویا تو کیا
یہ تھلا دون اس ہستی میں آئی لگا ہستی ہے اس دھو لہو ہتی گنگا میں ہاتھ اگر دھو سکے تو
کیا کر رہے تھے انھیں کی آستیں بر مل گئے جس کی بیٹیاں نہ لکھا تھا کہ ہم قاتل نہیں
بیمک رہے ہیں جیاد ستار و لہو زہلہ مال اور مظهرِ حق صاحب گھوڑوں سے لیا

ڈاکٹر اور سید نے مظهرِ حق کی عمر کو ایک ایسا آئینہ کہا ہے جس میں معاشرہ اپنا بدنما جہر و دیکھ کر بدامت محسوس کر سکتا ہے۔ اس آئینے میں ہمارے سماج کے اندر سے والے رماؤں اسات و مسموں مفاو پرستوں، ماصوں اور ظالموں کو اپنے مکر وہ جہرے نظر آئیں گے

مولانا امتیاز علی عرشی رقم فرار ہیں،

ظہر دو میں سرکاری روایت بہت مرانی ہے۔ لیکن اس کے اوجہ و ایسے بہت کم ادیب اور شاعر ہیں جنہوں نے اسے بطور خاص مرنا ہو اس کی میاوی و حریر سے کہ طنز کے لیے جس مراکت لطافت اور حسن متادہ کی تیری درکار ہے وہ بہت کم کے حصے میں آتی ہے۔

مظفر حق ایسے ہی کم نگاروں میں سے ایک ہیں جس کے حصے میں مراکت، لطافت اور حسن متادہ کی تیری وافر مقدار میں آتی ہے۔ ان کی جی شاعری طبریہ اسلوب اور جدید لہجہ کی آمیزش سے اپنے واضح مد و ملامت کے ساتھ ان کے جس کی انفرادی ساحت کا وسیلہ بن گئی ہے جو روایت کی شکا و صراحت لیکن مقتضی حیلوں اور مام بہاد تحریک شاعری کے جی منطق سے آراستہ خطوں سے الگ جس کے لفظ و دق و ریگراروں میں انفرادیت کے موثر و قوتی ہے۔ ان امر کی وضاحت کے لیے ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

طہر ہی گلدستے سائیتے ہیں پھولوں سے نگر ہم نے تو کاٹوں سے یہ گلہ سنا ہے
شاہراہوں پہ تو منع ہے مظہر صاحب شعر کے کسی اور بھی رستے ہو گئے
لکیروں کے نقیروں سے مظہر کچھ ہیں بوجھا مٹی سلوں کی خاطر ہم جی راہیں بنا لیں

مذکورہ بالا اشعار میں ایک مخصوص لہجے اور سحر آوار کا مار مار دکر کیا گیا ہے یہ لہجہ اور انفرادیت مظہر حق کو ان کے طبریہ اسلوب کی بدولت ہی حاصل ہوئی۔

سر کی شدت کے مارے میں ڈاکٹر ویر آما کی اس رائے سے متفق نہیں کہ حرکی شدت میں تعقیف کر دینے سے اس کا تاثر ٹرھ جاتا ہے؛ بلکہ حاسدہ احساس کو میدار کر کے لے لکھ ایسے ہی جدید جملے کا رجر ہو سکتے ہیں بقول مظہر حق

ایسے حق کی خاطر لڑا دیجیہ ہاں کی بات ہیں لوگو! اب کچھ ساتھ دے گا یہ سید صاحب
یہ طہر ہی تو مالا حراہیں جگائے گا ابھی تو لوگ بڑھیں گے اسے ملال کے ساتھ

اور ڈاکٹر ویر آما کا یہ ارشاد کہ ”مظہر حق کی طہر کا دائرہ اس اعتبار سے محدود ہے کہ زیادہ تر ان مصراعات سے چپے کی سعی کرتا ہے، جو اس کے ادبی حریف ہیں۔ مثلاً سی برصاقت، ایس، تیجی، مرلیں کی ایک سو بیاسی طہرہ عربوں میں ان طہرہ اشعار کو زیادہ نہیں کہا جاسکتا، جو مظہر حق نے ایسے ادبی حرہ یوں سے پیش کیے ہیں بطور حرہ استعمال کیے ہیں۔ مظہر حق کی طہر کا دائرہ محدود نہیں۔ ان کے ترکش میں کئی طرح کے تیر ہیں جس سے وہ سبھتوں سے مرعوب ہوئے بغیر انتہائی حسارت اور لے مائی سے

۱۱۔ مقدمہ اشعار علی عرشی۔ ایک ہذا شاعر۔ مرتبہ مظہر حق۔ ص۔ ۱۱

۱۲۔ مظہر حق کی طہرہ عربیوں۔ ڈاکٹر ویر آما کا حسارت شمارہ ۳۴، ۱۹۶۱ء ص ۱۱۔ (مدیرٹی کرامت)

۱۳۔ مظہر حق کی طہرہ عربیوں۔ ڈاکٹر ویر آما کا حسارت شمارہ ۳۴، ۱۹۶۱ء ص ۱۱

خود مطہر صلی کی ماقہ میں کے تئیں بے سیاری بھی اس کی حقہ اور تعامل شعاری کا امت تانت ہوتی
میں مطہر کو کیوں کروں تسلیم اس نے کوئی غبار بھی نہ پیر
دہا سکے نہ مطہر کو ماقہ میں سلط تو اتمام تعامل شعاری کے لیے
ویسے ماقہ میں کی اس کے تئیں یہ حکی غیر مطہری بھی نہیں کہی جاسکتی۔
نقول پر دوسرا اتمام حسین۔

”لشکر کی شاعری عام طور سے ہر دلعزیز ہیں ہوتی کیونکہ اس میں اشارے اور کرائے ملتے
ہیں راں کا جواکھڑا ہوتا ہے اور انداز بیان میں حسن قسم کی تنگی پیدا ہو جاتی ہے اس سے ہر
شخص لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔“
قاری اور سانچ (المصنوع نقاد) کے لیے ماقہ میں قول ”ہر ایک پیدا کرے والا“ اور اکھڑیں لیے
ہوئے ہی طرح حاض مطہر صلی کی طریہ عربوں کا اسلوب ہے حاض طریہ ادب کے مارے میں مطہر
صلی لکھتے ہیں

”سرا جیال ہے کہ جو SATIRE سے طراوت HUMOUR کو نکالے کے بعد اس میں تعریفیں
کے اصلے کے ساتھ جہاں جہاں اپنے ذاتی حد سے کو آسانی جیتیت
کس میں کامیاب ہوتا ہے تو حاض طریہ ادب پارے وجود میں آتے ہیں یعنی حاض طریہ تلوار کی دھار
پر چلے کافی ہے جس میں دھار کی در اس لغزش میں پارے کو طراوت یا جو کا کورہ سادہ جی ہے اور اس
کے ہاں سلطنت اور ذاتیات دہل پاتے ہیں یہ ملے
مطہر صلی نے اس قسم کی لغزش سے بچتے ہوئے تلوار کی دھار پر چل کر اور ایسے ذاتی حد سے
کو آسانی جیتیت دے کر حاض طریہ پر اپنے جس کی سادہ رکھی ہے جو اردو کے بیشتر ماقہ میں کے لیے ماقہ میں
قول ہی نہیں لائق گردن زدنی ہے۔
مطہر صلی نے پیرایہ اظہار کے لیے واسطہ اور شعوری طور پر طریہ اسلوب اختیار کیا اور ایسے اکثر
اشعار میں اس کا اظہار بھی کیا ہے

چل سر سے جامہ لسم اللہ
میں نے اپنا من ہرا یا تر بھی راہوں پر چلنا
غزل میں لوگ جس خوش رنگ محدود رہے میں
مطہر طریہ کے میدان میں تہہا نکلا آیا

”نقاد مارلی کامن پر دوسرا اتمام حسین۔ شمول ایک صاحب نام مرتب مطہر صلی ص ۴۲۔“

”شاد مارلی۔ توصیت اور ص۔ مطہر صلی ص ۱۲۶۔“

ہماری تنقید ہمارے کارکنوں کی ہے اور یہ نہیں ہے "۔

ماقدس کے اس حامدارانہ رویہ کی شکایت خود مطہر علی نے اس طرح کی ہے
 "ترقی پسندوں کی طرح نئے نقاد بھی اتنی ہی سدی کا شکار ہوئے جارہے ہیں اور گروہ سدی اہم
 نواری کا حکم یہاں بھی مل نکلا ہے۔ جتنی جیسا حامدارت سحر اس کا شکار ہوا خود میں بھی یہی عذاب
 ہو کر رہا ہوں"۔

مطہر علی نے ایسے بیشتر اشعار المخصوص مقطعوں میں ماقدس کے اس غیر مصفاہ رویہ پر سیدھی جوب میں کی
 ہیں۔ ان کے اکثر بیشتر مقطعات ان کے شعری موقف کا اعلان کرتے ہیں اور ماقدس کی لے اعتنائی کے
 شکایت ان کے لوگ قلم پر اکثر آجاتی ہے۔

مطہر علی کے ان مقطعوں سے ان کے ساتھ ماقدس کی لے اعتنائی کی کئی وجوہات ظاہر ہوتی ہیں ایک
 تو عام ڈھڑے سے ہٹ کر ان کا طرز نگارش کی راہ ایسا ماقدس کو مانگا اور گرا۔ دوسرے مطہر علی نے
 ناقدین کو خوش رکھنے کے لیے چالوسی اور خوش آمد کا وسیلہ ایسا سے واسطہ نہ کر دیا تیسرے
 ماقدس کو وہ مانع نظری اور دہس رسا ہی نصیب ہیں کہ ان کی نگاہ مطہر علی کے کلام کی معروضیوں
 تک پہنچ پاتی۔ چوتھے ماقدس نے اگر ان کی طرف توجہ بھی کی تو حامدارانہ اور معنی امداد کے ساتھ۔
 مثلاً مطہر علی کی مدد پر سیدھی پر ماقدس کے محالانہ اور معاندانہ رویے کا رد عمل
 ان کے ان مقطعوں میں ملاحظہ فرمائیے

لاکھ بات نہ ہوں مطہر کے مخالف لیکن	شہد سواروں کے لئے بھیڑ بھی چھٹ جائے
اے مطہر ہمیں تنقید کے معیار سے کیا	بھیڑ سے ہٹ کے عزل ہے تو ہماری ہوگی
مسعود رنگ سے مطہر کا	تو بخت و دمان جانے کہاں
اسی لیے تو ماقدس نے چاک کر دیا دوری	مری عزل میں عہد تو کے انگشتاں تھے

مطہر علی کے خیال میں نقادوں میں قدر و شعور کی کمی بھی ان کی لے اعتنائی کا ایک سبب ہے
 اس لیے وہ عہد کو بہت قیامت سمجھ کر اس کی محشی ہوئی عظمتوں کو شکرتا ہے

چشم تنقید بہت قیامت سے	ورہ اتنا مڑا نہیں ہے وہ
مطہر بہت قدر تنقید سر بر تاج رکھتی ہے	کھراستہ رکھی عظمت کے جگر میں نہیں رہتا
سرکس دکھا رہے تھے مطہر حجاب میں	مارا میں کمال ہر کون دیکھتا

۱۔ مطہر علی کو پیچھا مارنے کی نظر میں شوخ و محبوب ڈہی مشمولہ ماساء اسحاق (لورہ)

۲۔ عیدیت ایک تحریک ہے یا تو یہ مطہر علی مرگ آمار (میدر آباد یکم اگست ۱۹۷۷ء ص ۱۷)

ہم کم کو جانتے ہیں ہمیں مت فریب دو
 اس حرم میں گواہ جو میرے حلال ہیں
 تو مے چہلے دھولے ہیں بہت
 آرام ہے حرام اگر کام کا رہے
 آپ میں رہبری کے سچا وصف ہیں
 کج کلاہ نئے کا شوق ہو تو ایسا ہو
 بیچ حرم سلام استے رہجوا
 بیچ ماسیہ حضور کہ وعدہ معاف ہیں
 اب درابر اب بھی ساری کریں
 ترکاریاں اٹھاؤ تو ہنگامہ آج سے
 حوصلہ بست ہے پاؤں میں لنگ ہے
 بیگڑیاں ہر اردوں کی آس لے اٹھالی ہیں

مظفر حق کی طبریہ شاعری میں مزاح کی کمی کی وجہ تو اس کا یہ نظریہ ہے کہ طراوت یا مزاح کی امیرتس سے مہیا رہے میں سلطنت اور مہیا رہیں در آتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ حاضی طر کے شاعر ہیں اس لیے انھوں نے ایسے مں میں طراوت کی امیرتس سے نیچے کی شعور می کو مستش کی ہے اس کے باوجود اگر اس کے کچھ اعتبار میں طراوت یا مزاح کی ہنسی سی صلیک دکھائی دیتی ہے تو اسے الٹا کی لا شعوری لغزش سے تعبیر کرنے کی محنت لکھن واقعہ کی ہو ہو عکاسی طبیعت کی شکستگی، انداز بیان کی سرچستی اور اثر آفرینی کے لیے مناسب اور پوروں الفاظ کے استعمال کا نام دیا جاوے یہ مظفر حق نے غزل میں سجدہ طر نگاری کے اس اسلوب کو اپنایا جس کے ساتھ اس نے پہلے اردو شاعری کے آواز سے آج تک صرف دوستوں بیکانہ اور شاد ماری کے نام ہی لے جاتے ہیں اور یقیناً حق نے مظفر حق کو اس سلسلے کی تیسری گڑی تسلیم کیا ہے جو سنی سرمد اکت ہے۔

دربیر آغا اور شمس الرحمن فاروقی نے مظفر حق کے بار بار ایسے طر نگار ہوئے کے اصرار پر اعتراض کیا کہ اس کے نتیجے میں قاری کے صملاہٹ یا غلط فہمی میں مبتلا ہو کر شاعر کا معروضی محاسبہ نہ کرے گا حدشہ رہتا ہے۔ قاری کی صملاہٹ یا غلط فہمی کا تو جبر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ عام طور سے وہ بچارہ اظہار و المار کے وسائل تک رسائی نہیں رکھتا شاعر کا معروضی محاسبہ کرنا تو درگاہ مالما قاری سے دربر آغا اور فاروقی صاحب کی مراد نام قاری کی محنت لا شعور قاری یا نقاد ہے تو اس کا اندازہ مدنی صحیح ہے۔ واقعہ ہے کہ ماقدم میں مظفر حق کے اس بیکانہ اظہار سے صملاہٹ میں مبتلا ہونے اور غلط فہمی کا شکار بھی جس کے نتیجے میں انھوں نے مظفر حق کی شاعری کا معروضی محاسبہ کرنے کی محنت یا تو اس کے لیے معاندانہ اور معنی انداز نظر اختیار کیا ماضی حیرنے اعتنائی اور کرم مار سب مہری رت کمر اپنی مطبوعات، مقالات اور مضامین میں حاسد لارہ رویہ ایماتے بھرتے ان کے تذکرے سے گریز کیا۔ میرے ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر گوپی چند سارنگ نے فرمایا۔

کے پاس موضوعات کا اور اس سے مراد کمر جس مزاج کا فقدان ہے :
لیکن آگے چل کر تنہا الرمن فاروقی نے ایسے اسی تصور میں یہ نگاہ کر کے
مختلف باتوں کو ایک ہی طرح اور ایک ہی بات کو کئی طرح کہنے کا ڈھنگ ہمیں بخوبی بتا دیا ہے۔
اسی رائے کی تردید کر دی ہے۔

شخص الرمن فاروقی کے نزدیک مطر صحن کی ان دونوں کامیوں سے احمد اسلام احمد نے
قویوں کے پہلو سرآمد کیے ہیں۔ نکتے ہیں
مطر صحن کے موضوعات محدود ہیں لیکن انہوں نے حسن کثرت سے اور حسن حس انداز سے بہت

کیا ہے اس سے ان کی فنکاری، موضوعات پر گرفت، اور ماں دان کا ہر دور افہام، ہر تہہ طہر کے
لیے وہ شعر کے مجموعی مزاج، تہذیب، مخصوص الفاظ اور ہلے کے کام لیتے ہیں اور اکثر اس میں بہت
کامیاب رہے ہیں۔ طہر کے ساتھ مزاج کی موجودگی محوری صحن ہے اور ضروری تھی۔ مطر صحن اس امر
سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ چاہے ان کے اعتبار میں دونوں کی کارفرمائی نظر آتی ہے اور بعض اوقات تو
یہ بعد کر نامشکل ہو جاتا ہے کہ اس بات کو طہر سمجھیں یا مزاج یہ تجربہ ہی مطر کی خاص خوبی ہے بلکہ

جہاں تک احمد اسلام احمد کی اس رائے کا تعلق ہے کہ مطر صحن کے موضوعات محدود ہیں اس
حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مطر صحن نے عام مروجہ موضوعات سے ہٹ کر زندگی اور اس کے گرد و پیش
کے رنگارنگ اور متنوع موضوعات، ہی کو اپنی شاعری کی اساس بنایا۔ جسکی عمریں کے بعد کے لوگوں
میں ان موضوعات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا۔ جسکی عمریں کے تعلق سے تفصیل سے بحث کی حاجی
دار سائے کی کوشش کی گئی ہے اس کے باوجود بقول فاروقی اگر موضوعات کے تنوع کے باوجود طہر

نگار کی بار بار تکرار سے قاری دھوکھا خائے کہ ان کے ہاں موضوعات کا فقدان ہے تو یہ سراسر زیادتی
ہے احمد اسلام احمد کی جملہ انتہائی مرادقت ہے اور اعتدال و توازن رکھتے ہیں کہ وہ جسکی عمریں میں
قند و موضوعات کو مطر صحن نے مختلف انداز میں پیش کر کے اسی فنکاری کا ثبوت دیا ہے۔
طہر کے ساتھ مزاج کی موجودگی فاروقی اور احمد دونوں نے ضروری قرار دی ہے فاروقی نے
مطر صحن کی شاعری میں مزاج کا فقدان بتایا ہے جب کہ احمد نے ہم انداز میں دونوں کی کارفرمائی
کا ذکر کیا ہے۔

پہلی سی مزاج کی بنیادی عملی حاتی ہے مثال کے لیے حسب ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے۔
لے تحریر کی ہیں احمد نام احمد مشورہ مومن (۱۵) مترکب (۱۶) ۱۹۷۱ء (مدیر: احمد نجم قاسمی)

رکھنا اور اس روایت کی توسیع کرتے ہوئے اسی العرادی صلاحیتوں کو بھی پوری توانائی کے ساتھ رد و ناسد رکھا۔ ویسے ہی لاکھ العرادیت کے مادہ خود برکار ایسے پیش روؤں یا ہم عمروں سے کچھ نہ کچھ ہی مسابقت ضرور رکھتا ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلٹ کہتا ہے

”ہم کسی شاعر کی توصیف کرتے وقت اس کی تعلقات کے ان پہلوؤں پر زور دیتے ہیں جہاں وہ دوسرے شاعروں سے کم اہم مائل ہوتا ہے اس کی شاعری کے ان حصوں اور پہلوؤں سے ہم اس کی العرادیت اور اصل جوہر کی ٹوٹ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس شاعری اور اس کے پیش روؤں اور بالخصوص اس کے قریبی پیست روؤں میں جو فرق ہے اس پر ہم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں اور خاص طور پر ان خصوصیات کی تلاش کرتے ہیں جو اس شاعر کو دوسرے شاعروں سے الگ اور ممتاز کرتی ہیں تاکہ اس فرق کٹھن اندوز ہوا جاسکے لیکن اس کے برخلاف اگر ہم کسی شاعر کا مطالعہ بغیر اس تھکے کریں تو ہم اکثر یہ محسوس کریں گے کہ اس کی شاعری کے نہ صرف بہترین بلکہ مسرور ترین حصے بھی ایسے ہیں جن میں مرحوم شعرا اور اس کے اسلاف اپنی لامانیت کو نہ یاد و شدت کے ساتھ ظاہر کر چکے ہیں“

مدرسہ بالا اقتباس کو بطور تہاوت استعمال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطہر صبی کی شاعری میں کلام شاد سے مماثلت کے مادہ خود ان کی اسی العرادیت کے جوہر اصلی مدرجہ اتم موجود ہیں ایسے اس مضمون میں ایلٹ نے کہا ہے:

”کوئی شاعر کوئی فن کار خواہ وہ کسی بھی فن سے تعلق رکھتا ہو فن تہاوت اسی کوئی مکمل حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی اہمیت اور اس کی مڑائی اسی میں مضمر ہے کہ پچھلے شعرا اور فن کاروں سے اس کا کیا رشتہ ہے۔ الگ رکھ کر اس کی اہمیت متعین نہیں کی جاسکتی اسے پچھلے شعرا اور فن کاروں کے درمیان رکھ کر تعامل و تفاوت کرنا ہو گا۔ میں اس اصول کو محض تاریخی تنقید کا نہیں بلکہ جمالیات کا اصول سمجھتا ہوں“

اس اعتبار سے ہم نے سابقہ صفحات میں مطہر صبی کے امتدائی طرز کلام کو مختلف اقدیں کے ان مصلوں کی روشنی میں پرکھا ہے جس کے تحت ان کی عربوں میں شاد و غارتی کا رنگ تھکتا ہے کسی شاعر کے کلام کو دوسرے شاعریات شاعروں کے کلام کی روشنی میں پرکھنے کے تعلق سے ٹی۔ ایس۔ ایلٹ نے مزید کہا ہے:

”میر کھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم یہ دیکھیں کہ آیا وہ ماضی کے شاعروں سے بہتر ہے یا بدتر یا ان

محمود جو نیک اس کے طرز کا مشاہد خود لایا داتا اور اس کے بعض پہلو بھی ہیں۔
 جلیل الرحمن اعظمی کی مدکورہ مالا لائے کے ثبوت میں مظفر حق کے درج ذیل اشعار پیش
 کیے جاسکتے ہیں جس میں وہ شاد عارفی سے ممانعت کے دائرے کو توڑتے ہوئے ایسے شاعرانہ وجود کی
 انفرادیت کی حاکا شاہد ہی کرتے ہیں۔ یہ اشعار ان کی ابتدائی طرز پر عربوں سے لیے گئے ہیں۔
 "تھر گرتا ہوں، کمر لپکے پھر عریں کیسے نوحاں" جیسے نوحاں کے سر پر پیکے پھر عریں کیسے نوحاں
 "کمر آلودہ لہجے میں سچ مائیں اور کسے کاکوں" آج مظفر عریں کیسے آئے کی دو کالوں پر
 "حس کو اندیشہ رہتا ہے دل کا پورہ پکڑا جائے" جسکی جڑی ماقول سے صبا کی دسمائی کرتی ہے
 "ہمارے ملک میں سوداگری بھی اک سیاست ہے" جہاں قیمت شرمائی ہو کسی کی بات کہتے ہیں
 ان اشعار میں مظفر حق کا لطیف طرز بہت اچھا ہے۔ یہ اسلوب کے تیر اور ہر آلود طرز پہلے سے
 کافی حد تک مختلف ہے۔ شاد کے دیر اسلوب کے مقابلے میں مظفر حق کے ان اشعار میں ان کا
 اسلوب ایک کھلی کھلی کیفیت رکھتا ہے۔ مظفر حق نے اپنے انداز میں ایسے حالات کی عکاسی کی ہے جسکے کمر
 پھول کے سروں پر چھت کا پکھا، آئے کی دو کالوں پر عریں کیسے یہ تحریر خود اس کے اپنے ہیں
 سیاست اور سوداگری میں یکساںیت اختیار کی مصوعی قلب کے ہلے گرائی جیسے تمام حالات
 آزاد ہندوستان کے ہیں ریاست وایسود کے ہیں۔

ایسے ابتدائی کلام میں شاد کے اشارات قبول کرے کا اعتراف اور بعد میں ان کی آواز سے لڑی ایک معرود
 آواز برآمد کرنے کا ذکر مظفر حق نے کئی جگہ کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں:

"میں نے ایسے پہلے ابتدا میں شاد عارفی کا رنگ پسند کیا جس کے اشارات میرے ابتدائی کلام
 کے عمومی، تنہا عریں میں مشا و امع نظر آتے ہیں۔ رومور میں اور تقدرب کلام حاصل کرنے کے بعد
 میں نے اسی رنگ سے اپنا رنگ پیدا کیا شاد مرحوم کا زمانہ ہر حال میرے زمانے سے مختلف تھا ان کے
 طرز اسلوب میں عصریت، تحریریت، علامت نگاری، پیچیدہ تراشی اور دھنکی کیفیات وغیرہ کی آمیزش
 سے میری آواز ان کی آواز سے قطعی مختلف اور سنی ہو گئی۔" سلسلہ

شاد عارفی کی ممانعتوں کے سلسلے میں ہم کثیر مثالیں دے چکے ہیں اور اس بات کا احتمال ہے
 کہ قارئین مظفر حق کو شاد کا سنی قرار دے دیں حالانکہ اس حقیقت کا محسوس ہوا صحت کر دی گئی ہے
 کہ انھوں نے اسی طرز پر شاعر کی میاویں شاد عارفی کی طرز پر شعری روایت کی اور ٹکھا ٹر میں

مظفر حق مصوعی مطالعہ جلیل الرحمن اعظمی تحریر دہلی فروری ۱۹۹۶ء ص ۴۷

مظفر حق ادب اور میری پہچان۔ مظفر حق متول تقدرب سے ص ۱۴۲-۱۴۳

اس قسم کی تعریف تو ہم کر نہیں سکتے مثلاً ترے اُسوہی ستاروں کی طرح ہیں
 مظهر میں نے مصلحین قومِ وطن، رہبرانِ ملک و ملت اور مذہب و سماج کے ٹھیکیداروں کو مظهر
 مجلس میں 'حما'، 'مستم'، 'آن محترم'، 'آن صاحب'، 'معدلت پناہ' جیسے طبعی الفاظ کے ذریعہ مخاطب
 کیا ہے خواہ یہ اندر ملائی بشریت رکھتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے

ہم کو اپنی پستہ قامت یزترس آسے لگا غمزا یہ حقہ دو دستار اور سر رکھ دیجیے
 اصاف کی تو یہ ہے کہ لے معدلت یہاں اصاف تو لے کی بھی میسداں ہیں کتنی
 عطا معاف در آستیں دیکھوں لگا مسلمات میں ہے محترم کی صالاک
 اگر حساب کو کچھ سہیق ہے تو یہاں قدم قدم یہ ملیں گے خمیر کے حصار
 ا اشعار میں عطا یہ الفاظ جو عطا ہر ایک ساری اور معاصی کا مفہوم رکھتے ہیں ان میں پوشیدہ
 فقیر امیر طرہ صاف چمکتا دکھائی دیتا ہے۔

شاؤ کارنی کی شاگردی قبول کرتے ہی مظهر میں نے بہت جلد ان کے رنگ و آہنگ اور لب و
 لہو کو مکمل طور سے ایسا لیا کہ دور تک وہ شاؤ صاحب کے نقوش قدم پر قدم جاتے ہوئے چلتے
 رہے لیکن ان کے عطا کا وہ ہیں 'مختس فطرت اور تغیر فیہ' سر حالات سے زیادہ دلوں تک انہیں آن
 لاء بیکر مارا نہیں رکھا۔ اور جلد ہی وہ ان راستوں کی توسیع اور انہیں سے نئی سمتوں کی دریافت
 اور نئی منزلوں کی جستجو میں مصروف ہو گئے

استاد اور شاگرد کی وہی ہم آہنگی کے باوجود ان دونوں کے ماحول اور حالات کا موازنہ
 اور دونوں کے مابین فرق تلاش ہوتے خلیل الرحمن اعظمی رقم طراز ہیں
 "میراجیال ہے کہ دو اسماء خواہ مراج کے اقتدار سے کہتے ہی ایک دوسرے سے ملتے
 ہوئے ہوں، دو الگ الگ وجود بھی رکھتے ہیں اور شاعری اگر تعلیمی عمل ہے تو اس میں اس
 وجود کی جھلک دیکھیں جاسکتی ہے۔ میر شاؤ کا تعلق جس زمانے سے تھا وہ زمانہ مظهر کے زمانے
 سے ٹری حد تک مختلف تھا اور آج کے شاعر کو جس حقائق کا سامنا کرنا ہے اس کا شاید شاؤ صاحب
 تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ شاؤ صاحب کے پاس تو پھر بھی زندگی کا 'مشتہ' (گندہ) تصور تھا اور انہیں
 اپنے آپ پر وہ اعتماد تھا جس کی ملحدی پرچہ نہ کروہ سماج کی تصویر میں لے سکتے تھے۔ آج کے مساعر
 کو وہ ملحدی حاصل نہیں ہے وہ خود اس بحجم میں گھرا ہوا اور خود بھی ان مسائل میں پورے طور
 پر آلودہ ہے اس لیے آج کے شاعر کا طرہ محض دوسروں پر جیسے جس سے اس کی اپنی ذات
 طبعی عائد، مشت سبب کی غلطی کی وجہ سے مشتہ لکھا گیا ہے۔"

شاد و غاری کی شاگرہ کی اختیار کرنا، اس کے رنگ کو شعوری طور پر قبول کرنا، اسے کامیابی کے ساتھ
 برتنا اور شاد سے اس کی فکری و دہی ماسبت و مماثلت پر الجھنا خیال کرتے ہوئے بیشتر نادوں
 کا یہ علم ہے کہ مظهر صبی نے شاد کے رنگ کو نہ صرف ایسا یا ملکہ اس میں تو سیع بھی کی ہے اس سام
 وفاق کے تناظر میں مظهر صبی کی شاعری کا حائر و لیس تو وہ تمام مدرتیں، الفاظ میں اور ملا و صاف
 جو شاد و غاری کی شاعری کے طرز ہے اختیار ہیں مظهر کی شاعری میں بھی مدرجہ اکمل نظر آئے ہیں شاد
 صاحب کی طرح انھوں نے بھی ہلمے کی مدرت تمامات اور افرادیت کے لیے مرسوں ریاض کیا ہے اور انہیں
 شاعری میں استعمال ہوئے ولسے پیکے اور پیکے الفاظ سے ارادشاگرہ کیا ہے۔ مثلاً،

مستی کی عام جسم توقع حصول ہے چمکی عسل کی ہم سے توقع حصول ہے
 مظهر کی رماں سے ماضیاء شاعر سے سما اسے بھی آپ کیا چمکی عسل والا سمجھتے ہیں

مظهر صبی نے مروجہ تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کے استعمال سے نقد و درمقداس پایا یا صاحب صورت
 انھیں سے ملبوس ہیں، پیش کیا روایت پرستوں کی مخالفت سے بے نیاز ہو کر شاد صاحب کی سنی
 لطیفات کے علاوہ سیکڑوں ایسے الفاظ انھوں نے ایسے اشعار میں نے نگلی سے استعمال کیے جواب
 یک عسل کے لیے مامانوس اور اچھوت کے جاتے تھے شاد صاحب ہی کی طرح انھوں نے بھی ہی اچھوت
 کے دریدہ نرات و میاں کے بے امکانات کی نشان دہی کی وہ آرائش بھٹی کے معنوی سپاٹ ہیں سے
 چمکتے ہیں۔ درستی کو کھرہاں میں پیش کرنا جاتے ہیں۔

مادر ترکیب، مروجہ مادروں کی کثرت بحث کے دریدہ حدید آرائش، مکالماتی اسلوب و صوابیت
 رمزیت، طرز و کاری، غیر شاعرانہ موضوعات اور کھردرے الفاظ کا کارہ استعمال، وفاق کلمے ملایا
 اور مر ملا اکبار کے کھڑے پائین، مذہبیت، واقفیت، کما ہلہ حق گوئی، سرور و شاہ کے ساگی
 ٹیکھائیں، قدمائے مزبہ نسل کی طرح مشہور استعارہ میں تصرف اور امائے (مثالیں یکے ملایا
 چیرا بھی ہیں) سادگی اور شہر سے قریب تر بہل متبع کی نے شمار و صورت اور برصہ مثالیں مظهر
 کی سزوں میں ملایا کھرہاں کوئی ہیں۔

شاعر متقی نے اپنی آوار کو افرات و تیزی کو مدرت عطا کر کے لیے اردو شاعری میں
 بہت سی اصلاحات مثلاً غش، بھول، توڑ، میرا، خزان، شری، شیش، شمع، زیاد، حس و عشق، بھلا
 بہت سی اصلاحات و متبع پر وائے آسمان، شراب، بھلا، وغیرہ کو ایک الونے اور ٹیکہ لگا کر
 بہت سے نکلنے اور اچھوتے مقام پر آدے کیے۔ مثلاً

بہت سے نکلنے اور اچھوتے مقام پر آدے کیے۔ مثلاً
 بہت سے نکلنے اور اچھوتے مقام پر آدے کیے۔ مثلاً
 بہت سے نکلنے اور اچھوتے مقام پر آدے کیے۔ مثلاً

شاد عارفی

منظر حنفی

ہم ہندوستانی مسدا کرے کوئی
لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کیا کہے کوئی
ہم بھی اسام مسدا جان کی طرح تاج
’دموئے گئے‘ کچھ ایسے کس پاں ہو گئے
مطرحی سے اساتذہ کی شہور رہیوں میں طریہ عربیں بھی ہیں اور ان کے مصرعوں کو کچھ اس
رہنمائی سے اپنا پاسہ کہ اکثر میں اصل سے زیادہ معویت، پہلو داری اور تہہ داری پیدا ہو گئی ہے
مطرحی مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں،

(وقت) منظور ہے گرامر میں احوال واقعی
(شعر) ہم ہوئے تم ہوئے کے میر ہوئے
(فکر) کسی کی آنکھ کا دور ہوئی کسی کے دل کا آؤں
(آتش) ہمارا شہر سایہ دار راہ میں ہے
(آئندہ) اس امر ساؤت کے مادل ڈوب پلا ہوا بھی
مطرحی کی شاعری میں ہے کی الہر ادیت کی سائرین صلیں اہیں نگاہ اور شاد کے
سلسلے کا تیسرا اہم شاعر تسلیم کیا ہے ضروری ہے کہ نگاہ اور شاد عارفی کے شعری رویوں
کے مابین میں خود مطرحی کے خیالات کا جائزہ لے لیا جاتے تاکہ ان شعری رحانات و لطریات
کا اندازہ لگایا جاسکے جس پر انھوں نے اپنی شاعری کی اساس رکھی۔
مطرحی لکھتے ہیں،

’شاد عارفی کی عرف میں نگاہ کے مقابلے میں تعلق اور تفکر کی کمی کے ماد خود موضوعات کی آبی دست
اور مقصدیت کا ایسا ہی استراحت کہ اہیں نگاہ سے ملد مقام دیا ہو گا۔ ان کی قدرت کلام
سے رام پور کی بشمولی مرداء میں، واشگاف طرر قاطب نے تھیک اسلوب گفتار المار و ترسیل
کے ساتھ راست انداز و زمانائی کیفیت و عمرانی مفاقی کی تساحت، تمدنی بیانات سے واقفیت اور
ان کے سماجی شعور پر عینیت و دلخیز تحرات رنگی کے ساتھ گھل مل کر ایسی الہر ادیت اختیار کی کہ شاد
نجات بھی کرتے ہیں تو ان کی جہیں میر شکس کلام کے مائیں کو دو مالاکردہ ہی ہے جب کہ ایسے مقامات
پر نگاہ کا جبر و مشورت سے گزر جاتا ہے۔‘

ہے شاد مارنی سے مظفر کا سلسلہ
اشعار ساں چڑھ کے مت تیر ہو گئے
اوروں سے تقابل نہ کروہ ہری توبین
مار، شاد و مظفر میں کما شاد کما میں
پیر و کار شاد مظفر گنتی میں دو ایک ہیں
ظہر عرل کے تار پہ چل کر دکھلاتے ہیں مثلاً

مظفر حنفی کے ص میں ان کے استاد شاد عارفی کے فیض کی نامدہ کر میں، ان کی عرلوں پر شاد
عارفی کے رنگ کی چھاپ اور ان کے لئے میں شاد صاحب کی مار گشت ان کی تین سونائیتیں عرلوں میں حا
بھاؤ کھائی اور سناٹی دیتی ہے کہیں مظفر حنفی نے ان کا تتبع کیا ہے اور کہیں ان کے ٹیکے اور کیلے لمبے کو
بکھا رہا ہے اور آزاد کراست گوئے مال اور سہ پھٹ شعری روایت کو مقرر رکھا ہے اور کہیں اس روایت کی
توسیع کی ہے ان کی ابتدائی مالمصوص نہ تیکھی عرلین، ان کی عرلوں میں شاد صاحب کا رنگ بہت زیادہ نمایاں
ہے لکہ اکثر عرلین شاد صاحب کی رمیوں میں بھی گئی ہیں۔ مثلاً

مظفر حنفی

شاد عارفی

کچھ اس ادا سے مجھ کو افس میں دیکھتا ہے وہ
کہ یا تو عاشقا ہیں ہے یا بہت معصا ہے وہ
میں تو عرلین کہہ کر دل سلا لیتا ہوں لیکن وہ
شہر سس میں بدما می سے بے روا ہوں لیکن وہ
حاکم کے شعرا م سے میرے سا کے دیکھ
پھر اعتراف یا قید میں آ رہا سا کے دیکھ

اکثر شاد عارفی نے استاد کے اندویش مرثیہ الامثال کی حیثیت رکھے دلالت شاعری کے معرعل پر مظفر کے ان کا مالک ہے معقولہ ہر ایک میں
مظفر حنفی بھی اس معاملے پر ایسے استاد سے تیکھے نہیں اور شاد صاحب سے ہٹ کر کچھ الحاد کے تصرف کے ساتھ کچھ
ایسے مصرعہ ارجیالات ہیروست کیسے ہیں کہ ہر شعر ایک مالک اچھوتے رنگ میں میں ظاہر ہوا ہے۔ استاد
شاگرد دونوں کی عرلوں سے حمد متالیں ملاحظہ کیجیے

مظفر حنفی

شاد عارفی

”پھرتے ہیں میر حواری کوئی یوجھتا نہیں“
ہیں دارعے شمار کوئی یوجھتا نہیں

مطلع کہا ہے نظم و نظم کا ٹکڑ نہیں
”پھرتے ہیں میر حواری کوئی یوجھتا نہیں“

میں استاد کی تاسد و کرم میں بھی موجود ہیں۔ (الود سعید) مطهر صبی کے ماں شاد کے لیے کی مارگست
ماں مسائی دیتی ہے۔ (ڈاکٹر ویرانا) انھوں نے شاد عاری کے تیکھے اور کیلے لیے کو مڑی حد تک
کامیابی کے ساتھ کرتا ہے۔ (پروفیسر عظیم صبی)

و شاد ماری کی آزاد بے مالک راستہ اور مدیہ شعی روایت کو قائم رکھے ہوتے ہیں (عینی صبی)
مذکورہ بالا آراء کے مطابق مطهر صبی کی طریہ عروا میں شاد ماری کے رنگ و آہنگ کے اثرات
اور دونوں میں مرئی ہم آہنگی ہے۔ حکم بعض ماقہ بن کے مردیک مطهر صبی طریہ شاعری میں شاد کی توسیع
کرتے ہیں۔ اور بعض نے دونوں کے انداز میں فرق بھی محسوس کیا ہے۔ اس انداز مکر کا عمومی تاثر کچھ
اس طرح ظاہر ہوتا ہے

مطهر صبی نے شاد عاری کے طریہ تفتروں کو کچھ اور آنداز پایا ہے۔ (ڈاکٹر مرزا مقبول)
ابتدا میں ان کی عرواں پر شاد کے رنگ کے اثرات دکھائی دیتے ہیں لیکن حلد ہی وہ اس مماثلت کے
دائرے کو توڑتے دکھائی دیتے ہیں (حلیل الرحمن اعظمی) مطهر صبی کی طریہ نگاری تقلیدی ہیں ان کا عمومی مزاج
ہے۔ (وہاب اشرفی) شاد عاری کے یہاں ایک قم کا کھر رہا ہے، لکھتے بھی کا تیر اور لڑائی کھڑائی کی کیفیت ہے جب کہ
مطهر صبی کے لیے میں ثنات اور معاہمت ہے (وہاب اشرفی) شاد کا طریہ بعض اوقات رہبر میں بھا ہوا
تیر ہوتا ہے مطهر صبی کے طریہ میں بادی طریہ سے ایک لطیف اتارہ ہوتا ہے (سلیم اختر) شاد کا اسلوب ایک مد
نیک و تحمل تھا۔ حکم مطهر صبی کے اسلوب میں ایک کھلی کھلی سی کیفیت ہے (ڈاکٹر ویرانا) شاد عاری
کی واقعیت اور عاریت مطهر صبی کے یہاں داخلی لے میں بدل گئی ہے (گوپی چند مارگ) شاد عاری کا
لہجہ تیکھا اور لوکیلا ہے مطهر صبی کا طریہ لطیف ہے (ڈاکٹر عظیم صبی) شاد کی شاعر دی اور مرانی مسامت کے
ماوود مطهر صبی شاد کا شئی سن کر نہیں رہ گئے۔ (محمود سعیدی) وہ ایسا انداز دی رنگ و آہنگ قائم کر کے
یگا۔ اور شاد کے سلسلے کے تیسرے ایسے شاعر ہیں۔ (عینی صبی)

کچھ لوگوں نے مطهر صبی کے شاد کا اتباع کر کے یہ ناگواری کا اظہار کیا ہے احمد اسلام احمد کی رائے میں شاد
استاد سے الگ رہ کر ہی کچھ متا ہے شاعر کا خیال کہ مطهر صبی کی شاعری میں وہ گہرائی و گیرائی پہلا ہیں
جو کسی حوساد کے استعار میں کات پیدا کرتی ہے اور نقول پر و قیسر قمر رئیس مطهر صبی کے لیے میں شاد
مانی صبی طرح داری اور متوجہ ہیں۔

مضمیر کہ ماقہ بن کی غالب اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ مطهر صبی نے شاد کے رنگ کو کامیابی سے اپنایا
کرتا اور اس میں توسیع کی ہے۔ پہلے بھی عزم کر چکا ہوں کہ مطهر صبی نے اسی تجربہ اور نے تمار اشعار
میں شاد کی عظمت و سرور کی کوشاں عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی پیروی کا احاطہ کیا ہے۔ حدیث ۱
ملاحظہ کیجیے

” اں کے عربی شاعر مظہر صفی نے بھی یانی کی رمان میں طبر کے اسی پیرایہ کو اپنا لیے اں کے لیے ہیں وہ طرحداری اور تسووع تو ہمیں لیکن عصر حاضر میں انسانی حلمات اور اقدار کی لے قدری کا تیکھا اور گہرا احساس مرد رہے نہ لے

شاد عاری سے اسی سمت اور ان سے اکتساب فیض کمرے اور شاعری میں اں کا رنگ اختیار کمرے کے بارے میں مظہر صفی نے خود اپنی تحریروں میں کسی جگہ اعتراف کیا ہے اور ایسے درجوں استعار اور مقطعوں میں تحریر امدار میں اس کا اظہار و اعلان کیا ہے جس کا تفصیلی ذکر مناسب موقع و محل پر کیا جائے گا شاد عاری سے اپنے رشتہ شاعر دی کا اس طرح بار بار اعلان کمرے پر احمد اسلام احمد سے عید دلچسپ تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

” ایک رمان تھا کہ ستاعروں نے فرسے اپنے استادوں کے نام لیا کہتے تھے بلکہ سیکڑوں ستاعر پہچانے ہی اپنے استادوں کے حوالے سے جانتے تھے۔ پھر تیار رمان آیا لڑکے یس از سق مل طلب کمرے لگے اور شاعری میں آزاد روی کا دور دورہ ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ استاد کا نام یا تصور نکالیں گیا۔ آج کل کو حواں لوگ شعری اٹکل ہوتے ہی پہلا نام یہ کہتے ہیں کہ ہر اس شخص کو رد کرتے ہیں جس سے انھوں نے کچھ سیکھا ہو ایسے عالم میں مظہر صفی جیسے لوگوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ نہ صرف وہ شاد عاری کی شاعر دی کا اعلان کمرے ہیں بلکہ اس پر امرار بھی کہتے ہیں کہ انھیں شاد کا شاعر دیکھا جائے۔ انھوں نے اپنے نمونہ کلام کا نام ”تیکھی عریں“ بھی شاد کی طرحداری کے حوالے سے دکھا ہے۔“

اں استادوں کے علاوہ شاعر وادیکرامات ملی کرامت، پرویز عید العی، مسعود اشعر، میا حسن، اختر آں الوالیہ، کریم شہراری، سید مسعود واحد پری، غلام مرتضیٰ راجی وغیرے بھی ایسے معاصرین اور شعروں میں شاد و مظہر کی اس سمت پر اظہار خیال کیا ہے

اردو دنیا کے ہر مکتب طر کے مآخذ میں کی راستے میں مظہر صفی کی طر پر عرواں پر شاد عاری کے رنگ و آہنگ کے اثرات خرم میں جس سے حقیقت عمومی حسب دلیل متاع سرآمد ہوتے ہیں، اس نوع کی وہی مسامت اور ہم آہنگی بہت کم دکھائی دیتی ہے (علیل الرحمن اعظمی) مظہر صفی کے شعروں کا تیکھا ہیں اور طر پر اظہار وادیکرامات ہی کی روایت کی تو سچ ہے (تحویب دمارنگ) مظہر صفی کے طریاتی مراں کی نشوونما میں شاد عاری کی روایات کا بھی دخل ہے (اعمار صدیقی) مظہر صفی کے میں

لے عصر حاضر میں اردو طر وادیکرامات: تنویر مسعودی، ناصر ڈاکٹر، قمر رئیس، ص ۱۹۲

لے تنویر تیکھی عریں۔ احمد اسلام احمد، نمونہ کلام، شمس اکوثر، ۲۷ ص ۲۴

ہیں۔ (الورسلید) مطہر صبی کے ہاں شاد کے لیے کی مارگست
 (ما) اہوں نے شاد عاری کے تینے اور کیلے لیے کو مڑی حد تک

﴿

سہ بیٹ شغری روایت کو قائم رکھے ہوتے ہیں (عقیق صبی)
 (طریہ عربوں میں شاد عاری کے رنگ و آہنگ کے اثرات
 مائدہ بن کے نزدیک مطہر صبی طریہ شاعری میں شاد کی توسیع
 ورق بھی محسوس کیا ہے۔ اس انداز فکر کا عمومی تاثر کچھ

ن کو کچھ اور آواز سا ہے۔ (ڈاکٹر دریاں مقبولی)

ت دکھائی دیتے ہیں لیکن جلد ہی وہ اس مماثلت کے
 (نئی) مطہر صبی کی طریہ نگاری تکلیدی ہیں ان کا عمومی مزاج
 اپن ایک صبی کا تصور اور لڑائی کھڑائی کی کیفیت ہے جب کہ
 (اشرفی) شاد کا طریہ بعض اوقات رہبر میں بھا ہوا
 بارہ موتا ہے (سلیم اختر) شاد کا اسلوب ایک حد
 (اسی کیفیت ہے (ڈاکٹر دریاں) شاد عاری
 (بدل گئی سے (گوپی چند مارگ) شاد عاری کا
 (ٹی) شاد کی شاعر دی اور مزاجی مسامت کے
 (مکی) وہ ایسا انفرادی رنگ و آہنگ قائم کر کے
 (صبی) ﴿

ا کیا ہے۔ احمد اسلام احمد کی رائے میں شاد
 کی شاعری میں وہ گہرائی و گیرائی یہ لائیں
 و غیرہ قرینہ مطہر صبی کے لیے میں شاد

سے شاد کے رنگ کو کامیابی سے اپنایا
 سہی نے اسی تحریر اور لے تنہا اشعار
 ان کی پیروی کا اعلان کیا ہے جہاں

کی ساں بریز کر تیر تر ہو گئی سے ۱۷
عمیق صبی کی رائے میں

• یہ مات مظهر صبی کے مجموعے کے بارے میں زیادہ صیح معلوم ہوتی ہے کہ وہ شاد عارفی کی ارادے نام
راست گو اور مسیحیت روایت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہر تے ہوئے ہیں ۱۸
ڈاکٹر جیسا فوق لکھتے ہیں،

”شاد عارفی کے اثرات صرف مظهر صبی کے یہاں ہی نہیں کہ وہ شاد عارفی کے شاگرد ہیں بلکہ سلیم
احمد اور مظهر علی سید کی عربوں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں اگرچہ مظهر صبی نے شاد کے حافی طرز کو وہ سروا
کے مقلدے میں زیادہ مصافی سے پیس کیا ہے ۱۹
مظهر صبی کے شاد عارفی کی مکمل پیروی سر کچھ مقلدوں نے سنی خیالات کا بھی اظہار کیا ہے مثلاً
احمد اسلام احمد مسماتے ہیں۔

• شاد عارفی سے مظهر صبی نے بہت کچھ سیکھا ہو گا۔ (بہت کچھ اس مجموعے میں بھی نظر آتا ہے)
لیکن ایک مات حوامار مار مجھے کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ شاعر نے شعوری طور پر اپنے استاد کا تیغ کیا ہے
شاگرد استاد سے الگ ہو کر ہی اچھا شاگرد بناتا ہے ۲۰
جیکھی عربیوں کے بارے میں محمود صیدی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے

• شاد عارفی نے اردو شاعری کو جو تکنیکہ لکھ دیا تھا وہی مظهر صبی کا بھی لکھ ہے۔ انھوں نے شاد عارفی
کی قائم کردہ روایت کو آگے بڑھانے کی غلصہ کو تش کی ہے لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ
کہیں کہیں وہ صرف ایسے استاد کی صدائے مارگت سے گزر رہے ہیں ریدر نظر مجموعے کی کچھ عربیوں ایسے
گرد و لحوں کی پیداوار معلوم ہوتی ہیں ۲۱

احمد اسلام احمد محمود صیدی کی مذکورہ رائیں مظهر صبی کی طرز پر عربوں کے پہلے مجموعے ”تیکھی عربیوں“
پر ہیں آگے چل کر جب مظهر صبی نے شاد صواب کے رنگ سے ایسا ایک سیار رنگ سرآمد کیا تو یہی
محمود صیدی خود ایسی سابقہ رائے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
• مظهر صبی اپنے استاد شاد عارفی کے سید مقتقد ہیں۔ انھوں نے شاد عارفی کے رنگ سے لاشخصیت

۱۷ ”تصویر ظلم حرف“، گولڈ پندر مارگ اور اق (لاہور) ستمبر اکتوبر ۱۹۶۸

۱۸ پیش نظر دیکھ راگ، اعمیق صبی، ص ۶

۱۹ مول (لاہور) حدید عربی سر حصہ اول ص ۶۶ ریدر احمد مدیم قاسمی

۲۰ تیکھی عربیوں احمد اسلام احمد جنولہ مول (لاہور) مدیر احمد مدیم قاسمی ستمبر اکتوبر ۱۹۶۹

۲۱ حمزہ محمود صیدا مسرور تحریک، دہلی حوری ۱۹۵۲ - ۵۵

نہوں کیا ہے لیکن وہ ان کی صدمہ مار گشت میں کر رہیں رہ گئے ہیں۔ بچے کی صلات اور کھانا اہل
کے ہاں شادی دین ہے لیکن ستاد اہلی پوری شاعری میں حسن جھیملاہٹ میں مبتلا نظر آتے ہیں،
مظہر صلی نے خود کو اس سے بیا لیا ہے ۱۷

ان کے علاوہ بھی کئی مآخذ میں نے مظہر صلی کے ستاد کے رنگ سے ایسا ایک مصرع درگ پیدا کرے
کا اعتراف کیا ہے۔

پرویسیم صلی لکھتے ہیں۔

ایک زمانے تک مظہر صلی کی عمر ان ہی راستوں میں چلتی رہی جو اس سے پہلے ستاد عارفی اختیار
کرتے آئے تھے پھر مظہر صلی انہیں راستوں میں کچھ اور ستیں دریافت کیں ۱۸
شمس الرحمن فاروقی رقم طراز ہیں،

مظہر صلی نے انتہائی شگفتہ رہیوں میں رواں دواں شعر کہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے نئے نئے ردیف
وقافہ کا ایک فوارہ ہے جو امتحانِ جا رہا ہے۔ ان کی شاعرانہ چالاکی کہیں مات نہیں کھاتی طبع شاعری
سے قوی اور حاضر خوانی ان کے یہاں موجود ہے۔ مختلف مآلوں کو ایک ہی طرح اور ایک ہی مات کو
کئی طرح کہنے کا ڈھنگ انہیں بخوبی آتا ہے۔ میراجیال سے اگر وہ طبعیہ شاعری اور ادب تیار نہ کریں بلکہ
خود کو آزاد چھوڑ دیں تو وہ اور بھی اچھا طبعیہ ادب پیدا کر سکتے ہیں۔ پھر بھی شاد عارفی کے بعد (۱۹)
کا دم صمیمت ہے ۱۹

ط انصاری "ظلم حرف" پر طویل اور سیر حاصل شعرے میں فرماتے ہیں،

ظلم حرف کے شاعر نے ستاد عارفی مرحوم کے رنگ سے شروحات کی تھی نے دم چمکیاں، کھریعے، انکی
سے تعلق نے لطف کی حد تک دالے طبع، کھڑے پر کھڑاؤں میں کرکٹ پٹ چلے والی آوار میں شاد
کی مار گشت سے نکل کر وہ رنگ بھیری کے تھکے ہیں۔ دل و وار ترم اور اکھڑا توں تک آیا۔ رنگ کے
دینے مستانے اور شدید تر سگھر میں نے اسے خاص ایسے زمانے کی کھردری تحقیقوں اور مردہ کی مہارین
اور میاں کی آڑی تریجی لکیروں کو مرتا سا کھایا۔ عمر تیار کرتے وقت اب وہ لعلوں کو کھل اور تریجیوں
کو کھولتے ہیں کرتا در در میں رہے دیتا ہے تاکہ آب ایک گھوٹ میں ملے سے نہ اتار لیں قہیں
انکیں، چھاتیں اور تب لطف لیں ۲۰

ان تمام آرا کے سرعلاؤ ڈاکٹر قمر تیس، ستاد عارفی کی شاعری پر امداد خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۷ شعور مہم۔ ہم محمود سعیدی بشمول نگار و فیاض ۱۹۷۵ء ص ۶۶

۱۸ شعور کھل مہم۔ ڈاکٹر نسیم حمی، مسود کتاب، دہلی ۱۹۸۲ء ص ۳۱

۱۹ شعور، تبیکھی عریں، شمس الرحمن فاروقی مسود مستحقوں، الآفاد مردی، ۱۹۷۵ء ص ۵۵

۲۰ شعور، ظلم حرف، ط انصاری مسود مستحقوں، دہلی ۱۹۸۱ء ص ۱۲

کی سان یریزو کر تیر تر ہو گئی ہے۔
 عمیق حقی کی رائے میں،

یہ بات مظهر صلی کے مجموعے کے بارے میں زیادہ صریح معلوم ہوتی ہے کہ وہ شاد عارفی کی ارادے نامک
 راست گو اور مصیحت روایت کے تسلسل کو قائم رکھنے پر متلے ہوتے ہیں۔ ۳۷

ڈاکٹر حنیف فرق لکھتے ہیں،

”شاد عارفی کے اثرات صرف مظهر حقی کے یہاں ہی نہیں کہ وہ شاد عارفی کے شاگرد ہیں بلکہ سلیم
 احمد اور مظهر علی سیدی کی عربوں میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں اگرچہ مظهر حقی نے شاد کے سماجی طنز کو دوسروں
 کے مقلدے میں زیادہ معافی سے پیش کیا ہے۔ ۳۸

مظہر صلی کے شاد عارفی کی مکمل سیروی سر کچھ مانتہ میں سے مسمی حیالات کا بھی اظہار کیا ہے مثلاً
 احمد اسلام احمد فرماتے ہیں۔

”شاد عارفی سے مظہر صلی نے بہت کچھ سیکھا ہو گا۔ (بہت کچھ اس مجموعے میں بھی نظر آتا ہے)
 لیکن ایک بات خود مار مار کر کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ شاعر نے شعوری طور پر اپنے استاد کا تتبع کیا ہے
 شاعر استاد سے الگ ہو کر ہی ایجا تا گرد متا ہے۔ ۳۹

”جیکھی عربیوں کے بارے میں محمود صیدی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے
 ”شاد عارفی نے اردو شاعری کو خوب سیکھا لیا تھا وہی مظہر حقی کا بھی لہجہ ہے۔ انھوں نے شاد عارفی
 کی قائم کردہ روایت کو آگے بڑھانے کی غرض سے کوشش کی ہے۔ لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ
 کہیں کہیں وہ صرف ایسے استاد کی صدائے مار گشت میں گم ہو گئے ہیں۔ زیر نظر مجموعے کی کچھ عربیوں ایسے
 گمراہوں کی پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ ۴۰

احمد اسلام احمد محمود صیدی کی مذکورہ رائیں مظہر صلی کی طرح عربیوں کے پہلے محمدی ”تیکھی عربیوں“
 پر لیں آگے چل کر جب مظہر صلی نے شاد صاحب کے رنگ سے اپنا ایک سیار رنگ سرا کیا تو یہی
 محمود صیدی خود ایسی ساقیہ رائے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”مظہر صلی اپنے استاد شاد عارفی کے سیدھے متاقد ہیں۔ انھوں نے شاد عارفی کے رنگ میں اس کا اثر صریح

۳۷ ”تھمر“ طلسم حرف“؛ گوپی چند نارنگ اور اوراق لاہور ستمبر اکتوبر ۱۹۸۸

۳۸ پیش نظر دیکھ راگ، عمیق حقی، ص ۶

۳۹ مول (لاہور) عدید علی سرحدہ اول ص ۱۱۶ مدیر احمد مدیم قاسمی

۴۰ تیکھی عربیوں احمد اسلام احمد مول ”لاہور مدیر الدیم قاسمی ستمبر اکتوبر ۱۹۸۶

۴۱ ”تھمر“ محمود صیدی، ”تھمر“ تقریب دہلی حوری ۱۹۸۵ ص ۵۳-۵۵

ہاکی مدائے مارگشت س کرہیں رو گئے ہیں۔ بچے کی صلاحت اور کھڑپاں ال
ہے لیکن شاد اپنی پوری شاعری میں حسن جھبھلاہٹ میں مبتلا نظر آتے ہیں
سے بچا لیا ہے بلکہ
کئی بات میں نے مضمون کے شاد کے رنگ سے ایسا ایک مہر درگ پیدا کرے

۱۰
مضمون کی عمر ال ہی راستوں پر چلتی رہی حواں سے پہلے شاد عارفی اختیار
رہی ہے انھیں راستوں میں کچھ اور ستیں دریافت کیں: ۱۰
طرار ہیں:

نہ شگفتہ ریہوں میں رواں دواں تو فرمے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے نئے نئے ردیف
جو امتحان رہا ہے۔ ان کی شاعرانہ چالاک سیہیں مات میں کھاتی لہجہ شاعر کی
ان کے یہاں موجود ہے۔ مختلف باتوں کو ایک ہی طرح اور ایک ہی مات کو
انہیں کوئی آتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر وہ طبریہ شاعری اور دشتا سر میں ملکہ
وہ اور کسی اچھا طبریہ ادب پیدا کر سکتے ہیں۔ پھر کسی شاد عارفی کے بعد

۷
م حروف پر لمبیل اور سیر حاصل مضمون میں فرماتے ہیں:
شاد عارفی مرحوم کے رنگ سے شروماں کی تھی۔ بے رحم چکیاں کھڑپائے ہاکی
س والے طبر، کھڑے پر کھڑاؤں میں کرکھٹا ہٹ چلے والی آوار ہیں شاد
یہ لگا چنگیری کے تیکھے بچے۔ دل وار ترم اور کھڑ توں تک آیا۔ رنگ کے
پد تر سگرتس نے اسے خاص ایسے رماے کی کھڑی حقیقتوں روڑ مرہ کی ماہواریوں
لکیروں کو سرتا سکھایا۔ عمر تیار کرتے وقت اب دو لفظوں کو کھڑ اور تکیوں
دور دراز سے دیتا ہے تاکہ آپ ایک گھوٹ میں ملنے سے نہ اتار لیں تھیں
۱۰ ۱۰ ۱۰

۱۰ شاد عارفی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

دلی ایڑن ۱۰ ص ۷۲

۱۰ ص ۷۲

۱۰ ص ۷۲

۱۰ ص ۷۲

’شاد عارنی کی تالیق نے مجھے مسئلہ سے اسی طرف متوجہ کیا یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ ہندوپاک کے تمام سہ ماہی، دو ماہی، اور ماہانہ سریدوں کے ساتھ ساتھ دور ماموں اور بھب دورہ ریزوں میں ایک ہی شاعر ایسا مخصوص رنگ برقرار رکھتے ہوئے حتیٰ تالیق کے ساتھ کیسے جھپ لیتا ہے؟

ظاہر ہے کہ شاد عارنی سے وہی اور مراچی ہم آہنگی کی ساریہ تاثر مطر صحنی کے دس میں لاشعوری طور پر شاد کی شاگردی سے پہلے بھی کسی نہ کسی صورت میں ٹھٹھکتا رہا ہے۔ ساگر دھو جانے کے بعد تو مطر صحنی نے ایسی شاعری کو یکسر شاد عارنی کے طرز پر رنگ میں ڈھال لیا اور اس مخصوص رنگ کو کچھ اور وسعت اور اصنافوں کے ساتھ اپنی ادنیٰ شاحت کی ایک علامت سالیسا شاد سے الگ کی وہی ہم آہنگی، ان کے طرز پر رنگ کو کامیابی سے اپنا لیے اور اسے وسعت دینے کے کام میں مانتے اور معرین کی چند باتیں ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاکٹر فرماں پتھوری لکھتے ہیں

’عرل کی شاعری سے شعوری طور پر طرز کے نشتروں کا کام لینے کا آثار اردو میں مطر صحنی کے استاد شاد عارنی نے کیا تھا۔ مطر صحنی نے ان مشوروں کو کچھ اور آبدار سارے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں وہ ہر طرح کامیاب ہوئے ہیں۔‘

علیل الرحمن اعظمی فرماتے ہیں

’مطر کے شاعرانہ مزاج کو شاد کے شاعرانہ مزاج سے ایک فطری مسابقت ہے اور اس نوع کی ہم آہنگی اور مماثلت مجھے اردو شاعروں میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد، میں مطر صحنی کی عمر میں اسے استاد کے رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی تھیں لیکن جلد ہی محسوس ہونے لگا کہ مطر آہستہ آہستہ اس مکمل مماثلت کے دائرے کو توڑ رہے ہیں۔‘

وہاں آخری کا خیال ہے،

’فطرت نگاری مطر صحنی کا عمومی مزاج ہے۔ مطر صحنی کو شاد عارنی سے تلمذ تھا اور موضوع کتنے بے مالک اور خطرناک تھے، اس کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں مطر صحنی کی فطرت نگاری محض تقلیدی نہیں ہے شاد عارنی کے یہاں تو ایک قسم کا کھردرائی، کتہہ جیسی کایتور اور لڑائی بھڑائی کی کیفیت ہے لیکن مطر صحنی لب و لہجہ کی مناسبت انتہائی سنگین موقعوں پر بھی نہیں کھوٹے اس لیے ان کے طرز پر غصہ نہیں آتا

سہ استاد مرحوم مطر صحنی مشہور تقدیر سے

سے تفریق بھی نہیں ڈاکٹر ذوالقرنین، ماہنامہ نگار پاکستان مارچ اپریل ۱۹۹۹ء

سہ مطر صحنی (مستطیل معجون) علیل الرحمن اعظمی تحریک (دہلی مردی ۱۹۶۹) ص ۶۴

بلکہ سوچنے سمجھنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

اعجاز مدنی کی رائے میں،

”مظہر صبی نے شاد عارنی کے رنگ و آہنگ کا اتر قبول کیا ہے ان کے شعروں کا نیکھا پس اور طبعیہ لہجہ

شاد عارنی ہی کی روایت کی تو سیح ہے۔“

”مظہر صبی کی شاعری کا مزاج طبریاتی ہے۔ اس کی متوہما میں ان کے مفری رحماں کے ساتھ

ان کے استاد شاد عارنی کی روایت کا بھی دخل ہے۔“

ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں،

”اردو میں طبر و حراست کی حومتاں شاد عارنی نے قائم کی تھی اور جس کے بارے میں خیال

تھا کہ شاد عارنی اس امداد مکر کے شاعر آحرالربماں ہونگے اس کا ایک روش راویہ مظہر صبی کی شاعری

کی صورت میں اصرار ہے۔ مظہر صبی چونکہ شاد عارنی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اس لیے بالخصوص یہ کہا

جاسکتا ہے کہ ان کے ص میں میں استاد کی تاسدہ کمر میں بھی موجود ہیں۔“

پروفیسر سلیم اختر لکھتے ہیں

”شاد عارنی کا تیر طبر بعض اوقات ر ہر میں تھا، ہوا تیرس حاتالے۔ لیکن مظہر صبی کا طبر اس

طور پر ایک لطیف اشارہ ہی رہتا ہے۔“

ڈاکٹر دریا غار رقم طراز ہیں،

”مظہر صبی کے ہاں شاد عارنی کے اس لہجے کی مدلتے مارگست صاف سائی دے رہی ہے اس فرق

کے ساتھ کہ جہاں شاد کے ہاں اسلوب ایک حد تک نوحصل تھا وہاں مظہر صبی کے اسلوب میں ایک کھلی

کھلی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔“

پروفیسر گوپی چند مارنگ کا خیال ہے،

”انھوں نے شاد عارنی کے رنگ کو صرف مرتبہ بلکہ اس کی تو سیح کی ہے۔ شاد عارنی کی واقفیت

اور حارحیت مظہر صبی کے یہاں داخلے میں بدل گئی ہے اور شخص احساس، تحس اور آشوب آگئی

۱۔ عکس ربر، دہلی، استری آف انڈیا ریویو پرنٹ، راجی جاپور سے مراڈلاست

۲۔ شعرو مریر عام۔ اعجاز مدنی۔ شاعر ص ۶۱

۳۔ شعرو۔ پانی کرماں اعجاز مدنی شاعر ص ۷۵

۴۔ شعرو۔ نیکی عریں۔ انور سدید پرنٹنگ ماسامہ اردو زمانہ مرگودھا پاکستان ص ۲۷

۵۔ شعرو نیکی عریں سلیم اختر۔ کتاب، یکسو۔ ص ۷

۶۔ مظہر صبی کی طبری عریں، دریا غار مشور تا حصار رک رک شمارہ ۳۲ (۱۳۷۵) ص ۱۶

’ستادِ عارفی کی تحلیقی نے مجھے شگفتہ سے لہی طری متوجہ کیا یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ ہندوپاک کے تمام سہ ماہی، دو ماہی، اور ماہانہ خریدوں کے ساتھ ساتھ روزناموں اور مہذب روزہ بیروتوں میں ایک ہی شاعر ایسا مخصوص رنگ برقرار رکھتے ہوئے جی تحلیقی کے ساتھ کیلے جھپ لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ستادِ عارفی سے وہی اور مزاحی ہم آہنگی کی سائریہ تاثر منظرِ محلی کے دس میں لاشعوری طور پر شاد کی شاگردی سے پہلے بھی کسی نہ کسی صورت میں چھلکتا رہا ہے۔ شاگرد ہو جانے کے بعد تو منظرِ محلی نے ایسی شاعری کو کیر ستادِ عارفی کے طریہ رنگ میں ڈھال لیا اور اس مخصوص رنگ کو کچھ اور وسعت اور اصافوں کے ساتھ ایسی ادنی شاحت کی ایک علامت سالیبا ستاد سے اس کی وہی ہم آہنگی، ان کے طریہ رنگ کو کامیابی سے اپنا لیے اور اسے وسعت دینے کے کامے میں ناقدین اور مصنفین کی چند نائین ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاکٹر فرمان پوری لکھتے ہیں:

’عزل کی شاعری سے شعوری طور پر طر کے شتروں کا کام لیے کا امار اردو میں منظرِ محلی کے استاد شاد عارفی نے کیا تھا۔ منظرِ محلی نے اس شتروں کو کچھ اور آندار سائے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں وہ ہر طر کا میاب ہوئے ہیں۔‘

لیل الرحمن اعظمی فرماتے ہیں

’منظر کے شاعرانہ مزاج کو ستاد کے شاعرانہ مزاج سے ایک فطری ماسبت ہے اور اس نوع کی ہم آہنگی اور ماسبت مجھے اردو شاعروں میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد میں منظرِ محلی کی عربی اسے استاد کے رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی تھیں لیکن جلد ہی محسوس ہوئے لگا کہ منظر آہستہ آہستہ اس مکمل ماسبت کے دائرے کو توڑ رہے ہیں۔‘

وہاب احرنی کا خیال ہے،

’طرنگاری منظرِ محلی کا عمومی مزاج ہے۔ منظرِ محلی کو ستاد عارفی سے تلمذ تھا اور موضوع کتنے بے باک اور خطرناک تھے، اس کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں منظرِ محلی کی طرنگاری محض تقلیدی نہیں ہے ستاد عارفی کے یہاں تو ایک قسم کا کھردرایں، کتہہ پسی کا تیمور اور لڑائی کھردرائی کی کیفیت سے لکس منظرِ محلی لب و لہجہ کی متانت انتہائی سنگین موقعوں پر بھی نہیں کھوئے اس لیے اس کے طریہ رنگ میں آتا

سے استاد مرحوم منظرِ محلی کی شمولہ تقدیر سے ص ۴۴

سے تقریر لکھی عربی ڈاکٹر فرمان پوری کا ماہنامہ نگار پاکستان مارچ اپریل ۱۹۹۹ء

سے منظرِ محلی (منقول مصنف) لیل الرحمن اعظمی تحریک (دہلی مردی ۱۹۶۹ء) ص ۴۶

قیمت چالیس روپے ہے۔ اس طرح اس کے کل شعری سرمائے میں عربوں کی تعداد ۱۹۵۰ اور رد شدہ ڈیڑھ سو عربیوں ملا کر ایک سو پچاس ہے مطبوعاتِ محمودیہ میں شامل، انہوں اور شاد مارنی کے انتقال پر لکھی گئی نظم و مہیت (جو نظمِ حرف میں شامل ہے) کے علاوہ انہوں نے شاد مارنی کی موت پر چار اور مرتبہ کیے ہیں جو ایک نفاشاثر میں شامل ہیں۔ ان نظموں (مخصوص مرثیوں) کے عنوانات مدرجہ دہل ہیں

۵ چرباعِ طبریہ عرب (۱)، شاد مارنی کا قتل (۲)، گفتنی مالکھی (۳)، شاد مارنی ان کی ایک اور نظم مہیت ساری عہدت کسی بھی مجموعے میں شامل نہیں ہے علاوہ اربوں اس کی دس بارہ قومی اور وطنی نظمیں گنگوکاروں کی آواروں میں ہمدوستوں کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہوتی ہیں اس کے کچھ مرثیے سلامِ امتیں، مقتدیں اور مختلف موضوعاتی نظمیں بھی ہیں جو کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں اور مطہری کے ان کے ساتھ ہے سیارہِ رحمت کی وحدہ سے شاید ہی انہیں کسی کتاب میں شامل ہو ماضیہ ہو ایک محتاط انداز کے مطابق مطہری کی تمام اصناف میں پر مبنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نظموں کی تعداد دو سو کے قریب ہے۔ جس پر تفصیلی بحث نظموں سے متعلق آئندہ باب میں کی جائے گی۔

عربیوں؛

رنگ و آہنگ اور حرکات کے اعتبار سے مطہری کی عربیہ شاعری کے سرمایے میں بلاشبہ ترقی پسند تحریراتی طرز اور جدید ہر قسم کی عربی یا اشعار مل جاتے ہیں لیکن ان میں مالِ تعداد طبریہ اور جدید عربوں کی ہے لہذا ان کی عربیہ شاعری کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (۱) طبریہ عربی (۲) جدید عربی۔

طبریہ عربی، مطہری نے اگست ۱۹۴۲ء میں ہند پاک کے معروف شاعر اور عربی شاعری کے مسلمہ مشر و شاد مارنی کی شاگردی اختیار کرتے ہی استاد کی ہدایت کے مطابق شعری طور پر روایتی شاعری سے کنارہ کش ہو کر اپنے استاد کے مخصوص رنگ میں طبریہ عربی اور نظمیں کہنی شروع کیں جس میں سے بیشتر تینہ بھی عربی "اور صریحاً جامہ" میں شامل ہیں اور نقیہ شعری مجموعوں کی عربوں کے درمیان بھی اکثر ان کے یہاں طبریہ اسلوبِ تخلک مارتا ہے۔ سوانحی باب میں عرض کر چکا ہوں کہ مطہری کے مزاج میں شوق، شرارت، گھلڈرائی، طرد مزاج، خود داری، امانیت، حق گوئی، دہے ناکی اور مصلحت باشاکی کے ادھار ہیں، ہی سے ہو خود تھے۔ جس کا اظہار زمانہ طالب علمی میں بھی اکثر ہوتا رہتا تھا۔ اسان طریٰ خود پر ایہ ہم مزاج وہم خیال لوگوں کو پسند کرتا ہے اس سے تاثر قبول کرتا ہے اور کسی کسی پہاڑ سے اس سے قرب حاصل کر لیتا ہے۔ شاد مارنی کی باقاعدہ شاگردی قبول کرنے سے بہت پہلے ہی سے مطہری اس سے تاثر تھے مایک جگہ لکھتے ہیں

قیمت چالیس روپے ہے۔ اس طرح اس کے کل شعری سرمائے میں عربوں کی تعداد ۱۹۵ اور درشدہ ڈیڑھ سو عربیوں ملا کر ۱۱۰ تک پہنچتی ہے مطبوعہ مجموعوں میں شامل، انہوں اور شاد عاری کی انتقال پر لکھی گئی نظم و مصیبت (۲) (مطلسم حروف میں شامل ہے) کے علاوہ انہوں نے شاد عاری کی موت پر چارہ اور مرتبہ کے ہیں جو ایک نقاشا عمر میں شامل ہیں ان نظموں (ضمیمہ مرثیوں) کے عموماً مدارجہ دہل ہیں

۵) چرباع طبریہ عربی (۱۰) شاد عاری کا قتل (۱۳) گھنٹی ماضی (۴) شاد عاری کی ایک اور نظم و مصیبت ساری صورت کسی بھی مجموعے میں شامل نہیں ہے علاوہ اس میں اس کی دس بارہ قومی اور وطنی نظمیں شامل گلوکاروں کی آوازوں میں ہندوستان کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہوتی ہیں اس کے کچھ مرثیے سلام البیت، مسقین اور مختلف موضوعات پر لکھیں بھی ہیں جو کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں اور مطہر علی کے ان کے ساتھ بے بیارادہ مصیبت کی وجہ سے شاید ہی انہیں کسی کتاب میں شامل ہو مانعیت ہو ایک محتاط انداز کے مطابق مطہر علی کی تمام اصناف میں یرمنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نظموں کی تعداد دو سو کے قریب ہے جس پر تفصیلی بحث نظموں سے متعلق آئندہ باب میں کی جاتے گی۔

عربیں

رنگ و آہنگ اور رخامات کے اقدار سے مطہر علی کی عربیہ ساعری کے سرمایے میں روایتی ترقی پسند تحریراتی، طبریہ اور جدید ہر قسم کی عربی یا اشعار مل جاتے ہیں لیکن ان میں غالب تعداد طبریہ اور جدید عربوں کی ہے لہذا ان کی عربیہ ساعری کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) طبریہ عربیں (۲) جدید عربیں۔

طبریہ عربیں، مطہر علی نے اگست ۱۹۴۶ء میں ہند پاک کے معروف شاعر اور نثری شاعری کے مسلمان شاعر شاد عاری کی شاگردی اختیار کرتے ہی استاد کی ہدایت کے مطابق شعوری طور پر روایتی شاعری سے کنارہ کش ہو کر اپنے استاد کے مخصوص رنگ میں طبریہ عربیں اور نظمیں کہتی شروع کیں جس میں سے بیشتر تیکھی عربیں اور صریحاً جامعہ میں شامل ہیں اور ترقیہ شعری مجموعوں کی عربوں کے درمیان بھی اکثر ان کے یہاں طبریہ اسلوب چلک مارتا ہے۔ سوائی باب میں عرض کر چکا ہوں کہ مطہر علی کے مزاج میں توحی و تراتد، گھنڈا میں طبریہ و مزاج، خود داری، امانیت، حق گوئی سے دہے مانی اور مصلحت یا شاس کی اوجھل پچھیں ہی سے مو تود تھے۔ جس کا اظہار زمانہ غالب علی ہیں بھی اکثر ہوتا رہتا تھا۔ اسان طبریہ طود پر ایسے ہم مزاج و ہم خیال لوگوں کو پسند کرتا ہے ان سے تاثر قبول کرتا ہے اور کسی نہ کسی پہلے سے ان سے قرب حاصل کر لیتا ہے شاد عاری کی ہا قاعدہ شاگردی قبول کرنے سے بہت پہلے ہی سے مطہر علی ان سے متاثر تھے، ایک جگہ لکھتے ہیں

اس مجموعے میں کسی کا مقدار زیادہ اور راتے شامل نہیں ہے۔ قیمت صرف تین روپیہ ہے۔

۲۔ چیکسی عربیوں ۱۹۷۱ء معلمات، ریحیہ مطهر محی کی چیکسی (طبریہ) عربیوں کا پہلا مجموعہ ہے جس میں ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء کے درمیان اس کی گئی ۱۹۷۲ء منتخب عربیوں شامل ہیں ۱۹۷۸ء میں اسے خود مطهر محی نے شائع کیا تاہم نگار کے سامنے اسحاق احمد باشی کا نام آتا ہے جس کو وہ صوبائی گیت سہروردی ہے۔ خود دوران قیام سہروردی ان کی رہائش گاہ کا کہتا ہے۔ اس مجموعہ کا پیش لفظ طہیل الرحمن اعظمی کا تحریر کردہ ہے اور طہیل پیر محمد گیلانی الدین، ڈاکٹر مرگیاں محمد بین علی خواجہ ریدی اور تیدا احمد حامی اور مسعود اشقری مختصر اور شامل اشاعت ہیں اسے اس آدین اشقری مجموعہ کا انتساب مطهر محی نے اپنی اہلیہ، عفو سے نام، (ماہنامہ قانون) کیا ہے۔

۳۔ محسن روبرو۔ نو پوبھروں کے ۱۲۴ احادوں پر مشتمل مضمون جس کی یہ طویل نظم ۱۹۷۱ء میں کتاب ہلتر نکھو
۴۔ کمالی شکل میں شائع کی اپنے استاد عارف کی بائبل نظم کے امداد پر تخلیق کی گئی اس نظم کا کتاب

وہ ایسی جو نہ چھوڑیں گے ہم ایسی وسیع کیوں مدلیں
 اختتام حسین کا قنار اور ڈاکھاری کا کسمپاسی اور ہمارا ہمار میں لکھا ہوا نقد و مصف سے
 اس کتاب میں شامل ہیں ڈاکھاری کے اعتراضات کے جواب میں مظهر مصی نے پیش لفظ لکھا ہے جس
 میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شامل ہیں کہ انصاری کے اعتراضات سے
کا عنوان ہے "کہہ ایسی معافی میں نہ"۔
م - مرید حامد - اس مجموعے کا ناکہ پہلے شوخی تحریر موجود کیا گیا تھا ، مگر محض کو تاد عارفی کے مجموعے
سماج کے لیے یہ نام زیادہ مناسب اور موافق لگا تو اصولوں نے مجموعے کا نام بدل کر درامکاں "تحریر کیا
لیکن طاعت کے مراحل سے گزرنے تک اس کا نام ہرید حامد ہو گیا ۔ جمع لوہہ تیار د ۱۹۷۱ء میں
مطوبہ اس کتاب پر محمود ہاشمی کے حصے کا عنوان "درامکاں ہی سے رسالہ کلام کے اقصائے دیوے
یکس شاعری کے اقصائے اس جوتے مجموعہ میں ۱۸ گنت ۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۶ء کے دریاں حقیق کردہ عربییں شامل
ہیں۔ پی کے بلیکشر دہلی کے مدیر احتمام یہ مجموعہ ۱۹۷۲ء میں ریلوے طبع سے آراستہ ہو کر مطبوعہ عام شد
آج اس میں ۱۴۰۰ عربییں ۱۴ صفحات کا اضافہ کیے ہوئے ہیں۔ قیمت چار روپیہ ہے مگر محض اس کتاب
کا اشتاب مولانا فاروق مسوی کے نام کر کے فنگ آزاد کے اس عظیم رہنمائی خدمت میں اردو ادب
کی جانب سے حراج عقیدت پیش کیا ہے ۔ محمود سعیدی نے "گھر دو لڑکا گھر دوری تاقین" عنوان سے تحت اس
مجموعہ پر مقدمہ تحریر کیا ۔ طلباء کو اکثر و عمداً اور ڈاکٹر سید اعجاز حسین کی آزاد درجہ میں ،
اس کتاب کی اشاعت

۱

اس کتاب میں شامل ہیں کہ انصاری کے اعتراضات سے
کا عنوان ہے "کہہ ایسی معافی میں نہ"
م۔ صریح حامدہ۔ اس مجموعے کا ناکہ پہلے شوخی تحریر تجویز کیا گیا تھا، مگر محض کو تبادلاتی کے مجموعے
بیاضان کے لیے یہ نام زیادہ مناسب اور مؤثر لگا تو اصولوں نے مجموعے کا نام بدل کر دراصل "تجوید کریم
لیکن طاعت کے مراحل سے غمر کرنے تک اس کا نام ہر صریح حامدہ ہو گیا۔ جمع لوہندہ شمارہ ۱۹۷۱ء میں
منطوقہ اس کتاب پر محمود دہسکی کے حصے کا عنوان "در اصل کا ہی سے رسالہ کلام کے اقتصاد سے دیوے
بیکس شاعرت کے اقتصاد اس وقت مجموعہ میں داخل گشت ۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۶ء کے دریاں تحقیق کردہ عربیہ شامل
ہیں۔ پی کے بلیکشر دہسکی کے زیر اتمام یہ مجموعہ ۱۹۷۲ء میں ریلوے طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر
آیا جس میں ۱۴۰۰ عربیہ ۱۴۰۰ صفحات کا احاطہ کرتے ہوئے ہیں۔ قیمت چار روپے ہے مگر محض اس کتاب
کا اشتاب مولانا فاروق مسوی کے نام کر کے فنگ آزاد کی کے اس عظیم رہنما کی خدمت میں اردو ادب
کی جانب سے حراج عقیدت پیش کیا ہے۔ محمود سعیدی نے "گھر دو لڑکا گھر دوری تائیں" عنوان سے تحت اس
مجموعہ پر مقدمہ تحریر کیا۔ طلباء کو اکثر و بھلا آغا احمد ڈاکٹر سید اعجاز حسین کی آزاد درجہ میں،
اس کتاب کی اشاعت

۱

اصادر کرے کے علاوہ مطہر حسی کے لوشعری مجموعوں کا مسطر عام پر آنا اس کی حلقہ قائم ہو گئی اور وہ سی
درجہ حسی کی دلیل ہے۔

درجہ مالا لوشعری مجموعوں میں ۱۳۶۴ اصحاحات سران کی عربوں کی مجموعی تعداد ۹۵۹ ہے لیکن ظلم
حرف میں لوشعریں ایسی آگتی ہیں جس میں سات صریحہ عامہ ایک "دیپک راگ" اور ایک "کھل جام" میں
میں بھی شامل ہیں اس کا سبب ظلم حرف کے سودے کا آٹھ سال تک پھلتے کے پاس بڑا رہا ہے۔
اس اعتبار سے عربوں کی کل تعداد ۹۵۹ میں سے دو مرتبہ شامل ہونے والی لوشعریں کم کر لیے
کے بعد لوشعریں میں شامل عربوں کی اصل تعداد ۹۵ رہ جاتی ہے جب کہ مطہر حسی کا تخلیقی سہرا اسی جاری ہے
ظلم حرف کی جو لوشعریں دوسرے مجموعوں میں بھی شامل ہیں ان میں سے صرف دو عربوں میں سدرہ جہنم میں
ملتی ہیں۔

ظلم حرف کے صنف ۲۲ پر عرب میں چھ شعر ہیں جن کو صریحہ عامہ میں اسی عدل میں صرف یا ع
شعریں "ظلم حرف" میں جوئے بھر والا درجہ دل شعر صریحہ عامہ میں نہیں ہے :

اتنی تاثیر کسی سرطے جاں میں کہاں

دیر مہراب کوئی تار رنگ جاں ہوگا

صنفہ اولیٰ عرب کا جو تھا شعر ظلم حرف میں اس طرح ہے

میرے آسوکو جو آنکھوں کو نہیں کم کرتے

حوں دے کر بھی خرید گئے تو سستے ہوں گے

صریحہ عامہ میں میرے آسوکو کی جگہ ایسے آسوکو ہے ماق عربوں میں کوئی فرق نہیں

مذکورہ بالا کل ۹۵ عربوں میں ۳۲۹ عربوں کے زیادہ تر اشعار طبریہ ہیں بقیہ ۶۳۱ عربوں میں
پس "عکس ریر" نو شعر عربوں کے ایک سو چوبیس حاکوں پر مشتمل ایک طویل نظم ہے اس کے علاوہ ایک سو سات
حدیدہ لطیف ہیں جن میں دو لطیفیں ایک طبریہ نظم اور "ردنی" پاسد فارم میں اور باقی ۵۱ اشعار لطیفیں
جن میں شادمانی کے مرتبے بھی شامل ہیں ان کے علاوہ ۵۵ راہیات ہیں۔

شعری مجموعوں کی مختصر تعیلات حسبِ ذیل ہیں :

۱۔ یالی کی رہاں :- سراسر اشاعت کے اعتبار سے یہ مطہر حسی کا پہلا شعری مجموعہ ہے کہ کلام کے رسلے کو پیش نظر
رکھا جائے تو اس کا مجموعہ تھا آٹھ کم و کثر ۱۹۶۷ سے ۱۹۷۱ کے درمیان تخلیق کی گئی، عربیوں اور ۲۷ اشعار لطیفیں اس
میں شامل ہیں صحاح ۱۴۷ اصحاحات ہے شب خون کتاب گھرا ادا دے اسے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا انتساب
بروڈیسر انتساب حسین کے نام ہے پیش لفظ کی جگہ مطہر حسی نے ایمایہ شعر درج کیا ہے :

عظمت سے مرث کے مدد و مدد کو مایہ ۔ ہم اور جہر مالت و میرد مرق اور

گویا شعور سی طور پر انھوں نے اسلاں کر دیا کہ اب حکایات داور رس اور قصہ ہائے حس و عشق سے کنارہ کش ہو کر میں ایسے اشعار کے آئیے میں نئے دور کے اسالوں کی تمکلیں دکھانے جارہا ہوں نقول مطہر صفی ایسی روایتی غزلوں کی تعداد تقریباً ۱۵ ہے جس میں سے ستر گزشتہ ۶۵ کے تحت آل انڈیا ریڈیو بھوپال کو بیعت دی گئی تھیں اور بعض کے ریکارڈ مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے سائے جاتے ہیں۔ اس وقت تک مطہر صفی اپنے آرائی و طس ہسودہ کی سمت سے لیے نام کے ساتھ ہسوی لکھتے تھے ۱۹۶۶ء کے بعد شعری رحاں کی تبدیلی کے ساتھ ہی انھوں نے خود کو صرف مطہر صفی لکھا شروع کر دیا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ اگست ۱۹۶۲ء میں انھوں نے ہمد و پاک کے مسرد اور صاحب طر طر طر لکھا شاعر شاد عاری کی تائید دی قبول کر لی۔

شعری سرمایہ : اردو ادب کی مختلف اصناف میں مطہر صفی کی ادنی خدمات کا دائرہ عامہ وسیع ہے اسانہ نگاری تنقید و تحقیق، ترتیب و تدوین، بچوں کا ادب، ترجمہ نگاری، دیوہ و ہر میلان میں انھوں نے انفرادی تاں کے ساتھ قابل قدر سرمایہ اردو ادب کو دیا ہے لیکن وہ دنیاوی طر پر متاع ہیں جس کا اعتراف وہ مارا یا میں قریروں اور اشعار کے وسیلے سے کر چکے ہیں۔ دیگر ادبی خدمات کے مقابلے میں ان کے تخلیقی سرمایہ میں ان کے شعری مجموعے معیار و مقدار دونوں اعتبار سے قابل لحاظ اہمیت کے حامل ہیں ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۷ء سات برسوں کی شعری تخلیقات کو ردائی ہوئے کے حرم میں ایسے شعری سرمایہ سے خارج کر دیے گئے بعد ۱۹۶۷ء تا ۱۹۸۸ء ان کے نو شعری مجموعے مطہر عام پر آپکے ہیں جس میں طر و روایت کی آمیزش والی حقیقہ عریں، طالیں طر پر عریں، قمرائی عریں، جدید عریں، جدید اور پامد طلیں، شمعہ مرثیہ اور رباعیات وغیرہ شامل ہیں ۱۹۶۷ء میں ان کا اول شعری مجموعہ ”پانی کی رماں“ شائع ہوا ایک سال بعد ہی ۱۹۶۸ء میں ان کے دو اور شعری مجموعے ”تیکھی عریں“ اور ”عکس ریزہ“ (طوین طر پر نظم) بھی مطہر عام پر آ گئے حالانکہ ”تیکھی عریں“ میں شامل کلام ”پانی کی رماں“ سے پہلے کا ہے لیکن اس کا سرمایہ ۱۹۶۷ء ہے جبکہ اس کے بعد کا کلام جو ”پانی کی رماں“ میں شریک ہے ۱۹۶۷ء میں چھاپا۔ رنگ اور مزاج کی مسامت سے دونوں مجموعوں کی ادنی جیتیں علاحدہ علاحدہ ہیں ”تیکھی عریں“ میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۶۷ء کے دوران تخلیق شدہ طر پر عریں کا انتخاب شامل کیا گیا ہے جبکہ ”پانی کی رماں“ میں ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۷ء کے درمیان تخلیق کردہ جدید عریں اور طلیں شریک ہیں۔

مطہر صفی اس رملے میں یک وقت دونوں رنگوں میں شاعری کر رہے تھے۔ ایک شاد عاری کے اتناغ میں طر پر رنگ، دوسرا جدید رنگ، ان دونوں مجموعوں کے بعد ۱۹۶۷ء میں شاد عاری کے رنگ میں بھی کئی طر پر عریں کا مجموعہ (جس کا زمانہ تخلیق ۱۹۶۷ء تک ہے) ”مربہ عامہ“ اس

گیا ستمبر ۱۹۵۶ء تک تعلیم ”کومرس“ ۱۹۵۶ء تک سہل گیا، اپریل ۱۹۵۷ء اور سہل ”ڈیگرا“ کے ۱۹۵۸ء کے کسی تہذیبی میں شائع ہوئی ہیں۔
دو تراشوں پر رسالے کا نام اور ماہ و سہ درج نہیں ہے اس غزلوں کے مطلع مذکورہ بالا ترتیب کے اعتبار
سے حسبِ دلیل ہیں!

غم جہاں کو حاصل حیات کہتے آئے ہیں
تہا سے غم کو روح کا سناں کہتے آئے ہیں
بیمارِ غم کے دل میں اک درد سا ہے ہوتا ہے
گوشت نہیں ہے کہنے کی لیکس اے ہمدرد ہوتا ہے
حکمی دل میں میرے درد جہاں اٹھتا ہے
اک شعلہ ترے مالانے مکان اٹھتا ہے
سکھ سے حیل کے ساگر میں آئی سے پایا ہی سی
حاصل ہوتی ہے دکھ کے گہرے حل میں میرا لگا
حالتِ غم کی دل کی یہاں بیویوں میں
رہا کرو میری تہیا بیویوں میں
ساکے قصہ غم کا نگار کب کرتے
تہا ہی سرم میں اتارے دار کیا کرتے
اک ملحد و رسائی یہو قسم کرم کرم دے
چاہے میرے حقے کی مقدار میں کم کرم دے
حب سے غم جہاں میرے سے میں آگیا
نگرہا ہوا نظام قریب سے میں آگیا

مطرحی کی ایک اور غزل (جو ۱۹۵۷ء کی تخلیق ہے اور غیر مطبوعہ ہے) کا مطلع ہے
قافلہ دید ہے حالتِ ترے دلوں کی
مڑھ کے سنے لی ہے جگہ دل کے گہاؤں کی

ہندی غزل اسی روایتی ڈھرتی پر لکھی گئی ہے لیکن اس اعتبار سے کہ ۱۹۵۷ء سے مطرحی حدیث
کی طرف مائل ہو رہے تھے اس غزل کا مطلع ایسی معنویت کے لحاظ سے اس کی بردارِ مکر کی متون
کا نشاندہی کرتا ہے!

اے مطرحی اعتبار کے آئینے میں
دیکھ لو شکل سے دور کے اساتذہ کی

اس زمانے میں مظهر حسنی ہسود کے اسکول میں رہ کر تعلیم تھے حمال کے استاد وہ اپنے طلباء میں مشہور اور کا تنوع و دوق پر بنا کر کے لیے محفل طریقے استعمال کرتے رہتے تھے۔ مظهر حسنی لکھتے ہیں:

”مرف اشعار کی تقطیع ہم سے کرائی جاتی بلکہ کبھی کبھار مصرعہ ہائے طرح دے کر ان پر ڈنڈے کے زور سے بیچ آرمانی کے لیے محو کیا جاتا۔“

مظهر حسنی نے اتفاقاً عدلی کے ساتھ ادنی کا دوستوں کا آمار ۱۹۴۷ء میں کیا۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

میں نے اسی ادنی رہنمائی کا آمار گیارہ سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء کے آس پاس بھی کیا تھا۔ ۱۹۵۲ء تک بچوں کے لیے لکھتا رہا۔

عمر گوئی کی ابتدا انھوں نے ۱۹۵۰ء میں کی یہ وہ زمانہ تھا جب ترقی پسند ادنی تحریک کے ایک نمونے ہیں ”اتحاد پسندی“ اور لغو ماری سے لوگوں میں اس سے سیرابی کا حمال شرمناک رہا تھا۔ اس مسئلے پر ہم تفصیل کے ساتھ پہلے باب کے ابتدائی حصے میں بحث کر چکے ہیں یہ دراصل نئی اردو شاعری کے لیے عسوری دور تھا ۱۹۵۰ء میں مظهر حسنی کی عمر تقریباً ۱۷ برس کی تھی اور وہ پانچ سال بچوں کے ادب کی تخلیق میں گرا رہے تھے اس وقت اردو میں یا تو نکل و نعل والی روایتی عمل لکھی جا رہی تھی یا ترقی پسند فارمولہ شد شاعری کا دور دورہ تھا ہر نئے شاعر کی طرح مظهر حسنی نے بھی ہم عصر عمل کی تقلید میں ہم روایتی نیم ترقی پسند عربی لکھتی شروع کیں۔ اور ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۷ء روایتی طرز کی تقریباً ڈیڑھ سو سونے لیں کہہ ڈالیں جو مختلف اصناف و رسائل میں شائع ہوئی رہیں۔

۱۹۶۰ء سے روایت اور ترقی پسندی کے امتزاج والی شاعری سے کسارت کس ہو کر مظهر حسنی نے جدید حمال کو نیک بخت ہونے ایک مفرد انداز کے ساتھ نئے رنگ و آہنگ میں سر لیں بھی شروع کیں اور دیکھنے ہی دیکھتے ادنی حلقوں میں اپنی ایک پہچان سالی عائد اسی وجہ سے ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۰ء کی نیم روایتی حمالوں کو انھوں نے کسی مجموعے میں شامل نہ کیا سب سمجھا اور اب قدامت رسائل کے وسیلے سے ان تک رسائی بہت دستوار ہو گئی ہے مجھے ان متروکہ عملوں میں سے مشکل آٹھ عملوں کے تراشے دستیاب ہو سکے اس دستیاب مواد میں ان کی سب سے قدامت عمل رد میٹھڈ امار (مدنی) کے ۶ مارچ ۱۹۵۶ء کے شمارے میں ملتی ہے جس کا مطلع ہے:

آلام زور گارنے مڑھ کر لیا مجھے اک نے وفائے عشق سے رسوا کیا مجھے

ماتحت عربیوں بالترتیب ماہنامہ شعلہ و نسیم (مدنی) جولائی ۱۹۵۶ء شعلہ و نسیم اپریل ۱۹۵۶ء ماہنامہ سہیل

لے کچھا یہ مارے ہیں۔ مظهر حسنی مشہور نقد ایرے۔ ص ۹۲

۱۵۵ ص ۱۵۵

شعری تخلیقات (غزلیں)

مطرح صمی نے لیے سوائی مضمون میں ایک جگہ لکھا ہے :
 "خزئی ہوں کے نام ہموئی کے خط میں ایک شعر آیا :
 "کادکی گمرانی ہے ۔ سیاہی بیش قیمت ہے
 اسی سے صاف ظاہر ہے کہ ہم سے کم قیمت ہے
 حوالی شعر کے لیے یریتاں تھیں میں نے پہلا ادنی معاومہ سلع ایک آداں سے وصول کر کے
 ایک شعر کہہ دیا

۔ سیاہی بیش قیمت ہے ۔ کادکی گمرانی ہے
 عظیم المرتبی آخر گدا کا سدا ہے ۔
 یہ صرواں کا پہلا ادنی معاومہ ہی میں تھا لکھ پہلا شعر بھی تھا انھوں نے ساتویں جماعت میں ایسے
 کلاس بیلوکیتو کے امتثال پر ایک مرتبہ لکھا تھا جس کا ٹیپ کاہر تھا
 یاد کیشو کی حس ستاتی ہے
 آنکھ کر کیا ہو رلائی سے ۔

مطرح صمی لکھتے ہیں

"اس طرح الٹے سیدھے شعر کے کی ابتدا میں نے ۱۰ سال کی عمر سے کی ۔" سب سے
 ظاہر ہے کہ ایسے الٹے سیدھے اشعار کا رد رکھایا انھیں حاد میں محفوظ رکھا جس سے تھا ہندیا
 ہوں کی حرمانتیں برکھا گیا شعر ہی ان کی زندگی کا پہلا شعر قرار پائے گا

باب سوم

شعیب علیہ السلام
(غنی لیں)

سدروں کی طرف سے حسرت کو میں کرتا ہوں میں سارے کساد
یا علائکہ کھوسٹ حاسن سدر کے یہ اعتبار سے
عمر گزری تمام بھیل کھاتے یرہ حاسن سا کوئی بھیل یا یا
سدروں کے دماغ میں ہم نے عشق حاسن کا ہی حلق یا یا
رنگ ریلیاں مسائیں حاسن پر راج حالی جو ایک یل یا یا
اور محترمہ لوح کھوسٹ کی تعارفی نظم کا یہ شعر ہے
پہلے احام سوچ لیتی ہوں بعد میں آم لوح لیتی ہوں

ان اقتباسات اور اعتبار سے کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مظهر صحنی نے سدروں کی عادات و خصائص کا مطالعہ کر کے ان کے احساسات کی ترجمانی کچھ اس خوبصورت انداز سے کیا ہے کہ یہ کہانی ناقابل یقین واقعات پر مشتمل ہونے کے باوجود حقیقت سے قریب محسوس ہوتی ہے تحریر حری اور دلچسپ پیرائے میانی کی بنیاد پر یہ کہانی مطالعہ کی ایک اچھی مثال ہے سدروں کی حویلیں، بھیل کود اور مصحک حیرت حرکات کو کچھ اس خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے کہ آنکھوں کے سامنے ایک منظر کھینچ جاتا ہے اس اعتبار سے حویلی کی لطف اندوزی کا دامن مواد اس مطالعہ میں مل جاتا ہے۔

کلی نہیں بلکہ دوسرے مدر تمام ٹھے عیب سب ہاںک رہے تھے یہ اماع مدروں سے انا پڑا تھا درجنوں پر اور مرتی پر ہر جگہ مدر بیٹے نظر آ رہے تھے۔ کھاتے ہوئے کورٹھے مدر تو تینٹے موٹے تارے تو ان مدر جھوٹے تھوٹے متوج مدر توڑے مدروں کے سروں پر سے پھلاٹتے ہوئے ادھر ادھر کو دیکھا مدر سے تھے۔ ایک درحت کی ٹہنی پر ایک موٹا سا مدر بیٹھا تھا اور اس کی ٹٹنی ہوئی دم کو پکڑ کر ایک چھوٹا مدر بھولا بھول رہا تھا مجھے مے مے ایسی ماؤں کی بیٹھ یا بیٹ سے چیکے ہوئے بیٹھے تھے حسب وہ ادھر ادھر جانے کی کوسن کرتے تو انہیں انھیں کیع کر پھر جھپاتی سے نگا لیتیں کچھ مدر ایسی ایسی ماؤں کو حوس دیکھا رہے تھے کھی کھی ان کی جیسا جھپتی بھی ہو جایا کرتی تھی سارا اماع حوں حوں کی آواروں سے گونج رہا تھا "ا

کھ اور دلچسپ جانے دیکھیے حضرت کٹ کھئے کا امام اماؤس ہوئے ر
"حضرت کٹ کھئے صاحب حواس وقت کھوٹ حاس یسدر کے بدل سے حوسن کال کال کر کھ رہے تھے اما امام س کرور اٹھ کھڑے ہوئے اور لاؤڈ اسپیکر کے سامنے آکر حوں حوں حال حال کر کے گلاماں کیا اور پھر لوٹے نظم حتم کئے کے کند کٹ کھئے صاحب نے دم کڑی کر کے دانت نکال کر ڈال کو اتاری۔ سے ہلایا کہ اوپر ٹہنی پر دم کئے صاحب حو مدار کا کھلائے ہوئے ایک حاس موڈ میں آنکھ بند کر کے بیٹھے ہوئے اپنی گردن ہلارے تھے، گرتے گرتے بچے" نے داد حوسن کا سال دیکھیے۔

"نام میں ایک بی چل سی بچ گئی کئی مدر ایک ساتھ اچھل کر لوٹے حوں حوں مکرر ارشاد حوں دوبارہ بیٹھے کس تڑپاٹھی صاحب نے قطعہ دوبارہ سنا یا اور پھر ایک کرا در دانت دکھا دکھا کر یہ اشعار پڑھتے تھے
ان مدر شاعروں کی رانی مقرر حسی نے حواسدار کہلوائے ہیں اپنی ملاست اور ڈالی اور حوسن کی دود سے ڈیس کے ساتھ ساتھ ان میں ایک ادلی تال بھی پیدا ہو گئی ہے ملا کٹ کھئے کی رانی یہ اشعار

دم کئے جیسے پیارے مدر کو اک مداری بکڑا کر لے جاتے
یاؤں میں ان کے مادھ کر گھٹا کر بیج سونوں ر مایج کوائے
آر ادیں وہ سراسر اداری کو جرح کا پیے میں تھراتے

اور کس توڑ پھاٹکی کا قیمتی قطعہ

آج ہوں کیوں رساے مدر رشاد دم کئے قید سے موئے آراد

۱۔ مدر دن کا مشاعرہ مقرر حسی کہتے کلیاں نکھرتے ہیں

۲۔ مدر دن کا مشاعرہ مقرر حسی کہتے کلیاں نکھرتے ہیں

۳۔ مدر دن کا مشاعرہ مقرر حسی کہتے کلیاں نکھرتے ہیں

کو لکھ مار کھیتے ہوئے ایک خاص مصوبیت کے ساتھ انھیں حکم نامہ لکھی سا کر پیش کیا گیا ہے مثلاً: ”میاں دم کئے“ ”کس توڑ دہائی“
 لاؤ ڈاسیکر صاحب ”علامہ بھو بھو ٹڈی“ حساب کھوٹ صاحبان پسند، ختمہ لوح کھوٹ، ”نصرت مٹو مدر لکھا“
 علامہ بھو بھو حساب تو مد۔ بیٹ برست اور انقلابی شاعر صاحب کٹ کھئے“

ایک مدر میاں دم کئے کے مداری کے چنگل سے آزاد ہو جانے کی خوشی میں امرود کے ماع میں اعرا می شاعر محمد
 موتا ہے درخت کی سب سے اوچی ٹہنی مسد صدف کاکم دیتی ہے حسن پر میاں دم کئے رولق الرود میں ماتی
 مد شعرا ایما ای ڈالیوں پر اچھلتے کودتے اور منکے تھولے موئے متاع د ستے ہیں اور بھرا یہ مخصوص ادارہ
 میں داد بھی دیتے جاتے ہیں ایک طہ دار ولسے مدر لاؤ ڈاسیکر صاحب مساعہ کی لطافت کے فرائض ادا کرتے
 ہیں ایک موٹی ڈال اینٹ کے طہر استعمال کی گئی ہے مساعہ میں آٹھ مدر متاع ایسے ایسے کلام کے سامعین کو ملاحظہ
 فرماتے ہیں۔ جس میں عربی، عربی، ایک قطعہ اور ایک رقی بسد نظم قاتل سے مشاعرہ کا اعلان بھی ایک مدر ڈھول
 کا سہا کر ایک نظم کے درلیہ کرتا ہے ایک مرضی متاع سے کی روداد کی شکل میں یہ مطایبہ ترو نظم دونوں کے
 اشتراک سے تخیل پاتا ہے۔

سری حصوں سے چند عجیب اقتباسات پیش کر دیا ہوں

متاع کا اعلان کس کر عام مدروں کی ہے یہی اور مساع مدروں کی پریشانی کا اظہار مطہر صحنی کچھ اسی طرح
 کرتے ہیں

”کچھ مدروں نے تمام کو یاس کے گاؤں میں جا کر ٹھکڑا کھوٹ کرنے کا پرگرام ساما تھا لیکن اس اعلان کو سکر
 انھوں نے ایسا ارادہ ملتوی کر دیا جیسے مدروں نے ادھر ادھر ڈالیوں پر اچھلتے کودنے کے بجائے یہی سانس
 سمجھا کہ ایسی ماؤں سے جسم کی صفائی کروائیں انقلابی شاعر کٹ کھئے صاحب اس وقت ایسے دل بسد رنگد کی سب سے
 اوچی ٹہنی پر بیٹھے گولر ل سے شوق فرما رہے تھے جیسے ہی انھوں نے اعلان مساعہ کے ہلاک لگا کر اترے اور
 ہموال قی کے مدر کے کھڑکوں میں جا کر بیٹھ گئے اور شعر سوچنے لگے۔ کس توڑ دہائی میں کس کے دروں کاں ٹوٹے
 موئے تھے اور جو سربو کوں کو کہا جس کے طہ پر عیساں دکھانے کے لیے متہور تھے۔ جو آئی لڑھی مدیا کے یاس
 پہنچے اور اس سے وہ نظم مانگے لیجے تو اس نے پچھلے سال ایسے ایک دوست کی آمد پر لکھی تھی حگل کے کھ ہی مدروں
 کو یہ بات معلوم تھی کہ کس توڑ دہائی صاحب خود شاعر ہی نہیں کہتے بلکہ ایسی لڑھی ہوئی سے لکھواتے ہیں۔“

علیٰ شاعر کے بے موڈ اور سادوں کی امتیاز کھئے اور دوسروں سے لکھو کر ماسرہ کر کے نام کائے واسے متاع مد
 شاعروں پر اس تخیل کے درلیہ ٹڈی دیکھیں تو میں کی گئی، اس متاعہ کا کاسطر ملاحظہ فرمائیے

”سب سے اوچی امرود کے درخت کی سب سے اوچی ٹہنی پر میاں دم کئے بیٹھے ہوئے تھے اور اس سے

رسائل میں ان کی محول کی بطنیں بھی حاسی تیری سے صحت دی ہیں ان نتائج تندہ مطوں کی تعداد کہا یوں سے ڈیرہ
گنا بیس مائیں سے یقین ہیں آتا کہ مطر حسی جیسے جو کہ تخلیق کار نے ساڑھے تین رسوں میں صرف سیدہ ہی کہا یا
لکھی ہوں حسن رائے میں ان کی یہ کہایاں عطف رسائل میں نتائج جو میں ان کی عمر سواڑ سے مائیں سال کے
درمیاں لکھی یہ عمر کا وہ دور ہوتا ہے جب کچھ کہا یاں کام کر جائے کی اسکیں دل میں خوش مارتی ہیں تہرت و
امور کے حصول کا عدد رنگوں میں حوں میں کر دوڑتا ہے جھوٹی جھوٹی کامیا یاں سمد ستوق یرتا ریادہ مات
ہوتی ہیں۔ مطر حسی کی بطنیں اور کہا یاں اس دور کے بچوں کے تقریباً سبھی رسائل میں کہا یاں طور سے
جھید رہی تھیں یقین ہے کہ ان سیدہ کہا یوں اور مائیں مطوں کے علاوہ بھی ان کی کئی تخلیقات بچوں کے رسائل
میں نتائج ہوئی ہوں کی حور یادہ وقت کر جائے کی دھ سے ہیں دستیاب ہیں ہو سکے کیوں کہ حالتاً ادلی
رسائل و حرائد کی مائیں تو لا فیر یوں میں معطوطہ لکھی جاتی ہیں بچوں کے رسائل کو مستاعیر اعم کچھ کر اھیں معطوط
رکھے کی ضرورت ہیں بھی جاتی

سندردہ مالا کیلیات میں سے ابھی سی کہا یاں "کو تھوڑ کر لقیہ تمام جیریں ان کی کتاب "سیلا ہرا" میں رسائل ہیں جو
۱۹۱۹ء میں مکتہ جامعہ لینڈن ڈی ولبے نتائج کی سے اد جس پر اھیں دہلی، اتر پردیش اور بہار کی اردو کا دوسروں نے
العامات سے لو ا رہے یرستل کو مسل آب یا ملڈ ایکو کش سے تومی اعراہ کا مستحق گردا ماسے

فقطا سیہ :- مطاسیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حال و دل اور لے عطا کر کے ان کے احساسات کی ترجمانی
کیا جاتا ہے ان کی راں سے مکالمے اور کر دے جاتے ہیں السالی راں عطا کر کے ان کے احساسات کی ترجمانی
کی جاتی ہے مطاسیہ کے پردے میں سماج کے تحول اور تحول پر مستزلی مقصود ہوتی ہے۔ کامیاب مطاسیہ کی حولی
یہ ہوتی ہے کہ اس میں سیاں کردہ غیر العقول، عجیب و غریب اور ناقابل یقین باتیں بھی حقیقت سے مرہب تر محسوس ہوتی ہیں
لوتی ہوئی لے حال جیریں السالوں کی طرح سوچتے ہوئے ادایہ خدمات و حیالات کا اظہار کرتے ہوئے حالور
کچھ بھی اھیں ہیں لگنا۔ جیرت انگریز واقعات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ انداز میں سیاں کرنا مطاسیہ کا سب سے بڑا
وصف ہوتا ہے مہرستاں میں ————— قصہ طوطا ماسے لے کر انا درحت، مہم مطاسیہ کی ادایت
حاسی وسیع ے مطر حسی لے رڈوں کے لیے بھی مطاسیہ لکھے میں میں یرا لکھے صمات یرا لکھا حیا ل کیا جائے گا
سندردوں کا مشاعرہ :- محول کے لیے مطر حسی کا یہ طویل مطاسیہ مکتہ دکیاں "لکھنے کے یرا ہام

۱۹۱۵ء میں کتابی شکل میں نتائج ہوں اس اعتبار سے کتابی شکل میں مطر عام یرائے والی یہ ان کی پہلی تخلیق ہے
اساں اور سلیس دانی، دلچسپ تر سے اور لطیف مزاحیہ مساعیر کے دربیہ موجودہ مساعروں کا لے حد کامیاب تر۔
اس کہا یاں میں اتنا لکھا ہے مطر حسی نے پہلی سطر سے اقسام تک کتابی کو یر لطفی مزاحیہ سائے کا یرا یرا لکھا
کیا ہے۔ مروج سے آخر تک تادی کی دلی یکساں قرار ہوتی ہے

سندردوں کے متاع سے کی رعایت سے اس کے کرداروں کے ام اور مکلفین محمد دلچسپ ہیں سندردوں کے اوصاف

ہیں۔ اس میں یوں کی تخلیقات کے لیے مستقل کالم کیاری کے دلی عموماً دہشتی کہایاں اور طیس کے تحت مطھر حسنی کی ایک جھوٹی کہانی "حلیل کا عقد" شریک اشاعت ہے۔ کہانی کے ساتھ مطھر حسنی کا نام مجدد و مطھر ہمسوی درج سے، حسنی اس میں شامل ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی یہ کہانی ۱۹۵۲ء سے پہلے کی تخلیق ہے کیونکہ ۱۹۵۲ء سے ان کی حوٹیں اور کہایاں یوں کے رسائل میں بڑے قلم کاروں کی تخلیقات کے ساتھ ملتی ہیں ان کے ساتھ ان کا نام "الطھر حسنی" لکھا ہے اور اس کے حل کر مرص "مطھر حسنی" لکھا ہے کہ کہانی "حلیل کا عقد" سے ان کے تدریج وہی ارتقا کا کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ بات دہش میں رکھے کہ اس کہانی کے تخلیق کار کی عمر گیارہ سے میدرہ سال کے درمیان ہے کہانی ملاحظہ کیجیے۔

خلیل کا عقد۔ ایک علیل صاحب ہیں حواسیہ عفتے کے لیے مستہد میں ایک دن یہ سو رہے تھے کہ ایک بچے کے "جیب" وہ سر بھوڑ دوں گا، گھڑی بھلا کیوں جیب ہوتی وہ راز کھتی رہی اب تو ان کے عفتے کا شکاہ رہا۔ گھڑی کو اٹھا کر باہر بھیج دیا گھڑی کے نیچے ایک مسافر جا رہا تھا گھڑی جا کر اس کے سر پر لگی سیانے کا سر بھیٹ گیا سوں سے لگا وہ رو کر کہے لگا "ارے اب رے میرا سر بھوڑ ڈالا" علیل صاحب ستر پر لیٹے ہوئے لے رویا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا جیب وہ سر بھوڑ ڈالوں گا کیا علیل کے عفتے کو مہولی کھ رکھا ہے "جھوٹے جھوٹے اور حسہ مہولی پر شمل یہ دلچسپ لطیفہ سا کہانی مکمل ہے اور علیل صاحب کی صاحب مطھر حسنی کے پرواز علیل کی تشاد ہی کرتی ہے ماہنامہ بھلوری کے مذکورہ شمارے کے اس کالم میں دوسرے صفحہ پر سیلان الطھر کی نظم "داوی آقاں" بھی ہے۔ حواہ کئی سعیدی اور تحقیقی کتاوے کے مصنف ڈاکٹر سیلان الطھر جاوید ہیں مرید تحقیق کرے برادر یوں کے رسائل کی فائیں دیکھیں یہ معلوم ہوا کہ اس زمانے میں یوں کے ان مخصوص کالموں میں ان کے ساتھ سیلان الطھر کے علاوہ آج کے کئی معروف نگار مثلاً ستیہ پال، آمد، سراج آوہ وغیرہ بھی جھپتے تھے آگے چل کر مطھر حسنی یوں کے ادب کے میدان کو ایسی مہولی اور کہایوں سے سیراب کرتے ہوئے

عزیزوں، اصائل اور تحقیقی و تنقیدی ادب کے لستہ وسیع و عریض میدانوں اور کھلی فصائل کی جانب مڑ گئے کہ انہیں تخلیق صلاحیتوں کے اظہار کے لیے کسادہ زمینیں اور کھیل کی پرواز کے لیے میکانے دستیں درکار تھیں کہانیوں کا سر پایہ بدعس کر چکا ہوں کہ یوں کے رسائل میں یوں کی تخلیقات والے کالموں میں مطھر حسنی کے لطیف، میکانے، سیلان اور جھوٹی جھوٹی مہولی و کہایاں ۱۹۵۲ء سے جیب رسی تھیں اور ۱۹۵۳ء تک وہ ان رسائل میں یوں کے شاعر و ادیب کی حقیقت سے ایسی ایک پیریاں ساجے تھے کہ ۱۹۵۲ء سے ان رسائل میں ان کی تخلیقات بڑے مکاروں کے ساتھ شائع ہونے لگیں

یوں کے رسائل کی فائیں جھاپے یہ مجھے ان کی میدرہ کہایاں مطبوعہ شکل میں دستیاب ہوئی ہیں اس عت کی تاریخوں کے اعتبار سے ان کے شائع ہونے کی مدت ساڑھے تین سال ہے اسی زمانے میں اور ابھی

د احمد رنگھ سیدی کی قاسم کو پہچانتا ہوتا۔

اس بات کی ناسندہاں کے معصوم "اردو کہانی آج اور کل" ڈسٹو جہات و تحو سے بھی ہوتی ہے کہتے ہیں

"مجھے کہئے دیجئے کہ ساتویں دہائی کے کہانی کاروں نے ترسیل کی مہیقل سے محروم رکھ کر اپنی کہانیوں کے آئینوں کو اندھا کر دیا ہے میں یہاں عصمت جغتائی کی طرح اس دور کے لکھے والوں کو اس لئے مطلعوں نہیں کرتا کہ وہ اپنی بات کے حوال میں سد سو کر رہ گئے ہیں ہر دن کار کو حق حاصل ہے کہ وہ صاحب اور باطن میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے یا ایک وقت دونوں کی آمیزش سے اپنے من کو خلا بخشے۔ میانہ طریقہ ہے کہ کہانی کار کے پاس کہے کے لیے کوئی تحریر اور کوئی بات ہوئی چاہے ساتویں دہائی کے افسانہ نگاروں کی اکثریت نے اقتدار کی شکست و رنجیت، سیاسی معاشرے کے حائل چہرہ افراد کے نجوم میں تباہی کے احساس، تشلیک اور عدم اعتماد، ریستوں کی لے حتمی اور ایسے ہی لے تہذیب و تمدن کے حائل سے ایسے لیے حد درجہ درد و غم اور میتر تخلیقات میں اہمال کا حوالہ لاس کیا ہے اور حسرت و غم کی صورت سے زیادہ مہم اور میر و پسند تخلیقات سے تو بھی رستے لگا کر اس پر بے حس اور کم بھی کے المیات مانڈ کیے گئے لیکن دریا و مور مرستیے کی مدد مستحیاب کے بعد اس دور میں کہانی کے امیر کو کچھ نکھایا وہ طبع طراری کے سوا کیا ہے اور وہ صحت کچھ کیسا سیات اور کتنا غیر دلچسپ ہے۔" نئے عصری اساتذے پر مفسر حسی کے ان خیالات کی ردی میں یہ مانڈ قائم کرنا عظم ہوگا کہ اگر وہ افسانہ نگاری جاری رکھتے تو ان کے افسانوں میں وہ تمام حوایل، موتیں، حسیں وہ عصری افسانے کی حوایل سمجھتے ہیں ان کا افسانہ وحدت و اتحاد و انسانیت کی خوبیوں سے مرتب ہوئے کے ساتھ ساتھ عصری بھی ہو تا کہ اس کے سفر کے روح اور سکون کا احساس اور اک بھی ہے اور وہ لفظی اس کے حیدر مانڈ افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے

بچوں کی کہانیاں

مفسر حسی نے بچوں کے لیے لکھے کی امتداد ۱۹۴۷ء کے اس یاں کی اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک پھیلوری "سگھو" "کھنوا" "بہانے تعلیم" "جاد کھیاں" "کرمیں" اور "دوست" وغیرہ بچوں کے رسائل میں ان کے لطائف، چٹکے، پسلیاں اور پھوٹی پھوٹی لطیفیں اور کہانیاں ان رسائل کے مستقل کالموں میں شائع ہوتی رہی ہیں جن بچوں کی تعلیمات کے لیے مخصوص ہوتے تھے ان کالموں کے حوالات "کیاری" "کھلتی کھلیاں" بھی ہی کیاں بچوں کی کوششیں، قسم کے سوا کرتے تھے مجھے ماہنامہ پھیلوری دہلی کا ایک تراش و دستیاب سواسے سے یرسہ درج

۱۰۰
 ۱۰۱

۱۰۰

۱۰۰
 ۱۰۱

۱۰۰

۱۰۰

راہد رسنگھ سیدی کی قناعت کو پہنچتا ہوں" س
اس بات کی تائید ان کے مضمون "اردو کہانی آج اور کل" (شمولیات و شعور) سے بھی ہوتی ہے
کہتے ہیں

"مجھے کہیے دیجیے کہ ساتویں دہائی کے کہانی کاروں نے ترسیل کی مہکتل سے محروم رکھ کر اپنی
کہانیوں کے آئینوں کو امداد کر دیا ہے میں یہاں عصمت یحتمائی کی طرح اس دور کے لکھے والوں کو
اس لیے مطلقاً نہیں کرتا کہ وہ اپنی بات کے حوال میں سد ہو کر رہ گئے ہیں ہر نگار کو حق حاصل ہے کہ وہ حارح
اور باطن میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے یا میک وقت دونوں کی آمیزش سے ایسے فن کو جلا سکے۔ میادی
شرط یہ ہے کہ کہانی کار کے پاس کہیے کے لیے کوئی تحریر اور کوئی بات ہوئی چاہیے ساتویں دہائی کے امداد نگاروں کی
اکثریت نے اقدار کی شکست و ریخت، میسجی معاشرے کے حرلے جبرہ افراد کے نجوم میں تمنائی کے احساس، تشلیک
اور عدم اعتماد و رستوں کے لے حرمی اور ایسے ہی لے تمہارا سانس کے حوالے سے ایسے لیے حدود و دلدلیا اور
میتز تعلیقات میں اہمال کا حوالہ لاس کیا ہے اور عتقاریاں کی صورت سے زیادہ مہم اور میر و پس تعلیقات سے قومی
رستے لگاؤ اس پر ہے کسی اور کم بھی کے ارمات مائد کیے گئے نکس را حود مر ایسے کرید مستحیات کے لعداس دور میں
کہانی کے ما کر کو کچھ لکھا وہ طوطہ طرازی کے سوا کیا ہے اور وہ ص کچھ کیسا سیاں اور کسا عرد لچب سے؟
عصری امداد نے مظر شخصی کے ال حیالات کی روشنی میں یہ راستے قائم کرنا علطہ ہوگا کہ اگر وہ امداد نگاری
حاری رکھتے تو ان کے اسالوں میں وہ تمام حویاں ہوتیں حصیں وہ عصری امداد کے حویاں رکھتے ہیں ان کا
امداد وحدت تا اراد امدادیت کی حویوں سے مرتب ہوئے کے ساتھ ساتھ عصری بھی متاثر اس کے سطر
کے روح اور حوتوں کا امداد بھی سچ اور وہ یقیناً آج کے حید مائدہ امداد نگاروں میں امداد ہوتے

بچوں کی کہانیاں

مظر شخصی نے بچوں کے لیے لکھے کی امداد لکھنے کے اس یاں کی اس وقت ان کی عمر صرف ثیا و سال
مئی ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۸ء تک پھولاری حگو "کھلوا" رسائے تعلیم و حیات و کلیاں، "مریں" اور "دوست" جبرہ بچوں کے
رسائل میں ان کے مخالف، جیکلے، پہلیاں اور چھوٹی چھوٹی ملیں اور کہانیاں ان رسالوں کے مستقل کاموں میں سناخ موتی
رہی ہیں جو بچوں کی تعلیمات کے لیے مخصوص ہوتے تھے ان کاموں کے عوامات کیاری "کھلی کلیاں" تھی ہی کلیاں
بچوں کی کوششیں، اتم کے سوا کرتے تھے مجھے با امداد پھولاری ڈاؤ کی کا ایک ترا تا دستیاں سولسے نس پر سد درج

دستیاب مواد کی روش سے ان کا پہلا حاسوسی اصابہ در اعتبار شاعت "حرائیم کی چوری" ہے جو ایچ۔ جی۔ ویس کی انگریزی کہانی کا ترجمہ ہے اور ماہنامہ "گہت" الہ آباد میں توری سلسلہ میں شائع ہوا اس کے بعد موت کاسایہ "معاذ کلکتہ ستمبر ۱۹۵۵ء میں ہمارے بھی ہمارا "گہت" اخبار بھوپال اور راولپنڈی کا ناچ، نگار شکر اپنی میں شائع ہوئے۔ ان کے حاسوسی اصالوں میں چار اصالوں "موت کاسایہ" "معدود کلکتہ"، "ٹیکسی نمبر ۴۹۷۴" اور "دستِ نسا" کا مرکزی کردار پرانویٹ حاسوس مگر خطیب ہے انھیں اصالوں کی ایک سیر پر سمجھا جاوے۔ اس کردار کا نام انھوں نے اپنے چچا اور اداکاری سیٹھ مہر الدین کے نام پر رکھا جس سے ان کی سیٹھ مہر مروت سے عداوتی و انتقامی اور قلمی لگاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔

مطرحی کی ان مشہور کہانیوں کو کتابی شکل میں مطبعہ عام پر لایا جاتے تو اردو کے حاسوسی ادب میں ایک اچھا اصابہ ہو سکتا ہے

ترجمہ شدہ اصابہ - ہندی اور انگریزی کے کچھ اصالوں کو بھی مطرحی نے اردو میں مستقل کیا ہے یہ ہیں "کواں" (ہندی سے "مطوعہ" "گہت" الہ آباد "حرائیم کی چوری" (ایچ جی ویس کی انگریزی کہانی سے "مطوعہ" "گہت" الہ آباد "اصطراط" "چیف کی انگریزی کہانی سے "مطوعہ" "یگنڈی" امرت سرائی کہانیوں کا ذکر تراجم والے باب میں کیا جائے گا۔

میر مطوعہ اصابہ -

مدکورہ بالا چار حاسوسی اصالوں اور تین ترجمہ شدہ کہانیوں کے علاوہ (جواں کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں) ایسے مزید تیرہ اصالوں کا ریکارڈ موجود ہے جواں کے کسی اصالی مجموعے میں جگہ نہیں پاسکے ان تیرہ اصالوں میں چار "لوتم کہانی ہو گئی" دیوانے کی ڈائری "درے اور چچاں اور کردار لوتے ہیں" کسی رسالے میں بھی شائع نہیں ہوئے "لوتم کہانی ہو گئی" ایک ریڈیائی متنش ہے جو آکاش والی بھوپال سے نشر ہو چکا ہے۔ باقی نو اصابہ مختلف رسائل میں شائع ہوئے جس کی نمائندگی قلم اریں کی چاکلی ہے

میر مطوعہ اصابہ "کردار لوتے ہیں" دراصل مطرحی کے نمائندہ اصابہ دو عذریے کے ایک نمونہ سے امرات کی آپ بیتی ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مطرحی اسے بھیلا کر ناول کی شکل دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مدکورہ بالا اصالوں میں کئی اصابہ ناول، ہندی اور گجراتی راولوں میں ترجمہ ہو کر بھی شائع ہوئے تھے بحیثیت اصابہ نگار مطرحی کے مقام و مرتبہ کا قیاس کرے سے پہلے ان کے رسالہ اصابہ نگاری اور اس دور کے عوامل و رجحانات کو بھی پیش نظر رکھا ہوگا۔ آج کے علاماتی اصابہ کے میرالوں میں ان اصالوں کو نو لادینا درسی کے یکسر معافی ہوگا۔ مطرحی کا اصابہ نگاری کا دور ۱۹۵۵ء تا ۱۹۹۴ء ہے جس میں ان کی بھرپور جدوجہد پس منظر گویا ہے جو تین برس کی عمر تو پانچہ تحریرات کی عمر ہوتی ہے، ان کی اصابہ نگاری کی کل غیر سب اس کم عمری ہی میں ان کا شمار ملک کے اچھے اصابہ نگاروں میں ہونے لگا تھا۔ ان حقائق

”اتھ ہیں“

استاد رطریہ ہسی کے ساتھ ”مجھے معلوم ہے پردوں، وہ خط کو قوال کو تنہا کی طرف سے میں نے خود لکھا تھا اور سنا ہد کھائی کو بھی ہاں پردوں، تاکہ تم دونوں کے تعلقات پھر خوشگوار مومائیں تم پر سے تنگ کامایہ ددور ہو جائے“

پردوں سے کھائی ہے غلیں سار

استاد:۔ رتبہ گھر عدالتی آثار میں آپرمیون اتھار سے والدین کی شرط میں پردیہ کر سکا۔ تجھیں حاصل کرنے کی کوشش میں حالات نے مجھے اس راہ پر لگا دیا کہ مجھے تنہا کی مدت مجھے اس راستے سے ہٹے کا موقع بھی مل گیا۔ وہ لوگ صحت کو مدام کرتے“

پردوں کی سسکیاں استاد کی آہیں رعمیوں کی چمک یکتا الیہ یوعلیٰ کا ایک نوکرہ سال ہڑے لہریں اٹھتی ہوئی ایسے لفظ عروج تک پہنچیں اور پھر ہمدیہ رملی ہوتے ہوتے میڈ آؤٹ دکالاچہ ڈٹاے کی ٹیک میں مکرر کر دے مطھر صلی نے یہ اسالے ڈٹاے اور اسالہ دونوں کے معیارات پر پڑے اتنے ہیں گویا ہر ٹیک میں مطھر صلی نے کامیاب اسالے تخلیق کیے ہیں کسی بھی صفت کا س پارہ جو ٹیک اس کے حسن و دلکشی کا ایک اہم حردے ستر ٹیک مواد اور اسلوب سے ہم آہنگ ہوا اور تخلیق کردہ اس پر کامیاب جہات دکھتا ہو معلول ممتاز ستریاں،

صفت تک مواد اسلوب اور ٹیک میں ہم آہنگ ہیں ہوتی اسالہ میں پارہ ہیں نہ سکتا کسی اٹھ ٹیک کو سٹوڈ مواد سے توڑ دیا جائے یا اسے کوئی متعدی استعمال کرے تو اسالہ میں معلوم ہوگا جیسے ایک بد صورت کسے ڈھنگ کی سے جو صورت اس میں پیدا کیا گیا ہو۔ دیکھ کر اچھا ہو ٹیک کا استعمال بھی اچھا ہو لیکن مواد اچھا ہو اور مواد سے میرا مطلب موضوع یا خیال ہیں بے کیوں کہ موضوع یا خیال کی اچھائی کے مادہ خود مواد حراہ ہو سکتے ہیں تو اچھی سے اچھی ٹیک بھی لے سکتی معلوم ہونے لگی ہے۔“

ممتاز ستریاں کے اسایاں کی روکسی میں حسب ہم مطھر صلی کے اسالوں کا حائرہ دیتے ہیں تو اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ ٹیک کی حد قوں کے مادہ خود ان کے اسالوں میں مواد اور اسلوب کی متوازن ہم آہنگی موجود ہے متوجہ موموٹا پر مواد اسلوب اور حد پر تر ٹیک کی خوبیوں کی آئینہ سے اٹھوں لے عمدہ کہا یاں تخلیق کی میں

حساسی کا اسالہ مطھر صلی نے حاسوسی کہا یاں مجھے کی ابتدا اردو کے معروف ماہل نگار اس صلی کے ساتھ ساتھ ہی کی تھی اس کی یہ کہا یاں ہندو ایک کے مقبول رسائل میں شائع ہوئی ان کی حاسوسی کہا یوں کی مقبولیت کے پیش نظر بلترے انھیں حاسوسی ماہل مجھے کی پیش کس کی مطھر صلی نے کچھ اسگری حاسوسی کہا یوں کے ترام کیے اور میٹر طبع مادا اسالے بھی مجھے ان کی حاسوسی کہا یوں میں نفس اور مراح کی یا شکی کی مکرکارہ کیعت نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ واقعات میں کہیں بھی سطحیت یا عیاں نہ کا اظہار نہیں ہوتا۔

نہ ماہل اور اسالے میں ٹیک کا موضوع، ممتاز ستریاں مثوں، دو اسالہ، رویت اور ماسی مرتہ کوئی چند بارک میں

دستیاب مواد کی روش سے ان کا بیلا حاسوسی افسار۔ دس اعتباراً اشاعت، حمایت کی چوری تب سے خواہج - جی - ویس کی انگریزی کہانی کا ترجمہ ہے اور ماہنامہ "نکبت" الہ آباد میں توری سلسلہ میں شائع ہوا اس کے بعد موت کاسایہ" صادق کلکتہ ستمبر ۱۹۵۵ء میں ہمارے بھی میں ہمارا مکر کا خوبال اور غریبوں کا ناخج، نگار تہن مکرچی میں شائع ہوئے۔ ان کے حاسوسی افساروں میں چار افساروں "موت کاسایہ" "تغیر کلکتہ"، "ٹیکسی نمبر ۴۹۷۴" اور "ڈسٹ تھا" کا مرکزی کردار پرانی ٹویٹ حاسوس مظہر حلیب ہے انھیں افساروں کی ایک سیر پر سمجھا جاوے اس کردار کا نام انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی سیٹھ مظہر الدین کے نام پر رکھا جس سے ان کی سیٹھ مظہر مرحوم سے مدافاتی واسطی اور قس لگا دکا شوت ملتا ہے۔

مظہر جی کی اس طس را دکہا یوں کو کتابی شکل میں مطبع عام پر لایا جائے تو اردو کے حاسوسی ادب میں ایک آچھا افسار ہو سکتا ہے

ترجمہ شدہ افسارے - ہندی اور انگریزی کے کچھ افساروں کو بھی مظہر جی نے اردو میں مستقل کیا ہے یہ ہیں کواں "ہندی سے مطوحہ" "نکبت" الہ آباد "حرا تہم کی چوری" (ایچ جی ویس کی انگریزی کہانی سے) مطوحہ "نکبت" الہ آباد "اصطراط" چنیو کی انگریزی کہانی سے) مطوحہ "یگڈنڈی" امرت سمران کہانیوں کا ذکر تراحم والے باب میں کیا جائے گا۔

غیر مطوحہ افسارے -

مدکورہ بالا چار حاسوسی افساروں اور تین ترجمہ شدہ کہانیوں کے علاوہ دو افساروں کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں، ایسے مزید تیرہ افساروں کا ریکارڈ موجود ہے جو ان کے کسی افسانوی مجموعے میں جگہ نہیں پاسکے ان تیرہ افساروں میں چار "لو تہم کہانی ہو گئی" دیو اے کی ڈائری "درے اور چٹاں اور کردار لوتے ہیں" کسی رسالے میں بھی شائع نہیں ہوئے "لو تہم کہانی ہو گئی" ایک ریڈیائی پیشل ہے جو آکاس والی ہوپال سے نشر ہو چکا ہے۔ باقی نو افسارے مختلف رسائل میں شائع ہوئے جس کی نشاندہی قبل ازیں کی جا چکی ہے۔

غیر مطوحہ افسارے مگر دار لوتے ہیں" دراصل مظہر جی کے نمائندہ افسارے دو عددے کے ایک عدد سے امراد کی آپ بیتی ہے۔ اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مظہر جی اسے بھیل کر ناول کی شکل دیے کا ارادہ رکھتے تھے۔ مدکورہ بالا افساروں میں کئی افسارے ناول، ہندی اور گجراتی رسالوں میں ترجمہ ہو کر بھی شائع ہوئے تھے بھیت افسار نگار مظہر جی کے مقام و مرتبہ کا قیاس کرے سے پہلے ان کے رسالہ افسار نگاری اور اس دور کے عوامل و محامات کو بھی بہتر نظر رکھنا ہوگا۔ آج کے علامتی افسارے کے میراثیوں میں ان افساروں کو نو لایا دیا داری کے یکسر سامانی ہوگا۔ مظہر جی کا افسار نگاری کا دور ۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۶ء ہے ۲۵ء میں ان کی غورف جودہ بوس جی گویا جودہ سے چوبیس برس کی عمر جو مایہ تحریر کی عمر ہوتی ہے، ان کی افسار نگاری کی کل عمر سب اس کم عمری ہی میں ان کا شمار ملک کے اچھے افسار نگاروں میں ہونے لگا تھا۔ ان حقائق کے بعد

”لکھتے ہیں“

استاد رطیرہ ہسی کے ساتھ ”مھے معلوم ہے پرویں، وہ خط کو قوال کو تہا نکا طرف سے میں نے خود لکھا تھا اور ستا ہد بھائی کو بھی ہاں پرویں، تاکہ تم دونوں کے تعلقات پھر خوشگوار ہو جائیں۔ تم پر سے تنک کا سایہ دور ہو جائے!“

پرویں کہہ سکتی ہے ٹکس مارا

استاد، رتبہ گھیر جاتی آوار میں پرویں، تہا رے والدین کی شرط میں یدیا کر کے تھیں حاصل کر کے کی کوشش میں حالات نے مجھے اس راہ پر لگا دیا کہ مجھے تہا دی عدوت مجھے اس راستے سے ہٹنے کا موقع بھی مل گیا وہ لوگ محنت کو مدام کرتے“

پرویں کی سسکیاں استاد کی آہیں رعبیروں کی چھک ٹکٹ المیہ مہیسی کا ایک فوڑہ سالانہ پڑھے لہریں اٹھتی ہوئی ایسے نقطہ عروج تک پہنچیں اور پھر تدریج، ہلکی ہوتے ہوئے میڈاؤٹ (کالا چھوڑ) ڈھانے کی ٹیکہ میں تحریر کردہ منظر حمی کے لیے اساتذہ ڈرامہ اور افسانہ دونوں کے مبیانات پر پڑے اترتے ہیں گویا ہر ٹیکہ میں منظر حمی نے کامیاب اساتذہ ٹکس کیے ہیں کسی بھی صف کا جس پارہ ہو، ٹیکہ اس کے حسن و دلکشہ کا ایک اہم حوسے ستریکہ مواد اور اسلوب سے ہم آہنگ ہو اور ٹکس کو اس رسکا راہ جہانت دکھتا ہو مقول متاثر تیریں،

حمی کا مواد اسلوب اور ٹیکہ میں ہم آہنگ ہیں ہوتی اساتذہ میں پارہ ہیں نہ سکتا کسی اچھی ٹیکہ کو لے کر مواد سے جوڑ دیا جائے یا اسے کوئی متدی استعمال کرے تو اساتذہ میں معلوم ہوگا جیسے ایک مدصورت کرے ڈھنگے بن سے نہ صورت لاس بیباو یا گیا ہو نہ کار اچھا ہو ٹیکہ کا استعمال بھی اچھا ہو ٹکس مواد اچھا ہو اور مواد سے میرا مطلب موضوع یا خیال ہیں اسے کیوں کہ موضوع یا خیال کی اچھائی کے مادہ خود مواد حراہ ہو سکتا ہے تو اچھی سے اچھی ٹیکہ بھی لے مہی معلوم ہوئے مچتی بنے۔“

متاثر تیریں کے اس بیان کی روشنی میں صاحب منظر حمی کے اساتذہ کا حائرہ لیتے ہیں تو اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ ٹیکہ کی حدتوں کے مادہ خود ای کے اساتذہ میں مواد اور اسلوب کی متاثر میں ہم آہنگی موجود ہے تو موضوع یا مواد اور اسلوب اور مدیر تر ٹیکہ کی حوسوں کی آسیر جس سے احوال سے عمدہ کہا یاں ثقیل کی ہیں۔

حاصل مہی کا اساتذہ منظر حمی نے حاسوسی کہا یاں مجھے کی ابتدا اردو کے معروف ماہل نگار اس مہی کے ساتھ ساتھ ہی کی تھی اُن کی یہ کہا یاں ہندو پاک کے مقول رسائل میں شائع ہوئیں ان کی حاسوسی کہا یوں کی مقبولیت کے پیش نظر ملتر سے انھیں حاسوسی ماہل مجھے کی پیش کش کی منظر حمی نے کچھ اسطوری حاسوسی کہا یوں کے تراجم کے اور میتر طبع را دا اساتذہ مہی مجھے ان کی حاسوسی کہا یوں میں نفس اور مراح کی جاتی کی تحریر را کہست نمایاں لکھائی دیتی ہے واقعات میں کہیں بھی سہیت یا حاسیہ پن کا اظہار نہیں ہوتا۔

ماہل اور اساتذہ میں ٹیکہ کا موضوع اساتذہ شرس مشور اور دوا اساتذہ روایت اور ساسی مرستہ کو ل چہد مارگ میں“

کہلاتا ہے مطہر حسی کے افسانوں میں "دلِ حارہ" حصار اور انسان "تعلون کا مارچ"، ذرے اور چٹان، مطالعہ افسانوں کے روترے میں آتے ہیں آخر الذکر افسانوں کو علاماتی افسانوں کے روترے میں بھی رکھا جاسکتا ہے۔
 ۵۔ خط اور ڈرامائی کے دارم ہیں، چور کا کھائی، مس ملاں سر ملاں، "خط کی ہیبت میں اور" دیوالے کی ڈائری کے دارم میں لکھے گئے ہیں۔
 غامد بیل رقم طرار ہیں

"چند سال قبل افسانہ کی ایک نئی تکنیک وجود میں آئی کئی خطوط کو ربط دے کر غلط ہیروں اور خوش ہیروں کو میاد مارا افسانوں کی شکل دی جاتی ہے آخر میں ایک ہیبت ہی لطیف انداز سے غلط ہیروں اور کرے کی کوشش کی جاتی ہے ایسا ایک افسانہ "چور کا کھائی" ہے ایسے افسانے تعلق طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں یہ افسانہ بھی اسکی روترے میں آتا ہے۔"

۶۔ افسانہ بھی۔ مطہر حسی نے تمام مرقومہ تکنیکوں کے علاوہ کچھ حدتیں اور افسانے بھی کیے ہیں اور کچھ ایسی نئی کامیاب تکنیکوں میں افسانے بھی لکھے ہیں جس پر اس سے پہلے ہیبت کم نکھا گیا ہے، مثلاً ال کے افسانے یا بی افسانے جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے جس کے لیے مطہر حسی سے پہلے صرف سہادت جس سزاوردہ میں خود گنبد ہال کے علاوہ کوئی تیسرا نام نظر نہیں آتا اسکی یہ سہ کبھی افسانے کے لیے اسے تحریراتی یا شعوری دور بھی نہیں کہا جاسکتا کہ نصف صدی کی شکاک دیے والی طوائف کے اند بھی یہ تکنیک ہند کوہ کدوں کا راور دل کی مرمل میں ہے اس اعتبار سے ہی افسانے کے میدان میں اور دل تا حال میں ہی نام اہمیت و اعتبار کا مدد رکھتے ہیں سادہ جس سزاوردہ ریال اور مطہر حسی

۷۔ ڈراما سا افسانہ۔ بر جید کہ ڈراما محقق کے دہلی میں ہیں آتا لیکن مطہر حسی نے ڈرامے کے دارم میں دراصل افسانے ہیبت کیے ہیں انھوں نے صرف تین ریڈیائی ڈرامے لکھے ہیں جس میں دو "طایفہ" اور "کلاچور" "دبیدہ حیران" میں شامل ہیں، "وہم کہانی ہو گئی" "خیر مطوہ سب" اور "بھوپال ریڈیو اسٹیشن سے سرگرم کلب" یہ ڈرامے، پلاٹ، کردار اور واقعات کے اعتبار سے جادو کے اعتبار سے مکمل اور کامیاب ڈرامے ہیں ایک حیرت انگیز عکس کے ساتھ بیکہ عدد دیگرے مطہر حسی نے ہیں اور آخر میں ڈرامائی انداز میں کہانی کا اختتام سامنے آتا ہے۔

"کلاچور" کا اختتام ملاحظہ فرمائیے

استاد دو چوک (کولیر ویں) تم۔ تمہیں بیان۔ آتا ہے تھا

یہ دین (سکیناں لیتے ہوئے) کھائی میں ایسے سہاگ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہاری گرمائی میں میرا کوئی

رہنے کے حرم میں ہم میں ڈالے جانے لگے لیکن اس اساتے میں کچھ باتیں ایسی درآئی ہیں جس سے ایک مخصوص مذہب کے مبادی عقاید پر ضرب پڑتی ہے

رہنے کا موئی علیہ السلام کے پاس دربار خداوندی کے علقہ میلے کی تسکینت کرنا موئی علیہ السلام کا دہر اعمال میں حاصل ہو کر فرشتوں سے اولیں ہدی کا اعمال نامہ طلب کرنا اور پھر موئی علیہ السلام کی رسال سے یہ ملے۔

نواب دربار ابرو میں بھی اس قسم کی مدعوایاں ہوئے تھیں جس سے مجھے اس خداوندی اک کی اگر وہ بھی انصاف کی راہ سے ہٹ گیا تو میں آج فرعون کی طرح اس سے بھی شکر ادا کرتا ہوں گا

اور پھر عیض و عصب میں بھر کر موئی علیہ السلام کا عرض اعظم کی طرف شہاد اور عدائے قدوس کے رد و طرح کر اس طرح اسے للکارا۔

مجھے وہ رد بھی یاد ہو گا جب تیرا یہی حیرت انگیز الہایت پر فرعون کے عالم دیکھ کر اس سے نکر کیا تھا اور آج تیرا وہی سدہ تیرے ہی قہر و حلال کی قسم کھا کر کہتا ہے اگر تیری عاص سے بھی اسان سے لے انصافی رتی گئی تو ”موئی مطر و عصب سے کا بیسے لنگے“ تجھ سے بھی مقابلہ کرنے کی حرارت کر ڈالوں گا

اسلامی عقائد کی رو سے عدائی مصلوں میں دخل اندازی کی کسی کو احارت نہیں ہے پھر وہ کو بھی ہیں اور خدا کے پیغمبر اس کے سر تیا تا، مع مرماں سدے اس کے مصلوں کے آگے لے چوں دہر اس تسلیم کر لے والے اتنی صارت کر ہی ہیں سکتے کہ عدائے رتر کے کسی میلے یا احتجاج کرتے ہوئے اسے مقابلے کے لیے بھیج کر انہیں مطر صی کے اسالوں و فرعون میں (۱۹۵۱ تا ۱۹۵۴) اور وہ اسالوں کی تمام نہیں مل جاتی ہیں جو حسب دلی ہیں

۱۔ میا سیدہ - جس میں اساتہ نگار راوی کی حقیقت سے تمام واقعات و حالات بیان کرتا ہے کہانی سے اس کا ایسا کوئی تعلق نہیں ہوتا ”خدا آئینہ دل“، ”موڑ“، ”دو منے کا آدمی“، ”اگر سے جھوٹا“، ”وہ لوگ“، ”دیو کی ترقی“ اور ”ٹا کی دوڑ“ یا یہ اسالوں کے سرے میں آتے ہیں۔

۲۔ مولود لاگ اس اساتے کو کہتے ہیں جس میں اساتے کا کوئی کردار خود دکھائی کے انداز میں ڈائلاگ لکھتا ہے اور پورا اساتہ بیان کرتا ہے جیلا ما سیدہ۔ مطر کئی واقعہ نگاری مختلف کرداروں کے مابین مکالمے ص کچھ اس کی رماں سے ادا ہوتے ہیں۔ ”مجھے“ ”یہ اُٹھتے تار سے“ ”سنگلی“ ”میا تم روتی کیوں تو“، ”پتوں کی سد“، ”گادھی بیور بی ہیشن“ ”مجھے“ ”موت لنگ کی صفیں“ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں

۳۔ مو شانز - ایسے اساتے لکھا جتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیان کیے جاتے ہیں اور ہر ٹکڑے ایک دوسرے سے قطعی مختلف اور غیر مربوط لگتے ہیں لیکن کہانی کا آخری ٹکڑا تمام احرا کو مربوط کر دیتا ہے ”کمالی“ ”ڈاکٹر کرڈولاگ“ ”ست کی چادریں“ ”پہلے پردہا“ اس کی مثالیں ہیں

۴۔ معطاسیدہ: (PHEN-AC-Y) اس میں غیر متعلق واقعات و کردار کچھ اس انداز سے پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ جاتے کے سماجی و سیاسی حالات و رجحان سے جڑے ہیں کرسن چندر کا مشورہ اول انوار رحمت، بہتر سیدہ

ریاد ص ۴۰۔

میں مانتے ہوئے تو اسطوایا ہینڈ بیگ گردی رکھے جیلا۔ سیا اس وقت اپنی چار پائی کے کھل بل رہا تھا ہینڈ بیگ کو دیکھ کر دور ہی سے چھی چھی کرے لگا "رام رام۔" اس تیز سے کی جیر ہیں چھوٹے سوہنے کے بھاگی ہو جائیں گے۔"

اسانوں کے کچھ اور دلچسپ حوالات حسب ذیل ہیں۔

ساتھ لے ساتھ ماتی کل۔ اسان اور رکس چھوڑ حلوں کا رنگت ماؤں کی بہت زیادہ غفلت، لوک لاج دھکے دیر۔

ابہر حال مرقاق گورکھ پوری کر سن حیدر، کھیا لال کپور، سارا احمد ماروتی، دستو ماتھ درو، رام کارور، رتس لکھ عالم پیل اور اکرم الدین صدیقی جیسے مستند اور صاحب الرائے افسار نگاروں، ناقدین و معصرین کی مطہر حسنی کے اسانوں پر منت تراکی روشنی میں اکیلے کام حیدری کی مٹی رائے کچھ وقت نہیں رکھتی۔

کچھ اور معصرین نے غیر جانبدارانہ رتس پر عمل پیرا رہتے ہوئے مطہر حسنی کے اسانوں کی چند خامیوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ دعوئے اول اور میاں روی کی سا پران راویں میں درل بھی ہے اور اعتدال بھی دعوئے یر عالم پیل کے پیر جانبدارانہ تصرے کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو

"دعوئے یر" بارہ اسانوں کا مجموعہ ہے ڈور "دیوی کی قرتی"، "ملا کی دوڑ"، "تنگی دل کی" اور "دعوئے یر" زیادہ موثر اسانے ہیں ان اسانوں کے علاوہ دوسرے اسانے بہت ہلکے ہیں ان اسانوں کو ہلکا کیے سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ ان میں کوئی گہیر مسد میں ہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اسانے کافی ڈھیلے ڈھالے ہیں ان میں وہ نمی رکھ رکھاؤ نہیں ہے خود دوسرے اسانوں میں ہے دواسانے "صرب کلیم" اور "حک کا بھائی"۔

ایسے اسانے میں حوالہ نام یوری کرے کے لیے لکھے گئے ہیں جنگ اور دوسرے قومی حادثوں کو اسانوں اور ماؤں کی شکل میں بھی پیش کیا جاتا ہے آرادی سے متعلق اور آرادی کے بعد سادات بہت کچھ لکھا گیا چھی جائے یہ ڈورے اور اسانے لکھے گئے ایسے موضوعات پر لکھتے ہوتے شری احتیاط شرط ہے جہاں اسانے تاثرات و جذبات کا حقیقی اظہار نہ سکے وہاں مست رائے نگاہ ماتی ہے دل کے تاروں کا مرتعق ہو جاتا شرط اولیٰ ہے "صرب کلیم" خاصاً آدس وادی افسانہ ہو گیا ہے اس اسانے میں اترا نیگری کا اقتدار ہے۔

مطہر حسنی کے اسانوں میں کچھ تائیں واقعی قابلِ یقین حد تک سالہ امیر محسن ہوتی ہیں جس سے وہ اثر راہی کرتے تو مناسب ہوتا، اشتقاقی میں سیلا کا تادی کے بعد حاد کو تمام جسم میں کر دیا لیکن موت جو جس کی احارت دیا کہ وہ سدر لال کے لوسوں سے منسوب ہیں حاد سے دھکڑ کو سدر لال کے یاں جیل آما اور سدر لال کو مر لوسے کے علاوہ جسم سے استعارہ کرنے کی احارت۔ دیا قطعی جی طری اور بعد ارقیاس لگتا ہے

نہا اور انسان "تمتلی افسانہ ہے خود راہ حاد وادی سے اطلاق کے پہلو میں سیتارام جیسے چور، دروغ گو اور دھار کو درد رس عطا ہونے اور مولا ماؤں میں ہدی کے رہد و اتقا کے ماخوذ فیسے لواتیں سے لے۔

نہ دعوئے یر تصرہ عالم پیل (مستور کتاب کھو ایریل مئی جون ۴۲ء ۱۶ ص ۵۴)

مطرحی کے اصناف کی رساں عام ہم، سلیس اور سادہ، اندازِ سیاں دلکش اور ایموتایلاٹ میں حدت و قدرت، مکالمے رحستہ، فطری اور دلچسپ ہیں مقصدیت ہر اصناف میں رہنمائی کی جیت رکتی ہے کردار نگاری، منظر کشی، مدتِ میاں اور حدتِ خیال کی مثالیں ان کے سبھی اصناف میں مدروا تمام موجود ہیں بالخصوص ”مدیرِ ماما“، ”وونوگت“ منت کی یاد دہش، ”ہم شریف ہیں“، ”مولانا سے اور عشق پرور ہیں“ میں مذکورہ بالا اوصاف مستند و یاد ہیں۔

مطرحی کی اصناف نگاری ہر اس مشقت یک طرفہ اور کسی حد تک غیر حاسب دارانہ شعروں کے علاوہ کچھ اقدیں سے ان کے عام پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی ہے کچھ نے صرف سبھی انداز میں نگاہ ہے جبکہ کلام حیدری نے والست اپنا اسناد اور معادہ رو یہ ایاتے ہوئے مطرحی کے اصناف نگار جوئے، جی یہ عہد کس انداز میں انکار کر دیا ہے۔ نقول ان کے

”در اصل اصناف نگاری مطرحی کا میدان ہیں“ لے

لیکن فوراً ہی انھیں ایہی عہد کی شدت کا احساس ہو گیا ہے اور انھوں نے یہ کہتے ہوئے گریہ کا پہلو نکال لیا ”اس سے میری مراد یہ ہے کہ پیش نظر عہدے میں جو کمائیاں ہیں وہ اوسط درجے کی روایتی کمائیاں ہیں اس سے کچھ آگے بڑھ کر کہانی سائے کا پتہ ملتا ہے لکن آپ ہی آپ ملتا ہوا پتہ نہیں ملتا ہے۔“

مطرحی کی کمائیاں اوسط درجے کی بھلے ہی ہوں لیکن سوائے آلماس کا محبوب کے کوئی کہانی اس حد تک روایتی نہیں ہے حتیٰ کہ کلام حیدری کی نظر آئیں بات یہ ہے کہ کلام حیدری نے بھی مطرحی کے ساتھ ساتھ اصناف نگاری کا آغاز کیا تھا۔ اور ۱۹۶۷ء کے اس یاس حدیث کے رہبر احرا انھوں نے اپنا رنگ مشعوری طور پر تبدیل کر دیا شاید اسی عہد کے تحت انھیں مطرحی کے یہ اصناف زیادہ کھلتے ہیں دراصل یہ کمائیاں مراغہ و نیسی ہی ہیں جیسی اس زمانے کی اکثر کمائیاں موائی تھیں اور محسوس روایت پر مطرحی نے ایسی کمائیوں کی زیادہ رکھی تھی وہ بہت دور سے چل کر نہیں آئی تھی انھوں نے حتیٰ بہم چہد کی مقصدیت اور سماجی اصلاح کی روایت اندر ترقی پسندوں کی حقیقت نگاری اور حدت کو کھسے۔ اس کے ساتھ آگے بڑھایا۔ ان کی کمائیوں کی فصاحت بھی بھلاٹ سے میں اندازِ سیاں سیاہی روحی الکی لپی سے اور صاف کھری ستھری اور طبع کی کاٹ لے ہوئے ہے ہند ان کمائیوں کو محسوس روایتی میں کہا جاسکتا اور کلام حیدری کا یہ الزام کہ کہانی سائے کا پتہ ملتا ہے لیکن آپ ہی آپ الما ہوا پتہ نہیں ملتا قطعی ہے زیادہ ہے۔ مطرحی کی کمائیوں میں آمد ہی آمد ہے کہیں اور د کی کیفیت محسوس نہیں ہوتی۔ ہر کہانی میں واقعات اتنے محسوس جیسے کہ طرح بہت محسوس ہوتے ہیں قیصر قس اور کسکس ان کمائیوں کا طرز امتیاز ہے جو قاری کے دس میں احکام کی فضاں شکلیں اصناف تارہتا

”تھرہ دو عہدے کلام حیدری، ممولہ“ ”آسگ“ ”گیا، اکثر“ ،

• میں نے آگے چلتے ہوئے اپنے بچوں کے ساتھی محبوب کو دیکھا اس کا بدن دیسا ہی بے ڈول تھا ایسا نہیں میری
 حساب نے اس کی بد صورتی اور جسم کی بے ڈھنگی ساحت میں کوئی تغیر نہیں پیدا کیا تھا ہاں بچوں میں اس کا ہیٹ
 آگے نکلا ہوتا تھا لیکن اسے اندر گھسا ہوا تھا۔۔۔ چہرے پر وہی معصومیت اور بھولا پن اب بھی سرس رہا تھا
 جس کا سہارا لیکر بھولی کھیلوں میں میرے لئے وقتوں سبایا کرتے تھے گھر والے ساتے ہوئے ہم لوگ ہمیشہ
 پتھر مٹی وغیرہ اسی سے اٹھواتے تھے اگر کھیل کود کے دوران گیسو یا کئی کسی مانی میں چلی جاتی تو اسے دکھانے کا روض
 آٹا کر سر پر بجاتا یہ بلبلیاں تو مجھے میں اگر کوئی لڑکا مات کھا جاتا تو محبوب اس کی جگہ تجھے والے لڑکے کا گھوڑا سے
 پر خوشی امداد ہوجاتا۔ (محبوب ماہر گنا)

گنہگار ساری میں مطہر جی بدظنون کہتے میں ایسے امسالوں میں انھوں نے ایسے ایسے دلچسپ ملاقاتی
 اور بے مثال کردار گڑھ کر پیش کیے میں ان کی دلچسپ حرکتوں غیب و سریب عادتوں اور مسرور طریقوں
 کی سادہ پرکاری بھی دراموش میں کر سکتا۔ محبوب ماہر گنا کے علاوہ ان کا ایک اور قابل و گنہگار سے میں
 ویر سنگھ چانگک حوال کے اخراجیگر و مالی اساتے کہتے میں جس کو عشق کا مرکز می کردار ہے اساتہ نگار بھی ایک
 ثانوی گنہگار کی حیثیت سے اساتے میں شریک سے دراجانگک کا علیہ سلاطہ مرما میں اور اس کے ساتھ سواہ
 کیجیے جو داساتہ نگار مطہر جی کا بھی۔

• پوسے یارغ میٹ کے گول منول آدمی خود قادر بھی ہوتے تو محض صحت مند کے ملتے لیکن حالت موجودہ
 ٹھیکے ہیں اور ڈھیلے دودھرے بدن کی وجہ سے طبع کی طرح مشک کر چیلے پر محسوس تھے۔ خون کی زیادتی سے سرخ
 گول منول طاق سا چہرہ جس پر اکا دکا جیجک کے داغ تھے ہار یک سرخی اور جیسی عام طور پر مال لڑکوں کی
 ہوتی سے اور چہرے پر ویسا ہی بھولا پن
 تو یہ بے سمارے چانگک جی آیہ کہیں گے یہ ماہر کیسا۔

وصاحت کے لئے حال پہنچے کہ یہ ان کے ادنی دوق کی دین تھی جس نے لیجے عامے میں ویر سنگھ و رما
 کو چانگک سا گنہگار دیا تھا بلکہ یارغ تو یہ ہے کہ یہی ادنی دوق پوسے یارغ وٹ کے گول منول حوال کی زیادتی سے
 سرخ پڑ چلے والے میں ویر سنگھ کو پوسے یارغ میٹ لئے ماس کی طرح سوکھے اور سیاہ رنگت کے ٹھیکے شہس
 کے قریب کھینچ لایا تھا (کہتے ہیں جس کو عشق)

اسے چیلے کی وصاحت کے لیے مطہر جی نے ایک بے حد دلچسپ تشبیل مٹھک امدار میں بیٹس کی سے جس
 سے ان کے مزاج نگاری کے روحان کا بھی امداد ہوتا ہے

’مجھے بھی مونا ہونے کی دعا تلاؤ تاکہ دور سے مجھے آتا دیکھ کر چوٹی اٹھو یہ سمجھا کر میں کہ یہ انھیں کے کیفیت
 سے وہ ماس کا ڈھانچا کھڑ کر چلا آتا ہے جسے پڑے یہاں اور سر پر لٹی ہانڈی ٹانگ کر انھوں نے چالروں
 کو حائف کر کے لیے کھڑا کر دیا تھا۔ (کہتے ہیں جس کو عشق)

روئے کی ہمیں ڈوب مرنے کی بات ہے۔ میں نے تھا پیدار بنے جس روپے لے لیے میں میں اپنے ایمان سے
 پھر گیا ہوں میں نے اسے تادیب کے کچھ اور چلے کے یہاں پوری سے لوہارے کی ہے ۱۱۱ (ایمان کی بات)
 پیدائشی مایا حاد طی کا کردار بھی مظهر صحنی کی قوت کا سا بکار ہے "عشق پروردہ ہیں" افسانے کا
 بیگیٹ و مرید کردار اعلیٰ نے کچھ اس نکاری سے تراشا ہے کہ قاری مرسوں اسے مھلا ہیں سکتا تو جس
 سالہ پیدائشی امداد حواں ایک مالدار گھرانے میں پلا بڑھا اور اسی خدمات کے فہم اس عازدان کا ایک
 وں گیا۔ صرف معنی حیر سرگوشیاں جس کر اس کے مدد کی حوالیدہ جسی خواہشات جاگ پڑتی ہیں اور وہ
 نوکری کے دھوکے میں اس گھر کی تیس سارہ کواری بیٹی چھوٹی بیٹی سے جسی خواہش کی تکمیل کر لیتا ہے چھوٹی
 بیٹی کوئی مزاحمت نہیں کرتی بلکہ اس کی معاونت اور پیش قدمی کرتی ہیں۔

۱۰ افسانہ کا محبوب مظهر صحنی کی لار وال تعلیق سے اس کہانی کے مرکزی کردار محبوب کو مظهر صحنی نے اپنا رد و ما
 کا ایک جتنا جاگتا ہو۔ ساگر پیش کیل ہے۔ جس کے ہاں سے میں کلام حیدری کے لکھا ہے۔
 ۱۰ اس کہانی کو ملاحظہ میں پڑھ کر ایسے اسکول کا رہا سادہ آگیا جس بیار اور جیل مٹھی کے افسانے پڑھتا تھا
 رہا اس کی طرح کوئی حیالی وادی ہے۔ یہ محبوب کی طرح کوئی عاشق لگتا ہے کیا کوئی ایسی جگہ پہنچ ہوتی ہے۔ مگر
 کہانی کہاں سے؟ ریشمال کی جو تصویر برمالی گئی ہے وہ محبوب کے الفاظ سے مگر محبوب کے پاس ایسے الفاظ ایسے
 سرم اور ریشم کی طرح ملائم الفاظ آئے کہاں سے؟ یہ الفاظ شاعر مظهر صحنی کے ہیں یکس یہ کون سے؟ کہانی سے مظهر صحنی
 کا کیا تعلق ہے؟

جہاں تک محبوب کا رمل سے سرم اور ریشم کی طرح ملائم الفاظ کی ادائیگی کا تعلق ہے کلام حیدری کا خیال یہاں ہے
 واقعی یہ الفاظ شاعر مظهر صحنی کے ہیں۔

۱۱ افسانہ کا دوسرا سوال تو اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ مظهر صحنی کہانی کا دوسرا مرکزی کردار ہے اس میں
 اعتراض کا پہلو کیوں کر نکلا۔

۱۲ افسانہ میں یہ کہانیاں پڑھ کر کلام حیدری صاحب کو اپنے اسکول کے رملے کی یاد یاد مدام اور جیل مٹھی کی
 کہانیاں یاد آتی ہیں واقعہ ہے کہ مظهر صحنی خود اس حقیقت کا بار بار اعتراف کر چکے ہیں کہ ان کی یہ کہانیاں
 ۱۱۱۱ء کے دریاں کی ہیں اور اس رملے کی بیشتر کہانیاں عشق و محبت ہی کو محور سا کر بھی ماتی تھیں
 کلام حیدری اس کہانی کو ۱۱۱۱ء کی ملا مٹی کہانیوں کے میراویں میں کیوں تو لے رہا۔

ایک اور محبوب مظهر صحنی کی کہانی محبوب باہر کا دلچسپ مرکزی کردار ہے جو مظهر صحنی کا بہترین سا
 ساتھ ہے اس کی حواں کا سراپا بیان کرتے ہوئے اس کی دلچسپ شخصیت کے نام سے میں مظهر صحنی کہتے ہیں۔

ان کے علاوہ وہ لوگ کہ ہمیں ”مک“ کی کٹیم لرو اور دو وقت کے سارا وقت ادنیٰ کردار ساری ہر قسم مضر صحت سے حاصل صحت صرف کی ہے۔

”بابا مدیتر (ایمان کی بات) حادثاتی و عشقی پروردہ نہیں (محسوب) (الہامی کا محسوب) چاہے جی (کہتے ہیں جس کو عشقی) شکور (دل کے آئینے میں سے) محسوب ماہرہ کشا (محسوب باہرہ کشا) ان کے شاہکار اور دیتے جانتے کردار ہیں ان کرداروں کو سانسوار کریمش کرے میں مضر صحت سے اپنی من کارانہ ہمارے سمیت پیش کیے میں بابا مدیتر کا کردار تو واقعی لارفال سے۔

اب مدیتر بابا کا سراپا بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اتقدیر وٹ کے قریب مدلی پر گوشت ملے نام ہی رہ گیا تھا لیکن اس کے مادود مدلیاں کچھ اتنی چوڑی نہیں کہ دیکھے میں دلے۔ معلوم ہوتے تھے چوڑے پچکے تناؤں پر تار تار سرخو کا مدلیوں کی تقریباً تمام چوڑائی گہوڑا تھا حشرے کا بیٹھے ہوئے جن کے درمیان پھولی پھولی کوئی سی مالک جس کے تیسے دور ہی سے کھلے موئے نظر آتے تھے، عجیب گریہہ السطری معلوم ہوتی تھی ہوش کا بیٹے میں بالائی حوالی کے کسی مہلے کی یادگار کے طور پر کٹا ہوا اور پلا تقریباً ٹھوڑی سے لٹکا ہوا۔ سرانے کی طرح سڑا ہوا۔ وہی کسر دو ٹوٹے ہوئے دانت اور دو لمبے لمبے کان پوری کرتے تھے، اس کی لوہی مدلی کی درجہ حرکت پر گوشت اور دل کی طرح لرزے لگتی تھیں۔ (ایمان کی بات) مدیتر بابا کو لے تیار لوگوں نے دیکھا ہوا کالیس کسی کی نگاہ ال پر نہ ٹھیری اور مضر صحت کی نگاہ میں وہ اس طرح کھسکے کہ ہمیں مدیتر سادیا ایتھنا ڈیب داستان کے لیے کچھ باتیں کہانی کا رے مڑھادی ہوں گی سر حقیقت کو اس سارے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے۔

مدیتر بابا کے چوڑی محبتی اور حساسی کے بے شمار واقعات ساتھ ہونے مضر صحتی نے کہانی کے اختتام پر صفت کا ایک تار سا کہ پہلو پیش کر کے اس کردار کو لامالی سادیا ہے۔ ”دوسرے دل دو پہر کو ہی مدیتر بابا میرے گھر پر آئے اور دس روپیہ کا نوٹ میری جیب میں ڈال کر دے لگے میں نے محسوس کیا کہ روٹے ہوئے ان کا سبیا مک چہرہ بڑا مصحوم مصحوم سا بہت ہیادار سا شکل آئی ہے پوچھا مدیتر بابا تم روٹے کیوں ہو؟“

”اُسو پوچھتے ہوئے انھوں نے جواب دیا۔

”مجھے کیا علم تھا کہ تمہیں اتنی جلدی معلوم ہو جائے گا کہ وہ انگوٹھی میرے کی ہیں لکھ نقل ہے اور میری داستان محبت میں گھڑت ہے درہ تارے دس روپیہ ہر گز نہ لیتا“

ان کی داستان محبت کے من گھڑت ہوئے کی بات میں میں کہیں کہیں آگیا وہ کہتے گئے۔

”جس والے کے ہزار روپیہ ادھار ہو گئے تھے اور وہ ادھار میں دیتا تھا تمہارے روپیہ میں نے اسے دے دیے پھر تم نے انگوٹھی والے جس دے دی تھی کہ تمہارے پیسے والے کروں اس لیے وہ اپنا مک چھوٹ چھوٹ کر دے لگے میں نے جہاں سو کر لیا تھا آہ اس میں روٹے کی کیا بات ہے“

کے درمیان اصولی اصول کی پہچان کی طرف توجہ کر کے ہو جائے میں صرف کچھ بھی محض ایسی خود غرضی میں ڈوب کر دوسرے کی کھلی غرضی بھی نہیں دیکھ سکتے (تنگی دل کی) کبھی ایسی غرضی زندگی کی ہر لذت مرتبے ہوئے کسی دوسرے کی خود غرضی کو روک دینے کے لیے ایسی حسیب تک حالی کر دیتے ہیں (چالیس کا توں) ان انسانوں کے کردار علمی ہیرو ہیں وہ اپنی کٹھن کے ہیرو بھی ہیں ایک سرے سے پہلے ہیرو اور دوسرے کا رمانہ قلم ہو گیا پہلے ہیرو اور دوسرے کی لذت لایاں، اور دوسرے کی مساہ ظرایاں ہوا ہو تو کنگا ہے ہیرو ہیرو میں کے پیسے کے اندر کوئی دل نہیں ہے محض ایک حسیب ہے غور سے اُس یا س جتنی ہوئی زندگی پر نظر ڈالیے کچھ ایسی غلط فہمیاں بھی ہیں کبھی مفسر محض نے انداز میں سنگھ ایہیں انسانوں پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

• بیشتر کہانیوں میں انسانہ نگار خود کچھ نہیں کہتا کہ دار خود مدہ ہو کر آپ کے سامنے آتے ہیں یہی ان کہانیوں کی کامیابی کا راز ہے۔

ان کرداروں میں مولانا سے ہیں خود سیا کی نگاہوں میں اتہائی شریف اور پاکار مسلمان ہیں لیکن ایک ایسے میس دورداروں کی دروازوں سے ہناتی ہوئی عورتوں کی سرنگی سے انہیں سیکھتے ہیں (مولانا سے) اتہائی لہذا دار اور جتنی کر کے گہنٹے خواہیں کر ڈالت پھنکار کر دل مرداشتہ ہو جاتا ہے اور بوجہ سے آستین دیے پر آمادہ ہو جاتا ہے (عمار آئینہ دل)

انسان اور مرد پر دو عہدے میں خود دار اور اسی بات مرآہ میں سرچٹولی کر بیٹھے میں لیکن مصیبت سے وقت ایک دوسرے کو جیل سے جڑائے کے لیے نقد صحت اور رشوت کا انتظام کرتے ہیں ان کے مقابلے میں تعری عباس اور مرد پر جیسے تعلیم یافتہ دوست میں دیا کار اس وقت اور مطلب پرست (اہم شریف میں) ملائی دوڑ کا امید ہے جس کے ماتھے کا پھل اگلے نکھائے

• سہ سے رادہ عادلانہ مساہ ملائی دوڑ سے ملائی دوڑ ایک ایسے کو تو ان کی وہی شکست کا ایہہ داہ ہے جو ماقول کے اتر سے مدہب کی پناہ میں ٹرا سکوں محسوس کرتا ہے قناعت لستہ کو تو ان حسیب نے سب سے حادثات سے دوچار ہوتا ہے تو وہ قناعت پسندی ترک کر دیتا ہے۔ قناعت پر عمل کو ترجیح دیتا ہے اور حالات کا تقاضا کہنے کے لیے سب سے سہر ہو جاتا ہے

انسانہ داہن کی سیلا سے جوتا دی کے بعد اپنے حادہ کو پا حسم سوچ دیتی ہے لیکن موٹ جوتے کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس کے پہلے عاشق سدر لال سے سوچ میں

لئے تعارف کرشن سدر مشورہ دو عہدے مفسر محض میں ۹ - ۱

لئے مدہ حراں مرتضیٰ مشورہ عصری ادب - ۱۹۷۱ء دوسرا سال مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن

سے دو عہدے پر مشورہ عادل مہمل مشورہ کتاب لکھنؤ رابرل ۱۹۶۷ء

رہے دیتا جو سرکوں پر بھیگ سائے والی علاقہ زدہ پائل عورت کو بھی تہمت کی آگ محملے کے لیے استعمال کرے
 میں عازر محسوس نہیں کرتا جو لوگوں کو ملائمت کی لالچ دکھ کر مالدار سیٹھوں کی حواب گاہوں میں پہنچا دیتا ہے
 مظفر محلی ایسے مائتشی اور کھوکھلے سماج کے خلاف قاتلوں کے دلوں میں نصرت اور کراہیت پیدا کرے میں مڑی
 جلد تک کامیاب ہوتے ہیں

سیکس پر مبنی ان کہانیوں میں "کتے" رات کا کاکہ "مولگیج کی صہیا" اور "مولگیج کی ستا میں" چار کہانیاں
 مادر اری جس پر لکھی گئی ہیں اور ان کے لیے تمام تر مواد طوائفوں کے کوششوں سے لیا گیا ہے اس فن قلم بھی عرصہ کر چکا ہوں
 اس رملے میں (۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۶ء) سیکس پر ایسے کھیلے انداز میں لکھا مڑی مسارت کی مات میں مظفر محلی پر بھی
 عریاں نگاری اور جس گوتی کی تہمتیں خانہ کی گتیں مخصوص ان کی کہانی "کتے" پر اٹھا رہا لی نے ایک سمت اور معاشرہ
 معصوم نسوان "اساسکتے" ایک ہمدانی کردار "لکھا جہاں" اور "مھوپال حوری" ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا اس معصوم
 میں مظفر محلی کی شخصیت کو ہدف ملامت سا کر ان پر مسرت عازر حاصل کیے گئے اغار سیالانی کو مظفر محلی سے شکایت
 ہے کہ کتے پطرس کی طر پر کیوں ہیں لکھا گیا اشرف الملوقات کو کتے سے تشبیہ دیرا انھیں جلد درجہ بہت اور
 قابل نصرت مات محسوس ہوئی۔

مظفر محلی نے یہی معانی میں حوانا ایک معصوم مہنگی دیں پہ جاک "لکھ کر آدڑ مھوپال ہی میں چھپوایا انھوں
 نے اغار سیالانی کے اعتراضات کو لے میا قرار دیتے ہوئے اور اشرف الملوقات کے لیے کتے کی تشبیہ کی مسامت تات
 کہتے ہوئے لکھا ہے

"میں نے ایسے لوگوں کو کتے کہے کی حرأت کی ہے حوماں میں۔ مٹی۔ باپ بھائی اور انساہیت کے رشتوں
 کی تقدیس کے درپے میں اور اسی مٹی خواہشات کی تکیل کے لیے اخلاق و تہذیب کی اس مقدس اقدار کا لحاظ
 نہیں کرتے خواہ اشرف الملوقات اور کتوں میں حد حاصل قرار پا چکی ہیں کتوں کو التہ یہ اعتراض ہو مایا ہے تھا کہ ایسی
 دلیل حرکات کے مرکب اساول کو ان سے متناہ کیوں کیا گیا ہے

مظفر محلی نے اسی کہانیوں میں کردار ساری پر حاصل توجہ دی ہے ان کی کہانیوں کے
کردار سازی: کردار ان کے آس پاس رہے سے ولے سیدھے سادے اور عام انسان ہیں حویوں
 اور حایوں کا مرقع جو چھوٹی چھوٹی مستقیں یا کر خوش بھی ہوتے میں اور معاف و آلام میں روتے بھی میں غلغل بھی
 میں اور دیا کار بھی لقول کر مٹش چدر

ان اصنافوں کے کردار مشیت میں ہیں مثالی بھی نہیں میں محض مٹی میں ہیں گو ناگوں اصدا کا مجموعہ میں
 جیسے کہ انسان ہوتے ہیں۔ اکثر و بیشتر حالات کی رو میں مہ جاتے ہیں جیسے کہ تمام اسان مہ جاتے ہیں کبھی کبھی مایہ جوں

کی طرف اشارہ تھا تو ہو کر ہی ہم دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے اگر سماج اور زمانے سے ہمیں محسوس کی طرف سے صوبہ کا
 رکھا تھا تو ہرچیز کے کما کھا میں گئے۔ پھیٹ پھیٹ گھبراہٹ آئی۔ چنانچہ تمہاری سال کا پیٹ پھر گیا۔ (دیدہ حیران)
 وہ مرد اس کے جسم کو صبح بھر کے تک چوہتا اور پھر ڈٹتا رہا اس اشاء میں اس نے ہمدردی اور انسایت کا
 حامی دورا تار پھینکا تھا اور سراپا درد مند بن گیا تھا۔ سنت سنت حدت سے اس کے حواس صبح گئے تھے اور دانت
 کسی تو خوار میسرے کی طرح ہونٹوں سے باہر نکل آئے تھے کبھی کبھی قوس میں آکر وہ کلا کو اس مری طرح صبح لیتا تھا
 کیا اس کی ہڈی ہڈی پٹخ پٹختی تھی اور کلا کو بوجھتے ہوئے جیسے آج رات اس کا ایک ایک جوڑا لاشک کی گڑبائی کی طرح
 الگ الگ ہو جاتے تھے۔ (رات کا ٹکڑا)

ہمارا نام تھا اس کا۔ وہ اشلہ جو میں لڑکی تھی میری زندگی میں داخل ہوئے والی تھیں جو کہ ستر صوبوں لڑکی کے
 ساتھ میرے تعلقات ایک ماحول پر کے کی شکل میں سامنے آئے تھے اور اس کا خوشمر و اتفاق وہ میرے دل پر نقش
 تھا اس لیے میں نے تارا کے جسم سے کبھی کوئی استعداد نہیں کیا۔

موتی ہی نہ ملا تو گاؤں کو۔ ورنہ آپ تک بیوی لے والے تھے اس نے اسے پھر چھوڑا۔ (داشا گویا لڑکی)

ان تمام باتوں سے وہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مطلقاً جس پر اتھارنی لے مانی سے نکلا ہے وہ اس بات کی طرف
 بھی واضح اشارے بھی ملتے ہیں کہ انھوں نے سیکس کو صرف لذت کوئی اور شہوانی حدت کی تسکین کا ذریعہ نہیں
 پایا بلکہ یہاں بھی اصلاح کا مقصد کار مراد دکھائی دیتا ہے۔ ان کی کہانیوں میں مدد ستانی فلموں کی طرح سیکس
 صرف تارکین کے جذبات کو سراغ دینے کے لئے اور اکتساب لذت کی غرض سے درمختی میں ٹھوکی گئی ہے حقیقت
 نگاری اور مقصدیت کے پیش نظر جہاں کہیں اس کی سرورث محسوس کی گئی ہے وہیں اسے استعمال کیا ہے ایک قابل ذکر
 پہلو یہ بھی ہے کہ ان کہانیوں میں سیکس کو ریگیں اور دلچسپ سا کر پیش کرنے کی بجائے اس کے گھماؤ لے اور مکرور
 پہلوؤں کو ماحسوس اجاگر کیا گیا ہے اور اس کے وسیلے سے مانتی سماج کے چہرے سے حوصلہ دنگ نقاب لٹو کر اس
 کے صحیح ایک حقد حال نمایاں کیے گئے ہیں۔ سوس پرست لوٹے کی کس بیوی کا اولاد کی خاطر اپنے کو تیلے و اما د
 سے ناہار مسمی تعلقات قائم کر لیا، شے گھروں میں دولت کی خاطر لڑکیوں کے فطری تقاضوں سے بے پرواہ رہا
 اور جوانیاں ڈھیلے تنک ان کی شادیاں۔ کرم! ان لڑکیوں کا جسم صوبہ سے محمود ہو کر حلال و حرام کی تیر کھو بیٹھا
 مانتی پردوں کے پیچھے پلے والی گندی دیتیں سماج کے ٹھیکیدار مام سادشرما کلمات کی تار بکیوں میں ایسے اصل تیلانی
 روپ میں ظاہر ہوتا ہے تمام باتیں ہمارے معاشرے کے ناقابل تردید ترساک حقائق ہیں ایک حساس تازی انھیں
 پڑھ کر سست محسوس لذت اور سرور کی بجائے لغت و گراہیت محسوس کرتا ہے اس کے دہس سے عیص و غضب کا
 لافا پھوٹ نکلا ہے ایسے سماج کے خلاف جو کواری محسوس اور محسوس لڑکیوں کو دولت مند لوگوں کی ہوس کی
 بھیٹ چڑھا دیتا ہے جو محسوس کے فطری تقاضوں کے پیش نظر اپنے گھروں کی لڑکیوں کو گھر بوملازمین سے حساسی
 دشتے خورے پر محمود کر دیتا ہے۔ حوصلے سہارا تہم لڑکیوں کی محسوس کو ان کی سادگاہوں میں محسوس نہیں

”اس زمانے میں رسم یہ ہوتی تھی کہ شادی سے پہلے کے لیے
 سب سے پہلے تڑتے پڑتے تھے :- (مس ملاں مسر ملاں)
 تمہارے یہ گیسو - یہ ناگ سی لٹیں - اور اور - مس اس کے آگے اسیں کچھ معلوم نہ تھا کیونکہ اچھے میاں سے انھوں
 نے اتنا ہی ساقا وہ تھوڑی دیر اس کے نرم جسم پر ہاتھ پھیر کر لطف اندوز ہوتے رہے - یوں معلوم ہوتا تھا جیسے
 اس کے ساتھ روئی کے گولڈیا نکھ سے سی ہوتی صورت لیٹی ہے - پھر انھوں نے لڑکھرائی ہوتی رہاں سے چھوٹے مانیو
 کا شہر دہرایا ہے

- عشق پر درویش ہے یہ وہ آتش عاک حوٹکے لگے اور ٹھانے - یہ

”سم کا میاں رہا انھیں عورت کے شدت حدت سے مغلوب ہو کر ماپنے کی آوار سائی دی اور اس کے بعد عاطفی
 سے مرص عشق کا علاج شروع ہوا“ (عشق پر درویش ہیں)
 پھر اچانک امراؤ مالے لگا۔

”اے میں کہتا ہوں اماں کوڑے“

”پاگل ہوئے ہو کیا؟“ مجھے شرم آتی ہے۔

”شرم کی ماں کا -“ امراؤ نے ایک گندی سی نکالی دی تاں مار کپڑے :- ”معرورت کی سسکیوں کی آوار مجھے سائی
 دی اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ باہری کمرے میں بیٹھا رہا تھا جی دیر بعد دروازہ کھلا اور گھٹ پہنچے ہوئے
 امراؤ باہر نکلا پھر سگڑنی سمیٹی اس کی بیوی بھی ماہر لگتی اب اس کے جسم پر کپڑے کے مام پر صرف ایک پھسی
 پھسی سی چولی اور تنگ چٹری تھی :- (وعدہ دے)

”وہ حرامی تو پنا میرا تھی - جب میرے ہوٹ چھوے کی کوشش کرتا تھا میں اسے روک دیتی تھی رور پوجنا تھا
 میری اس حرکت کی وجہ کیلئے ایک دن جب بہت مدد کرنے لگا تو میں نے کہہ دیا کہ میرے جسم کے ساتھ تو اس
 کی شادی ہوئی ہے اور وہ اس کو اسے جسم کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے لیکن میرے ہوٹ سدر لال یعنی
 تمہارے لوسوں سے مسوس ہیں اور میں انھیں کسی دوسرے کو جوئے میں دوں گی :- پھر کیا ہوا؟ - سدر لال نے
 اسے پھینک کر ہوٹ چوم لینے - - (روا پس)

”مڈیوں کا گھٹے تو کیا ہوا - جب تک اہل طوائف مادیوں کی تھہ ہیں اتنی ہی آہی ہی عصمت ماب ہوتی ہیں
 جی کہ اچھی اچھی گھراؤں کی دو تیرا تیں لگے بعض اوقات تو اسیے گھراؤں کی لڑکیاں بھی عداوت کی رو میں بہہ کر
 اپنا جوہر عصمت گواہی دیتی ہیں لیکن اہل طوائف مادیوں کی مائیں اور استاد جی شری مانہ تانی کے ساتھ ہر لمحہ اس
 کی پاسانی کرتے ہیں کیونکہ انھیں اس کی زیادہ قیمت وصول کرنی ہوتی ہے (موت گنج کی صفیں)

”تمہاری ماں میں جسی کستہ ست تھی اور اس میں جسی بھوکے لے اقل تھیل بجا رکھی تھی چہا بہہ تمہاری ماں کا
 ٹھایے مرد کے قریب آتا تھے چالیس سال تک معاشی لے عورت کے قرب سے محروم رکھا تھا صرف ایک بات

اپنے اسالوں میں مضر صحتی لے جہاں ملائم حدوں کے اظہار کی ضرورت محسوس کی ہے سرم لیکلے الفاظ کی مدد سے زندگی اور کائنات کے خوشگوار لمحات اور دلکش مناظر کی عکاسی بھی کمال جنس کی ہے ان کے اساتذوں میں گھارے اور کرساک مناظر کے ساتھ ساتھ ایسے مقام بھی آتے ہیں جو سربووش ٹیلوں سے گھرے ہوئے ہیں جہاں چمکیلے آستار میں بھولوں کے تھے ہیں جس سے فعل میں مضر صحتی کی طرح حرشی ہوئی شفاف پانی کی جھیلیں میں ٹوٹا لچاں پر مددوں کی جھپٹا ہے پانی سر جھکے ہوئے بودوں کو دیکھ کر تیسے میں اپنا عکس دیکھتی ہوئی حسین دوشیراؤں کا گماں ہوتا ہے قوس و قزح لکھنی شفق پہاں سورج اور تارے ماحول کو رنگ و لور میں ترالو کیے رہتے ہیں خوشنوس ڈولی ہونی ہوا میں دلوں کو مارنی عطا کرتی ہیں

یہ جو صورت و دلکش اور مضر صحتی کے اساتذہ الماس کا محو میں دیکھے جاسکتے ہیں طرالت کے خوب سے یہاں انساں روح کرے سے گریہ کر رہا ہوں۔

واقعہ نگاروں اور معاشرے کی ماہرینوں پر مضر صحتی کی کما ہوں میں سب سے نمایاں اور قابل ذکر عکس (جس) ہرماں کا لے ماکہ اظہار ہے ارج کی مات چھوڑیے کہ اب تو حالات نے کہہ لیں جھوٹ دے رکھی ہے کہ ایرا میرا کھلے مدوں مردوں کے احتلاط برے نظام اور فیکان کھ رہا ہے اور سستی شہرت سیٹ رہا ہے ۱۹۵ مار ۱۹۷ کے حالات ارج سے یکسر مختلف تھے سعادت جس مٹھو عصمت جنتانی اور اس قبیل کے اور ایک دو اساتذہ نگار جس نگاری اور مریاں پسندی کے حرم میں مقنوب قرار دیے جا رہے تھے مضر صحتی لے اس رملے میں بھی سیکس پر مٹھی حارث سے لکھا ہے

چند اقتدا سات ملاحظہ فرمائیے

اب ایک برقد پوش عاتق اندر ائی یہ ایک نوڑے تاحر کی کس بیوی تھی اسے اولاد کی تساقی سال بھر پہلے اس لے دادا میاں کے مراد پرست مالی تھی۔

دادا حضور اٹھے گھر کا جہیز غش دو۔ میں آپ کے مرا پرچی کے حرم علاؤنگی ہمارا چڑھاؤنگی اور مت ملے کے دو دوا والد ہی اس کے سوتیلے دادا کی نظر اتعات اس پر ہو گئی اب لکی کو دین ایک ہستا کھلتا تندرست پچھا۔ (دست کی مادر سے)

محسوس اور ہر دس تو مسور ویسے سے یہی گاہک سے مات ہی ہیں کہ تیں اس کشمیری لوڈیا کو جسے تیر و مرن پکس روپیے میں خرید لایا تھا امارت بھر کے کس روپیے تھے میں لیلادس روپیوں پر بھی دھماکہ ہو جاتی ہے دھلتی ہوئی سرداناں کو باج کر مراد دیا جاتے۔ روہ سچاری مہالی چھو کر ہی تو اس تارک کو ٹھری میں رہتی ہے اسے تو کوئی ایک روپیے میں نہیں بڑھتا شاید اس لیے کہ اس کی ماک مٹھی سے آنکھیں دیران میں اودھ چہرے پر چھپک کے دوا لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، تو وہ مہال بھی ایک عورت ہی عورت کہیے زندگی کہ لیکے ہر حال اصل مقصد تو شہوت کماگ کو ٹھہرا کرنا ہوتا ہے (کوتے)

ہیں ہوتا اور جب زندگی کے تلخ و ترش یا خوشگوار و شیریں حقائق کو وہ کہانی کے استہجاب انگیز ماحول میں آئینہ دکھاتے ہیں تو ان کی اشراۓ فردی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے اس سے بہتر سمی میں بے مظهر صحن کے اسانوں سے کئی مثالیں ایسی پیش کی ہیں جس میں ان کی زندگی کے حقائق کی عکاسی ملتی ہے۔ "ہنگ دو عدلے" "قرص کلیم" "محبوب ماہدہ" "ایمان کی مات" "نی اے مل و میر" میں ان کی زندگی کے مختلف ادوار کی جھلکیاں نمایاں دکھائی دیتی ہیں اکثر کہانیوں میں خود مظهر صحن ایسے اصلی نام اور حقیقی حالات کے ساتھ مرکری کردار کی حیثیت موجود ہیں۔ نقش مرادنی مکمل طور سے ان کی زندگی کے ابتدائی تلخ ایام کی بھی روداد ہے۔ "مہکت" میں ایسے ہی رُخسورس میں بھرتی ہونے کے لیے ریکورڈنگ آفس میں پہنچا، اسٹریو دیو میں کامیاب ہو جا مائیکس میڈیکل میں سیدہ دوایر کم ہونے کی وجہ سے رد کر دیا جا ماں کی زندگی کے سچے واقعات ہیں۔ "دو عدلے" میں ان ہی حقائق کو وہ کچھ اس طرح اجاگر کرتے ہیں:

"سو فی صدی حقائق پر مبنی اس سلسلے کو تخلیق کی گود میں ہی پہا مل سکے گی میں سوچتا ہوں میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ مجھے کہیں سے کچھ روٹیوں کا انتظام کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں مدد ہا سکیں مانتا ہوں جو ہر حالت میں ادھوری رہ جاتی ہیں۔۔۔ اور اب تک مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں تو کا بیوری افس ترقی پسند مصنفین میں ص برائے ص کی حمایت میں دھواں دھار مقابلے پڑھا کرتا تھا وہ محض ثقیل مطالعے کی کئی ڈکریں تھیں صرف ایک ادبی پیش تھا اور اس کا صحیح احساس تو مجھے آج ہوا کہ میں برائے ص صرف کچھ آسودہ دماغوں کی تصریح ہے اور دراصل میں کاروٹی کے ساتھ مہبت گہرا ماقابل بیاں گہرا تعلق سے کیونکہ آج میرا اصول کا قیل بھی مطلقاً ہٹ سے لنگڑائے لگے وہ آواروں کی ڈور پر گھڑ گھڑتا ہوا قدم چلتا ہے میری بیوی ایسی گریہ و راری کوئے اتر جاتے دیکھ کر کھسکا جاتی ہے اور بچے کو گود میں لیے کمرے میں آکر میرے سامنے سے کاندات سمیٹ کر ایک کوئے میں پھینک دیتی ہے رگم ہیں آنا آپ کو اس بھی ہی جاں پر وہ تندی بھی ہوئی آوار میں کہتی ہے آنا تو ہے میں جذبات پر قابو ہانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ہوں لیکن کیا کروں تم ہی تازہ کچھ (دو عدلے)

اساتہ کا لانا میں ال کا میں سالہ بیٹا میرور مظهر صحن اشفاق احمد باغی اور ان کی سوسی مامور مظهر صحن وہ ہمارے عضو پکا ہوتے ہیں تمام کردار اپنے اصلی ناموں کے ساتھ موجود ہیں اس حقیقت کے باوجود کہ مظهر صحن کے اسلئے نظم جنس نہیں سنگ حقیقت ہیں ایسے گرد و پیش کے گھاسے ملے سے انھوں نے واقعات و کشات کا انتخاب کیلئے ان کے اساتوں میں زندگی کی داخلی اور خارجی ماحولوں کا رد و بدل اور زندگی کا طہارے و مابیت حسن و دلکشی اور رنگیں و زعفرانی کے انہماک کے موافق کم کم میں صحن جہاں کہیں انھوں نے صورت محسوس کی ہے سطر کی سے کمالات بھی دکھاتے ہیں کہ شش چندرے اس کے لیے یہ خواہش کیا ہے

"اساتہ نگارے کہیں پر نقطوں سے پھیلنے کی کوشش جس کی سوائے ایک اساتے کے اساتہ صحن کا مام ہے لکس اس اساتے کے الفاظ سرد اور ٹھیکے میں تو صحن اس نے کہ یہاں پر ایک رگم رستم کی طرح ملائم حد سے کا اہلار تقسود ہے

لے تقاریر کر س چندر دو عدلے مظهر صحن ص

15429
26 4 89

بھر سوتا ہوں میں تو شریف ہوں؟ (ہم شریف ہیں)

اے اب صاحب گھر میں میری بیوی اور بچے بھوکے بیٹھے ہیں اور ایک بہت قریبی دوست نے تو گورنمنٹ اسکول میں ماسٹر ہے، ہمارے گھر کے لئے قرض دینے سے انکار کر دیا ہے، حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ صبح ہی اس نے اسی خواہ و مول کی ہے اور مجھے اس شریف دوست کی کچنگی پر بہت لرغ ہے۔ (دو دھڑکتے)

معاشرہ میں رائج اندھی عقائد برستی اور بھاری کمات کی حکمرانوں پر بھی مظہر تھی سب جو میں کی ہیں۔
ہنگاموں والوں کے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ کسی کو کھانسی آتی یا رگام کی شکایت ہوتی اور وہ تنوید لینے کے لیے ماسٹر صاحب کی طرف دوڑا یہ اور بات ہے کہ ماسٹر اویس تنوید مار دہرنا مدد سے کی ہدایت کرتے ہوئے یہ نصیحت بھی کر دیتے کہ احتیاطی حکیم صاحب کے پاس بھی چلے جانا۔ (دو لانا سے)

پھر جو بد رشتہ اور دھار کی مخالفت کے لیے معصوم اور بے ریا لڑکیوں کو اکساتے ہیں اور
نیکوں کو بھوکا رکھ کر حوائی کے وقت لوگ میری مسطوری لیے آئیں گے تو میں صرف سر ہانک رہیں کہ دیے پر انکسار
ہیں کروں گی ملک سب کے سامنے صاف صاف کہہ دوں گی کہ لوگو مجھے اس دے کے مریض ساٹھ سالہ لکھتی
سے تادیبی کرنا منظور نہیں جس کے ساتھ میری سوتیلی ماں مجھے اسیا جاتی ہے بھیا تم کچل رو رہی ہو!
حاجیہ دارانہ ماحول میں پہلے دل حرا بیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں

بہال جاؤں تو حایاں کی ناک کشی ہے بھائی نگوڑے حایتی راد کی لڑائی میں تادیبی نہیں کرتے کہ میری شادی پر
شوہرہ کر لہڑے گا وہ تمہیں کوئی سرفاہ کے پر نہیں لگے ہیں۔ (مستحق بیرو رو رہیں)

شہروں میں اوسط درجے کے لوگوں کو درجہ چھس ملائی کی قلت کے مسئلے پر لکھتے ہیں
نہو سے بارہ سال سے اس ڈیڑھ مکان میں رہتا تھا تو کمال حال کے احاطے میں ایک تنگ و تاریک مٹی بنی دکان
تھا جس کے اندر گرد و لٹاؤ اور گندی مالی میں گھسا دے کی عمرے رہتا کرتے تھے دو لڑکیوں دو لڑکوں ایک بیوہ ہیں
ساس اور بیوی کے ساتھ دو چھوٹے کمروں اور سے سے آگس و لے اس مکان میں اتنے گندے ماحول کے دیرینہ
رہتے ہوئے اسے ہی رہائی بھی لسی ہی تھیں معلوم ہوتی جیسے کمال حیا کا یہ احاطہ ایک گندہ والا ہوا اور وہ اس میں
بیمار ہوا ایک تھیر کی کھڑائی (دور سے)

مظہر کی کہانیوں کے پلاٹ چند دلچسپ اور نفس انگیز ہیں، ضرورت سے آخر تک تادیبی SUSPENSE
میں مستلزم رہتا ہے اور اکثر آخر تک ایام کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہوتا ہے جب اختتام پر پہنچتا ہے تو
اس کے لیے مبالغہ تو قیح ہوتا ہے تو استغلاب انگیز مسرت سے دیوار ہوتا ہے کہ یہ تو بہت قریب کی بات تھی ہیرا
دیں اس (دور سے) کیوں نہیں گیا ان کی کہانیوں کی یہ تیز و نفس آمیز عصا مالنا ان کے ٹپک میں تھکا دہر دور پوری
کے ترجمہ کردہ نولوں اور بلیسم ہوش جیسی داستانوں کے مطالعہ کی دین سے اس لیے ان کی کہانیوں کے پلاٹ
دلکش اور مجھے سہلے ہوتے ہیں۔ استدلالے ایمان تک کمال میں کہیں ملاسا قول یا صحیفہ سائرہ محسوس

مکئی بار ایسا ہوا کہ چند حصے لکھتے لیکن پڑھے پر معلوم ہوا کہ احمد دم تاسی اور سیاہی پوری کی اشیا علیطیف کی مامانرا طراد
سبے یا کرش چند رکے قلم سے تے کر دی ہے (کہتے ہیں جس کو عشق)

”واہ صاحب یہ کیا معاملہ ہے؟ کیا پوس پسا دل دیا تھا آپ نے کہ ایک جہتی ملی کاظمی سبہہ سکا مھر مھر مٹی
کی طرح ٹوٹ گیا زل حال“

مے رد ہکاری کی لغت کو مظهر صحنے سے بطور خاص ہدب ملامت سالیاسے کہہ کر وہ خود کئی برس تک اس کا شکار رہے تھے
”مخلف دفا تر کے جگر کا لگا کر میرے حوتے بھٹ گئے“ ملازمت عطا ہو گئی تھی ہر گنا امید واروں کی میٹر دکھائی دیتی تھی
لوگ داتے دیتے کہ میں تجارت کروں لیکن تجارت کے لیے بھی تو کچھ روپیے چاہئیں (ممکن)

”ایسے پٹے ریش کو فی اسے تک بڑھا کر اسے اس ملائی کیا تھا کہ دو پیسے کمنے اور اس گھر میں اس
لکٹی دیوی کو سالانہ چوبندہ سال قن اس کے پتائی کسو رنگا س جوتے وقت روٹھ گئی تھی لیکن ہوا یہ کہ لکٹی دیوی
فی اسے کی دگر سی سے بھی مٹس رہ ہو سکی اور ریش دگر سی لے کر نگر سی ٹھک آیا ملازمت مام کی ٹڑیا ماکار
میں عطا ہو رہی تھی اگر کہیں کامیابی کی صورت مفراتی تو یہ شرط ہوتی کہ ڈگر سی بعد میں رشوت پہلے پیش کی جائے“
(دیوی کی قرق)

دفتری ماحول کی لغتوں اور امروں کی ناماناسی سے یہاں تادہ تھلا ہوں کا مظاہرہ مظهر صحنے سے ایسے
لغض اصالوں میں ٹڑی کامیابی کے ساتھ کسے۔ فی اسے مل میں بھی دفتری مدعو ایوں پر ٹڑی دلچسپ چوٹ
کی ہے

ماسٹر ادیس کے ساڑھے ساڑھے روپیے کے فی اسے مل کی حکام مالے اکھڑی کی اور اسے مامانرا تات کر کے مظهر
کر دیا۔۔۔ ہمیں دن بعد ایسے دفتر پہنچ کر شری حال قریشی ڈسٹرکٹ اسکول آف اسکولس نے اپنی ہفتہ وار لکھی سڑائی
فی آخری میں ایک مامانرا ٹڑی اسے مل کی نفیس کر کے اسے رو کر کے کی کارگراری ٹڑھا چڑھا کر درج کی اور ڈاکٹر
صاحب تعلیمات کو اس کی نقل ہارورڈ کر دی جس کے ساتھ تین فی اسے مل مسک تھے و

اکھڑی کے سلسلے میں اسپیکٹر موف کا کافی اسے مل مبلغ میں سو مارہ روپیے آئے تھے
میانات درج کر کے کے لیے ساتھ ملے والے یہ کار کافی۔ اسے مل مبلغ ایک سو مارہ روپیے چار آئے اردو لی کافی
اسے مل شترہ روپیے مارہ آئے۔“ (فی اسے مل)

ردگی کے کئی چھوٹے چھوٹے لیکن اہم سال پر بھی مظهر صحنے سے اسی کہا یوں کی میادیں رکھی میں مانتی سرتی ریاکاری اور
تقصیر برتوب نکھاسے۔ شرات کے محس میں جیسے راکھوں کو دیکھ کر ان کے دل میں ہریت کے تندہ جدات بھر کر
لختے میں ادردہ لکھتے ہیں،

جی چاہتا ہے شرات کا سادہ اما کچھ بکوں اور میں بھی ان کے عہدوں کے ساتھ مل کر حزمیتان کروں لڑوں اور لڑکر
ایک ہواؤں اور مھوئی آوار میں الاہوں اور۔۔۔

کے لیے کیا ہے ایسا سارا جو میر مروت ہے پست کردار اور ممانیت پرست ہے مظهر صبی اس سماج پر معاشرے اور افراد پر طے کر کے وار کرتے ہوئے دراصلی رو رعایت سے کام نہیں لیتے لفظ ہراں کی بات تلخ معلوم ہوتی ہے لیکن پر علموں طے معاشرے پر محنت مدد ترھی مرتب کرتا ہے ان کا طے گہرا اور دیر یا ہوتا ہے نامادہ رہاں اور رستہ صرب الامتال سے طے کے ان تستروں کی دھار پر بدتر ہو جاتی ہے طے مظهر صبی کے رہتاں میں رہاں سلسلے ان کی طے تائید س چکا ہے تو کچھ معاشرے سماج اور حالات نے انہیں دیا ہے پوری لے مائی اور صارت کے ساتھ وہی اسے لوٹا دیتے ہیں۔

اکبر الدین مدد لقی رقم طراز ہیں۔

”تو لگی اور عدالت کی قدرت طے کتا نکما ہیں اور سماج کے گھساؤے ماطرہ صرب ال کی ساعری میں طے آتی ہے یہی کیفیت ان کی سر میں بھی پائی جاتی ہے“

رہدگی کے تلخ حقائق اور در مروت کے ماحول کو مسائل پر مظهر صبی نے اپنے معرط طے اسلوب میں ٹری لے مائی سے ستر لگی ہے رستہ تو رسی پراں کا طے ملاحظہ فرمائیے

”مصل کے ٹیکسداروں سے آڑے وقتوں میں کچھ مل جاتا تھا رستہ ہیں، یہ تو بہت کر بہر لے ہے

مدد کہتے (دو ٹی کا آدمی)

مائی سعید پوشی پر ستریت ملاحظہ فرمائیے

”بہر میں قیمتی سوٹ والے مالو کی جیب کتر کراس لے حوسی بگ حاصل کتا تھا اس میں بہت سی نوکری کی درخواستوں کے ساتھ ایک کھوٹی چوٹی بھی نکل آتی تھی“ (مست کی مادریں)

مظهر صبی کی کما بیوں میں طے کے ساتھ ساتھ بگے پیکلے مراح کے موٹے بھی مل جاتے ہیں

مولانا نے ”امان کی بات۔ ممان اور مس ملاں مشرطان“ وغیرہ کی ایسی ہی لے مدد طے کما مایاں ہیں ان کہا بیوں میں جگہ جگہ ایسے فقرے مل جاتے ہیں جہیں پڑھتے ہی قسم ہو ٹوں پر سودا ہو جاتا ہے کہیں کہیں لے ساتھ ہسی بھی جھوٹ پڑتی ہے چند مثالیں ملاحظہ کیے

”جیسے مدد مدد کا مدد کے علاوہ کوئی کام ہی۔ مو“ (مولانا)

”جیسے دیا سحر کا مارا جس سمٹ کراں کے بیروں میں آگیا ہو یا اللہ مولانا سے اسان کب میں لے

(مولانا)

”اللہ مجھے ہمارے دادا جاں بھی جاتی تھے وہ کہتے تھے کرسٹ اسور۔۔۔“

”بہتر ہے، انھوں نے میرا حملہ مکمل کیا“ وہاں گان کے رانے میں، مجھ سے ملتا تھا تو چٹا ماما آدمی س گیا تھا“

(وہاں)

”اس کے الگ الگ سے حوائی یوں تھلک رہی تھی جیسے پکے ہوئے انگور سے رس چپکے ہی والا ہے۔ یہ کس
ٹری ٹری سیاہ آنکھوں کی وہ معصومیت اور میرے کا وہ بھولایں“ (کہتے ہیں جس کو عشق)

”ایلا“ اس نے لررتی ہوئی آواز میں پکارا۔ ایلا سے اسے شوح نظروں سے دیکھا اور اسے لپک کر پیٹے
کاٹکٹو اس کے گوت میں سمائے لگی اور پھر بیچ محبت کا ایک خوبصورت بچہ دکھائی دے گیا دو سائیں بہاؤ لیں۔
خوبصورت اور تھلک کر ایک دوسرے سے مل گئیں“ (ایمٹ کا خواب)

”اس کی رنگت میں شوق کی ہلکی سی سرخی اور جامدنی کی مورسپیدی کا جس انشراح ہے اس کی ہال میں
عرا لہو کا سا لہو لہو اور جسم میں چھوٹی موٹی کی سی راکت ہے۔ وہ دنیا کی سب سے زیادہ حسین اور
شریفی دوستی ہے“ (الماس کا محبوب)

حصاروں کے پیچے پانی میں مدھی ہوئی کستی پر نسا اور پریم مائیں کستے ہوئے مار مار قہقہے لگا رہے تھے
قریب ہی سرخ پھولوں سے لدی ہوئی میل کے کچے کے بچے سرگھاس پر ریجاہ اتروت، اتند اور اکرم ررح
کیل رہے تھے“ (تسلی دل کی)

”اس نے اٹھ کر لب روش کیا اور قد آدم آئیے میں اپنا عکس دیکھنے لگی اب ایسی سی شکل بھی نہیں ہے
کر کوئی۔ شرم کے کارن وہ پوری مات بھی۔ سوچ سکی اور نثریہ اگنی رات اسے خواب میں پھر مالہ
دکھائی دیا“ (تسلی دل کی)

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مظهر جمعی کے اصناف میں محنت، اردو کا تناسب، آئے ہیں ملک کے رابر ہے انھوں نے
اپنے اصناف کی عمارت کی عباد مقصدیت اور اصلاح معاشرہ کی اور کٹا کٹا اور پھر ملی زمین پر رکھی ہے اور
رہنمائی کے تلخ تحریات، ادبی اور عمارتی، مہارویوں اور انفرادی و اجتماعی کیفیات و محسوسات سے اس
عمارت کی تعمیر میں سالہ کا کام لیا ہے۔ طر کارنگ دروغ اس عمارت کے حسن و دلکشی میں اصلے کاس
ماہے بقول ڈاکٹر محمد حسن۔

”اتر پیدا کرے اور مور کا طور پر وہوں کو متوجہ کر لے کے لیے طر ایک معقولی حرنے کا کام دیتا ہے
اسے مظهر جمعی نے حامی کامیابی اور مہارت سے استعمال کیا ہے“

ایسے اصناف میں مظهر جمعی نے فتر کے فتر وں کا استعمال سماج کے رستے ہوئے ماسوروں سے چلائے

دک ہے۔

امالوں میں مظهر صمی کا مقبولیت اور یاسیت امیر لہو دراصل خود ان کی زندگی کی داخلی اور خارجی اہمیت کا رد عمل ہے۔ ان امالوں میں جہاں جہاں دل گرفتگی کا اظہار کیا گیا ہے وہ دراصل ان کے درد و سبب کی تعلیموں پر ان کی ذاتی کیفیات و محسوسات کی ترجمانی ہے۔ لیکن ان کی انفرادی یاسیت میں علم دیگر ان کی عکاسی بھی حاصل ہے۔ ان کے سماجی، معاشی، سیاسی اقتفادی اور مذہبی رجحانات حقیقت پسند ہیں۔ ان کے زیر اثر اساتذہ ان کے ذاتی قرائن و مشاہدات کے مبالغوں مبالغوں سے گئے ہیں جس کے اظہار میں فلسفیانہ اور مذہبی حقائق کی آمیزش بھی ہے۔ ایسے گرد و پیش کے حالات، واقعات و کیفیات کے زیر کو اپنے تخیل میں گودھ کر کہا یوں کے ایسے مولود و دلکش اور متحرک محسوسے گئے ہیں جو آپ کے ہمارے ساتھ چلتے محسوس محسوس ہوتے ہیں۔ ان کے امالوں میں مذہبی و طبعیاتی کے امور و دعائی خیال بھی مدخل اہم موجود ہے۔ فلسفہ فرائی کے متروقی میں مظهر صمی نے موضوعات کے ساتھ کہیں نے اعتدائی روا ہیں مگر ان کے امالوں کے موضوعات واقعات اور کردار و عوامی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ حصی ایسی تخلیقی صلاحیتوں کے وسیلے سے مظهر صمی نے کہا یوں کی شکل میں ڈھال دیا ہے۔ یہ کہا یاں زندگی کے گواگون حقائق پر مبنی ہیں اور چونکہ محنت یا رومان بھی انسانی زندگی کی ایک حوسنگوار حقیقت ایک عالمگیر حد سے لہذا مظهر صمی کے امالوں میں زندگی کی کرسایوں کے پہلو پہلو عشق و محنت کے حوسنگوار عناصر بھی حقیقت پسند توارن کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے امالوں میں رومان کے نام پر سستی حدائیت اور لنگاری ہیں تو غیر ضروری احتیاط پسندی بھی میں ہے۔ یہاں محنت کوئی ماورائی چیز نہیں ایک ردہ اور گرم حد سے جس میں کسی حد تک حسیت کے اظہار کی بھی گہنائیں ہے۔ شوقی اور ضرورت ہے لیکن تہذیبیں ہیں۔ رومانی امالوں میں اسلوب اور مواد کے اعتبار سے مظهر صمی ہٹو سے زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ وہی حقیقت نگاری کا رجحان یہاں بھی کارفرما ہے۔ حالانکہ ان کی حقیقت نگاری ان حد و مسدوں تک نہیں پہنچتی جہاں مشوش نگاری اور عریاضیت پسندی کے حرم میں مقرب ٹھہرائے جاتے ہیں۔ مظهر صمی کے امالوں سے شوقی اور ضرورت امیر رومان کے حرم و گرم اور حقیقی حدوں کی کچھ متانیں ظاہر فرمائیے۔

* ہنگامٹ پر وہ ردنی رہتی کہ حدائی پناہ گاؤں مھر کا جس پانی سحرے مولا اسنے کے مکاں کے سامنے آئیں ہوتا ایک سے ایک جس میں دوستیرہ۔ مگر یہ عمومی شلتی کوئی پر آتی اور پانی مھر کا شلتی ہوتی جلی جاتی۔ (مولانا سے)

، حیاشی ہمیں مضر صحتی اداے وغیرہ لکھتا ہوں حالِ حلی مضر اچھا نہیں لگتا اس لیے ساتھ میں صحتی لکھ دیا ہوں
اس کے علاوہ میں انہیں اور کیا سمجھاتا " ۱۔

اور نقشِ مرادی " میں انہوں نے اسامہ لنگار کی حقیقت سے حقیقت لنگاری پر مبنی اپنے تیلیتی رحمان
کو اتہائی و صامت کے ساتھ جیتیں کر دیے کہانی کا آغاز کچھ اس طرح ہوتا ہے۔
" میں سوچتا ہوں میں یہ کہانی کیسے لکھ سکوں گا

در اصل میں یہ ادا اس ہوں پریتا یوں نے مجھے ری طرح ٹھہر رکھا ہے مجھ پر بہت درد داریاں ہیں
اس صحری دیا میں میں اپنے آپ کو کڑوہا پاتا ہوں کوئی موس میں کوئی عموار ہیں غیرت مدد اور
حناس صحتی بہت موں در اسی بات کو گفتوں محسوس کرتا ہوں وہ معمولی تکلیف خود و سردن کو قطعی متاثر
ہیں کرتی میرے دل میں عرصے تک کھکتی رہتی ہے مجھے رو بہ روں کی ضرورت ہے میری بیوی بیمار ہے میسر
ساحر وہیں ہے اس کی تعلیم کے لیے میرے والدین صیف ہیں ان کی ضرورت کے لیے میں ادب اہل ایسی
عزت سائے رکھے کیے واقعی مجھے رو بہ روں کی صحت ضرورت ہے " ۲۔

کہانی کیا ہے سیدھے سے ادرے لگ ادا میں مضر صحتی کے تلخ حالات کی دکھائی ہے
اپنی زندگی کے تلخ اور ناگوار حقائق کہانی کی شکل میں جیتیں کرتے ہوئے مضر صحتی نے اپنی حقیقت
لنگاری کے رحمان کے لیے درد خوار بھی جیتیں کر دی ہے اس زمانہ میں حب قاری اصاوں میں عشق و دوست
ادر رومان پسند کرتا تھا اور حقائق سے گریز کرتے ہوئے تخیل کی حونا ناک صداؤں میں چند لمحوں کی صرست
حاصل کر لیا جاتا تھا مضر صحتی اس کے سامنے مسائل کی پیچیدگیاں، ماحول کی گھماؤنی تعداد ویرا و عااں سوالوں
کو در و ترہ پیش آئے والے درد و مصائب اور اس کے رحوں کو جیتیں کرتے ہیں اور رومانی اسامہ لکھے سے
دائستہ اعتبار کرتے ہیں۔

مضر صحتی نے کہانی " نقشِ مرادی " میں اپنی سائق کہانی موڑنے کے کردار جیتیں کو دوبارہ رومہ کیا ہے
اور اس کی رماں سے اکثر وہ باتیں کہلائی ہیں جو حقیقت کہانی کا روہ محسوس کرتے رہے ہیں کہانی در کہانی کی
اس تکیک پر اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے رام لعل نے لکھا ہے
تمہاری کہانی نقشِ مرادی " میں وہ کہانی " موڑ " مجھے بہت اچھی لگی جو جیتیں کی ہے اور مے کسی کو
سناے یا پڑھائے میری پھاڑ ڈالی ہے در حقیقت وہی کہانی اس کہانی کا مرکز کر رہا ہے تمہاری اس
کہانی کی یہ مصو ص ہے کہ تم نے کسی مرد کو مرکز کر دیا سائے کی محاسے ایک کہانی کو وہی محک

آپ یقینی بیان کرتے ہوئے اس کی مرضی مشاسی قابلیت اور ایمان باری کے مادہ جو اس پر پڑنے والی اس کی ہمتکاروں کا رد عمل کلرک گیتا کے ماموش اجتماعی العاد کے درجہ ظاہر ہو تا ہے تو وہ رمان سے تو ادا ہیں کر سکتا لیکن اس کے احساس کو جیسے گویائی حاصل ہو جاتی ہے

اُسے دستخط کرنے والی تینوں چیزوں کو جیسے لکھے جاتے ہیں اور تحقیقات، ہوتی ہے اور احکامات، مادہ ہوتے ہیں اور حرمانے وصول ہوتے ہیں اور فائلیں آگے ترستی ہیں یہ سب ہم کلرک کرتے ہیں اور تم لوگ دماغ پر درو دیے بغیر صرف دستخط کرتے ہو تم جیسے سحر میں صرف آما کام کرتے ہو تصانیف کام چور کلرک ایک دل میں کرتا ہے لیکن تمہیں خواہ دس کلرکوں کی ملتی ہے "۱۰

"کہتے ہیں جس کو مشتق اور ایمان کی بات، دونوں اصنافوں کا مرکب کر دیکھیں تو داماد نگار ہے اور وہ بھی ایسے اعلیٰ مام مظهر صحنی کے ساتھ حسن طرح "عار آئندہ دل" میں انھوں نے کلرک گیتا کے رد میں یہ وہی لکری کی روداد بیان کی ہے اسی طرح بیشتر اصنافوں میں ماموں کی تندرستی کے ساتھ ابھی سمجھت اور نظریات سمیت ان کا ایسا کردار مرکب حقیقت کا حامل ہے

"ہم سب تسلیم ہیں" میں وہ اصناف نگار فاروقی کے روپ میں حعفری کے ترجمہ کردہ مسودوں پر اصلاح دیتے ہیں اور احساس ان سے ان کی کتابیں اور میگزینیں پڑھنے کے لیے لے جاتا ہے ایسے ان ماموں اور ریا کار دوستوں سے جو تلخ قہرات انھیں حاصل ہوتے ہیں سداوت کی آڑ میں تو کمیگیاں ان کے یہ دوست کر گزرتے ہیں ان کی مادی سرمائے کے مقابلے میں انھیں عربیہ اور آثار مامی غنڈوں کی داد گیری میں السابیت اور خلوص کی ہلکیاں دکھائی دیتی ہیں

"ایمان کی بات" کے مدیر ماماں کے آمانی وطن ہسود کے ایک حقیقی کردار ہیں اور مظهر صحنی ان کی داستان میں اپنے آپ کو بھی ایک کردار کی شکل میں موجود رکھتے ہیں مدیر ماماں کے کردار کا تعمیلی ماکہ پیش کرنے کے بعد وہ ان پر کہانی لکھنے کے لیے مواد کی جستجو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں "حاجہ ایک دل دو سہر میں ان کے پاس امام مارٹے میں بھیجا اور سلام کر کے بیٹھ گیا کہیے لگے "تم عوامی کے لئے ہو" ۹

"ان ماماں" میں نے جواب دیا میں آپ کے پاس ایک کام سے آیا ہوں "

"کیا امام سے تمہارا؟"

"مظهر صحنی"

"یہ اسی کیا ہوتا ہے؟"

اٹھری ہو اور اس میں اس کا دور اس کے ارد گرد کی پلوری رمدگی لولتی ہو اور جسے پڑھ کر پڑھے دے کو ایسا لگے جیسے اس نے رمدگی کو ایک نئے رخ سے دیکھا ہے۔ ۱

مطرح صلی کے اس نئے ڈاکٹر محمد حسن کے بیان کردہ ان معیادات پر نری حد تک پورے اترتے ہیں کہ ان میں سماجی مصوئیت بھی ہے وہ اپنے زمانے کے طر احساس کی ترجمانی بھی کرتے ہیں اور انہیں سوارتے اور پرداں بھی چڑھاتے ہیں ان کی کہانیوں میں رمدگی کا یا دوزن مدرجہ اتم موجود ہے ان کی ہر کہانی عام رمدگی کی مکمل اور واضح تصویر ہے ہر کہانی ان کے اندر سے اٹھری ہے جس میں ان کا دور اور آس پاس کی سکھری ہوئی رمدگی کی تلخ و تشریں حقیقتیں رماں حال سے اس طرح لولتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں کہ ہر پڑھے والا ان آواروں کو ایک نئے مہموم کے ساتھ مستاہے اور رمدگی کی ایک سی تصویر اس کے سامنے اٹھ کر ہوتی ہے مطرح صلی نے ان اصاوں میں رمدگی کے ان موضوعات کو انتہائی صارت کے ساتھ پیش کیا ہے جس تک سادات جس مشا اور جد و جد سے اسار نگاروں کے علاوہ کوئی رسائی حاصل نہ کر سکا انھوں نے رگیسی بیان اور مربع صارت سے اہی کہا بیوں کو سمانے سے گریز کرتے ہوئے ہریم جد کی طرح ہیستہ مقصدیت کہتیں نظر رکھا ہے۔

ہریم چند ادب میں مقصدیت اور امانیت کا انتہائی ضروری سمجھتے تھے ترقی پسند مصنفین کے پہلے کل ہند املا س مسعودہ ۱۹۳۴ء میں اپنے حطہ صدارت میں انھوں نے اپنے ادنی طریقے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا

مجھے یہ کہنے میں تاخیر نہیں اور چروں کی طرح آرٹ کو بھی امانیت کی میزاں پر توڑنا ہوں نے تک آرٹ کا مقصد دوق حسن کی تقویت ہے اور وہ ہماری روحانی صرت کی کمی ہے لیکن ایسی کوئی دوقی اٹھری یار دمانی صرت نہیں ہے۔ تو اپنا امانی پہلو رکھتی ہو۔ ۲

اور یہ امانی پہلو مطرح صلی کے سہمی اصاوں میں ما کا بایاں ہیں مطرح صلی کے طر راہداریاں کی وجہ سے ان کی مقصدیت اور امانیت کھ اور زیادہ پہلو دار اور تیکھی ہو گئی ہے۔

مطرح صلی کے اکثر اصالے ان کی رمدگی کے تلخ غمرات اور ناگوار واقعات کی حقیقی تصویریں پیش کرتے ہیں اگر مقامات پر انھوں نے کرداروں کے نام اور واقعات تک تبدیل نہیں کیے ہیں۔

۱۔ عار آئندہ دل میں انھوں نے فکر حکلات میں کلر کی کے دوران پتیں آئندہ دقتری مابوں کی انڈیا اور امرتا ہی کے انھوں پیچھے والی اومت ابھی موثر کہانی میں منتقل کر دی ہے وہ ایک کلر کی در دماک

ان میں سمرات ۱۲ رومانی و معاشرتی اصلاحات ہیں لہذا ہمیں ماسوسی کہانیوں کے دمرے میں آتے ہیں جس کا ذکر ماسوسی کہانیوں کے تحت اگلے صفحات میں کیا جائے گا ماسوسی کہانیوں میں ان کی مختلف راہوں سے ترجمہ شدہ تھیں کہایاں "اصطراب" گوان" اور حرا تہم کی چوڑی" بھی شامل ہیں جو ترجمہ کے باب میں آئیں گی اس طرح مطہر حسنی کے کلی دستیاب (ماسوسی اور غیر ماسوسی) احوالوں کی تعداد ۱۹۶ اور ۲ مختصر احوالوں کو علیحدہ علیحدہ شمار کیا جائے تو مجموعی تعداد ۱۱۵ تک پہنچتی ہے۔

مطہر حسنی کے یہ اصلاحی زندگی کے مختلف موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یریم چند اور سادات حسن منوکی روایات کو آگے تر لے جاتے ہوئے حقیقت نگاری اور میا کا ر اظہار پر ان کہانیوں کی بنیادیں رکھی گئی ہیں دلی دھلائی شفاف سلیس و عام ہم نول پال کی انا دورہ رماں، دلکش پلاٹ، اچھوتی تکلیف، مستر نگاری قدرت بیان و قدرت خیال اور ہمارے اڑوس پڑوس میں رہنے والے کردار ان احوالوں کو حقائق سے قریب لاتے ہیں مشہور افسانہ نگار رتن سنگھ دیدہ حیران "پرستہ کو کرتے ہوئے اس کے چند کرداروں کا تعارف حسب دلی انداز میں پیش کرتے ہیں

"ہاں تارنس کو اور حمد نے گی جو ہر اردوں پر دونوں کے ماد خود عیدہ بیماری کا شکار ہو جاتی ہے سیدھے سادے محسوس ہیں خودوں کے وقت میں انھیں چھپکتے ہیں تو یوں جیسے اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کے لیے تمام زندگی ایک اندھیرا ہے ایسا اندھیرا جس میں دیا والوں کو محبوب کا خود کو کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ان کہانیوں میں دولت رام ہیں خود دولت کی کڈلی مار کر ہمارے آپ کے دروازوں کے سامنے بیٹھ گئے ہیں کہ ہماری زندگیوں پر چھایا مار دیں اور پھر مسرا گم ہیں جھوٹی آن ماں کی کھوکی اس سے مل کر لون محسوس ہوتا ہے جیسے دولت نے ان کی زندگی میں مٹھاس کی بجائے کٹناٹی بھردی ہو زندگی کی حقیقتوں سے سربراہان کہانیوں کو پڑھنے کے لئے مطہر حسنی سے ان سے ہر کہانیوں کی امید کی جاسکتی ہے" لے

ڈاکٹر محمد حسن نے اچھی کہانیوں کی پہچان کچھ اس طرح بتائی ہے

"کہانیوں کی پہچان پہچان نہ تہذیبی حساسیت ہے نہ کردار کے بیاں میں نہ سماجی طریقہ میں نہ جھوٹی حقیقتوں کی برائی اور گہرائی میں نہ اصل یہ ہے کہ کہانی کس حد تک (SOCIALY SIGNIFICANT) سماجی فہم سے ماسی ہے کس حد تک وہ اپنے زمانے کے احساس (SENSIBILITY) کو پیش کرتی ہے اور اسے کس حد تک سہوارتی اور پرواں چڑھاتی ہے اور کس حد تک وہ زندگی کا یا درزن دیتی ہے اس سے وزن سے مراد یہ ہے کہ اس میں اس کہانی سے اس پاس کی زندگی کی طرف یا اور وسیع رویت اپنا سکے جو ماہر اچھی کہانی زندگی کی تصویر بھی ہے اور زندگی کی نئی تصویر بنانے والی بھی ہے اچھی کہانی وہ ہے جو اپنے لکھنے والے کے اندر سے

شامل ہو گئے تھے جب یہ بات علم میں آئی کہ یہ اصلے ”دو عدلے“ میں شامل ہیں تو انہیں نکال دیا گیا اور مجموعہ کا نام ملکی دور کی بھائے ”دیرہ جیران“ کر دیا گیا اسی طرح اصلے ”رات کا گلاب“ ”ماسارہ“ ”سندھ و سسٹم“ ڈبلی مارچ ۱۹۵۷ء میں ”وہ اپنی پھر ڈھلک گیا“ عنوان کے تحت شائع ہوا تھا کتاب میں اسے عنوان بدل کر شامل کیا گیا ہے۔

”دیرہ جیران“ میں شامل ”۱۲“ اساطیر“ عنوان کے تحت میں مختصر ترین ”دسی“ اصلے ”کہانیوں کو طبعہ طبعہ شمار کیا جائے تو اس کتاب میں شامل اصناف کی مجموعی تعداد ۲۴ ہوتی ہے۔

تیمول مجموعوں میں شامل ۱۹۶ اصناف کے علاوہ ۲۷ مرید اصناف کا ذکر میں لے کیا ہے جو کہ وہ کسی مجموعے میں شریک نہیں ہیں اس لیے ان کی بہرست دلیل میں دی جاتی ہے،

۱۔ لو کہانی ختم ہو گئی (دکھنوالی سہو پال سے سترندہ ریڈیائی تمثیل)

۲۔ دیوالے کی ڈائری (غیر مطبوعہ)

۳۔ درے اور جٹاں (غیر مطبوعہ)

۴۔ کردار لولتے ہیں (غیر مطبوعہ)

۵۔ دیواریں ادب کی ہو گئیں (مطبوعہ عام نوکراچی فروری ۱۹۵۲ء)

۶۔ میٹری (مطبوعہ میونسپل سٹی ڈیپارٹمنٹ ۱۹۵۲ء)

۷۔ ہمارے سبھی ہیں مہراں (مطبوعہ کردار سہو پال سٹی ۱۹۵۶ء)

۸۔ ہلکورے (مطبوعہ عام نوکراچی فروری ۱۹۵۵ء)

۹۔ پائیس دل کا عیسیٰ (مطبوعہ کہت الہ آباد)

۱۰۔ مول گج کی تائیں (مطبوعہ کہت الہ آباد)

۱۱۔ حسرت (مطبوعہ ڈی جی مالدار اور مشرب کراچی)

۱۲۔ چپیں کرور کی چوتھائی (مطبوعہ مسیح لوٹسٹر)

۱۳۔ پیلا لٹا (مطبوعہ ہم رنگ ہنو)

۱۴۔ موت کا سایہ (مطبوعہ صادق کلکتہ مارچ ۱۹۵۲ء)

۱۵۔ اسرار (مطبوعہ رومان کراچی اپریل ۱۹۵۲ء)

۱۶۔ معرور کرک (مطبوعہ صادق کلکتہ جون ۱۹۵۲ء)

۱۷۔ نیکی عمر ۲۹ء (مطبوعہ صادق کلکتہ ستمبر ۱۹۵۲ء)

۱۸۔ مرغلوں کا باغ (مطبوعہ نگار ش کراچی)

۱۹۔ رقص تما (غیر مطبوعہ)

۲۰۔ آتش غالب (مطبوعہ ڈیپارٹمنٹ فروری ۱۹۶۶ء)

مذہب اور گمراہی کے لئے کوشش کرنا ہوا نظر آتا ہے۔ ان اصناف میں فلم کوئی حادثہ نہیں ہے۔ درود مذہب کی حقیقت ہے۔ مصنف اس فلم پر خود جو کتاب ہے، رٹھے والوں کو جو دیکھتا ہے، فلم افلاس سیکار کا لامب کی قوطط سانی دھوکہ دہی کے حصار کی جیسے موجودہ زندگی کے شب و روز ہوں ان کا خود داتا ہی مانگ رہا ہے۔ عتہ ماہ و سال کا بیکر مصنف کہیں براحتیاج کرتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ یہی اس کی نگاری کی دلیل ہے کہ احتیاج نہ کرتے ہوئے بھی پورا اصابہ لوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس احتیاج کی داستان جس کا سارے فاصلے میں دیکھیں، اے

اور اس تعارف کے اختتام پر کرتش جہد رے میدان اصابہ نگاری میں مطر صحنی کے خوش آمد مستقل کی تادم ہی ان الفاظ میں کی ہے

لو حواس ہیں لو دار وال کسں میں سے ہیں دشت یہائی ان کا حق ہے یہ قافلہ لو بہار جہاں حاکم کے کا وہی اس کی سر ہے۔ ۷

دیدہ حیران ۱۔ مطر صحنی کے اس تیسرے اور تامل مطر عام پر آئے والے آخری اصنافی نمونے میں ان کے جو تین منتخب اعلیٰ تامل ہیں اس کتاب کا سناقت ۱۹۷۱ء اور اشراستحاق ہاشمی ہیں کہ یہ تینوں ہیں گراؤں سارے کے دوسو چودہ صفحات مشتمل اس کتاب میں اصناف کے علاوہ کہیا لال کیور کا پیش لفظ اور صاحب کتاب کا اعتراف تامل ہیں مطر صحنی نے اس کا انساب "اس کے نام کیا ہے جس کا وہ نام نہیں لے سکے" اور اصابہ نگاری میں ایسے حقیقت لہذا رہنما کا اظہار ہے اس شعر کے دریلے کیا ہے۔

انگلیاں حوں انگتی ہوں گی حب حقیقت کو رقم کیجیے گا

"دیدہ حیران میں تامل اصناف کے عوامات درج دہل ہیں۔

لو محل پر وہ بیلے مرد ملا محوب ماہر کٹا دل اور دل اصافے تیلوں کی مد اسرار مداد مدی گدی پادور مول گیم کی صحنی نے دو دیدہ حیران نگاری جھٹھے دیے اصرے تارے مداد اور سال رات کا گلابک احسان مدنی اے لی اویچی دوکان محمد صحنی مسوریل باسیٹل سرور دشتی اخبار وین لڑکی کالا لٹا ملایم کالا چور (ڈراما)

"دیدہ حیران کے تین لفظ میں اس کتاب کا نام "ملا کی دوڑ لکھا گیا ہے۔ حکم یہ اصابہ اس کتاب میں تامل صحنی ہیں۔ دو اعلیٰ مطر صحنی نے جس وقت اس کتاب کا مسودہ "ملا کی دوڑ" کے عنوان کے ساتھ کہیا لال کیور کے پاس تین لفظ لکھے کے لیے یہ تھا "ملا کی دوڑ" اور ہرک یہ تینوں اصابے اس میں کہنا

۱۔ تین لفظ (تعارف) کرتش جہد ۱۱۷۷ مطر صحنی ص ۷۷

۲۔ پیش نقد و قواف، کرتش جہد ۱۱۷۷ مطر صحنی ص ۱

غیر مطبوعہ گئے یا ایسے غیر اہم احادیث و رسائل میں تائید ہوئے جس کو محمولوں میں شامل کر لیا جائے تو بقول
محمود لکھا مطبوعہ صیغے سرور کی ہیں سمجھا رسائل میں تائید شدہ دستیاب امالوں میں دو محمولوں میں شامل
ہیں ہیں، مسترجح اس کی ہیں تو ماہنامہ "معاذ" کلکتہ اور ماہنامہ "مکبہ" الرامادو غیرہ میں تائید ہوتے
رہے یہ وہی "مکبہ" ہے جو آگے چل کر ہندوستان کے مقولہ میں ماہنامہ صیغے میں تبدیل ہو گیا اور جس
میں مطبوعہ صیغے اور اس صیغے کی ماہنامہ صیغے کا پہلا پہلو پہلو تائید ہوتی رہتی تھیں

کئی شکل میں مطبوعہ صیغے کے تین امالوں محمولے مطبوعہ صیغے پر آچکے ہیں جس کے نام ہیں،

۱۔ ایڈٹ کا جواب ۲۔ دو عدۂ ۳۔ دیدہ حیران

ایڈٹ کا جواب - یہ مطبوعہ صیغے کا پہلا امالوں محمولہ ہے۔ جو مرگراڈ سکوپال کے زیر اہتمام آگست
۱۹۲۷ء میں مطبوعہ صیغے پر آیا اس میں ایکس امالے شامل ہیں کئی سائز کے ۲۴ صفحات کے اس محمولے کا
انتساب مطبوعہ صیغے کے اپنے دوست حضرت قادری کے نام کیا ہے جس میں لفظ مشہور تاجر مراقی نور کھپوری کے
لکھا ہے جس میں مطبوعہ صیغے کی ملاجعتوں پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے اس کے دوست مستقل کی پیش گوئی کی
گئی ہے ان امالوں کے عوامات بالترتیب اس طرح ہیں

مولا مانے غار آئینہ دل۔ دل کے آئینے میں ہے موڈ سسٹم کہتے ہیں جس کو عشق ڈاکٹر لڑکان،
ہم تشریف ہیں عیا تم کہیں رونق ہوا بیاں کی بات۔ یہاں ایڈٹ کا جواب دل عامہ منت کی چادریں
دو شے کا آدمی کتے رس ملاں مسٹر ملاں اندر سے چھوٹا عشق پرورد وہ لوگ اور نقش مر یاد کیا۔

دو عدۂ

مطبوعہ صیغے کا دوسرا امالوں محمولہ "ایڈٹ کا جواب" کے دو سال بعد نومبر ۱۹۲۹ء میں دو عدۂ
کے عنوان سے حضرت پلشر لکھنؤ کے زیر اہتمام تائید ہوا گراؤں سائز کے ایک سو اسی صفحات کی اس کتاب
میں ۱۱۲ امالے شامل ہیں جس کے عوامات حسب ذیل ہیں۔

ڈرہ ہیک ساروں کا کھیل۔ الماس کا محبوب دیو کی قرقی ملا کی دوڑ دو عدۂ مریم تشنگی دل کی،
چالیس کاخوں جو رکھا کھائی والیسی۔

کتاب کے حسب ذیل انتساب ہی ہے صف کے طرہ شوروں کا اندازہ ہوا ہے۔

ان کے نام

حصوں کے تیر چلا کر مجھے قلم سجالے پر محمود کیا

۱۔ دو عدۂ کے پیش لفظ میں مشہور افسانہ نگار کرتسی جدر لکھتے ہیں :

یہ واقعی محقر امالے ہیں کم سے کم عالم میں زیادہ سے زیادہ کہنے کی کوشش کی گئی ہے اس درجہ
کہ کہیں کہیں بھلی کا ستہ ہوئے لگتا ہے اور کہیں کہیں حد درجہ بھلی واماں کی شکایت کرتا ہوا لگا

و شواہد در دے لکھا ہے

۱۰ اس کے اسماء سے سمیہ پلاٹوں کی عمارت کرتے ہیں اس سے دل و دماغ مطہر صحت کی مکارا ہے

ملا جیتوں کا اثر قبول کیے لیر ہیں رہتے، ۱۱

ہدی کے امور نقاد رام کمار و رام قسطنطین

۱۲ صحت کے املاؤں میں رنگ توجہ نہیں لیکن کافی گہرے اور واضح ہیں اور ان کے سرکار ٹیک وین پڑتا ہے جہاں واقعی اس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی ان کے کامیاب ہونے کی دلیل ہے ۱۳

مشہور نقاد اور محقق انگریز صحتی رقمطراز ہیں

۱۴ مطہر صحتی نقاد امپوری کے صحتی حائثیت سے کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں تو صحتی اور خدمات کی شدت، امر کا ٹیکہ اس اور سماج کے گمراہوں کے ماطر پر صحتی ال کی شاعری میں نظر آتی ہے یہی کیفیت ان کی شریں بھی پائی جاتی ہے انھوں نے ایسی ادبی زندگی املاہ نگاری سے سروکار کی اور دو شعریہ شاعر بنایا ۱۵

ان کے علاوہ صحتی اور علام قسطنطین راہی وغیرہ صحتی مطہر صحتی کی املاہ نگاری پر سیر حاصل معاینہ لکھ کر ان کی ملا جیتوں کا سرور و اعتراف کیا ہے۔

افہامی سرمایہ -

مطہر صحتی نے ایک حلقہ تحریر کیا ہے

۱۶ تاریخ میں دوبارہ سوچاں آکر میں نے محکمہ منکلات میں بحیثیت لومرڈ ویتز لکھ کر ملازمت کر لی

انک میں تقریباً ڈیڑھ سو اسماء لکھ چکا تھا اور بحیثیت املاہ نگار ادبی دیبا میں ایسے لیے حلقہ سا چکا تھا ۱۷

ان ڈیڑھ سو اسماء میں سے ۱۷۷ اسماء ان کے تین اسماء عمومی مجموعوں میں شامل ہیں ان میں بھی لکھ

۱۸ مشاعرے اسطرح کے عنوان سے لکھا شائع ہوئے والے اسماء کے پامی کہا یاں صحتی کی تعداد ۲۰ ہے طبعہ علیہ شہر

کیے حائث تو عمومی تعداد ۹۷ ہوتا ہے ان کے علاوہ مختلف رسائل میں شائع شدہ ان کے اشعار اسماء

اور دو غیر مطبوعہ اسماء بھی میری نگاہ سے گزرے ہیں جو کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں ان کا ذکر آگے آئے

گا تقریباً پچھن، پچھن اسماء لکھیں ریکارڈ میں ملتا حال ہے کہ یہ ابتدائی دور املاہ نگاری میں یا تو

۱۹ شواہد در دے نامہ چند دلی

۲۰ صدی اسماء عمومی مجموعہ کی تصویر کے ساتھ ڈاکٹر رام کمار داس کا جواب طلب مکرر میرا ہے

۲۱ ایٹ کا جواب پرتو انگریز صحتی مشمولہ ہمار سب رس چند آزاد انکسٹر مشن ۱۹۲۷ء

۲۲ لکھا ہے نامہ میں مطہر صحتی بعد میرے ص ۱

مطرحی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ حدید تاجر مرد ہیں حدید امارہ نگار ہوئے کا دعویٰ
ہیں رکھتے لیکن یہ بات اھوں نے آج کے حدید تریں علامتی امارے کی روشنی میں کہی ہے حکم وہ خود اس
قسم کے غیر معمار تھروں کے شاکی ہیں ایک حکم وہ لکھتے ہیں
مستوی قسمت کہ ان اماروں کے تیوں مجموعے حامی تاجر کے ساتھ ساتھ عکے اعد تارخ ہوئے اور اقدیں لے
ابھیں ہدیہ تریں علامتی اماروں کے سیاق و سباق میں دیکھا میرا خیال ہے کہ اگر ان کی مدت تخلیق کو دہیں میں
رکھا امارے تو ان کے ساتھ ساتھ ہر طریقہ پر العاف ہو سکے گا۔
ان اماروں کی مدت تخلیق کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ اسی امدار کا تصور کلام حدیدی نے بھی کیا ہے جس میں ان کی
شاعرانہ حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اماروں میں کچھ مکروریوں کی لتا ندی کی ہے ان کا خیال ہے کہ
”دور اصل امارہ نگاری مطرحی کا میدان نہیں ہے اس سے میری مزاحیہ کرپش نظر مجموعے (دو عددے)
میں جو کہیا یاں ہیں اوسط درجے کی روایتی کہیا یاں ہیں اس سے کچھ آگے ٹھو کہ کہانی ”ملے“ کا ست چلتا
ہے لیکن آپ ہی آپ اعلیٰ ہوا حتمہ ہیں ہے ۔ میں مطرحی کی کامیوں کا استعارہ کرنا چاہیے کیوں کہ
مطرحی کے پاس تخلیق کار ہیں مرد ہے کیا تے آگے پہل کر اماروں ہی میں یہ دہیں پوری طرح ابھرنے
آئے۔“

یہاں کہ مطرحی کو دو عددے کے ہتھ لفظ میں سترہ تہا کلام حدیدی نے اس حقیقت کو دراموش
کر دیا کہ دو عددے میں تارخ امارے ساتھ سے قتل کے ہیں اور ان کے لیے تنقیدی پیمار حدید امارے کا
استعمال کیا جا رہا ہے جس کا حوالہ اس سے قتل جیٹن کردہ اقتباس کے درجے بھی ہتھ کیا جا چکا ہے ویلے
مجموعی طور سے ہندوستان کے بہت سے مستند اور مشرقی اقدیں و مصروف نے مطرحی کی شاعری اور امارہ نگاری
دونوں حیثیتوں کو اعلیٰ درجہ تسلیم کیا ہے مثلاً مشہور امارہ نگار تریں سنگھ نے دیدہ جیراں ”پر تصور کرتے
ہوئے اس رائے کا اظہار کیا ہے : ان اماروں میں رنگ کی عکاسی چھوٹے چھوٹے واقعات کے درجے کی
گئی ہے ایسے واقعات جو عام طور پر ہماری زندگی میں ہوتے ہیں اور ان میں لکھا اسی اسٹائل کے سیدھے
سادے امدار میں ہے بالکل ایسے جیسے کوئی اپنی بات کہہ کر آگے ٹھو جائے میٹرکائیوں میں امارہ نگار
خود کچھ نہیں کہتا کردار خود مدہ ہو کر آپ کے سامنے آتے ہیں یہی ان کہائیوں کا دار ہے رنگ کی حقیقتوں
سے لہو ہراں کہائیوں کو پڑھنے کے بعد مطرحی سے ان سے ہر کہائیوں کی امید کی جا سکتی ہے۔“

۱۔ پیش نقد دو عددے مطرحی

۲۔ تصور دو عددے کلام حدیدی مشہور آہنگ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۱ء

۳۔ تصور دیدہ جیراں تریں سنگھ مشہور ادبی ادب دہلی دو شمارہ ۱۱ ص ۱۹۲ مرتب محمد مس

کے حالات کے تقاضوں کے مطابق ہونے کا اعتراف کیا ہے جدیدیت کی بحث سے قطع نظر اور دولہا محالیت میں حد حاصل قائم کیے بغیر اس طرح لکھے والوں کے بارے میں مرزا حامد بیگ کے ایک مضمون سے حسب دلیل اقتباس ملاحظہ کیجیے

”سے تقاضوں کے تحت لکھے والے تمام کام ایسے طور پر کرتے رہتے ہیں وہ کسی ایک دل کی یہ عہد نہیں کرتے کہ ماضی کو رد کر دیں گے اور نئے عہد کے لیے یا انداز نظر ہمیشہ گئے اس طرح نئی نسل کی مکاری سمجھنے کا تعین مشکل بھی ہو جاتا ہے اس لیے کہ نئے مسائل کا نیا آنکھ سے ہم وادراک پیچیدہ کام ہے ہر دھار کا لیے تینوں کو تاں ہے محض سے تقاضوں کے تحت سے موضوعات تک پورے طور پر رسائی اعلیٰ اس بارے کے لیے کافی ہیں اس کے لیے وہی اور ہدایتی ہم آہنگی کی ضرورت بھی ہے صحت اپنی بات کے اندر عورتی یا دیکھا دیکھی سے یا بہن تو ہو سکتا ہے سچی العزادیت، ہمیشہ سچی العزادیت ہم عصری شعور سے ممکن ہے اور ہم عصر فنی شعور سے تقاضوں کی پہچان سے موضوعات تک رسائی اور ہم آہنگ تکیک سے تکمیل پاتا ہے۔ لے مضر صحتی لے سچی سے تقاضوں کے تحت اپنے طور پر لکھا ہے ان کی مکاری سمجھنے کا تعین مشکل ہیں کہ انہیں سے مسائل کا ہم وادراک حاصل ہے سے موضوعات تک رسائی کے ساتھ ساتھ ان سے وہ وہی وحدانیت ہم آہنگی بھی رکھتے ہیں ان کی کہانیوں میں سچی العزادیت ہے کیونکہ وہ عصری حیثیت سے مملو فنی شعور بھی رکھتے ہیں۔“

مضر صحتی کی افسانہ نگاری پر مجدد متاہیرا قدس کی رائے ملاحظہ فرمائیے
”مضر صحتی موجودہ اردو ادب کی دیبا میں ایسی ٹیکہ بننے والی شاعری اور افسانہ نگاری کے ساتھ اعلیٰ ہوئے ہیں، شاید میری طرح آپ بھی حیرت کریں گے کہ مضر صحتی نے گرد و پیش کو کتنی گہری نظر سے دیکھا ہے۔“ لے
(برومیسرا احتشام حسین)

مضر صحتی ایک شاعری حیثیت سے زیادہ متعارف ہیں لیکن وہ اصلے بھی لکھتے ہیں۔ کوئی شخص تنہا ہو تو یہ ادبیت رہتا ہے کہ وہ ادب کی حس صفت کو بھی ساتھ لگا دے گا شاعری مادے کا یا اردو افسانہ نویس بھی شاعری کے ساتھ بہت قریبی رشتہ قائم کر چکا ہے لیکن مضر صحتی نے اپنے افسانوں پر شاعری کا کوئی بر کو نہیں پڑنے دیا اور اصلے کی صحتی خصوصیات کا احترام کیا ہے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں اسی شاعری میں وہ جدید میلانات کے بیروں وہاں اصلے انھوں نے ٹیٹھروایتی طرز پر لکھے ہیں۔ لے
(گوپال سنگھ)

۱۔ افسانہ نگاروں میں منظر ادب میں منظر مرزا حامد بیگ شمول اور قیامی دوری، مضمون ۲۵ ایڈیٹر درمیر آغا۔

۲۔ جین لعد برومیسرا احتشام حسین عکس دہر مضر صحتی ص ۵-۷

۳۔ منعم گوپال سنگھ دو عدد سے مضر صحتی شمول تحریک دہر ۱۹۷۱ ص ۲۵

طرز نگار تاعز کی حیثیت سے ادنیٰ دیا میں معروف ہو چکے تھے اکثر لوگوں کو ان کی امارہ نگاری کا علم بھی نہیں تھا ان کے یہ امانوی مجموعے مسطر عام پر آتے ہی مانتیں اور مصرعیں ان کی امارہ نگاری دستاویز و دلوں حقیقتوں پر پڑے دلچسپ تحریراتی تصرعے کیے ہیں مثلاً کرسن جدر رکھتے ہیں
 • مضر صعی شعری کہتے ہیں صابہ بھی دونوں کا انداز یاں الگ الگ رکھتے ہیں صابہ کو شعر اور شعر کو صابہ نہیں مانتے اس لیے ہیں کہہ سکتے کہ میدان تاعز کے ہاتھ رہے گایا اسلے کے لیے
 کسبیا لال کچھ نظر آرہیں۔

”مضر صعی سے میں غائبہ طوں برمتعار ہوں کوں بڑھالکھا ہیں، مجھے اس کی لیلیں پڑھنے کا اکثر اتفاق ہوا ہے اور ساتھ ہی یہ احساس بھی کہ وہ ایک دہیں تاعز سے حصہ مجھے اس کے امانوں کا مجموعہ دیکھا دوڑم ملا تو مجھے خیال آیا کہ یہ کوئی اور مضر صعی ہے یہ بات ناممکنات میں سے ہیں تھی۔
 آخر جب دو ٹکڑے ہو سکتے ہیں (مگر مراد آبادی اور مگر سریلوی) اور آراء تیں دمج میں آراء الوالکلام آراؤ
 حلقہ ساتھ آراء اور ساتھ ہے شمار تو مضر صعی دو کیوں ہیں ہو سکتے لہذا ان مجھے یہ ماں کہ حیرت ہوئی کہ
 تاعز مضر صعی اور امارہ نگار مضر صعی دراصل ایک ہی شخص سے

عام طور پر تاعز امارہ نویس ہیں ہوتے اور امارہ نویس (چاہے وہ کسی کسماں تریں تاعز کرتے ہیں) تاعز نہیں ہوتے احمد بدیم قاسمی کی مات حد ہے لیکن کیا آپ پریم جدر کرسن جدر رسالت حسن مشور احمد رسالہ میدی اور حوا احمد عباس سے کسی توقع کر سکتے ہیں کہ وہ شعر تو کیا ایک کام کا مضمون بھی مورد کر سکیں گے

مضر صعی کا کام دیکھا تھا اس کے امارے بڑھ کر میری نظروں میں اس کی توقیر و جید ہو گئی میں نے سوچا اس ادنیٰ معاہدہ کی پیام میں دو تلواریں ہیں اور دونوں کا دارکاری مات ہوتا ہے مسودہ ختم کرنے کے بعد مجھے ساتھ اس کی عزل کے دو شعر یاد آئے تھے

اس کے دل و دماغ کی دیباہی اور ہے ظالم کے سوچنے کا طریقہ ہی اور ہے
 مرتے ہیں لوگ دھ دھ دھ کے نام پر حالات کا اگرچہ تقاضا ہی اور ہے

میری دالست میں اس کے امانوں پر توجہ تریں شعر لکھا جاسکتا ہے وہاں اشعار میں مکرور یا روم

سے ۲۰

مضر صعی کے امانوں پر توجہ تریں شعر لکھے گئے یہ انہیں کے دو شعر ہیں کر کے کسبیا لال کیورے ان امانوں

نور راقی کو کھپوری سے ۱۰ جون ۱۹۵۹ کو قلعہ گردہ پیش لہذا میں مطهر صلی کا میتیت امارہ نگاراں لہا میں
جرم قدم کیا ہے ۱

۲۔ مطهر صلی کے یہ امارے اردو کے گئی اپنے رسالوں میں تائید دیتے رہتے ہیں ان اماروں کو ہزار ہا
تائقیں اور کی قبولیت حاصل ہو چکی ہے ۔۔۔ مطهر صلی امارے سے امارہ نگاروں میں ایک ہر ہند
ادیب میں یہاں کا بڑا نمونہ ہے ان کے اماروں میں رنگ کے گئی بہلوؤں کی فکاسی سے میاں ماییت سلما
مولے ان میں مایا ہے ان کا انداز نگہ سے مکاتے نظری میں اور پلاٹ میں حدت ہے ہر حصے والوں
کو یہ امارے کہیں سے لڑاں ہیں گہریں گے ان اماروں سے یہ بھی بہتر ملتا ہے کہ اگر لو خان مصفا سے
اپنی دوستیت جاری رکھیں تو وہ ترقی کی نئی سرئیں کامیابی سے لے کھتے ماییت گئے ۱

۱۹۵۹ میں اردو کے مترادف اور امارہ نگار کریستین چندر نے مطهر صلی کا شمار ساس طرح پیش کیا ہے
۔۔۔ مطهر صلی کو ات کہیں کا ڈب آئے اور امارے کی تخلیق کے سلسلے وارم معلوم ہیں۔ گوں سے بات تار سے
کس وقت کہیں ہوگی کون سی بات چپا کر رکھا ہوگی اور صرف آخری سطریں مٹتی کول دریا ہوگی حال کہ آج
کل تار ماییت ہوتا ہے اور امارہ نگار، دے سے پہلے ہی اس کا امام معلوم کر لیتا ہے مگر مطهر صلی
صف اور تار کی اس سطر کی لڑائی میں اکثر و بیشتر پہ تار کی کومات دے مانتے ہیں مطهر صلی نے
ادب میرے کوشش میں ڈول بہیمانہ ڈالے ہیں لا شعور کی سول سلیوں میں گم ہیں ہوا ہے حد سے زخمی ہوئی
دروں میں کاشکار ہیں ہوا ہے تحریراتی نام کی ٹوٹیوں میں اٹھ کر ہیں رہ گیا ہے دوراں دیاں کے انما
دے کہ ملک کے کہیں چلے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ کہیں ہار کر لے کی کوشش کرتے اند ایک عجیب لاہور داہ جس کے ساتھ
لگا ہوا ایک سسٹم اور قریب قریب ایک قسطنطنیہ ہوا ہے یہاں کے ساتھ ۲

۳۔ دستور طرہ دراج نگار کہیں لال کپوری سے شلے میں لکھا تھا

۴۔ مطهر صلی عمل امارہ نگار میں نو وارد ضرور ہیں لیکن دوستی اور نو امور ہر ہیں ان کے امارے
ٹرے مایاں ہیں اور ان کا مادہ سر ہڑ کر لوتا ہے ادی السطریں وہ سہل مشتے کے مولے نظر آتے
ہیں لیکن اس سادگی میں عجیب کی ہر کار ہے ۳

مطهر صلی کے تیوں اماروں کی محسوسے ڈیٹ کا جواب دو دے اور قیدہ حیراں اس وقت
تائید ہوتے جب امارے نگاری ترک کیے ہوئے ہا ماعرہ گرد چکا تھا اور وہ ایک مدید مایاں

۱۔ پتہ لکھ ایٹ کا جواب راقی کو کھپوری ص ۵ مطهر صلی

۲۔ قند کریستین چندر دو دے مطهر صلی ص ۸

۳۔ دیتا لکھ لال کپوری دیتہ حیراں مطهر صلی ص ۸

کمانی کاروں پر ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے۔

”مغربی ممالک کے افسرانہ نگاروں میں جو تقسیم ہند سے قبل اپنا مقام بنا چکے تھے ذاتی طور پر میں بہترین اہل علم و علم کے بانی اور کرسٹین پندرہ احمد دیکھتا ہوں قمر العیسیٰ جید اور عصمت چغتائی کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ ان کے احوالوں میں امانت و امانت بھی ملتی ہے اور عظمت بھی۔“

ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں مغربی ممالک کے سفراء کے لئے مشہور ہوئے والے افسرانہ نگاروں کی ایک طویل فہرست پیش کرتے ہوئے لکھا ہے :

”لوٹ مسگر، جو گدر پال، قاضی عبدالستار، عیادت احمد گدی، سید پال، آئندہ اقبال مرحمت، امیری، شوکت صدیقی، میلانی مالو، اقبال مجید، واحدہ نسیم، رس مسگر، الور عظیم، طراج میں، سریدر برہہ کاسٹ، مسودا شہر، رستید احمد، گار پاشی، دیوید راسٹر، احمد سیرف، وغیرہ سفراء کے لئے افسرانہ نگاروں کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کامیاب کرسٹین کی ہیں۔“

اردو کے یہ نامندہ افسرانہ نگاروں میں بیشتر آج کے جدید علامتی افسانے کے صف اول کے نگاروں کے نام ہیں، جن میں مسگر، عیادت احمد گدی، سید پال، آئندہ اقبال، شوکت صدیقی، میلانی مالو، اقبال مجید، واحدہ نسیم، رس مسگر، الور عظیم، طراج میں، سریدر برہہ کاسٹ، مسودا شہر، رستید احمد، گار پاشی، دیوید راسٹر، احمد سیرف، وغیرہ سفراء کے لئے افسرانہ نگاروں کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کامیاب کرسٹین کی ہیں۔“

اس باب کے شروع میں مغربی ممالک کے افسرانہ نگاروں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے افسرانہ نگاروں میں مسگر، عیادت احمد گدی، سید پال، آئندہ اقبال، شوکت صدیقی، میلانی مالو، اقبال مجید، واحدہ نسیم، رس مسگر، الور عظیم، طراج میں، سریدر برہہ کاسٹ، مسودا شہر، رستید احمد، گار پاشی، دیوید راسٹر، احمد سیرف، وغیرہ سفراء کے لئے افسرانہ نگاروں کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کامیاب کرسٹین کی ہیں۔“

”مغربی ممالک کے افسرانہ نگاروں میں مسگر، عیادت احمد گدی، سید پال، آئندہ اقبال، شوکت صدیقی، میلانی مالو، اقبال مجید، واحدہ نسیم، رس مسگر، الور عظیم، طراج میں، سریدر برہہ کاسٹ، مسودا شہر، رستید احمد، گار پاشی، دیوید راسٹر، احمد سیرف، وغیرہ سفراء کے لئے افسرانہ نگاروں کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کامیاب کرسٹین کی ہیں۔“

مفسر کے عصر نے حقیقت نگاری کے رنگ کو اور گہرا کر دیا ترقی پسند افسانہ نگاروں میں ایک اور نام مام
 اوت جس منہ کا آنا ہے حرم سماح کی اہم اور سنگین حقیقتوں کو انتہائی سیاہی کے ساتھ عریاں شکل
 میں لہجہ لہجہ کے حرم میں محسن نگاری کے حرم گرد لے گئے اور سماح کے ٹھیکہ داروں کے نزدیک توب
 دہیے گئے حقیقت نگاری کے اس رحمان کو شہادادیتے اور اس روایت کو آگے بڑھانے والوں میں
 اور اہم مام راہد رسنگو میدی، عصمت حسینی، اُپید رمانہ اشک، احتراور میدی، احتراور میدی، احتراور میدی، احتراور میدی
 می، دیوید سیمار تھی، لوسٹ سنگو، خواجہ احمد عباس، قرۃ العین حیدر اور رمیہ ستیا دہیسر وغیرہ قابل
 مر ہیں " لے

اردو افسانے پر ترقی پسند تحریک کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے مشہور نقاد آل احمد سرور قحطریہ
 ۱۰ احادوں اور رسالوں میں برائے زمانوں کی حکم مردوروں اور کسانوں کی دلگیر داستانوں لے
 لے لی اور جسے دیکھتے ہیں، بیماروں، بلیوں اور مردوروں کے ذکر کو افسانوں کے لیے ضروری خیال
 لے لے لگا ترقی پسند افسانوں نے شروع میں حقیقت نگاری کی خاطر خیالات میں انحصار اور ران میں
 ہوازی گوارا کی۔ لہذا قحطریہ کی عرص سے حسابات کی دلدل میں کودنا منظور کیا اور کومیں رشتہ
 ورا میروں کا کھلوا دیکھ کر مردوروں اور کسانوں کی عمرت گندگی لے ایمانی اور اخلاقی لستی کو سگے
 لگایا اس دنیا کو حاکم کرنے کے لیے عقداور لغت کی ایسی تیر آئینہ میدا کی کہ بعض اس میں ناتواں
 مل گئے یا افسانے کی صورت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ مگر اردو افسانوں میں سچی زندگی ایسے انتہائی لغزٹوں
 سے آئی لے

تقسیم ہند کے بعد افسانہ نگاری کے افق پر حلوں اور افسانہ نگار انفرادی تہ و تاب کے ساتھ افسانے
 ان میں انور عظیم، کشمیری لال واکر، دیوید استر، رام لعل، جیلانی، اقبال، متیس، کلام حیدری، عیات احمد
 گدی ادا قاتل حیدر وہ منکار ہیں محضوں نے ترقی پسند تحریک سے حاما اتر قبول کیا تھا مگر تحریک کے روال
 کے ساتھ ہی ان کے افسانوں میں ترقی پسندی کے سنگمد تصور کے حائے وسیع المتسری کار حیاں نمایاں
 ہوئے لگا۔

مظہر حسینی نے جس وقت افسانہ نگاری کے میدان میں قدم رکھا مذکورہ بالا نگاروں میں سے کئی
 اسی حامی بیجاں ساچکے تھے اور تقسیم ہند سے قبل ہی دیئے افسانے میں ستہرت و ماموری کی لمبیلوں
 سرانہ تھے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مظہر حسینی نے ایسے کچھ افسانہ نگاروں کو حدیدیت کے مظہر

کا دتیں جاری رکھتے اور حدید و حمامات کو حسن طرح تاغری میں قبول کیا ہے، بحیثیت اسارہ نگار سعی قبول کرتے تو عصری تقاضوں کے پیش نظر آج یقیناً حدید علاحدی اسارہ نگاروں میں ان کی حیثیت اسی عظمت والہ اعزادیت کی حامل ہوتی جو حدید تاغری میں انہیں حاصل ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں آج کے حدید ترس علاحدی اسارے کے میراںوں میں مظهر قسمی کے اساروں کو تولے کے کماے ان کے دور کے حمامات، میلانات اور معیلات پر پرکھنے کے لیے ۱۹۶۷ء کے اردو اسارے کا پس منظر ساما ضروری ہے۔

اردو میں مختصر اسارہ نگاری کی میاد ترقی پسند تحریک سے پہلے یوم چند ڈال پیسے تھے تو اسارہ نگاری کے اس ابتدائی زمانے میں ہی دو میلانات سامنے آتے ہیں ایک حقیقت نگاری اور اصلاح پسندی کا جن میں کی قیادت پریم چند سمجھائے ہوئے تھے دوسرا دمایست اور تخیل پرستی کا میلان جس کی سائنسی سماجی حدید پریم اور بیارنج پوری کر رہے تھے پریم چند کے علاحدی مقصد کے تحت لکھے گئے ابتدائی اساروں کے کرداروں کی قلب مایست اور کہانی کے منطقی انجام میں ایک طرح کی تخیل پرستی کا رجحان کا لڑا نظر آتا ہے۔ سوروطن سے کس "مک اپنے کلیتی زندگی کے تحرات و حقائق سے حاصل کردہ شعور و ادراک ان کے حالات آخری اور سیاسی اعتبار سے پہلے مکمل اسارے "کس" میں حقیقت نگاری کے روپ میں اٹھ کر ہوا اور اسارے کی ذاتی داستانوں اور طریقہ نگاری کے سرچشمے سے لکھ کر لگا حقیقت نگاری اور دور دورہ زندگی کے موضوعات پر صاف گوئی اور بیانی کے ساتھ اظہار کا ایک نامقصد وسیلہ بن کر اٹھا اس سلسلے میں ترقی پسند تحریک کے انگارے "نگر و بک کی حدات ماماں ملاوش ہیں حالانکہ ان اساروں میں کرب قسح اور حلاہٹ کے اظہار میں نے اعتدالی کی وجہ سے لب ولہجہ میں پچھڑپھٹاں اٹھانے کا مایا رہا اور مسمرگی پیدا ہو چلی تھی پھر بھی ان کی یہ مایا رہی رشتہ پرستوں کے لیے من کی ان حدود میں میدان ہموار کر گئی حواس و وقت تک اس منسوعہ سمجھے جاتے تھے حلیل الرحمان اعظمی لکھتے ہیں۔

"پریم چند اسکول سے تعلق رکھنے والے سدرتن اعظم کرپوری، علی عباس حسینی اور سہیل اعظمی مادی نے مدلتے ہوئے حمامات، علاحدی نقطہ نظر دیہاتی ماحول اور گریلو زندگی کے چھوٹے چھوٹے مسائل پر حوصلہ ورست کہا میاں لکھیں حیات اللہ العارکی نے سسی جری اور لذت کو تھی سے احتراز کرتے ہوئے اریک نیی نصیاتی متاہدے اور گہرے تجربے سے ایسے اساروں کی میادیں استوار کیں کرشن چندر جھوں نے پریم چند کے بعد سب سے زیادہ مقبول اور مشہور اسارہ نگاری بحیثیت حاصل کی ایک مختلف رجحان کے ساتھ وارد ہوئے انھوں نے نیست کے اعتبار سے حدید علاحدی کو بہت سی ہی جیریں دیں اور مرنی اسارے کی تکمیل کو اس جاکہ سستی سے ایسا پاکر ان کی اسی تکنیک معلوم ہوئے لگی ان کے اساروں

اس زمانے میں ادبی رسائل میں مظهر جمعی کے ساتھ جھپٹتے تھے، تو مظهر جمعی سے عمر اور تجربے میں سید مرتضیٰ الٰہی لگاہ سے مظهر جمعی کے حاسوسی اہل گدڑ سے تو انھوں نے خلوص کے ساتھ تسورہ دیکر دھڑک کر ادبی حیریں لکھیں، حاسوسی اہل انھیں مانی ماندہ تو ممکن ہے لیکن ادبی حقیقت یہیں سے لگتی تھی۔

لہذا مظهر جمعی نے چند ماول اور حاسوسی کہا بیاں لکھنے کے بعد ان سے دامن چھڑا لیا اور رندگی کے مختلف موضوعات اور گونا گوں مسائل پر اصرار سے لکھنے کا آغاز کیا یہ اصلے آج کے جدید ترین علامتی اصناف کی طرح جدید ہیں لیکن اس وقت حکماء و حیرت مراد و ماییت اور تخیل پرستی کے محوروں کے گرد عشق و محبت اور تحیر العقول دیو مالائی قصوں کے تالے تالے سے کر عالم وجود میں آتا تھا مظهر جمعی تمام آدمی کے دکھ درد اور مرقہ سماجی مسائل پر مدتی کے تلخ اور غریاں حقائق جیسے اپنے گرد و پیش کے موضوعات پر اپنے اصناف کی بنیادیں رکھیں تو اس دور کے اقتدار سے جدید تر تھے انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے ۔

” میرے اصرار سے اس عہد میں جدید کہنے جلتے تھے رومایت سے اقتباس کرتے ہوئے ان میں حقیقت نگاری کہانی پس اور طبع کے امتزاج سے بات کو بالکل نئے انداز میں کہنے کی کوشش کی گئی تھی“ ۱۔
ایک اور جگہ رقمطراز ہیں — ”یہ وہ دور تھا جب آج کا جدید اصرار وجود میں نہ آیا تھا اور دو اصرار نگاری میں رام لال، دلی اور اقبال مرحمت اعماری، عیات احمد گندہ سستہ پال آمد اور راقم الحروف وغیرہ کی گنتی جدید اصرار نگاروں میں ہوتی تھی پھر کچھ ایسا ہوا کہ میں تاد عارفی کا شاگرد ہو کر تاعری کے چکر میں اصرار نگاری کے کام کا رہا اسی زمانے میں دوسری راولوں کی طرح اردو اصرار نگاروں کا مزاج بھی ایک نعمت بدل گیا اور آج رام لال تو کہا اس کے بہت بعد کی یو وحس میں جو گیدر بال اور قاضی عبدالستار جیسے اہم نام شامل ہیں برائی سمجھی جانے لگی ہے اس دماغیت کی ضرورت مندوں محسوس ہوئی کہ میرے سالقہ اصنافی مجموعے ”ایٹ کا جواب“ پر جو تفرصے اور تنقیدیں کی گئیں ان میں رمانہ تصنیف کو نظر انداز کر کے موجودہ اصنافی روش کے پھیلنے پر اب تول کے بعد رد و قبول کے فیصلے کیے گئے ملک کسی تخلیق کی صحیح قدر و قیمت اس کے رمانہ تصنیف کو وہیں میں رکھ کر انکی مالی یا بیانی محقر یہ کہ میں جدید تاعری تو ضرور ہوں، جدید اصرار نگار ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتا“ ۲۔

اس اعتراض کے اوچھڑا کر وہ جدید اصرار نگار ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے مظهر جمعی کا شمار اپنے عہد کے جدید اصرار نگاروں میں ہوتا تھا بالکل اسی طرح حسن طرح جاتی اپنے دور میں جدید علم کے سرچیل شمار ہوتے تھے اگر مظهر جمعی تاعری کے چکر میں نہ پڑ کر اصرار نگاری کے میدان میں ای

یہ وہی کہتے ہیں تو آگے چلی کر ہمد و ستائ کے مقبول حاسوسی ماہر نے میں تمدن ہو گیا اس زمانے میں بہت میں مفسر صحنی کے ساتھ مشہور حاسوسی ماہر نگار اس صحنی داسرار احمد کی مزاحیہ اور لہجائی کہانیاں طول و عرض کے نام سے تائیں ہوتی تھیں گویا حاسوسی کہانیاں لکھنے کی امتداد مفسر صحنی اور اس صحنی کے ساتھ ساتھ کی تھی اس صحنی کی موت پر مصور شکیلی آثار کے نام اپنے ایک خط میں مفسر صحنی لکھتے ہیں کہ میں شاید علم نہیں میں جب صحنی میرے میں تھا تو میرا ایک حاسوسی ماہر میں تائیں ہو چکا تھا بعد ازاں الہ آباد کے ایک حاسوسی ماہر نے کچھ مضمون سے لکھوائے اور تائیں کے لیے لکھ دیے جا رہے یا پھر حاسوسی ماہر تار توڑ شائع کیے لیکن اسی دوران میں سیدہ ادب کی طرف مائل ہو گیا اس زمانے میں الہ آباد میں اس صحنی سے ملاقات ہوتی تھی یہاں سے اس وقت "کہتے" کے لیے بہت معمولی سا ہرے پر کام کرتے تھے سلام محلی شہری، راہی مصور ہوا، اعلیٰ اعلیٰ دیر نے بھی اس پرچے میں بہت لکھا میں بھی اس کے مستقل لکھے والوں میں تھا۔

یہی بات میرے نام بھی ایسے خط میں لکھی ہے اس صحنی لہجائی اعلیٰ طول و عرض کے نام سے میرے ساتھ ہی لکھ رہے تھے حاسوسی ماہروں کا سلسلہ بھی کم و بیش ساتھ ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔
 یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حاسوسی ادب کی تخلیق کے معاملے میں مفسر صحنی اس صحنی کے ہم عصر تھے اور اس زمانے میں عام مقبول بھی اس حقیقت کی روشنی میں یہ بات بعد از قیاس نہیں ہے کہ اگر مفسر صحنی سیدہ کی اور کسی سے صرف حاسوسی ادب کی تخلیق کرتے تو آج اس میدان میں یقیناً اس صحنی کی طرح مشہور و مقبول ہوتے لیکن انہیں تو شعروادب کے میدانوں میں دوسرے ٹرے مگر سر کر رہے تھے انھوں نے اپنے آپ کو سمجھا لیا۔ اور سیدہ کی کے ساتھ حال ہی ادبی تخلیقات کی جانب متوجہ ہو گئے حاسوسی کہانیوں کی تخلیق سے مفسر صحنی کی پلسی کی وجہ تلاش کرنے کے لیے جس کچھ پہلے ان کے زمانہ غالب علمی کی طرف لوٹا مارے گا حال میں یہ تمام یہ وہی کے انگریزی سے ترجمہ کردہ ماہروں اظہار ہو رہا اور داستان امیر عمرہ صحنی کتابوں سے کہ اس حوالہ کی حد تک رعیت تھی کہ ان کے ہتھ میں کورس کی کتابوں کے ساتھ دو چار ماہر وقت موجود رہتے تھے۔ جس کے بارے میں سوانحی باب میں لکھا جا چکا ہے ان کے حاسوسی اور غیر حاسوسی احوالوں میں وہی جو لکھاویہ والے پلاٹ اور تھیر و تحسّس SUSPENSE تھا ہے تو یہ تو تمام یہ وہی کے ترجمہ کردہ حاسوسی ماہروں اور اظہار ہو رہا صحنی داستان کا طے اختیار سے حاسوسی ادب سے دامن کش ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل کی فی سی لندن کے اردو سیکشن کے ایما ج اور اس وقت کے مشہور افسانہ نگار اعلیٰ عالم

صاحب مظہر حلیف کے مرید کارناموں سے آپ کو دستاس کر لیتے تھے

مظہر حلیف رحمہ اللہ — مظہر حلیف پائندہ ماد —

تارا احمد فاروقی مظہر حلیف کے ابتدائی ایک دو اصالے پڑھ کر اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "اب تک مظہر حلیف سووی کے دو اصالے "کردار" کی ریٹ س چکے ہیں جن میں اصالہ نگار ہیں۔ وہ اگرادر زیادہ سوچ کر لکھیں گے تو مجھے ادب میں ان کا ایک نمایاں مقام نظر آ رہا ہے میں ان کے ایک دو اصالوں میں خود دوسرے رسائل میں پڑھے وہ رنگ دیکھ چکا ہوں جو معرنی ادب میں ملتا ہے حلیف صاحب شاید مجھ سے واقف بھی نہیں ہوں گے۔ یہ بات اس لیے لکھ رہا ہوں کہ میری اس تعریف سے لوگ حاسداری کا پہلو نہ لکالیں ان کے بعض اصالوں کا کمال یہ ہے کہ ان میں کوئی "TOUCH" بھی بیکار نہیں جاتا ہے

ایسے اس تاثراتی خط میں فاروقی صاحب لکھتے ہیں —

مستیعال آسہ شاکر بلوچھی مظہر حلیف کو ترچا مدیوری اور ایسے دوسرے نگاروں کو ایک صف میں دیکھ کر بڑی حوشی ہوتی ہے

کو ترچا مدیوری و غیرہ اس وقت حملے متہوا در مظہر حلیف کے مقابلے میں بہت سیرتھے تھے تارا احمد فاروقی کا مظہر حلیف کو ایسے مامور اصالہ نگاروں میں شمار کرنا ابتدا ہی سے ان کی کمتہ کاری کی سبب کا درجہ رکھتا ہے سب سے مظہر حلیف کی اصالہ نگاری کی ابتدا کا موت "دیدہ حیراں" پر تحریر کردہ ان کے پیش لفظ سے بھی ملتا ہے — "دیدہ حیراں میں تامل سمی اصالے سے ۱۹۳۷ء کے دوران لکھے گئے" ہے

اس اصالوں مجموعے میں تامل ہر اصالے کے احتتام پر اس اتاعت دیا گیا ہے ان اصالوں میں سے "فرے دو" اور "اے ل" کے ساتھ بالترتیب مئی ۱۹۵۲ء اور مارچ ۱۹۵۲ء لکھا ہے حکم "پہلے پڑھا" کے ساتھ مئی ۱۹۶۴ء درج ہے۔

مظہر حلیف کے رسائل میں دستیاب ایسے اصالوں میں (جو مجموعوں میں تامل نہیں ہیں) بیشتر حاسوسی ہیں جو ماہنامہ معاوں "کلکتہ اور ماہنامہ نکمت" الہ آباد وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔

۱۔ ادارہ معاوں "کلکتہ" ستمبر ۱۹۵۲ء (دیوان ایس ایم عبداللہ مظہر امام)

۲۔ اصالوں کلکتہ اسی میں ستمبر ۱۹۵۲ء

۳۔ تارا احمد فاروقی "کردار" پمپال سورہی ۱۹۵۵ء ص ۵۸

۴۔ اعتراف دیدہ حیراں مظہر حلیف ص ۹

”ہر کاتب ہدایت کو الٹے میں اس حد تک جانتا ہوں کہ ۱۵۳۰ء کے قریب اس سے ایسے املاؤں کا مجموعہ تالیف کرانے کے سلسلے میں میں نے خط و کتابت کی تھی جو اب کام پر بھی ملے۔“

۱۹۵۳ء میں مطہر حسنی املاؤں کا مجموعہ ترتیب دے کر اس کی اشاعت کی فکر میں تھے مگر یہ ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ املائے گہرے دستہ دو قیں رس ہی میں لکھے ہوں گے اس اعتبار سے ان کا بیان کہ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۶ء املا لگاری کی، غلط ثابت ہوتا ہے حکم انھیں کا یہاں صداقت پر حسنی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۶ء بڑی تیزی کے ساتھ صرف املائے لکھتے رہے ہیں، لہذا ان کی املا لگاری کا سبب آثار ۱۹۵۳ء سے اس اثنا میں ان کی لکھی ہوئی کتابیاں اور خطیں بھی بخول کے رسالوں میں دستیاب ہیں جس کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۵ء تک اگر انھوں نے بخول کے لیے لکھا بھی تو رسالوں میں ان چیزوں کو بخول کی تخلیقی کادتوں کے تحت رکھا گیا لقول مطہر حسنی انھوں نے سب سے پہلا املا ۱۹۵۳ء میں لکھا تھا ”مسند کی یادیں“ یہ کئی سال تک ”تاہراہ“ اور دوسرے ٹکڑے ادنیٰ خریدوں میں بکھٹا رہا اس کے بعد شیعہ ”میں مسطور بھی ہوا تو چھپنے کی کوشش کافی عرصہ بعد آئی بلکہ مطوعہ صورت میں یہ ”شیعہ“ دہلی کے ۱۹۵۳ء کے کسی شمارے میں شائع اس کے بعد وہ دہلی آئے والے املائے رسائل میں پہلے ہی چھپ گئے تھے لیکن حقیقت میں ان کا سب سے پہلا شائع شدہ املا ”ادبی دوکان شیعہ“ نویسیوں صدی، دہلی کے ۱۹۵۳ء کے قائل میں ملتا ہے اس کے بعد ہر ماہ تقریباً ایک لکھ دیکرے ان کے املائے مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے مثلاً ”دیواریں ادبی ہو گئیں“ ”دھام نو کرچی ۱۹۵۳ء“ ”موت کلاسیہ“ ”معاول کلکتہ مارچ ۱۹۵۳ء“ ”سوار“ ”دروماں کراچی ایپریل ۱۹۵۳ء“ ”مرے دو“ ”دکھت الہ آباد اپریل ۱۹۵۳ء“ اس زمانے میں مطہر حسنی اور دکنی اور کس تریس معروف املا لگائے جاتے تھے علاقہ وہیں حداد و صلاحیت اور کچھ کرد کلمے کی لکھی یہ لکھا کہ یا ایک چھ سال کی منتقلی انھیں اس قائل مادیات کے ابتدائی املاؤں کی اشاعت کے بعد ہی سولہ سترہ رس کی جو حیرت انگیز عمر میں ان کا شمار ہمدیہ کے مقبول و معروف املا لگاریوں میں ہونے لگا معاول کلکتہ ستمبر ۱۹۵۴ء میں ان کا حاسوس املا ”جیسی مسر ۱۹۵۴ء“ شائع کرتے ہوئے مدیران نے دس میں مطہر امام بھی شامل تھے، ادارہ یہ سن اسی باتیں کے تحت لکھا۔

”احوالی حقے میں قارئین معاول کے لیے سب سے دلکش املائے مطہر حسنی ہوں گا جیسی مسر ۱۹۵۴ء سے اس املائے میں ”تسرام“ لکھا گیا ہے کہ اس کا ہر حرف ہدایت خود استحباب الگ ہو مطہر

نثری تخلیقات

افسانے اور ڈرامے

اپنے ادبی سفر کے آغاز کے بارے میں مطہر حسینی نے ایک جگہ لکھا ہے
 "ایک ماروالد صاحب نے رات کو مارہ ایک بے ظلم ہوسٹرا ٹھہرے دیکھ کر مجھے حاصطول طویل لکچر لایا جس
 کالب لاس یہ تھا کہ مجھے اسی تعلیم کی طرف توجہ دی جا رہی ہے تاکہ آگے چل کر اس لائق ہو جاؤں کہ دوسروں
 کی کتابیں پڑھنے کی جگہ خود دوسروں کے لیے کتابیں لکھ سکوں ماحبتہ وہیں برسات کا اٹا اثر ہوا اور میں
 فی الفور دوسروں کے لیے لکھنے پر تل گیا۔ بچوں کے لیے کہانیاں اور لڑکیوں کے لیے افسانے دوڑا دھڑ
 ڈھیلے لگے، لکھو، شمع، کہت، میوین مدی، اور اس قبیل کے دوسرے رسائل میں انہیں ہاتھوں
 ہاتھ لیا گیا" ۱

اپنے دوسرے افسانوی مجموعے ڈو وڈے کے پیش لفظ میں انھوں نے لکھا ہے
 "۱۹۵۲ء میں ٹری تیری کے ساتھ افسانے ہی لکھنا شروع ہوں" ۲
 "میں نے اسی ادبی زندگی کا آغاز گیارہ سال کی عمر میں ۱۹۴۲ء کے آس یا اس کہی کیا تھا ۱۹۵۲ء تک
 بچوں کے لیے لکھنا ۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۴ء افسانہ نگاری کی" ۳
 حکمہ سنگم حتموں میں راماد ساگر کی کہانی، کستیر کی بیٹی، کی استاعت، یڑاں کے طویل احتجاجی خط میں
 تحریر ہے کہ

۱۔ چکواٹ مارے میں مشمولہ صدریرے مقرر حسینی ص ۹۰ ۹۱۔ پیش لفظ دو وڈے مطہر حسینی ص ۳
 ۲۔ عمیرہ ادب اور میرہ پیمان، صدریرے مطہر حسینی ص ۱۵۲
 ۳۔ (مطہر حسینی اپنی اتھارٹی تخلیقات میں اپنے نام کے ساتھ آسانی وطن کے اقبار سے ہوئی، لکھتے تھے۔ ۱)



باب دوم

نتیجہ تحقیقات

یہ مقرر حسنی کے سنہ ۱۹۷۹ء کے سب ورور ہیں ال دلول انجی جیتی اور اکلوقی پانچ سالہ بی سائیم کی
 موجودگی سے ال کے معمولات میں خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں ایک خط میں لکھتے ہیں
 "صا آگئی ہے سلام نکھواتی ہے بہت لولتی ہے لوگ تو حیرت ہوگی آج کل میرا آدمے سے زیادہ وقت
 لے لیتی ہے رات کو بھی دو تین مارحکا کر حیریت دریافت کرتی ہے" سہ
 کچھ دل ہوئے اسی بھی کے امرار بر سگریٹ نوشی ترک کر دی جس کے وہ پچھلے تیس برسوں سے عادی تھے
 مخصوص ادنی و شعری دستوں سمیاردوں ریڈیو اور ٹی وی کے متاعروں سے ہٹ کر عوامی
 متاعروں میں بالعموم کم شرکت کرتے ہیں لیکن خیال خاطر اسباب کے ریرا تر ماری نکلی جیسے دور افتادہ دیہاتوں
 میں منعقد ہونے والے متاعروں میں بھی شریک ہو جاتے ہیں سٹائیس کی تما اور صلہ کی پروا کیے بغیر
 شری لے ماری سے غل ساتے ہیں لیکن ہمدی صمد صاف واضح اور برکتش ہو تا ہے لہذا متاعروں میں
 بھی حیرت انگیز مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں
 ان مختلف رنگوں ہڈ ڈانروں اور آڑھی ترھی لکیروں کے امتزاج سے مقرر حسنی کی شخصیت کا
 میکرا صحر تا ہے دلگرا رنگ، ہمہ مہمت، اور بیلو دار حوالہ سی کملی کتاب کی ماتہ واضح ہے کہ ہر کوئی بڑھ اور
 سمجھ لے اور سہی اس قدر پیچیدہ اور گمگم کر کوئی بڑھ ہی نہ سکے
 مری تساحت ہر کج کلامیاں ہی تو ہیں
 کلاہ کج سے مقرر محے ریاں ہے بہت

سے کہ مطہر قسمی صاحب اسی ذاتی سروریات کی خبریں سننا کہڑے وغیرہ تک خود ہیں خریدتے ہیں اس اور مول تول کے معاملے میں مصر میں اپنے دور مرثیہ کے معمولات کے نامے میں مطہر قسمی لکھتے ہیں

”ابلیہ دمام مطہر اور بیٹے دیر در۔ برادر ہیل فیصل عثمانی سحر جڑیں دوراں ان کی گھمب میں ہنگو کھلتی ہے سارے سات کے تک یہ ہے اپنے اسکولوں کو ماہانے ہیں تو میرا دل شروع ہوتا ہے شیو اور صل سے فائدہ ہو کر ہلکا پھلکا راستہ کرتا ہوں ایک گھنٹہ کتابوں کے درمیان تباہ گراتا ہوں کہ وہیں میں اس دل کے لکچر کا ماکہ معلوم ہوجائے یو یو سٹی میں دورہ کھی میں اور کھی دو پہر پڑھ لیتے ہوتے ہیں ص سے تقریباً ایک سے فراغت ہوجاتی ہے درمیان کے مالی محسوس میں تنہا کے استاد سے علمی اور ادبی موضوعات پر گفتگو رہتی ہے بعد ازاں ایک گھنٹہ دو ماہی کتابیات کی تیاری میں گزرتا ہے تو ہر دوسرے گھنٹہ بعد لکچر کے استراک سے سالہ سال ترتیب دیتا ہوں اس میں کچھ وقت داکٹر میں سموریل لائبریری میں بھی صرف ہوتا ہے سبیر کو گھبرا کر لے جاتا ہوں اور موقع سے تو ستوری در کے لیے لیٹ جاتا ہوں دن میں بعد محنت کم آتی ہے اس لیے بیٹے بیٹے رسائی کی ورق گردانی کرتا رہتا ہوں چار چھ بجے تک عام طور سے عاصم سے گریو معاملات اور جائیداد کی امور پر گفتگو اور بعض اوقات محنت آئیر تکرار بریٹوں کے ساتھ کیل کو دہیں معروف رہتا ہوں ص سے دن بھر کی کتابوں اور جسمانی معاملات دور ہوجاتا ہے تمام احباب میں گزرتی ہے عاصم گھر کی دہلی سستی ملے ہاؤس رادہ تر یو یو گھنٹہ کے استادہ ادا اور شعرا پر مشتمل ہے میرا ذاتی کماں اسی سستی میں ص کے بالکل پاس واقع ہے اکثر کچھ دستوں کے ساتھ ص کے لپٹے بریاہر کے کمارے ٹیلے لکھ جاتا ہوں کھی ٹی دی ہر کوئی اچھی علم یا ادبی پروگرام ہو تو اس سے مطہر ہولیتا ہوں دور ریڈیو اور ٹیلیوین میں سے انترتیب ص اور تمام کی خبریں سے کی حد تک استعادہ کرتا ہوں رات میری ابھی ہوتی ہے کھالے سے حلقہ فارغ ہولیتا ہوں اور بستر پر درار ہو کر اس وقت تک پڑھتا ہوں جب تک بعد آجائے اس دوراں اکثر تخلیقی سرچیتے جاگ ٹپس تو غریب نہیں اور راجیات بھی ہوجاتی ہیں معامیں اور احباب کے حلقوں کے حوانات عام طور پر تعطیلات میں لکھے جاتے ہیں دہلی میں درد کوئی ادبی پروگرام ہوتا ہے اپنے ذاتی پروگراموں سے لے اقتصادی کم ہی سرتا ہوں اس لیے خاص الخاص حلقوں میں ہی شرکت کر پاتا ہوں چٹ پٹے معاملوں کے کھالے فیصل پادری اور گوشت کی خبریں سک رنگوں کے کپڑے اور ہلکی سیسی خوشبویں پسندیں زیادہ بولے والے جمع پسند لوگوں کی صحبت سے وحشت ہوتی ہے میں نے بڑی محنت کی اور جدوجہد سے سحر اور رمد کی گزاری ہے ص کی روداد بعد طور بل ہے“ لے

گھبرائے ماہر اسے آسب کو اکثریے دیے رکھتے ہیں حکم گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ خوب کھل جاتے ہیں اور بے تکلف دوستوں کے درمیان تمام رکھ رکھاؤ ایک طرف رکھ دیتے ہیں بچوں کو بعد لڑائی بیکار کرتے ہیں ملازمت کے اوقات کے بعد دن رات کا مشتر وقت لکھے پڑھے میں گزرتے ہیں ایسی امانتیں گھبراہٹ کو نہیں لگے اس کا انھیں ہر دم خیال رہتا ہے ادنیٰ دیا میں اپنے مقام و مرتبہ اور انفرادیت و برتری کا احساس ہمارا رہے وقت ضرورت استغاثی نے ماکی اور صاف گوئی سے اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں کسی کا احسان یا پسند نہیں کرتے خود ایک دیا کو اپنے احساسات کے کوحہ تلے دما رکھا ہے اس کی تمام تر دلچسپی لاکر ان کا اپنا گھر ہے گھر میں ہم دریاں رنگی کے لوازم گھر کی آرائش کا سا ماں مثلاً ڈرائنگ روم کے صوفے میریلنگ ڈائینگ ہال کا میزچر دروازوں کھڑکیوں کے پردے صاف ستھرے فرش شیلے میں سہمی ہوئی کتابیں ٹی وی وغیرہ سے ان کے خوش بے ملنگی اور دوق لحاظ سے ساتھ قلم و دستا کا بھی اندازہ ہوتا ہے اسی لوگوں سے زیادہ گھلا ملا پسند نہیں کرتے

بے تسبی گفتگو پر محاف کو سستی سے ٹوک دیتے ہیں ابی رائے پر سستی سے قائم رہتے ہیں اور ان کی صداقت تسلیم کرانے کے لیے دلائل و شواہد کا وہ طوطا باندھتے ہیں کہ مد مقابل کو تسلیم ہی کرتے مٹی ہے یہ اور بات ہے کہ ان کی بات میا دی طور پر صداقت پر ہی مبنی ہوتی ہے مصلحت کو بھی موقع تسامی جو تاں پسند، چاہو مٹی، تصنع، ہمائش اور ریاکاری سے انھیں مدد واسطے کا سر ہے ہر موقع یر تاع و عواقب سے بے خوف ہو کر سچائی کا صاف صاف اظہار کر دیتے ہیں جس کے مرے تنازع بھی انھیں شکستے پڑتے ہیں

علی الصبح صند سے بیدار ہوتا ہے ہیں حب تک میڈی۔ مل جاتے ستر ہیں چھوڑتے ملا ماہ تیار اور عمل سے فارغ ہو کر راستہ پاسداری سے کرتے ہیں دوپہر اور تمام کے کھلنے کا الٹ کچھ ٹھیک ہیں حب حی پا با حولی گیا کھاتے ہیں اکثر عامہ حاضر کے تانے بڑا میں احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے کھا ماہیں کھا یا ہے گوشت اور مکیں چیریں انھیں بہت مرغوب ہیں چاہے جیسا بھی ہو دونوں وقت دسترخوان پر گوشت کا موجود ہو مامور دی ہے چائے کتر بیٹے ہیں سگریٹ نوشی کے عادی ہونے کے باوجود کھی رسوں تک کے لیے چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ بھلوں میں آم اور حر لورہ انھیں پسند ہیں ظہر اور ریرج اسکالروں کی معاہد کرتے ہوئے رات گئے تک مانگے کے باوجود دن میں بہت کم سوتے ہیں بچوں کو بھی دل میں سولے سے روکتے ہیں خود اعتمادی اور مستقل مراحتی ان کے مراجع کے خاص تو ہر ہیں

گھر کے معاملات میں ان کا عمل و دخل نہیں کے برابر ہے ابی تمام آمدنی میلم کے حوالے کر کے لے کر ہوتا ہے وہ درجہ مرد ریات کی تشکیل حاضر حاضر اپنے لڑکوں کے دیوہ کراتی ہیں انتہا یہ

”حسی صاحب ان حضرات میں سے ہیں جن کو تخلیقی دہس دلا ابالی پس اور غیر دم دارانہ سماجی برتاؤ کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں اور خود ایک تخلیق کار ہونے کے وہ بہایت نظم و ضبط کی زندگی بسر کرتے ہیں“
 ماب حوائی کے رنگین لمحات کی بھری تھی۔

مظفر حسی کھڈوا میں عیس تساب میں تہرت و مقبولیت کی بلند یوں پرستے انکوں کا کاروبار تھا، ادنیٰ حیثیت تھی دہات و طراری کی دھ سے کھڈوا میں وہ ایک متالی بیرو سے ہوئے تھے لہذا صف محال کا ان کی طرف ملتفت ہوا مٹری امر تھا ان حقائق کے عین نظر یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ راہد حشک کی طرح ان کی حوائی کا تعاف دامن عشق و سرمستی کی لہر تلوں کے رنگیں چھینلوں سے معذور ہوا ہوگا اس بات کا ایک واضح ثبوت انکی کہانیوں سے بھی ملتا ہے جس میں انکوں نے مختلف حسی تحریروں کی کچھ ایسی حقیقی ترجمانی کی ہے کہ ان تحریروں سے علاؤ گدرے بغیر کوئی بھی شخص ان ہدایت کو صرف محسوس کر سکتا ہے انکی اس طرح و صاحت نہیں کر سکتا اس لیے میرا قیاس ہے کہ مظفر حسی کی حوائی عشق و محبت کی رنگینوں اور سرشاریوں سے معمور رہی ہے درمیان کی ابتدائی تحریروں اور اشعار میں وہ رنگیں کہاں سے آتی تھیں و ستباب کی رنگینوں کی دیں ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ ان کے قریبی دوستوں کی نگاہ سے ان کی کتاب رلیست کا یہ باب (عالباً مظفر حسی کے پاس ماموس عشق کی دھ سے) تا حال اوجھل ہے گہرا سولانا رنگ بیاہ قد (یایع مٹ دس ایج) جھریزاں مل ناگ ادیجی غور و فکر میں ڈوبی ہوئی جھکڑ آئیں کنادہ پیتانی گھنگھریالے مال ان تمام احرا کے اشتراک سے مظفر حسی کا سراپا ما ہے اس کے ساتھ جسم ہر صاف ستھرا لے ٹکس ہلکے رنگ کا بیلا میٹ کبھی کوٹ چٹلوں آنکھوں پر حوصلہ ورت مارک فریم والی ٹینک بیروں میں جھمکتے ہوئے حوتے اور کبھی میڈل مظفر حسی کی شخصیت کو مزید بے شکست مانتے ہیں ماب قول کر قدم رکھتے ہوئے ہاتھ دار میں درمیان بیجاں چلتے ہیں غور و فکر میں ڈوبے ہوئے جہرے پر کسی سے ملنے و ملت مسکراہٹ کی جیادنی سکھراتی ہے گردن کو قد سے ہم فکری جہرے پر دھریب مسکراہٹ لیے ہلکی ہلکی آواز اور تقریباً سرگوشی کے انداز میں حب وہ کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو ان کی شخصیت عمدہ چاری لگتی ہے گفتگو کا آغاز بالعموم زندگی کے چھوٹے موٹے مسائل سے ہوتا ہے آخر میں ان ادب کے کسی موضوع پر ماکر ٹوٹتی ہے صاف اور دو ٹوک بات کرتے ہیں ہر بعد تائید اور ہمد ہوتا ہے کسی ناگواری کی صورت میں تلخ و تندہمی ہوتا ہے شعر و ادب کے کسی بھی مسئلہ پر کھٹوٹنے لگتے ہیں گفتگو کرتے ہیں اس ان کی خوش و خوشی اور ناست پسندی کا آئینہ دار ہوتا ہے کھر کے اندر ڈھیل ڈھالا قبیض پامام پیرہے رہتے ہیں لیکن مکمل اور صاف ستھرا، سلیقہ داس کے بغیر گھر سے ماہر نہیں نکلتے

مقام کے معاملہ میں وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اولیائے کرام اور سرگاہ دس کی عظمت و
 سررگی لمبے وہ معترف ہیں لیکن اعتدال کے ساتھ زمان اور ترک کے درمیان باریک فرق کا انھیں احساس
 ہے۔ مختلف مسائل پر ان سے گفتگو کرنے کے بعد یہ نتیجہ اجماع کیلئے کہ صحنی صاحب کی اسلام کے بارے میں
 معلومات حامی معتزاد مستند ہیں مہرب کے معاملے میں ان کی خوش عقیدگی کا اندازہ مقصور شکیل اجماع کے
 امام الہی کے ایک خط کی عبارت سے لگایا جاسکتا ہے

”مدرسہ صحنی رسوم سے کبھی میری واسطی واسطی می رسم و راہ ہے لوگوں کو اس پر کارمدد دیکھ کر خوش ہوتا
 ہوں بچوں کو تلقین کرتا ہوں کہ احکام حلا و مدی پر عمل پیرا ہوں (ایک تو اچھا جاما مولوی ہو رہا ہے)
 خود اللہ کی رحمت پر سرحد مسکتا ہوں کہ شاید کچھ اٹلے سفیدھے غیر امدادی کام پورے حلوں سے کرتا رہتا
 ہوں، انھیں کوشاںات کا وسیلہ سادے تمہارے اندر اعلیٰ قدروں کا احترام اور مہرب کی روح کو
 پہچانے کا حوصلہ ہے وہ لائق مدحت ہیں کیونکہ تمہارے عروں اور تمہارے متاعل والے لوحوں اس
 طرف دراکم راغب ہوتے ہیں“

ان کے گھر میں اسلامی ہواور خاص اہتمام کے ساتھ منائے جاتے ہیں صحن میں مطہر حنفی خود صحنی علامہ
 شریک ہوتے ہیں صحن کا سبب یہ ہے کہ ان تقریبات سے حاصل ہونے والی ایسے اہل حارہ کی جیونی ٹھوٹی
 مسرتوں میں حصہ اندازی انھیں پسند نہیں رہی کی ان امام رنگارنگیوں کے مادود مطہر حنفی کی کتا رست
 کا وہ باب ہور سادہ اور سارنگ رہ گیا ہے خوشحالی کے لطیف حداثات اور حکایات حسن و عشق سے
 رنگیں ہوتا ہے یہی ایک مات حسن کا سارے حارے میں ذکر ہیں ہے میری تحقیق و حشو کے مادود مجھ پر
 مکشف ہیں ہو سکتی صحنی صاحب سے ہر اتار دل کنا یوں میں پوچھے یہ وہ مسکرا کر ہال گئے ان کے مہدم
 د ہزار دوست قاصی حسن دعا لکھتے ہیں

”ایام لوحوائی میں اس کامیارات دن کا ساتھ رہا ہے میں حلیہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ عمر حارہ
 اچھے مرتبہ حمالوں سے عمرتیں سرور دہماتی ہیں مطہر حنفی رہی کے اس مارک تریس دور سے کھی
 عرب نص اور پاکیرگی کردار کے ساتھ دعا جیت گد گیا“
 ان کے وسیع تعلیمی و تحقیقی کارناموں کے جتنی طریقہ حلیہ ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ مطہر حنفی گھر پورہ
 سے لے یار اور لایروا ہو گئے لیکن ایسا بھی نہیں ہے بقول ہر دوسر گویا چند مارگ

ایک مہولی جتنا جاگ آدمی رہے دو معامیں کی حد تک جو ہوا وہ ٹھیک ہے۔ مقالہ میں اگر تم نے تسبیحیت کا رول رد میں پہلو پیش کیا تو دوسرا راج تمہارے سامنے خود آجائے گا پھر کہتا ہوں تم نے رول سرخ کے لیے صحت گدے آدمی کا اکتساب کیا۔ ۱

ان معامیں کے تعلق سے ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اسی تحریر سے قارئین کو یہ سمجھ کا موقع نہ دیا جائے کہ مات عقیدت کے تحت کئی جارہی ہے اور توصیف کا پلڑا کھاری رکھا گیا ہے حقائق کو، جیسا کہ وہ ہیں، لیسہ پیش کر دیا جائے اس میں مصنف اور صاحب مقالہ کے حد مات اور انتہا پسندی کو شامل نہ ہونا چاہیئے۔
میں جانتا ہوں یہ سب مایں یڑھ کر تم کو انھیں ہوتی ہو گی کہ غیبی مذہب آدمی سے سائق پڑا ہے تو ہی تفریق سے کبھی خوش نہیں ہوتا ۲

اس قسم کے معامیں کے نتائج و عواقب کے ارے میں دیائے ادب میں مرقوم مانوار اور تشریحات حقائق کا اکتاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۲۔ یہ سب اُسے کہ ہمارے عہد کے اکثر امام ہادُث سے خود اپنے مسئلے میں معامیں لکھ کر دوسروں کے نام سے شائع کراتے ہیں یا پس دیں کا سلسلہ چلا کر اپنے مارے میں تو صیعی معامیں لکھوایا کرتے ہیں ایسے میں میرے ہر ارشع کمرے کے مادہ خود اگر کچھ ہر معامیں کا یہ سلسلہ دودنک یلا تو بہت کم لوگ یقین کر بھی گئے کہ ان کی اتاعت و تحریر میں میرا ہاتھ نہیں ہے ۳

مذہب کے معاملہ میں مطہر صبی کا رویہ یہ بد غیب اور دلچسپ ہے اپنے مسلمان ہونے پر انھیں فر ہے حد کی وحدانیت اور رسول خدا محمد صلیم کی رسالت کے دل و جان سے قائل ہیں قرآن کی تعلیمات کی صداقت کے معتز ہیں حرا اور سرا پر بھی کامل ایمان ہے لیکن ہمارے دور کے قطعی یا سدی ہیں کہلے مذہب کے ساتھ ان کا غیبی رویہ ہے اسلامی تہواروں کا گھر میں خوب اہتمام کرتے ہیں قرآن وحدیت اور آنحضرت صلیم کی تعلیمات کی صداقت تسلیم کرنے اور ان کے عظمت واحترام میں کسی کمی ہے اور بکے مسلمان سے کم نہیں اسلام کے تمام اصولوں پر غیر شعوری طور پر پامد محوٹ سے رہیں جعلی عیست اور بدگوئی سے دور پڑوسیوں اور رستہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا خیال دھو کہ دہی اور منافق سے سیر۔ معاملات میں سادگی اور سہجائی لیکن صوم و صلوٰت کی پاسدی نہیں کرتے لطف یہ کہ انھیں یقین کامل ہے کہ وہ حجت کے حقدار میں ستر کاشی مذہب پرستوں کے مقابلے میں ان کے معمولات میں سہجائی اور خلوص ہے ۴

۱۔ مکتوب مطہر صبی نام محبوب راہی ۴، فروری ۱۹۲۲ء

۲۔ مکتوب ڈاکٹر مطہر صبی نام محبوب راہی ۲، فروری ۱۹۲۲ء

۳۔ معترضی ایہ تحریر (۱۲ شوال) محبوب راہی شہرہ دو، ہمدان سابقہ ۲۰، فروری ۱۹۲۲ء

لیکن بد قسمتی سے مسیحی صاحب دلی چلے گئے اور میں اس اطلاقی سلسلے سے محروم رہ گئی۔

اور رہا ہے کہ کئے لوگ ہو گئے تو مفسر مسیحی کے احکامات ان کی محنت اور خلوص سے گناہے گناہے مستفید ہوتے رہے ہوں گے ان سب تک رسائی ممکن بھی نہیں تو میں بھی ان کے لئے فوت احکامات کے دائرے سے باہر نہیں ہوں۔ اتنا تو تک آئی ہے تو ضروری سمجھتا ہوں کہ مفسر مسیحی صاحب کی ان کرم فرمایوں کا ذکر بھی کرتا چلوں تو وہ کچھ عظیم اور بڑے عظیم آدمی پر کرتے رہے ہیں پہلے میرے ادراں کے مابین تعلقات کی وضاحت ضروری ہے تاکہ کسی غلط فہمی کا احتمال نہ رہے چار سال پہلے سوائے اس کے کہ مفسر مسیحی کے لئے ہمارے عقد ہمدردی میں ایک میں تھا میرا اور کوئی براہ راست تعلق ان سے نہ تھا احباب کھنڈوا میں ہوا قاضی العارضہ کے توسط سے چار سال قبل مجھے مفسر مسیحی صاحب سے ملاقات کا شرف ہوا حالانکہ ہمیں کے بار بار سے اس کے بعد دوست کا دوست اپنا بھی دوست ہوتا ہے اس کیلئے کہ تحت مسیحی صاحب کی اولین نوازش میں سے پہلے عمرہ کلام "تہات" کا موجودہ مسئلہ میں شائع ہوا ہے ابھی ماہرہ کاری کی ماہر میں "تہات" ۲۳ سائریں چھاپے کے لیے اگپور دے آیا تھا کھنڈوا میں ملاقات کے دوران مسیحی صاحب کو اس کا علم ہوا تو مجھے ساتھ لے کر اگپور پہنچے۔ یسین والوں پر چھا ہوئے اور کتاب کا سائریں گناہت کس طرح کی جائے گا عدد کون سا ہو علاوہ ضرورت کی کیا ہو ان امور کے متعلق تفصیلی ہدایت دے کر میرے ساتھ مارسی ناگلی شریف لائے میری بے سرو سامانی اور اپنے مقام اور تہہ کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے دور دور تک میری لکھا کو رولت بخشی۔ اس کے چند روز بعد میں نے ان پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی اجازت چاہی تو پہلے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میرے لیے سمجھاری ادبی عقیدت مقالہ کو یکطرفہ اور غیر متوازن کر دے گی یہ سلسلہ کافی دنوں تک چلا پھر میرے اطمینان دلائے عبد القوی دسوی صاحب کے سمجھانے اور احباب کھنڈوا کی سفارش پر طوعاً و کرہاً ماموری دے دی لیکن مقالے کے سلسلے میں اعتدال کا ذکر میرے لیے بار بار تسمیہ کرتے رہے میں نے ان کی شخصیت اور فن کے کچھ مخصوص پہلوؤں پر مضامین لکھ کر مختلف

ذیلی زبان میں چھپوائے، اس پر لکھتے ہیں

جی میں تمہاری تحریریں دیکھ رہا ہوں اسباق "موتیچہ" اور "ناتکر" قومی آواز اور کھنڈوا سے گدھے تمہارا خلوص مجھے قیصر کر رہا ہے یقیناً حالو مجھے مرتے ریادہ رسد ہیں۔ ذکر ان میں مکر کیر، غراہی، کرنا کاتیں بھی شامل ہیں، بار بار مدت کا احترام ہے خدا کے لیے مجھے

سے محو اشتاق اعلیٰ اور سرحدیہ میلم اعلیٰ سے مقالہ نگاری لکھتو

دو ماہی اسباق پورہ ۳ ہفت روزہ مورچہ گیا ۴ روزہ امرہ اور دوماہر می ۵ روزہ قومی آواز می

۱۱ سامراہ ادب کھنڈوا میں

اس سکھنے والے اور اعلیٰ انداز سے پانچ ہزار روپے فیے کی حمایت کی اور میرے مرحوم شوہر کی جگہ مجھے ملازمہ دلائی صبی صاحبہ آج بھی ایک نئے صفا کی طرح میرے پورے پورے حوا و دوا و معراج و دود کے مسائل کو اپنے ذاتی مسائل کی طرح ٹھوس کرتے ہیں انہیں حل کرتے ہیں اپنی ایجنسی کے لیے صبی صاحبہ نے مجھے ترغیب دلائی موضوعات تعلق بخود پالی میں اور شہریت کا انتخاب کیا اور مقالے کی تیاری میں اگر ان کی علمی معاونت تامل نہ ہوتی تو مجھے ڈاکٹر ٹیٹ نہیں مل سکتی تھی ایسے مخلص مخلص و ایثار کے پیکر سردارے میں کہاں ملتے ہیں!

سہو میں ان کے بیڑوسی مستحق اعانی کی اہلیہ حدیثہ بیگم نے عقیدت آمیز محنت کے ساتھ مطہر صبی اور عامر کی خوش اہلیتوں پر مخلص رہنا اور ہمدردی کا تذکرہ کیا۔
"صبی صاحبہ کے یہاں آئے کے چند ہی روز بعد ہماری دوسالہ بیٹی عدرا سلطانی کی حالت اچانک تھوڑا سا بگڑ گئی حیرت انگیز صبی صاحبہ عامرہ صاحبہ اور اچھی آپلا عمر پر ماطرہ صاحبہ دوڑے ہوئے آئے ڈاکٹر کے لیے صفا دوڑ کی اور رات بھر ہمارے ساتھ جاگ کر بیٹی کی تیمارداری کی اور اس کی طبیعت سنبھلے پر ہی گھر لوٹے ہماری بیٹی کے لیے ان کی یہ ہمدردی ہر آدمی کے رشتے کو دوستی میں بدلنے کے لیے محرک ثابت ہوئی۔"

مطہر صبی کی ہر وقت مطالعے کی عادت کے بارے میں اعانی صاحبہ بتایا۔

"رات دن ہر وقت ان کے ہاتھ میں کوئی کتاب رسالہ یا کاغذ قلم دکھاتی رہتا یا تو بیڑھ رہے ہیں یا لنگھ رہے ہیں کھانا کھا رہے ہیں اور مطالعہ بھی جاری ہے کھیت میں کاشت کا کام چل رہا ہے اور صبی صاحبہ درخت کے نیچے مطالعے میں مہمک ہیں یہاں انھوں نے جالیوں ایکڑ زمینیں خرید رکھی تھیں لکھنے پڑھنے کی شغلیت کی وجہ سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے دلی جانے کے بعد انھوں نے یہ زمینیں فروخت کر دی۔"

زمین کے ذکر پر حدیثہ بیگم نے بتایا

"ہم لوگ اکثر ان کے کھیتوں پر ٹیکس سائے کے لیے جاتے تھے مطہر صاحبہ ان کے بیوی بچے سڑا کر دوڑا کر لے کر آتے، ہم اور ہمارے بچے تمام لوگ دو دو تین تین روز کھیت پر رہتے۔ (احادیث) کی طرح ایک گھر کی طرح مجھے ایم اے کرائے میں بھی مطہر صبی کی کوششوں کو زیادہ دہل رہا ہے۔" "یاد رہے پوری ایک مطالعہ کے موضوع سرلوہ کوکشی سے ہی انتخاب ڈی کے لیے رجسٹریشن بھی دلایا۔"

سے محرم میہ دودھ پھر رگور سمٹ پوسٹ گزرتی کالیج سہو سے مقالہ نگار کی گفتگو
تھا۔ محترم مستحق اعانی اور سرحدیہ بیگم اعانی سے مقالہ نگار کی گفتگو

یرویسر عبد الودود صاحب دار احسان صدفی اس قسمی اور سردار قراں جن کی اموات پر مظهر صبی کے علم انگیر تاثرات عینیں کیے گئے ہیں، ان میں اول الذکر مظهر صبی سے نسبتاً زیادہ قریب تھے یرویسر عبد الودود (مرحوم) مظهر صبی کے سیہور میں قیام کے دوران سیہور ڈگری کالج میں یرویسر تھے۔ سائیت باعلاق، سیدہ، وصال اور تریف الطبع الساں تھے ساتھ ہی ایک سلمے ہوئے ادیب بھی مظهر صبی سے ان کے تعلقات کچھ اتنے گہرے ہو گئے تھے کہ دولوں ایک ماں دو قالب تھے تعلقات کی لوہیت اور واقعات کی تصدیق کے لیے میں نے یرویسر عبد الودود (مرحوم) کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر صدیہ ودود سے گفتگو کی اور انھوں نے بتایا۔

۱۹۶۰ء میں جب ہم لوگ سادل موکر سیہور میں تھے تو ہمیں مظهر صبی صاحب کے بیٹوں ہی میں مکان ملا ڈاکٹر صاحب (یرویسر عبد الودود) صبی صاحب سے ملاقات کی یہ محفل کے گھر لے گئے سب سے پہلے عامہ سماجی سے ملاقات ہوئی ان کی خوش اخلاقی سے میں بہت متاثر ہوئی اس کے بعد ہمارے گھر یلو مراسم ٹرستے رہے ایک وقت آیا کہ ہم قریبی عزیزوں کی طرح اکثر ساتھ رہنے لگے ڈاکٹر صاحب سے ان کی محنت کا یہ عالم تھا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اب تک ایسے آپ کو اکیلا سمجھتا تھا صبی صاحب کی شکل میں مجھے ایک فطرس سمائی مل گیا ہے جب تک صبی صاحب سیہور میں رہے ہمارا میسر وقت ساتھ رہتے ہوئے گزرتا تھا ہم لوگ ایک ساتھ کھاتے ایک ساتھ کھیلتے اور مختلف تقریحات میں وقت گزارتے تھے۔ صبی صاحب ادب کے درختوں کی ڈالیوں پر فوٹے ڈال دیتے میں اور عامہ سماجی گھنٹوں جھولتے رہتے رہ گئی پلمبیوں، تنویموں اور ستاروں کا مرتبہ ہی ہوئی تھی کہ صبی صاحب سلسلہ ملازمت دلی مستقل ہو گئے لیکن ان کی محنت میں کمی نہ آتی تقریباً ہر گرام کی قیلیل میں وہ سیہور آتے اور ہم لوگ چدرور پرانی یادیں تازہ کر لیتے۔ اس کے بعد محترمہ صدیہ ودود نے اپنے مرحوم شوہر کے ہیہار قتل کا ذکر ڈرامائی ہوئی آنکھوں اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کرتے ہوئے بتایا "اس بد بختاہ حادثے سے ایک روز پہلے بھی ۲۴ صوری سلسلہ کو صبی صاحب دلی روانہ ہوئے ولے سے ڈاکٹر صاحب لے کھانا کھاتے وقت کہا یلو صحتی صبی صاحب کے ساتھ آخری وقت کا کھانا کھالیں" اور واقعی وہ آخری کھانا تھا جو ہم سب نے مل کر کھایا دوسرے روز صفاک قاتلوں نے ڈاکٹر صاحب کو ہم سب سے چھین لیا۔ یہ کچھ توقع کے بعد اپنے آپ کو سمجھا کر صدیہ ودود صاحبہ نے بتایا "ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد صبی صاحب ہی نے مجھے ملازمت کے لیے رعیت دلائی درمرا علی مدھیہ پردیس (جس سگہ اور عزیز قریبی صاحب (دیربر) کی قوت اس طرف سدول کڑائی یہ بظوں صغرات خود عمل کر میرے گھرانے

مثال ملی مشکل ہے۔

۱۰ کلیات مسنون کی تیاری کے سلسلے میں محمد اکرم الدین مدنی نے مفسر حسنی کی معاونت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”محمود ال کے لیے سے متعلق تفصیلات حسب مفسر حسنی نے ہم پہچانیں جس میں محمود ال ہمالیہ مفسر حسنی صاحب نے مجھے ہر طرح کی سہولتیں پہنچائیں۔“

مفسر حسنی نے مدح اس اور حمد ماتی ہیں ان کا دل سور و گندار اور ہمدردی و عمواری کے خدمات سے بڑھ کر دیا کھر کے علم اصول نے ایسے دل میں پال رکھے ہیں وہ کسی کو کرب و اتلا میں گھرا ہوا یا کرنے میں ہو جاتے ہیں زندگی کے ناگوار حادثات نے انہیں رو دس سا دیا ہے کسی عربی کی موت کی حسرتیں کر وہ کئی کئی دور کو کیا تیرک کے رہتے ہیں ان کے دوست عبدالودود کے سفاکار قتل اور تاحدار اختتام مدنی کی اچانک موت کی حسرتیں کر ان کے علم کی شدت اور دلسوری کا اندازہ ان کے ان حملوں سے لگایا جاسکتا ہے میرے بہت ہی عزیز دوست برویسر عبدالودود کو کسی نے سپور میں قتل کر دیا اندر سے ٹوٹ کر رو گیا ہوں۔“

۱۱ کلکتہ سے لودا تو یک وقت تاحدار اختتام کا آخری خط اور ان کے انتقال کی اطلاع کو اپنا مسطر بنایا یہ بھی مجھے بہت عزیز تھے اتنا پیارا لالہ لکھ گیا لکھیں تھا میرے قریب کے حوصورت بھولوں کو اس میدردی سے جس رہا ہے اور میں نے دست و پا ماتم گساری کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ تاحدار تھا اکیس روم وہیں آں لگا تیرے۔ مصور شکیل اعجاز کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

”تم نے اتنا پیارا اور ایسا طویل خط لکھا اور میں ایسے بڑے دوست برویسر عبدالودود کے قتل کے کرب اور غم میں دوست تاحدار اختتام کی موت کے غم میں اس طرح مبتلا ہوں کہ صحیح معنوں میں داد بھی نہیں دے سکتا ویسا خواب لوگ اس دوران آجاتے تو طبیعت بھی بہل جاتی ری طرح ٹوٹ گیا ہوں۔“

شکیل اعجاز اسی کے نام ایک اور خط میں لکھتے ہیں

سر دار عرمان اور اس معنی دونوں سے میرے ذاتی تعلقات رہے ہیں اور ان کی وفات میرے لئے کم ادیب ماک نہیں ہے اول الذکر کا ہمیشہ قتل کر رہے ہیں۔“

۱۲ مقدمہ کلیات مسنون مرتبہ محمد اکرم الدین مدنی ریڈیو قندھار و قندھار یونیورسٹی میں ۲۵

۱۳ کتب مفسر حسنی نام محبوب لائی کم ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء

۱۴ کتب مفسر حسنی نام مصور شکیل اعجاز ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء ستمبر ۸

والے کی کوششیں کی ہے جس شخص نے والدین اور بچے کو ٹھکانا دیا، اسے میں نے بھرے ملبے میں
چیت تک لگائے لیکن اس کی محنت میں حرقہ آیا۔

مظفر حسنی سے بیس اٹھ لے والوں میں ایک امام شمس عاری کا بھی ہے جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں
"شمس عاری تاد عاری کے تاجر دامیر الدین ساری کی بیوی ہیں جو مالنگاؤں میں لی مردور
ہیں۔ محترم نے شاعری اور قوالی کو بطور پیشہ ایسا لیا ۱۹۶۱ء میں اصلاح کی عمر میں انھیں سپور
لے آیا اور عامر کے سپرد کر دیا انھوں نے چھ ماہ ہی میں اس قوال کو گھر، ٹوٹورت سادیا واپس مالنگاؤں
جلی گئی تھیں اب معلوم نہیں کس حال میں ہیں۔"

مظفر الدین سیٹھ کے حقیقی بھائی، غلام الدین کو بھی مظفر حسنی نے ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۳ء دو سال سپور
میں اپنے پاس رکھا اور ایک سگریٹ کیسی میں ملازمت بھی دلوا دی تھی آج کل چاندہ میٹا میں ہے
قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کے علاوہ جس سے تعلق لوگوں پر مظفر حسنی اور عامر مظفر اس
دور عرصے میں یہ ملبے احسانات کئے ہیں ان میں ایک حیدر آباد کے عبد الوحید صاحب بھی ہیں
جس کا تقریباً ۱۹۶۴ء میں CERT میں پروف ریڈر کی حیثیت سے ہوا تھا۔ ان کی رشتہ داری بہت چال
کسی نووارد کو چند روز سر چھپانے کے لیے کسی جہیز کا سایہ بھیا ہوا محال ہے وحید صاحب ہی پرانی
پہنے ہوئے مظفر حسنی سے ملے مظفر حسنی ایسی روایاتی فراہم کرنے پر تیار ہیں اپنے گھر لے گئے اور عامر
صاحب نے بھی خوشدلی کے ساتھ غیر معیہ مدت کے لیے انھیں بطور مہمان اپنے گھر رکھا قبول کر لیا ۱۹۶۴ء
۱۹۶۵ء میں اس ایک عبد الوحید مظفر حسنی کے گھر سے جہاں عامر صاحب نے ملے بھائی کی طرح ان کے
لحائے پیئے اور آرام و آسائش کا خیال رکھا اور انھیں عربی الملبے کا احساس تک نہ ہونے دیا مظفر
حنفی نے بعد ازاں کوشش کر کے انھیں جامعہ ملہ کے شعبہ اردو میں بحیثیت لکچرر منتصب کر دیا

ردیگی کی ان تمام ہنگامہ آرائیوں کی ماہر اپنے آپ کو لیے دیے رکھنے کے باوجود ہمدردی کے
مستز قائل و کرتاؤں اور دوستوں اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ان کے گہرے دوستا
روابط ہیں اس لیے دوستوں اور متعلقین کے تئیں ان کی بے لوث محبت سیما ملبوس اور حد نہ اتار ان
تعلقہ کے استحکام کا باعث ہوتا ہے وہ ایسے دوستوں اور عزیزوں کی جھوٹی سے جھوٹی بات رکھے
کے لیے ایسے ٹرے سے ٹرے سے دست بردار ہونے اور نقصان برداشت کر لینے کے لیے تیار رہتے
ہیں دلیہرج اسکا لروں کے ساتھ ان کی محبت اور حالتی دیکھ کر متفق خواجہ نے کہا تھا کہ بھائی اس
سے بہت کم محبت کر کے لوگ ہمارے ان کئی کئی کتاؤں کے مصنف بن گئے ہیں غلام کے ساتھ آپ کی شفقت

وہاں رہے کے دوران حاصہ حاصہ کے ان کے ساتھ رہتا وہ کے بارے میں پوچھے۔ برڈاکٹر بحر میں نے بتایا
 • یقین مایہ اصول نے مجھے اپنی سگی ماں یاہیں سے زیادہ پیار دیا۔ یو یورسٹی کے بعد میرا تمام وقت انہیں
 کے ساتھ گزرتا تھا وہ مجھے اپنے بھول کی طرح جانتیں ہر چیز میں بچوں کے ساتھ میرا بھی حصہ لگا لگا جاتا ماحصہ
 کا بھی ایک غیر معمولی غوررت ہیں شفقت، حلوص، پیار اور ایثار کا محسمہ۔
 بعد ازاں ڈاکٹر بحر میں کو مظفر حسنی کی کوشستوں اور ایسی صلاحیتوں کی ما یر جامعہ ہی میں یکمر
 سب مل گئی السانی ہمدردی مظفر حسنی کی شخصیت کا عیادی وصف ہے ڈاکٹر بحر میں کی طرح اور ہ حالے
 کے لوگ ہوں گے تو کسے لگا ہے ان کی مایہوں اور ہمدردیوں سے مستعید ہوتے رہے ہیں ان میں کچھ
 قابل ذکر لوگ جس کے ساتھ مظفر حسنی نے سگے بھائیوں سے بڑھ کر شفقت اور مریاہ سلوک کر کے ان کی
 رہنمائیوں کو حوت گوارا لگوات سے دیوار کیا اور حو آج بھی مظفر حسنی کے احسانات کے خواب میں ان کے
 تئیں ارم استہانی سعادت مدی کا اظہار کرتے رہے ہیں وہ ہیں مقصود جس حواں دلوں مدھی دھویال،
 میں فکر حکلات میں ڈیٹی ریج آیس میں مسودہ کے رہے والے ہیں مظفر حسنی کے عمل دار اور دور کے عزیز میں
 مکاری کے ہاتھوں یریتاں تھے ۱۹۶۱ء میں مظفر حسنی نے انہیں سپور ملایا دو سال تک ایسے ساتھ
 رکھ کر ماریت دلوادی کھوپال میں قیام کے دوران مقصود جس مع اہل و عیال عرصے تک مظفر حسنی کے ہی
 ساتھ رہے۔ مقصود جس آج بھی ان احسان کے ریرا تر مظفر حسنی کے ساتھ سگے بھوئے بھائی کی طرح
 استہانی سعادت مدی کے ساتھ بیٹیں آتے ہیں۔

عاس علوی کا معاملہ بھی قدر سے مختلف حالات کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ سپور کے ایک معمولی کاشکار
 کے مرد ہیں کسی مات بر گھر سے اڑاں ہو کر علیمدہ ہو گئے تھے اور ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۲ء مظفر حسنی کے
 ساتھ کھویال میں رہے متاعری بھی کرتے ہیں۔ مظفر حسنی کے تاگرد ہیں لیکن لوگ ان کو مظفر حسنی کا چھوٹا
 بھائی سمجھتے ہیں کھوپال میں مظفر حسنی نے کچھ کاشت بھی کر رکھی تھی جس کا مکمل مدولست عاس علوی کے
 دہ تھا ۱۹۷۲ء میں جب مظفر حسنی ولی آئے تو عاس علوی بھی ان کے ہمراہ چلے آئے ۱۹۷۷ء میں مظفر حسنی
 نے انہیں سپور میں ہی ماریت دلوادی اور ۱۹۸۱ء میں ان کی بقادی کا مدولست بھی کر دیا ان دلوں
 ایم۔ بی۔ ڈاکٹر سیٹی نور دس متیں میں ہیں مظفر حسنی سے ملاقات کے لیے اکثر دہلی جاتے رستہ ہیں
 مظفر حسنی بھی ان کی سعادت مدی سے بے حد متاثر ہیں اور انہیں لیے حقیقی بھائی کی طرح عرب رکھتے ہیں
 کہتے ہیں

”ایسا وادار تاید! حقیقی برادر تور دمی۔ ہوتا میرے لیے کی حکمیت اس شخص نے توں

کی یا تیار ہوئے میں دیر سویر ہوئے میرا کسی ٹرے سے ٹرے لقمےاں پر اڑا من نہیں ہوئے ہاں کسی کھار
ماہر سے کوئی بریتانی یا اڑامی لیے گھرا آیتیں قایک آدھ بات بر حقیف سی آگوار سی کے اظہار کے بعد مذہبی
ارٹل ہو جاتے ہیں۔

مظفر قصبی کے صفا و تحمل اور سرداری کے ثبوت میں ایک واقعہ تحریر میں دلچسپ روایات ماموہ علیہ
اسلامیہ نے بیان کیا حمیں کسی راتے من مظفر قصبی نے آسرا دیا تھا اور وہ کسی سال لظور بہاں کے
ان کے گھر رہیں۔ مگر ماموہ کی رمانی واقعہ یہ ہے۔

”ایک مرتبہ میں نے دوپہر کی چائے تیار کی ایک کپ ماموہ صاحب کے ہاتھ لکھائی صاحب کو کھوایا۔
دوسرا کپ صاحب کے لیے لکھا ہی تھا کہ ساتھ ساتھ کھائی صاحب چائے پیک دو یعنی سوئی دلوارہ وار
ان کے کمرے کی طرف دوڑی اور چھٹ کر چائے سے لٹاں فستری حوصی صاحب ہونٹوں سے لنگے
ہی والے تھے ان کے ہاتھوں سے گرا دی ان کاٹے داغ لباس چائے سے لٹ پت ہو گیا اور میں حواس اوتہ
کھڑی رہی اس عالم میں کھی ان کی حسین برتکس تک نہ آئی بہایت اطمینان سے میری مدد کو کسی کا سر
پوچھا میں نے مسئلہ اسی سالوں پر قانو پاتے ہوئے چائے کی تیلی ان کے سامنے رکو دی جس کے میدانے
میں ایک ٹرا سا کھو دا مل کر کھکی حسانت ڈگھی ہو گئی تھی۔ پڑا ہوا تھا کھائی صاحب کے کمال صفا و تحمل
کی داد دیکھ کر ایسا حیا کہ مسرور دیکھنے کے بعد کسی ان کے بہرے پر آگوار سی کی لکھی سی بہر تک نہ آئی۔“
مظفر قصبی سے اپنا رشتہ اور ان کے گھر سے کی وجہ ڈاکٹر محمد امین نے اس طرح بیان کی۔

”کچھ نہ ہوتے ہوئے وہ میرے شقیق کھائی، میرے محس میرے مرنی اور دہر رہیں انھوں نے دلی
صیہ ستہر میں ایسے وقت مجھے اپنے گھر کا سہارا دیا صاحب میرا ہاں کوئی کھور ٹوکا نہ نہ تھا جوں ششہ میں
میں نے سائیکلو دھجی سے ایم اے کیا اسی موضوع پر حاصد سے بی اچ ڈی کر پا چاہتی تھی داخلہ تکرار
تھا حوصی صاحب نے کوشش کر کے مسطوری دلائی اب رہے بہنے کا مسئلہ درپیش تھا میں مسئلہ میں
رہا نہیں چاہتی تھی حوصی صاحب کے سامنے اپنا بریتانی پیش کی وہ اسوقت میں پر و کس
آسرا در دھجی تھے انھوں نے یہ کہتے ہوئے کہ میں اس مسئلے میں ماموہ مظفر سے بات کر دوں اپنے گھر صبح دیا
ماموہ صاحب نے کھی انتہائی مزاحمتی حوصس اخلاقی اور حصدہ میتانی سے مجھے ایسے ساتھ رہنے کی امارت
دے دی اور اس عالم نے سرو سامانی میں مجھے ایک بہتریں سیاہ مل گئی اور میں رات دن ایک سال ان کے
ساتھ رہی۔“

۱۔ مظفر قصبی اپنے گھر میں اشرو پو محمود راہی اساق پورہ صوری فروری ۱۳۲۵

۲۔ مظفر قصبی اپنے گھر میں اشرو پو محمود راہی اساق پورہ صوری فروری ۱۳۲۵ ص ۱۲، ۱۳

سوال کے جواب میں انھوں نے استہانی سادگی سے کہا

”میں توان کا ہر کام مرض ماں کر کرتی ہوں اور سرور و عطیہ دیتی ہوں کہ میں اس نالغ کی عبادت کی

سے کسی حد تک سلسلہ دس ہو رہی ہوں تو ایک یوی ہوئے کے ساتھ مجھ پر عائد ہیں“ ۱۱

میں نے دتی میں ان کے گھر اپنے چند روزہ قیام کے دوران دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ مظہر صاحب پر

گھر بلو دہ داریاں ہیں کے راسر میں وہ اسی تمنا وہ یا دلی معادوں سے حاصل شدہ تمام رقم اپنی بیگم کے

حوالے کر دیتے ہیں اور بس امور عمار داری کے علاوہ بچوں کی تربیت نگہداشت، علاج معالجہ، ضرورت

رہائی کی فراہمی اور گھر کے نظم و ضبط کی تمام تر ذمہ داریاں عاتقہ صاحبہ نے اپنے سرے رکھی ہیں اور ان دنوں

کو وہ کسی لپے اور بار محسوس نہیں کرتیں۔

ان کا کہنا ہے ”مجھے ان دنوں کو پورا کرنے میں یک گور سکون و حمایت محسوس ہوتی ہے آخر

حق کی صاحب سہی تو رات دن اپنا دہن کھپا کر ہماری ضروریات رہائی کی تکمیل اور آرام و آسائش کے

اسب فراہم کرنے میں لگی رہتے ہیں“ ۱۲

دل بھر مظہر صاحبی کے گھر ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں کا سنا سنا سنا رہتا ہے ہر آنے والے کی کلمے

استہ یا کم ار کم چائے سے تواضع ضرور کی جاتی ہے اکثر تو یہ ہوتا ہے ابھی کچھ لوگ چائے سے فارغ ہوئے ہیں کہ

کچھ لوگ آگئے دوبارہ چائے منگوائی گئی کہ ایک آدھ اور کوئی آگیا۔ پھر یہ سلسلہ دہرایا گیا اور دیر تک یہ

سلسلہ متواتر چلتا رہا لیکن کیا حال کہ عاتقہ صاحبہ کی عین بر شگس آئے وہ خوش دلی اور مدد دہی تالی کے

ساتھ راسر سب کی تواضع میں لگی رہتی ہیں وہ کہتی ہیں۔

مجھے حق صاحب کے دوستوں کی مسلسل آمد سے کبھی ناگواری محسوس نہیں ہوتی بلکہ یہ مسرت ہوتی

ہے اور حق المعذور مجھ سے جو کچھ بھی سن رہا ہے اسکی تواضع کرتی ہوں“ ۱۳

لاستہ مظہر صاحبی کو عاتقہ صاحبہ کی عیسیٰ قناعت پسند و فاسخار ماسبقہ اور ہر حال میں لایمہ رما

رہے والی یوی کی رفاقت رہتی ہوتی تو وہ اسی تمام تر فطری صلاحیتوں کے اوحد کیسوتی سے ایسے اہم

تعلیمی کارنامے انجام دے جاتے

یہ تو تصویر کا ایک رخ ہوا دوسرا رخ بھی تاسامی میں کم نہیں خود مظہر صاحبی کا سلوک اپنے یوی بچوں

کے ساتھ یہ متعنا ہے وہ ہر اعتبار سے ایک مثالی شوہر اور دہ دار ماں ہیں گھراں کے لیے مکرر حقیقت

۲۱۔ مظہر صاحبی اپنے گھر میں انٹرویو محو راہی متولد دہا ہی اساق پورہ صوری مردی ششہ ۱۲

ایڈیٹر مدبر مقبوری۔

۲۔ مظہر صاحبی اپنے گھر میں، انٹرویو محو راہی متولد دہا ہی اساق پورہ صوری مردی ششہ ۱۲

مسودا شعر لکھتے ہیں۔

”تآد عاری میرے یہ کتاب ترتیب دے کر اور اسے تالیف کر کے مرتب اور اسے دراصل اس کے تمام آثار میں کی مدد ملیں اور تمام مائتروں کی بے العافیوں کا قرص آنا دیا ہے۔
تسلسل الرضی فاروقی نے لکھا۔

”تآد عاری کو حراج عقیدت پیش کرنے کی عرص سے مرتب کی گئی آٹھ سو پچاس صفحے کی اس کتاب کو دیکھ کر کہا پڑتا ہے کہ مداتآد عاری جیسا استاد اور مطہر صفی حیاتاگر دسب کو نصیب کرے۔“
تآد عاری کے لیے مطہر صفی کی والہانہ عقیدت کا اندازہ تآد صاحب کی موت کے بعد ان کے لکھے گئے مطہر صفی کے مضمون ”استاد مرحوم“ اور پانچ مرتبہ پڑھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں ان کے خدمات کی شدت گرم لادے کی طرح اعلیٰ پڑی ہے۔ مرگ تآد ہر اس کے شدید علم کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے

”میرے اندر علم و عقل کا لاواں تآد عاری کے موت کے بعد سے اعلیٰ رہا ہے اس میں دراسی بھی تو تصفیہ نہیں ہوتی رہ رہ کر احساس ہوتا ہے کہ میرے عظیم استاد ابھی زندگی سے سیرا نہیں ہوتے تھے رملہ انہیں مسلسل مارنے کی کوشش کرتا رہا اور آخر اس نے انہیں موت سے ہلکا کر دیا۔“

مطہر صفی نے تآد عاری (مرحوم) کا بیسہ مرار سامنے کیے لیے کچھ رقم ۱۹۷۳ء میں تآد عاری پبلک لائبریری رامپور کے عہدیداروں کو پیش کی تھی۔“

مطہر صفی کی شخصیت کے سامنے سوار نے اور کھارے میں ان کی رفیقہ حیات عمرہ عاتقہ مطہر کا بھی شراحت ہے وہ ایک صاروٹا کر سادہ لوح و فاعشار سگھر اور سلیقہ مدح خاتون ہیں وہ ایک خوشحال رمیدار باپ کی اکلوتی بیٹی جس جس رملے میں وہ مطہر صفی کی بیوی بن کر ان کے گھر میں آئیں اس وقت مطہر صفی تنگ دستی کا شکار تھے۔ ایک تو ویسے ہی قلیل تحواہ میں ایک خاصے شے مال کا گراں بہہ مشکل تھا اس پر طرہ یہ کہ تحواہ کا معتد بہ حصہ مطہر صفی کے دو قی مطالعہ و تحقیق و تصفیہ کی تسکین کے لیے صرف ہو جاتا تھا۔ اس عمر عاتقہ مطہر انہیں برسوں ماحول اور وہی کمزوری ہنسیا کرتی رہیں اس کے باوجود ان کی منکسرہ ادبی کا یہ عالم ہے کہ انہیں ایسی مسلسل بے لوث خدمات پر قطعی مار نہیں میرے ایک

۱۔ تصدیق ایک محتاج مسودا شعر مشمول کتاب لکھنؤ ص ۵۰

۲۔ تصدیق ایک شاعر تسلسل الرضی فاروقی مشمول تحویں الا آزاد اگست ۱۹۷۵ء ص ۷۹

۳۔ استاد مرحوم مطہر صفی مشمول نقد میرے ص ۵۷، ۵۸

۴۔ تآد عاری شمیمیت اور ص ۴۷ ماتیہ پر مطہر صفی کا نوٹ

دھوکے سربراہ ان کی متاع شعر و ادب دیا کر بیٹھو رہے تہا مظهر جمعی ایسے مرد میدان لکھے جھولے اپنے
 قصب گریہ استاد کی عمدہ مرتبہ ادنی حقیقت مولا نے اور انھیں ان کے تئیاں تاں مقام و مرتبہ
 دلائے کے لیے رات دن ایک کر دیا اور اس قلیل المدتی رستے کو امدیت عطا کر دی تاداعاری کی ستوی
 اور ستوی تخلیقات کا پھیلاؤ اس قدر وسیع تھا کہ اسے سمیٹے یکجا کر کے اور نتائج کرنے کے لیے حطیر رقم اور
 رٹے و سائل درکار تھے مظهر جمعی نے ایسی تہذیب و سائنس کے فقدان اور تاداعاری صاحب کے محالین کے
 ہتھکڑیوں اور ان کے ستاروں کی سرد مہری کے باوجود معتد بہ مواد اکٹھا کر کے سلسلہ تادیات کی پانچ
 معیم کتابیں نتائج کیس اور دیانے ادب کو تاداعاری کا اعتراف کرنے پر محسوس کر دیا اس صراحتاً مال
 یو کام کے دوران انھیں کسی کسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کا بارہ مدرجہ دلیل اقتضات
 سے محولی لگایا جا سکتا ہے

”میں نے جولائی ۱۹۲۳ء تا جنوری ۱۹۲۴ء تاداعاری سے متورہ سخن کیا تھا اس کے بعد گذشتہ
 دس سال سے ہی ہر کی مدت میں سیہور (مدیر پریس) جیسے ادنی لحاظ سے ہر مقام میں غربت اور مگرستی
 کی رمدگی سر کرتے ہوئے تاداعاری کے سلسلے میں ”ایک تھا تاثر“ کے علاوہ ستر و درستہ ”توحی تحریر تاداعاری
 کی عربی اور کلیات تاداعاری کی تربیت و ہمدویں اور اتاعت کا مدد و ست کس طرح کیا ہے اسے
 میرا ہی دل مانتا ہے۔“

”ستر و درستہ کے لیے سلطان صاحب سے تاداعاری کی چند ستوی تخلیقات کا حواستہ گار تھا لیکن
 ایسی درخواستوں کو لائق اعتناء نہیں سمجھا گیا اور تاداعاری کا کوئی ایک شعر بھی ان لوگوں سے حاصل نہ ہو
 سکا جس کے پاس ہر توحی کی قلمی یا میں جھوٹ ہیں۔“

کے بعد دیگرے تاداعاری کی پانچ کتابیں مطرعام برائیں تو دیانے ادب میں مظهر جمعی کے
 اس قابل فکر کارنامے پر داد و تحسین کا علعلہ ملے ہوا سد و پاک کے مقتدر ادنی حراکے میں مقررے نتائج
 ہونے جس میں مظهر جمعی کی ان کاوشوں کو خوب خوب سراہا گیا۔ یہاں اقتضات لظور ہمد و یثیں ہیں
 اختیار علی عربی رقمطراز ہیں

”مظهر جمعی صاحب ہم سب کے دلی تکریم کے مستحق ہیں کہ انھوں نے تاداعاری کے من اور شخصیت
 پر ایسی مستند و ستاویر مرتب کر کے وہ کارنامہ احکام دیا جس میں ہمیں بیٹیں ہو جا چاہے تھا۔“

کلیات تاداعاری چند و حاتمیں مظهر جمعی متورہ تقدیر سے ص ۱۴۲ ۱۴۵

کتاب تاداعاری چند و حاتمیں مظهر جمعی متورہ تقدیر سے ص ۱۴۶

مقتدر ایک تھا تاثر اختیار علی عربی ص ۱۲

لوہگائی رنگی میں مجھے جس دو شخصیتوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ہیں تادعاری اور عبد القوی دسوی نے
 لیے ان دونوں اسادوں کے میں مظهر حسنی کے عقیدہ تدار تاترات سماجی الکی محرکوں میں جھلکتے ہیں
 ان کے تاترات کے المقالی پردیسر عبد القوی دسوی کے شفقت آسیر تاترات بھی ملا حظہ کیجیے خواہوں نے
 لیے عر ترس تاکرد مظهر حسنی کی دیات اور سعادت مدنی کا ذکر کرتے ہوئے راقم الحروف پر ظاہر کیے ہیں اراتے
 ہیں

مظهر حسنی نے جس وقت ایم اے میں داخلہ لیا وہ ایک تاعر وادریب کی حیثیت سے ہمدوستاں ہر
 میں معروف و مشہور ہو چکے تھے اس کے ماو خود میرے ساتھ ان کا رڈ نہ کچھ ایسا سعادت مدنی رہا جس کی مثال
 نہیں مل سکتی وہ ایک عام طالب علم کی طرح میرے ساتھ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بیٹھتے آتے مجھے علم تھا کہ وہ
 کثرت سے سگریٹ پیتے ہیں لیکن محکم ادبی مسائل پر گفتگو یا محی ملاقاتوں کے دوران گھنٹوں میرے پاس
 بیٹھتے اور ابھی سگریٹ نوشی کی خواہش کو میرا لحاظ کرتے ہوئے مسائل داتے رہتے آج تک وہ اپنے ساتھ دیتے
 رہتا تھا میں اور استاد دوتا گرد کے رستے کو اسی تمام تر مراکتی کے ساتھ سماتے آ رہے ہیں میں دعویٰ کے
 ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے اسی تدریسی رنگی میں مظهر حسنی حیا دیں سلیقہ مد اور سعادت مدنی تاگرد ہیں دیکھا
 مظهر حسنی نے پردیسر عبد القوی دسوی کے کردار و عمل سے سارہ راست تاترت قبول کیا ہے مظهر حسنی کے
 مراج میں جو مظهری سر بھی، حملات توجی، کھلڈ ایس طس کی لمی تیری تدری تیکھایں اور احتاج کی شدت
 تھی اور تادعاری سے لعلقاب نے حصص دو آتہ سادیا تھا تو ہی صاحب کے جیساں صحت کے طفل ان کے
 مذکورہ الارحما اب میں اعتدال دواراں پیدا ہوا اور سر بھی و حملات کی جگہ رکھ رکھاؤ توجی اور کھلڈ ہیں
 کی جگہ تاسات اور سعادت مدنی طس کی جگہ لطیف طس نے فی فطرت مدلی ہیں حاتی التہ سے
 حسب صریح موثر اور درما سکتا ہے

قوی صاحب کے علاوہ جس شخصیت نے مظهر حسنی کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ہیں تادعاری
 مظهر حسنی نے اسکی تائردی ان سے آکتاب سمن اور ان کے رنگ و آہنگ کی بیرو کی کا ایسی حرک بردوں اور شعار
 میں سما اعتراف کیا ہے اور فرما سار میں اس کا اظہار کیا ہے۔

"میں تادعاری کا آخری شاگرد ہوں"

میں ہاں اس حدت طرازی علامت پسندی میں سے ہے (اور بیشتر معنی) تحریوں اور اصلاح
 وغیرہ کی باتوں پر مسکرائے داتے دور میں میں نے ۱۹۴۲ء سے ۱۹۶۳ء تک ان سے استعاذہ کیا ہے

۱۔ کہہ اپنے بارے میں تقدیر میرے مظهر حسنی ص ۱۷
 ۲۔ پردیسر عبد القوی دسوی کی مقالہ نگار سے گفتگو

زیادہ تو عمر ہی اس کی تعلیم میں رہے نہ پڑھیں اس لئے فارسی میں ملازمت کے دوران حکمرانی ترقیوں سے دست بردار ہوتے رہے استعاق احمد ہاشمی اسکی توقعات پر پورے نہ اترے اور مٹری مشکلوں سے ہائر سکڈری پاس کیا مٹھر تھیں نے انھیں فارسی میں ملازمت دلوادی اور تادی کا بھی مدد دست کیا آج وہ ماتا لاند دو بچوں کے ماپ ہیں اور اسی والدہ کے ساتھ کھڈوا میں مقیم ہیں دوسری ہیں شفیق طاہرہ کی ایک لڑکی سسرین کو چار سال کی عمر سے لیے ماس رکھا اسے ہائر سکڈری تک کی تعلیم دلائی ان کے پیلے ماسے کے بعد اس کے مانی مصور کو ایسے پاس رکھا اور اسے انیسری کی تعلیم دلائی مصور پہلے کا بیوریکر دو ہزدوں اور اب دہلی میں اسٹٹ انیسری کے عہدہ پر مامور ہیں ان کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً وہ ایسی کمائی کا مقدمہ حصہ اپنے متعلقین پر خرچ کرتے رہتے ہیں مختلف ادقات میں حصول تعلیم یا حصول ملازمت کی غرض سے اکثر لوگ طویل عرصے تک مٹھر تھیں کے گھر قیام پذیر رہے ہیں جس میں مقصود جس، عباس علوی، تنیم عارفی اور ڈاکٹر عمرا میں وغیرہ قابل ذکر ہیں دئی جیسے جیسے شہر میں مٹھر تھیں کے گھر لمبی لمبی مدتوں تک رہ کر یہ لوگ گھر بگو آساتوں کے لطف اٹھاتے رہے ہیں خود میں نے دئی میں انکے یہاں چند روزہ قیام کے دوران دیکھا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ماتا کہ انکے گھر اعر او اقرا میں سے کوئی نہ کوئی ہمراہ نہ رہتا ہو۔

مبیشیت تاگرد بھی مٹھر تھیں کی سعادتمندی نے مثال ہے آج بھی وہ ایسے براٹھری اور ٹڈل اسکول کے اساتذہ کا ذکر یہ عقیدت اور احترام کے ساتھ کرتے ہیں براٹھری اسکول کے فتح محمد ٹڈل اسکول بھوہ کے مولوی ستراتی پڈٹ ست رائے ستی رحمو ہیں اور ماسٹر یا دو اور کھڈوا ٹڈل اسکول کے رحمن صاحب احسان الحیدر، طارق صاحب، ماسٹر اقبال، سمعاش بابی اسکول کھڈوا کے سین صاحب مودی ہی ہتھوالی صاحب اور سکھ گائے صاحب کی یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اب سوچتا ہوں تو احترام کا ایک خوارہ سا ان لوگوں کے پیدل سے اٹتا ہے کیا لوگ تھے اور کا حد نہ تھا" لے

سعادتمندی کے ساتھ ساتھ احصال سیاسی کے موت میں ان کے قلبی تاثرات بیتیں کیے جاسکتے ہیں جس کا اظہار وہ ایسی اعلیٰ تعلیمی اور علمی ادنیٰ کامیابیوں کے سلسلے میں کرتے ہیں بقول ان کے یہ سب کچھ میرے ایک مردہ اور ایک مردہ استاد کا میٹھ ہے ہذا استاد عارفی کو حجت العروہ میں ملکہ دے کر محرم سے مراحہ ماسٹ اور تندید عارفی لگا دے دیواری وار محنت کرنے کی سکت مجھ میں پیدا کی دسوی صاحب قیامت تک سلامت رہیں کہ موصوف نے ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی حالات کا سراٹھا کر مقابلہ کر اسکا یا تنب و روز میرے ساتھ معر پاشی کی میرے ساتھ ہونے والی االاعایدوں کے مدد سے خود مدیدہ سپر ہونے میری مسکاراہ امانیت کو نصیبیاتی طریقوں سے متوار کیا اور مجھ میں طالعظم کی

اور سزاوارد کے رکس کے وہ ایسی تعلیم و تدبیریں کی دہ داریوں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، موسم
کیسا ہو، محدودیت کچھ ہو، گوگر کی دقیق ہوں طیب، ماسار ہو حتی الامکان مظہر صاحب اپنی کلاس بڑھانے
مہرور مانتے ہیں، ظنا کو پورا وقت دیتے ہیں، سہایت، ہمدردی سے ان کے مسائل سے اور مدد کرتے ہیں
بیر تحقیق کرنے والے اسکالروں کی رہنمائی بھی یوڈی توہ سے کرتے ہیں۔ وہ میرے تھے کے ان رفقا
میں سے ہیں جس کی رفاقت پر مجھے غر ہے۔ تھکا کوئی بھی اور کیسا ہی کام ہو جب اس کی دہ داری لیتے
ہیں تو اسے وقت کے اندر پورا کرتے ہیں یہ غرضی تمام لوگوں میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔ وہ میرے ساتھ اردو
مطہرات کی وصاحتی کتابیات کے وسیع پروویکٹ بر بھی کام کرتے رہے ہیں یہ ایک سہایت خشک
محنت طلب صرا کر ما اور مرد دست دہ داری کا کام ہے ڈاکٹر مظہر محی اس دہ داری کو حواہماک
توہ اور سلیقہ سے سہا رہے ہیں وہ ہر شخص کے سن کی مات ہیں لے

مظہر محی کے والد ملازمت سے سکندوش ہو کر اہل دعیال سمیت ایسے وطن ہسودہ چلے گئے اس
رماے میں مظہر محی اپنے سہائی بیٹھو مظہر الدین کے وسیع کار و بار میں پورے پورے دھیل تھے
صبح سے تا سیک ہزاروں کالیں دیں ان کے ہاتھوں ہوتا مظہر بیٹھو کو ان پر کامل اعتماد تھا مظہر
اس درجہ خود دار اور دیات دار تھے کہ ایسے مہروری احرامات کے علاوہ لے گئی روپیوں بیسیوں
کی طرف اکٹھا کر رکھی۔ دیکھتے خود ان کے روروش تو فراغت سے گر رہے تھے لیکن ادھر
ہسودہ میں ان کے حامداں پر تگہ سستی اور املاص کے سائے دل بدل گہرے ہوئے لگے تھے مظہر محی
جانتے نوٹری سے ٹری رقم انہیں صبح سکتے تھے مظہر بیٹھو قطعی معترض نہ ہوتے لیکن ان کی خود داری
کو یہ کب گوارا تھا وہ جانتے تھے کہ مظہر بیٹھو اس مقالے میں بیس رمت کریں اور مظہر بیٹھو پیارے
اسہائی سادہ لوح قلندر صفت آدمی وہ ان تمام تلخ حقائق سے لاعلم تھے بالآخر مظہر محی کو احساس
دہ داری نے محسوس کیا کہ وہ اس مشن دہراعت کی رمدگی کو حیرانہ کر اپنے حامداں کی کفالت
کے لیے میدان عمل میں آجائیں۔

لہذا انھوں نے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر حامداں کی تمام دہ داریوں کا ماریے کدھوں
پر لیا ان دہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے انھوں نے ایسی جھوٹی ہیں امیں فاطمہ کی تادی کے مرض سے
سکدھتی حامل کی ٹری ہتیرہ عہد فاطمہ کی تادی کے دو سال بعد ہی طلاق ہو گئی تھی اپنے بیٹے
استعاق ہاتھی کے ساتھ پچھلے دو تیس برس پہلے تک ان کے ساتھ تھیں مظہر محی نے انھیں ٹری چاہت
اور قدر و احرام کے ساتھ ایسے ساتھ رکھا استعاق احمد ہاتھی کی پرورش تعلیم و تربیت پر ایسی اولاد سے

مردی ٹریڈنگ اور خوش حالی کی تربیت کے دوران اساتذہ کی سخت گیری سمجھ بھل مائل کے یل صراط سے گزر کر لورڈز کے امتحان میں نمایاں کامیابی اس کے بعد کھنڈوا میں حاجی طور پر انگریزی سیکھ کر پہلے سے ہوئے ہم معانتوں سے آگے نکل جانے مقالوں ماحول میں مائڈسٹس، اپنی اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسے سائنسی مٹھریٹھ کی بیلوں کی محارت میں ہر وقت علامت ریک رہا علی الصبح یلای، رات کے ساتھ ساتھ کی چیکنگ ویکوں کے ساتھ ہمدستان کے دودر اور تھروں کے سوراں حمام سے اکتا کر تھ لورڈ کا میں داخلہ لیا سے لصاب اور سے ماتیوں سے ساتھ ہر روز درلے سائیکل سوار سے فتح پور آ جا ہا ان تمام حالات سے لوبالیتے لیتے وہ مسلسل محنت کے عادی ہو گئے اور تھ و روز کام کرنے کی حوسکت ان میں پیدا ہوئی وہ آگے چل کر تخلیقی کاموں میں ال کے لیے بہت معاون ثابت ہوئی رات دن کے جو میں گھنٹوں میں ہر روز مسلسل اٹھارہ ایس گھنٹے لگا کر کام کرتے رہے کی یہ عادت کچھ ایسی تھ ہوئی کہ آج بھی وہ ہر روز کئی گھنٹے لگا کر مارٹھ اور لکھنے میں گھر رہتے ہیں ان کے مسلسل تخلیقی کاموں میں گھر رہے کا تھ یہ لکھا کہ درمیانی چند سال بعد ڈکڑہ ہر سال دیالے ادب کو دودو تیس تیس کتابیں دیتے رہے اور وہ آج یو سی بی بیس کتابوں کے مصنف مرتب یا مترجم ہیں اس کے علاوہ تقریباً آسٹری ہی کتابوں کا مواد غیر مطبوعہ شکل میں ان کے پاس جمع ہو چکا ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس قدر غیر معمولی پیدا کر کے والے ادبی کام وہی لوگ کر سکتے ہیں معین ہر طرح کی فراغت حاصل رہتی ہے لیکن یہاں میرت اس بات کی ہے کہ مقرر حصی تمام ہر مدگی معاش کے حیلوں میں سری طرح اٹھے رہے راتہ طالب علمی میں ایسے سائنسی کے کاروبار میں ان کا بیشتر وقت صرف ہوا تھا ریسیداری کے محنتی اور والد صاحب کی ملازمت سے سکھو کھی کے بعد عاملان کی کمالت کا تمام تر لوجھوں کے کدھوں پر آبڑا جس کے لیے انھیں تعلیم کو ہر مادہ کہہ کر ٹیوٹیشن کرنی پڑیں ملازمتوں کے لیے عرب الوطنی کے دھو چیلے بڑے

جہاں تک انسانی ہمدردی، عزت و احساس و مدارسی، مراقص مصنف کی ادائیگی اور حق داروں کے حقوق سے عہدہ سزا ہونے کا تعلق سے مقرر حصی کی شخصیت کا یہ پہلو انتہائی ناساک سے رہدگی کے ہر دور میں سماجی تعلقات اور رشتوں مانوں کے معاملے میں ان کا کردار عید ملد اور ایثار و ہمدردی کا حامل رہا ہے۔

انکی رہدگی والدین کے لئے مران مردار بیٹے استادوں کے لیے سعادتمند تاگمد تاگردوں کے لیے ملحق استاد سوں کے لیے انزوت سائنسی میوی کے لیے محنت سوار اور وادار ما وڈا وڈا کے لیے شیتی اپ اور دستوں کے لیے خاص ترس اور براہیاد دوست کا ایک مثال سوار پیش کرتی ہے ہر دیر گزری چند ارگ فرماتے ہیں

دودر (مقرر حصی) اپنے مراقص انتہائی خوش اسلوبی اور واداری کے ساتھ ڈاکتے میں ۔۔۔

کم تھی لیکن مدرانی کا رمار تھا اس لیے رمدی سنا فرائض میں سر ہوتی تھی اس کے ماد حوداں کا پہن عیسوی تقبی
حالات میں گدرا والدہ اور میں وطن چلی جاتیں تو وہ والد صاحب کے ساتھ تہا رہتے دن بھر اسکول میں چڑھتے
موسموں میں کھاتے رات میں گھرا کر سو رہتے کچھ برس ماہال میں تو گھو آئی وطن ہسودہ میں گدرا رہے پھر مانی
اسکول کی تعلیم کے لیے کھڑا آ لڑا اس مار چار ادھائی مٹھریٹھ کے ساتھ رہے کہیں کا ایک بڑا حصہ تو
والدیں کے ساتھ گھرا رہا جیسے اور حس میں دونوں کی شفقت اور تربیت بچے کو درکار ہوتی ہے مٹھریٹھ کو
لصیب نہیں ہوتی مار مار مقامات اور اسکولوں کی منتقلی نے بھی ان کے چھوٹے سے دہس پر کچھ اچھے اثرات
مرتب کیے ہوئے ہیں جس مدرس مٹھریٹھ کے ساتھ گھرا رہے تھے کہ کچھ انگریز و قوہ کی ما بر بھر ہسودہ لوشاٹا
فتح پور کا ہے میں داخلہ لیا کسی رملے میں والد صاحب ملازمت سے سسکھو دس ہو گئے اور حادثاتی ملک کی
والد اس کی تارکیوں میں گھرا گیا کالج چھوڑا بیو تیں کیں ملازمت کے حصول کے لیے دھاتر کے چکر کاٹے
حصہ احد کر کے ملازمت ملی تھی تو سکھو مال کے ایک لواحق قیسے لاکھ کوئی میں یہاں جس مدرس میں گدرا رہے تھے
کہ ایک دور دراز مقام پولیسا حاص کا تاد کر دیا گیا تو چیس میل پیدل کی مسامت برواقع تھا متعنی ہو کر
سکھو مال میں ہو ٹل سکھو مال چھ ماہ بعد مٹھریٹھ پھر اپنے کار و بار میں ہاتھ ڈالنے کے لیے اپنے ساتھ کھڑا لے
گئے یہاں سال ڈیڑھ سال مستقل گدرا رہا ۱۹۵۹ میں ایسی شادی کے سلسلے میں ہسودہ ماہاٹا گھرا کے اگست ۵۰
حالات سامنے آئے تو یہیں رہ پڑے ۱۹۶۰ میں ملازمت کے سلسلے میں پھر کھڑا آئے جس مدرس بعد
سکھو مال سے سپور تاد کر ہو گیا

مذکورہ بالا حالات میں مختلف ماحول میں مختلف لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے ان میں جن کشتیوں
سے گھرا پڑا ان کی وجہ سے جہاں ان کے مزاج میں ایک قسم کی حلاوت اور روحانی پیدا ہوتی وہیں مختلف
مسائل کے سولہ کے شعور و گواہوں مصائب سے سردار ماہ موسے کا حوصلہ کھرے کھڑے کی برکھ مسلسل حرکت
و علی اور جہد بیہم کی قوت اور تلاطم و حتم کی اسکیں بھی ان میں پیدا ہوئیں مشکلات کی سختی میں تب
کراں کی شخصیت کدیں گئی افلاس و کسرت اور مردمی و گماہی کی یستیوں سے لکل کر حوشمالی شہرت
واموری کی لمدیوں سے ان کے ہمارا چھوٹے کاراں کی استھک کاوتوں مسلسل صحت لگس اور حتمی میں
پوستیدہ ہے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ مخالف حالات سے سردار مانی اور حد و جہد کے ایک لامتناہی اور غیر
مستم سلسلے کی ایک کڑی ہے لہذا سترے چار سال کی عمر میں تمام کلاسوں کی نظم خوانی میں تریک ہو پایا
چھ سال کی عمر سے بچوں کے رسائی کا مطالعہ امیرایاں میں پوری رماں لولے والوں کے درمیان ایسے
مخصوص لب دہم کی حفاظت ضرور قد و قامت میں ایسے سے بڑے ہم جماعتوں کے ساتھ تو کلا یڈ صفت
کرما کورس کی کتابوں کے ساتھ ساتھ صحیح نام عربی کی آیتیں رٹ رٹ کر کلام مجید کے سات آٹھ بار سے
حفظ کر لیا اس کے ماد حودہ بڑا عمری لود ڈیکے امتحان میں تمام سیکسٹوں میں اول آما ٹل اسکول میں

خود کو نت سزا کی حالت لکھتے ہوئے مطہر حلی نے ہاں ہی سمجھتیوں کا ذکر کیا ہے تو بچپن میں انھیں بیسیں

ہم معافوں کا ان کی والدہ کے پاس غلط شکایتیں کرنا ملی ماموں کا مار مار کر عاقل قرآن سارے کی
سرس کرنا الحرام امت کروانا والد صاحب کے کلاس میں مولوی شہزاد کی سخت گیری مقابلے کے
لی کی تیاری میں صبح یار کے سے رات بارہ بجے تک کوٹھو کے میل کی طرح جھٹے رہا ہے
ان تمام سختیوں نے جہاں ان میں ناگواری کا احساس پیدا کیا وہیں سنجیدگیوں کی مطری ملا جلتوں
لکھا کر قدم قدم پر انھیں ہمایاں اور متاثر سارے اور ان کے دل میں سرسری کے حد سے برداں چڑھا لے
معاذ تمام ہوتیں۔

یہ انگریزی اور انڈل کے فاسل امتحانات انھوں نے ہمایاں کامیابی کے ساتھ امتیازی جیتوں میں
لی کے بھر تو یہ حد پر کچھ ایسا طرہا کر قدم قدم پر اسی سرسری اور انفرادیت کے اظہار کا کو یا جس کا سالک
کے انھوں جماعت میں ریاضی کے میریڈ میں ایک اور ڈیڑہ سوال لکھے سے پہلے جواب دے دیا ریاضی
پر پے میں کوئی پاریع سوال حابیئے لکھ کر تمام سوالات حل کر ڈالا ڈینگ سرورگرام میں دالتہ کمزور
صوبہ پر لونا پہلے موضوع کی موافقت میں لند میں کسی کی جماعت میں لونا بانی اسکول میں عام
روپ توڑ کر دالتہ مشکل گروپ (MATHS I) اور کیمسٹری (MATHS II) اور مرکس) لیسایہ سب اسی انفرادیت
مدی کے سلسلے کی گڑیاں ہیں تو بچپن سے ان کے مزاج کا حامد سرسچی تھی اور جس کا وہ ہر میدان میں
غوری طور پر اظہار کرتے رہے۔ کھڈوا سے سنے جراع، نکلا یہاں بھی ہاں اسی انفرادیت لیسایہ
کے قوسن چھوڑ گئے رسالہ کے معر سائیک کے مارے میں ایک ادارے میں لکھتے ہیں

”کچھ لوگوں کو رسالے کے سائیر اعتراض ہے ہمارا خیال عمومییت سے علیحدہ رہنے کا تھا۔
عمومییت سے علیحدگی کی بیتر تالیں سنے جراع کے اداروں میں لکھنے کے امتحان اور انڈلریش کس سے
لی ماتی ہیں جس کی تعصبات سنے جراع کے سلسلے میں ترتیب و تدوین والے باب میں آئے گی۔
مطہر حلی کی تمام زندگی میں تعادات سنگم آریتوں اور ست سنی کسمکسوں میں گذری ہے
الہ سے ان کی شمع صیب کا متاثر موالا رہی ہے۔

وہ ایک ایسے ریمینڈر مارڈ میں پیدا ہوئے جو ریمینڈری کے حاتمے کے لند معاشی طور سے
کھر چکا تھا اس کے اوجوں کا بچپن غربت و افلاس کی رد سے محفوظ رہا والد ملازمت میں تھے خواہ

”میری جماعت میں میرے تمام ساتھی عمر میں مجھ سے کم و بیش پانچ چھ سال بڑے تھے۔ گیارہ سے چودہ سال کی عمر کے لڑکوں میں میں صرف سات سال کا تھا۔ چنانچہ خود کو عیب کس کس میں یا ناتوا اور دُرُکاذُن کا سارہا تھا۔ ساتھی بھی جیوٹا جاں کر میرے ساتھ بڑا تکاؤ رکھتے اور یہ اختیار کرتے میرے ایک ماموں سید راجہ جیس اسی اسکول میں دوسری کلاس لیتے تھے۔ جب کبھی گھر جاتے والدہ مرحومہ سے کہتے کہ آپ کا لڑکا اسکول میں لٹی سا بیٹھا رہتا ہے میری بھرتی امت آئی ان تمام باتوں سے والدہ نے ایسے طور پر میری توجہ کا لاکھ لڑکے کو کیلیے کی فرصت بنا دی کہ جاتے لہذا صبح تمام مجھے ایک کتب میں بھیجا جاتے لگا جہاں کے مولوی صاحب حسب دستور میرے لیے ماموں تھے انھیں بطور خاص ہدایت دی گئی کہ مجھے تیسری لگاہ سے دیکھیں۔ موصوف کا نام بھول رہا ہوں اتنا یاد ہے کہ انھیں گئی ماموں کہا کرتا تھا تو ان لٹی ماموں نے کچھ ایسی تیسری لگاہ سے دیکھا کہ میں گر نہ سکیں نہ کر رہ گیا۔“

جو تھی جماعت کے امتحان میں تمام سیکشنوں میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے کے بارے میں لکھتے ہیں

”اس وقت پرائمری تعلیم جو تھی جماعت سے ختم ہوجاتی تھی اس امتحان کو خاص اہمیت حاصل تھی جس میں مقامی اساتذہ کا کوئی دخل نہ ہوتا۔ امتحان کے زمانے میں تین یا اردوں کے لیے الیکٹریٹ اسکولس یا ڈیپٹی الیکٹریٹ وارد ہوتے۔ درجہ چہارم کے بچے فرداً فرداً ان کے سامنے بیٹھ جاتے موصوف نے ان لٹیں ان سے مختلف موضوعات پر سوال کرتے اور آخر میں خود تیسرا کرتے مجھے یاد ہیں کہ امتحان میں مجھ سے کیا سوالات کیے گئے اتنا یاد ہے کہ مجھے رحمت کرے سے پہلے روار ماموں کو طلب کیا گیا تھا اس دوران اسکول میں دن بھر سہما سہما ہمارا کہ الیکٹریٹ صاحب نے ضرور میری شکایت کی ہوگی تمام کو گھر پہنچا تو والدہ صاحبہ نے دروازے پر ہی گود میں اٹھالیا اور دینا دینا کر پیار کرے لگیں اور روار ماموں موجود تھے معلوم ہوا کہ میں تمام سیکشنوں میں اول آیا ہوں اور ڈیپٹی صاحب ڈل میں میرے وطن کی سفارش کر گئے ہیں۔“

ہم جماعتوں میں کم عمر اور جسمانی اعتبار سے کمزور ہوئے کا احساس اصل ڈل میں بھی بہت رہا یہی ہم تو ازل کھڑے تھے انھوں نے جماعت میں داخل ہوتے وقت قدرے مختلف صورت میں بیٹھ آیا ان کے علاوہ بچوں میں اسکی تعلیم و تربیت کے لیے والدین اور اساتذہ کا سخت گیر رویہ بھی ان کے دلے پکے احساسات کو امتحان جماعت اور لغات کے راستوں پر میل کر مایاں مقام کے حصول کے لیے محرک ثابت ہوا۔

کی مصلحت سے مصلحت ہوتا ہوں ایک بار موصوفال میں بھی دو درجہ مضر جمع کے ساتھ گرا چکا ہوں۔

مضر جمع کی تشخیص کا سب سے زیادہ نمایاں وصف ال کی العزایت پسندی ہے عام روش سے ہٹ کر پہلے اور ای راہ الگ ماننے کی دھن انھیں پچھن ہی سے رہی ہے ال کے حالات زندگی کی روشنی میں ال کی سمیت کے اس پہلو کا حائرہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ال کے اندر ہمیت ہے آپ کو سب سے نمایاں رکھے کا حد پر دروس یا تار ہے آپ کو میٹر سٹار میں سب سے نمایاں اور معزز رکھے کی شعور کی کوشش کا مضر صاحب نے اپنے اشعار میں لے ہمارے اعلان کیا ہے اور ای ستری تحریر میں بھی اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ اقتباسات ملاحظہ کیجئے

”جہاں تک میرا ساقی ہے یہ عزم کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتا کہ کم از کم عرل کی حد تک میرا یا ایک خاص ہوا حد معزز درجہ ہے خود دور سے یہاں میں آتا ہے۔“

”میں استاد سے ہی اسی آوار کو میٹر میں کھو جانے سے بچانے کی کوشش میں لگا رہا ہوں اور سنے ادب میں بھی کی کیا سمیت کا الزام کم از کم خود میرا صوابی نہیں آتا ویسے بھی نقادوں میں عام طور پر میرے معزز درجہ اور مخصوص لئے کا اعتراف کیا جا رہا ہے۔“

”میں نے استاد سے ہی شعوری طور پر ای مخصوص آوار لئے اور آجنگ کو رقرار رکھنے کا لحاظ رکھا ہے۔“

”میرے ہاں آپ کو صرف میرا لئے گا۔“

العزایت کا رجحان ال کی تمام شاعری پر چھایا ہوا ہے ہم ایسا احساس کمتری کے رد عمل کا نتیجہ تو نہیں کہہ سکتے البتہ اس کی نفسیاتی وجہ ضرور ہو سکتی ہے کہ وہ اسکول میں ایسے ہم جماعتوں کے مقابلے میں لمبا طعراور قد بہت چھوٹے سیاہ جام اور محدود لئے تھے یقیناً پچھن ہی میں ال کے لاشعور میں یہ مات بیٹھ گئی ہوگی کہ ال ہر لوگ تو مدہ ہیں دیتے اور انھیں غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے لہذا ان کے دہن میں جھپکے جھپکے مدہ ہر دواں چڑھتا رہا مضر کی دہانت سونے پر سب آگ تاب ہوئی ان کے اس مدہ کا اندازہ درج دیل باتوں سے کوئی لگایا جاسکتا ہے آپ پچھن کے واقعات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں

”پہلی سے تیرہویں تک تمام درجوں میں نظم خوانی کا ایک ہیرٹھ ہوا کرتا جس میں والد صاحب کی تلقین تھلی ”ماس نہ کری“ چڑیا آم وغیرہ ماقاعدگی سے پڑھی جاتیں

ایک اور ایک ہوتے دو آم، میں میٹھے چکے کرلو

قسم کی معلوم گنتی بھی تھی میں اس وقت مسئلہ ساڑھے چار سال کا تھا جس درجہ میں جی چامتا میٹھا یکس کو کھستے ہوئی کر بھی کلاسوں کی نظم خوانی میں شرکت کروں۔“

اسی عمر میں ادب میری پہلی مضر حق تقدیر سے ۱۹۷۱ء کو لپے مارے میں مضر جمعیت متحرک تقدیر سے

دیر ہوس گئیں کاسلسلہ جلتا ہے پھر دوستوں کے ساتھ کبھی قاضی حسن رمایا قاضی فائق کے مکان پر کبھی علی راشد کی دوکان میں ڈیرہ جمایا جاتا ہے احباب سے جدہ جمع کیا جاتا ہے جس میں زیادہ تر قسم مظفر حسنی کی حبیبت سے لکھوائی جاتی ہے اور جمع شدہ رقم سے سموئے کتاب اور میوڑہ وغیرہ منگوا کر ہمسایہ راقی بیٹھ پھاڑا اور قہقہوں کے ساتھ ان چیلروں کے چٹکارے لیے ملتے ہیں گھنٹوں لطیفہ بازی کا سلسلہ جلتا ہے مظفر حسنی کچھ سے کچھ سے سلسلے اور کچھ ان پر بیٹے واقعات سے پیدا شدہ لطائف اپنے مخصوص انداز میں سناٹے ہیں لطیفہ بازی میں دوسرا مرتقا قاضی حسن رما کا ہوتا ہے اس دوران مظفر حسنی قاضی حسن جاتا اور قاضی آغا کے درمیان لڑائی کے تکلف لوگ تھوک جلتی ہے کہیں کے دلچسپ واقعات دہرائے جاتے ہیں دونوں قاضی صاحبان مظفر حسنی کے ساتھ اپنی لکھی کاجی کھول کر مٹا ہر کرتے ہیں غلہ شور کیل اور قاضی العارف تو اکثر حد سے گزر جاتے ہیں لیکن مظفر حسنی کی بیٹانی پر کبھی مانگاری کی ایک شکل تک نہیں آتی وہ بڑی خوش دلی کے ساتھ ان کی لے لکھا رہے بیٹھ جاتا میں تریک جھرتے ہیں مجھے پہلے پہل یہ سب دماغوں لگا۔ اور ایک بار میں نے اس کا اظہار بھی کر دیا جواب میں مظفر حسنی نے کہا سائی اگر میں دلی میس لے ساحتی میں رور سے ہس بڑوں تو فوراً چو کے ایسے اس پاس دیکھ لیا پڑتا ہے کہ کہیں کسی نے اس طرح ہنستے ہوئے دیکھ لیا ہو۔ یو یو رسٹی کے ایک استاد کا اس طرح ہسٹک میسوب سمجھا جاتا ہے ایسے پر تمسک کانتی اور گئے گئے ماحول سے گھرا کر تو میں یہاں بیلا آتا ہوں کہ کھڑکی کی کھلی نما میں اسی اس گھس کو دور کر دوں دوستوں کے درمیان ہسوں اور دلی کھول کر قہقہے لگاؤں اور پھر یہ معلوم متیں کانتوں کے اس دور میں کہاں نصب ہوتی ہیں

دوپہر کا کھانا اکثر انھیں محلوں کی مدد ہوتا ہے شام سے پہلے مظفر حسنی سماں اور بچے مسطہ ہل گئے کہتے ہوتے اچانک اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رات میں پھر کہیں مل بیٹھے کاہر و گرام لے کر کے محل رجعت ہوتی ہے کھانے سے فارغ ہو کر طے شدہ مقام پر اکثر مظفر حسنی کی قیام گاہ (مظفر سٹوڈیو کی دوکان) پر کھادکوں کا اجتماع ہوتا ہے چائے پانی کا دور ہوتا ہے مل اکثر مظفر حسنی کو ادا کر رہا ہوتا ہے احباب کی ان محفلوں میں لطیفہ گوئی اور قہقہہ بازی کے ساتھ مختلف ادنیٰ موضوعات بھی زیر بحث آتے ہیں اور درختار سردا و سردا پر سیدہ گفتگو بھی ہوتی ہے رات کو یہ محل اکثر بارہ بجے کے بعد جمعیت ہوتی ہے اس طرح مظفر حسنی اپنے آپ کو ماضی کے رشتوں اور محلوں محنت اور ایسائیت سے بے خبری کا ماحول کے ساتھ منسلک رکھے ہوئے ہیں

بچے کے دوستوں سے بھی معلوم ہوا کہ عرصہ سے مظفر حسنی کا رویہ ایسا ہی بگڑا ہوا ہوتا ہے جس سے محفل کے ساتھ مظفر حسنی کے بچے گفتگو کرتاؤں کا میں خود گواہ ہوں کہ گزشتہ چار سال سے وہ آگیا ہوتا ہے میں بھی پورے کچھ بڑھاپا ہوں اور دلی نوٹے تک احباب

اور دھچکا اس وقت لگا جب دوسرے روز کھڑو سے دہلی روانہ ہوتے وقت اسٹیشن پر انھوں نے اپنے دوست قاسمی حسن نعا سے کہا "لایا رکھو پیسے ہوں تو دے کر ایہ میں کی پڑ رہی ہے" اعلیٰ ظرفی کی ایسی مثالیں ان دنوں کہاں ملتی ہیں۔

مالا انیس و توہ کی سائرہ اس قسم کے متاعروں میں شرکت سے اکثر پرہیز کرتے ہیں بقول گوئی چند مارگ "وہ شاعروں میں بھی شرکت کرتے ہیں اگرچہ متاعروں کو انھوں نے کسی درلیعہ معاش مایا ہے اور نہ ہی درلیعہ افتخار جہاں تک ممکن ہو قلمبے متاعروں سے معذرت کر لیتے ہیں"۔

شاعروں کے سلسلے میں ایک بات اور ہے وہ یہ کہ متاعروں میں شرکت کر کے والے ادبی دکاندارانہ طور پر سامعین کی پسند واپسند کا لحاظ رکھتے ہوئے متاعرے میں اپنا کلام سسلتے ہیں مظہر قسمی ایسی وہی تعلقات لے مانی سے پیش کرتے ہیں حوادنی رسالوں میں جیستی ہیں اور اس کے باوجود ہر جگہ احترام اور عزت کے ساتھ سے ملتے ہیں اور داد بھی پاتے ہیں۔

میا کی اور حق گوئی کا یہ عالم کہ اس کی سا بیڑی سب سے بلی مارمت سے ہاتھ دھوئے اس سے ای آر ٹی میں بھی اسی سرویس کو حطرے میں ڈال کر اس ادارے سے تعلق ہونے والی دہلی درسی کتابوں کی قیمت کم رکھنے کا بیعہ کر لیا۔ یہ کتب ہندی اور انگریزی سے تیں گنا زیادہ قیمت پر دستیاب ہوتیں۔

مظہر قسمی کا اعلیٰ ظرفی حرامندی حق گوئی اور میا کی کی بہت سی مثالیں ان کے معامیں خطوط اور ان طرہ استعار میں بھی ملتی ہیں جس میں انھوں نے مختلف لوگوں اور اداروں پر سیدھے لے خطا اور شدید حملے کیے ہیں، خیر کرت، لے مانی حرامندی اور شریعت کی بہتوں مثال ان کی طریقی لقمہ فکس پر روئے جس کا تعصیلی ذکر تھری باب میں آئے گا مظہر قسمی کے اس تیر و تمدا اور شدید طرہ کلام کا تعلق ان کی شخصیت سے جوڑتے ہوئے گوئی چند مارگ نے فرمایا "مظہر قسمی صاحب کے طرہ استعار میں کہیں کہیں حودت اور تیری ہے اس کی کمی و جہیں ہو سکتی ہیں یاد رہے کہ طرہ نگار صاحب کسی دوسری شخصیت پر یا معاشرہ پر طرہ کرتا ہے یا اس کے کسی پہلو کو لیتا ہے تو اس کا مقصد ایسی بے بسیدیگی کا اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ اور حد باب کی لکاسی بھی جس سے طبیعت ایسا آواران پالیتی ہے اور خلقی سکوں سے دوجار ہوتی ہے دوسرے یہ کہ بے بسیدیگی کا اظہار کسی حرافی یا کچی کو ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں احساس بیدار ہوا اور بالواسطہ اصلاح کی طرف توجہ کی جائے اس سے حری ہوں بات احتجاج کی بھی ہے یہ قسمی بھی ہو سکتا ہے اور سماجی بھی میرا خیال ہے کہ مظہر قسمی کے طرہ استعار میں نہ سب سکیں موقوف ہیں"۔

۱۔ مظہر قسمی گوئی چند مارگ کی نظر میں انٹرویو محمولہ ذیل محمولوں پر لکھا ہوا تھا جس میں صوری شدہ ص ۱۴ ۱۷
۲۔ مظہر قسمی گوئی چند مارگ کی نظر میں انٹرویو محمولہ ذیل محمولوں پر لکھا ہوا تھا جس میں صوری شدہ ص ۱۷ ۱۸

میراردو متاعِ دل کے لیے اس دور میں سستی تہرت و ماموری اور حصولِ دولت کا سب سے پہل درینہ متاعِ ہمارے ہے۔ ہاں دلوں متاعِ عامیہ کے علاوہ سیاسی مصلحتوں سے آلودہ ہوتے ہیں سیدھے مادے اردو ادب عام اور سیاسی عرصہ مدوں سے شورے گئے جس سے بڑی بڑی رقیب متاعِ ہمارے ماعِ دل کو بطور مددِ بیہوش کی حاقی ہیں۔ ہاں متاعِ دل میں سرکشت کے لیے اس قبیل کے تاعِ کیسے کیسے ممکنہ استعمال کرتے ہیں، میتر لوگ جانتے ہیں و مظهرِ حسی نے متاعِ ہمارے کی اس نعمت سے ایسے آپ کو کھیتا مھوڑا رکھا اور اپنے رویے میں درسی لکھ کر آگے دی احباب کی رمانی حاورہ کے ایک متاعِ کا واقعہ میں نے سنا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

کسی دھڑ سے متاعِ کیٹی کے پاس حسبِ توقع چندہ جمع نہ ہو سکا متاعِ کے احتیاج کی کمی کے ایک رکن نے استہائی ممدورت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے رقم کا لعاہ پتیا کیا کہ اس تھوڑی سی رقم کو راہِ سمجھ کر قبول فرمائیے، رقم کرایہ سے بھی کم نہ ہو اس حد سے کے پیش نظر مظهرِ حسی نے لعاہ کو لا سوسو کے تیس نوٹ دیکھ کر مدکورہ رکن کو پاس ملا کر کہا، یہ رقم تو عامیہ ہے اتنے پیسے تو مجھے ایسی کتاب کی سال بھری رائی سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔ قریب ہی بیٹھے ہوئے شعری مھوپالی، مظهرِ حسی پر مگر گئے کہ بھئی یہ کیا کرتے ہو کیوں خواہ خواہ بازارِ حرام کرتے ہو یہ لوگ خدا بھی دیں یہی کہا چاہیے کہ بہت کم ہے ایک واقعہ کا میں خود گواہ ہوں جو پہلے کی صدف ہے۔

۵ مئی ۱۹۸۰ء کو کھانا گاؤں (مہاراشٹر) میں کل ہند متاعِ مجلسِ اتحادِ آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا معلوم ہوا کہ اس صدارت کے لیے پہلے مظهرِ حسی ہی سے درخواست کی گئی تھی ان کے انکار کرنے پر انھیں کی سہارنس سے مجلسِ اتحادِ آزاد کو صدارت کے لیے منتخب کیا گیا حسبِ دستور متاعِ رقم ہونے پر کمیٹی والوں نے چار سو روپے مظهرِ حسی کی خدمت میں پیش کیے جس کے مجلسِ اتحادِ آزاد کو آٹھ سو روپے دیے گئے مظهرِ حسی نے اسے اسی توہین کے مترادف سمجھتے ہوئے رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جہاں تک تقابل کا سوال ہے میں کسی اعتبار سے مجلسِ اتحادِ آزاد سے کمتر نہیں ہوں متاعِ کمیٹی نے میرے توسط سے ان کے ساتھ ایسے تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے مزید کچھ رقم خرچہ کر موصول کرنے کی درخواست کی مظهرِ حسی نے ہایتِ خودی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے رقم لینے سے انکار کر دیا کہ حسابات ایسا منت کی ہے تو کچھ لینے دینے پر ہی نہیں اٹھتا اور لا کھامصر کے بلوغت و انھوں نے رقم نہیں لی دوسرے دن کھانا گاؤں سے کھنڈن تک میں اس کے ہمراہ تھا مگر ملامت کے میرا حال تھا کہ میری ہی سہارنس پر انھیں طول فرمائی سحر کی رحمت اور حرج کا لاشعاع اثر ہے ایسا حال تھا کہ کہہ کے لیے میں نے لاکھ کوشش کی کہ دورانِ سحر کو حرج ہی سے کہہ دوں لیکن مظهرِ حسی نے ایک رطلے دی اور میرے بھی سحر حرج کا لاشعاع مٹنے کے بعد اس حدہ پیشانی کے ساتھ مجھ سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے کہ مجھے احساس ہی میں ہونے دیا دس کو ایک

کی صداقت پر یحییٰ پور یقین ہوتا، لہذا دل مار رہی رہتے ہوئے بھی ان میں مایا نہیں تھکتے۔
 کسب و کار میں اترا وراقتدار کے ہتھیاروں سے یحییٰ مقامی سیاست دانوں کے مالمقابل نو عمر مہاجرین اردو
 کے کانڈر مطلقاً ہی تھے لکھتے ہیں "اردو کے مختلف محاذوں پر حلو لوگ سرکھ تھے ان میں قاضی حسن رضا
 حسن نسیر مرحوم، علی احمد قریشی، قاضی العارض مستی علی، ناصر حسین مرحوم، پریسل اقبال احمد اور راقم الخروا ہیں
 ہنس تھے سنے چراغ کے مدبر علی کی حیثیت سے محمد گاہ کو محکماً کیا اور ادارت کے طوق حسن نسیر حسن رضا
 اور قاضی العارض کی گردن میں ڈالے گئے، ۱۹۷۱ء

اس زمانے میں سنے چراغ کے اداروں اور ایسے کار کی حمایت اور مالیات کی جبرہ دستیوں کا
 مرقور جواب دیے کے لیے تعلق کیے جانے والے پمٹل اور استہزات میں مظفر حسنی کے طسیرہ رجحانات
 اسی تمام تر تشریت کے ساتھ مایا ہاں ہوتے تھے مظفر حسنی مالیات کو ریر کر کے لیے سنے سے حسرت استعمال
 کرتے اور کوا اس دہات سے لے حظا کرتے کہ مذ مقابل کو راہ فرار ہی اختیار کرنی پڑتی دوران گشتگو قاضی
 حسن رضاعے ایک واقعہ بیان کیا۔

ڈاکٹر مترا احمد خوشتر (مرحوم)، خواں دلوں اقتدار کی ادبی مسدیر متکس تھے اور حسرتے تاخر بھی سے۔
 ترکیب کے مالیات کے سر ملے تھے اپنے اقتدار و روح اور مال و دولت کا ادھا استعمال کر کے عزت، تہمت
 اور مامور کے تمام حقوق اپنے مام معبود کرا چکے تھے ٹری ٹری رقیں جبرہ دے کر دور دور کے متاعروں
 کی صدارت حاصل کرتے اور ایسے تہر میں بھی آتے دن کل ہمد متاعرے معقد کر دتے رہتے تھے مظفر حسنی
 لے جو دور کی کوڑی لائے میں ایسی مثال آپ تھے کہ جو کے والے تھے ایسی دلپ اور عیب و عریب تحریر
 پیش کی کہ تمام اصحاب اچھل پڑے اور تہر سر سے لے پڑے لکھے موزوں طبع مست قلدہ رقص لوگوں کو جمع کر کے
 "یا گلوں کے متاعرے" کی داغ میل ڈال دی وہ مسر بھی بڑا دلچسپ ہوتا تھا ادھر مالیات کے عظیم اتان
 متاعرے کا سما سما یا پڑاں سامیں سے کیا کچھ محرموا ہے رقی مقبول سے آراستہ اشع بر ملک کے مامور
 متاعرہ مار متاعرہ لوق اردو ہیں متاعرہ تاسا ہے کہ ایاک سامیں کی ایک ٹری قلدہ ادا کر جانے لگتی ہے
 استعارہ کر کے پر مملو ہوتا ہے کہ سامے ہی ایک کھلی مگ میں ایک لاڈا سپیکر لگا ہوا ہے اور یا گلوں کا تادہ
 مل رہا ہے کچھ ہی دیر میں کل ہمد متاعرے کے مڈال میں دھول اڑتی لطر آتی اور سامیں "یا گلوں کے متاعرے"
 سے لطف اندوز ہونے کے لیے کھلے میدان میں سج ہونے لگے ۱۹۷۱ء

ڈاکٹر خوشتر احمد مدنی مدتی مدتی مدتی مدتی اردو کسب و کار سے مقالہ نگار کی گشتگو
 قنار ڈاکٹر مظفر حسنی مشورہ متاق، قاضی حسن رضا ریر طبع،
 قاضی حسن رضا سے مقالہ نگار کی گشتگو

اقتدار کی ریتہ دوا بیوں کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے مظفر حسنی ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
 "اکنس ترقی اردو دہسہ کی مرکزی اور ریاستی شاخیں تو قسطل کاتسکار تھیں لیکن اس کو رائیہ
 تاج کھڈوالے اس علاقے میں ایک طوہال ساریا کر رکھا تھا جسکی سسل کے ادنیٰ اور علمی دوق کی تربیت
 کے لیے کھڈوا سپورہ و محلہ میں مستقل لائبریری قائم کی گئی تھی کھڈوا کے لواحی قسوں اور اردو دان ایلوں
 میں درحصول اردو پرائمری اسکول اور متعذر دار و میڈیم بڈل اسکول کھڈوالے گئے تھے جس میں حد نہایتار
 سے سرتار لوحوالوں کی تارہ دم سسل درس و تدریس کے مرائع کسی محلے اور ستافش کے لیر کام دے رہی
 تھی خاص کھڈوا میں جہاں کی آبادی کا تقریباً ایک تہل اردو لوئے والوں پرستل تھا، اردو میڈیم ہائیریکلڈری
 اسکول کے قیام کی خاطر مقامی سیاستدانوں اور لوہر ہائیں اردو کے مابین تقویر و تحریر کے موچیں پر جگ پل رہی تھیں
 بیسویں صدی کے اس جیسے عطرہ میں جس کامیں ذکر کر رہا ہوں اردو کے لیے آج کی کسی سارگار آب و ہوا دستیاب
 نہ تھی مرغوبیت اور مصالحوں کے اس دھواں دھار ماحول میں خزانوں کا دم گھٹ کر رہ جاتا تھا۔ سیاست کے گڑگ
 ہائے ماراں دیدہ اردو کے سسلے میں لوحوالوں کے حوس و حردش کو احمقاہ بھی سمجھتے تھے اور اس کی ملداہلگی سے
 لرہ مزاج نام بھی تھے" ۱

ان باتوں کی تصدیق کھڈوا کے معرا و مرور رہا اور مظفر حسنی کے کار کے حامی ڈاکٹر حوریتید احمد صدیقی کے
 میاں سے بھی ہوتی ہے۔ مرتے ہیں ۱۹۵۵ء میں مظفر حسنی اور ان کے رفقاء کا سنے اردو تحریک کا علم لکھ دیا جس کے لیے
 "سے جراج" کا احوال میں آیا یہ لوگ لوحوال تھے انھیں سرپرستی کی ضرورت تھی پہلے انھوں نے ڈاکٹر متارا جوترا
 کو ایسا سرپرست مایا لیکن ان سے تعاون نہ پا کر انھیں سرپرستی سے عطلہ کر دیا جس کا ناقادہ املاں سے جراج
 میں شائع کیا گیا یہ لوگ بڑے ستم طریق تھے متارا جوترا دہسہ کے سرپرست ہو گئے انھوں نے مظفر حسنی کے سہائی بیٹھ
 مظفر الدین کو لکھا کہ تم نے یہ کالا ساپ کیوں پال رکھا ہے میں اسے کسی روز مار کر گڑ میں ڈال دوں گا" ہر حال
 مظفر حسنی اور ان کے لوحوال ساتھیوں کے تعاون سے ہم نے تمام ماعتوں سے ٹکرا کر کھڈوا میں ایک اردو میڈیم
 ہائی اسکول کی میاڈال دی ماعتوں نے ہمارے خلاف تحریک چلائی کہ یہ لوگ دوسرا پاکستان مایا ہتے ہیں
 دراصل سے جراج کے دہلیہ اردو تحریک کو مظفر حسنی نے مڑا سہا ہار دیا مظفر حسنی اس تحریک کے مانی اور
 روح رواں تھے۔

قلم مظفر حسنی کا ہوتا تھا اور مان میری مظفر حسنی بڑے دہیں اور مہاکس تھے خود اپنے بیروں پر
 کھڑے رہے مظفر بیٹھ کا انھوں نے آسہا قبول کیا تھا وہ دیا جاتے تھے ان میں دلیری کوٹ کوٹ کر بھری
 ہوئی تھی کسی سے مرغوب نہ ہوتے قوت لادری مصروف تھی اور قوت بیعدہ بھی بعد مناسب اور متواراں اسی مات

ہی مامی العار کے سر ہو گیا کہ تم نے میری کتاب چرائی ہیں میں تمہارے والد سے شکایت کروں گا العار پیارہ
معد ہوسے کے کاسے اور ٹھنڈا بڑ گیا اور الٹی مٹھر کی حوتانہیں کرے لگا احاب نے درمیاں میں شکر عالم
ربع دفع کرایا اور کتابیں بھر مٹھر کے پاس پہنچ گئیں نہ
اس سلسلے کو ماری رکھتے ہوئے قاسمی حسن رعدا رقم طراز ہیں۔

” وہ اپنے تمام ہم جماعتوں سے بڑھنے کے لیے کتابیں لیتا۔ اسکی کتاب کسی کو نہ دیتا مجھے سے کتاب لی۔ پڑھی
کسی اور کو دے دی بدلے میں اس سے کتاب حاصل کی کسی تیسرے کو دے دی گویا اس کی ٹوٹی اس کا سر والا حالہ
تھا

ہمارے بچوں کے احاب میں ایک اسماعیل ردوق صاحب ہیں مٹھر نے ان کی کتاب ٹوٹا لیا یا بدلے میں
دوسری کتاب دیے کے لیے انہیں اپنے مانع میں ملایا جہاں چوکیداری کے لیے ایک بید حطر ماک کتابھی تھا۔
میں ہی ردوق صاحب مانع کے گیٹ میں داخل ہوتے مٹھر نے کتاباں پر میوڑ دیا ردوق صاحب کچھ ایسی
بدحواسی میں سما کے گھر پہنچ کر بھی دم لیا دوسرے روز شکایت کرنے پر مٹھر حسی نے کچھ ایسی مصیبت
سے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا کہ ردوق صاحب کو بھی یقین آگیا نہ
مٹھر حسی کی بچپن کی ان سترارتوں کے ساق میں قاسمی حسن رعدا لکھتے ہیں۔

” مٹھر کی یہ تمام سترارتیں اس کی دہانت کے ساتھ ساتھ سادگی، معصومیت اور علوص کی آئینہ دار
تھیں ان تمام سترارتوں اور کھنڈر سے ہنسنے کے ماحود گھنگوا اور تست و سرعاست میں لعاست اور
حوش ملیح گوئی اسی جگہ تھی گندہ مذاق محسن گانی اور اخلاق سے گرمی ہوئی یہودہ مات ہم نے کبھی مٹھر کی رماں
سے نہیں سسٹے

اُسے چل کر حب اس قدم قدم پر رمدگی کے تلخ حقائق سے سرو آرما ہوا میٹر تاسے تو ان کی بچپن کی
یہی معصوم سترارتیں اور جھپٹ جھاڑ مٹھر کے دہر آلود ستر کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس کے دریغ وہ کبھی معاشرے
کے تشعشع اور ناقابل ملاحظہ ماسوروں کی حراحت کا کام لیتے ہیں اور کبھی ظلم و حرکے خلاف مظلوموں کی
حمایت اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے مختلف محادوں پر دادرستی عاب دیتے دکھائی دیتے ہیں۔

جمعہ کر تو کبھی مات مٹھر نے اسیس کی

رجعت کا مخالف علی الاعمال رہا ہے

کھنڈوا میں ایسے ساتھیوں کے قناوں سے چلائی جالے والی ارد و عریک کی ہنگام حیرنوں اور مقامی ارباب

کی میدا تہہ رودسی کا بیٹہ ضرور ہیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ یہ تمام چیزیں الہ کی قدرت میں الہ کی ہدایت کے ساتھ رہتی تھیں جو ہمیں روکیں اور نوحانی میں تساروت چلنے اور کھلنے دے پس کی تسکینیں ظاہر ہوتی رہیں اور ٹکر کی ٹکائی نے ان پر طرے تلخ و تند رنگ پر دے ڈال دیے اور ان کا یہ لاشعوری رحمان شعوری عمل اس کراں کے طرے میں احرے لگا ان کے اس شعور کے مطابق۔

تیرا گناں ملطہ ہے شعوری عمل ہے یہ

احمر اہیں ہے طرے لاشعور سے

مظہر صبی کے بچپن کی تساروتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بڑی ہمتیہ مقررہ طرے مقررہ مرقاتی ہیں۔ بچپن میں مظہر بہت شہرت تھے مجھے اکثر چٹا کرتے ایک مرتبہ چوہے میں چٹا ڈال دیا اور جو سرخ ہوئے پیر میرے پیر پر رکھ دیا جس کا نشان آج تک مٹو تو دہے دل سحر گھر میں رہتے اور گھر کی انہی خاص چیزوں کی پہلے توڑ بیٹھ کر کرتے پھر کسی کو نے میں بیٹھ کر ان کی مرمت کرتے جس پر اکثر انا مال سے داد ہر مہدی "کھی پاتے تھے ملے ملے"

لیکن بچپن کی ان کی بے لوثی گھر کی بار بار کی تک اہی محدود تھیں مگر بچپن کے ساتھ اسیں کسی کیلئے ہیں پایا گیا گویا بچپن ہی سے چھوڑ چھاڑ سے الگ تعلق رہ کر ابیں اسی راہ ملنے کی دھن تھی جس کے لیے ہیں بار بار حمار سے بھی سکتے پڑے مظہر صبی کی تساروتوں اور کھلنے دے کے بہت سے واقعات الہ کے بچپن کے لئے تکلف دوست قاصی جس رملے بھی مجھے سنا ہے ہیں اور ایسے تفصیلی خط میں بھی ان کا ذکر کرنا ہے بچپن کی تساروتوں کے دو دلچسپ واقعے جس سے مظہر صبی کے دوق کتب میں غزات اور طبعیات کے موت ملتے ہیں قاصی جس رملے کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

مظہر قاصی العار اور زاتم الخروف کو بچپن میں ماسوسی مادل پڑھے کا یہ مشوق تھا ہر ایک کے لئے تین ایک آدمہ اول ضرور ہوتا کسی طرح ہمارے استاد اقبال صاحب کو علم ہو گیا ایک دن انہوں نے ایماک ہمارے یسٹوں کی تلاش میں یسٹ شروع کر دی مظہر نے آکھو پا کر جھپکے سے اپنی بائیں ساتھ بیٹھ ہوئے قاصی العار کے لئے میں رکھ دیں تینہ ظاہر ہے ایک وقت تین چار مادل العار کے لئے سے سرآمد ہوتے ہی رائے دار علمایہ اس کے گال پر بڑا العار کو معافی پتیں کرنے کا موقع بھی ملا مظہر اس دوران پیکر معصومیت ماحز میر کے مطالعے میں مستغرق دکھائی دے رہا تھا تمام ساتھیوں کو حقیقت حال کا علم تھا یقین تھا کہ اس کو اسکول چھوٹے پر لکھیم شیم قاصی العار کے ہاتھوں دھال یاں مظہر کی حیرتیں اب پھر مظہر کی دہات کو داد دیجے اسکول چھوٹتے

۱۔ مظہر صبی اپنے گھر میں اسٹوڈنٹ محبوب راہی محمود دہا ہی اسباق پور حوری حوری شہ ۱۳۶۹

۲۔ مظہر صبی اسی قریبی حراتیں کی نظر میں گھنگو محبوب راہی دور انداز دہا تھر محسن حوری شہ ۱۳۷۰

شاعری ہی شادِ صاحب کا دیرِ نغمہ تھی اسی لیے وہ شاگردی کے درخواست دہندہ کو "اخص ارباب" کہہ کر اپنے کی شرط پیش کرتے تھے جس کی شرائط کیفیت کی رو سے تھوڑی سی رقم سالانہ اور کچھ عیس واصلہ میں کرنا ہوتی تھی شادِ عاری کی مالی حالت ان دنوں کچھ زیادہ ہی حراب تھی لیکن مظهر صبی نے اپنی مالی مشکلات کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ اگر شادِ صاحب (جو مہم ادائیگی میں داخلہ دے دیں) انہیں شاگردی میں قبول کر لیں گے تو وہ لایعلاجی بالارمی ہو کر شاگرد ہو جائیں گے اور اس حقیقت کی تشہیر بھی کر دیں گے شادِ صاحب رڑوں رڑوں کو حال میں دلائے تھے لیکن انہوں نے اپنے جواب میں اس تہدید کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ استہانی محبت سے مظهر صبی کو تنگدوئی مائل کیا اور ساری رقمیں معاف کر دیں۔

شادِ عاری جیسے ایمیت پسند شاعر کو رام کر کے لیے جس کے آگے اچھے انجیل کا پتہ پائی ہوتا تھا مظهر صبی نے "نوبہ کو لو کا مٹا ہے" کی معذرت دیکھ کر پکڑے والا حرار استعمال کیا جس سے مات ہوتا ہے کہ اس کے مزاج میں مسرور چیز چار چار جمالی شادِ عاری کی شاگردی قبول کر کے پہلے ہی تھا۔

نعل مینا جی "اں کی قبر میں کڑواہٹ اور طرک کا تیکہ" میں اپنے مفری رحمان کی وجہ سے آیا اسی اتنا میں ہیں اپنے ہی قیلے کے ایک درد کھائی دیے مہیں دیلے شاعری میں شادِ عاری کے نام سے پہچانا جاتا ہے ممکن ہے شاعری میں انہوں نے شاد سے اترا لیا ہو۔ لیکن اں کی کہانیاں جس میں طرک کے تیر چھپے ہوئے ہیں شادِ عاری کی شاگردی سے پہلے مظهر عام پر آچکی تھیں۔

ہر حال شادِ عاری کی شاگردی نے اس آگ کو اور ہوا دی جس کا اعتراف اں کے اس شعر میں ملتا ہے

سے شادِ عاری سے مظهر کا سلسلہ

استعار ساں چڑھ کے بہت تیر ہو گئے

ایہ جس مطلع میں انہوں نے اسی صاف اور تہہ دار نثر میں حدیث دیگر اں کو دراصل آبِ میٹھی کے لیے لکھا تھا استعمال کیا ہے اس اصرار سے اں کا یہ شعر

اں کو شادِ عاریوں نے کر دیا ہے رود جس

واقعہ ہے طرکوں کی خواہش کی رہ تھی

اں حد تک حقیقت پر مبنی ہے کہ انہیں زندگی کے ماحوش و ارتحانات اور گونا گوں حادثات نے رود جس مادے لیکن طرکوں اں کی حور تھی یہ بات غلط ہے کہ طرک تو مظهر صبی کی حضرت کا ایک خاص معر ہے طرک شاعری، چہیز عارفانہ، اصحابوں اور علما کار یوں پر احتیاج ماحوش کو حادثات کے رد عمل یا حادثات

سے تمہو ایک تھانہ شمس الرحمن ہادی تھو شمس الرحمن الا اذ تھو مر ص ۷۹

سے مظهر صبی کی حیثیت اصرار نگار حیا جی اصرار نگار تھو ۲ کاہر زوات ۱۳۰۵

خود متوں، ہمائشیں، لہروں، مافقوں اور اہل اقتدار، صاحبانِ جاہ و تمول اور کلکاء ہوں سے جیسے چہاڑ کستے رہا ان کا معمول میں جکا ہے مظهر حسنی کے مزاج کا تحریر کرتے ہوئے ان کے قریبی ساتھی پروفیسر گوپال چند مارگ مراتے ہیں: "ان کی طبیعت میں ایک خاص طرح کی قنات، سنجیدگی اور رک رکھنا ہے وہ ہر شخص سے آسانی سے نہیں کھٹے اور کچھ لیے دیے رہتے ہیں ان کی طبیعت میں ایک خاص نوع کی حرارت مدی اور اشتیاق ہے وہ جہاں احسان، شایستگی اور حلیق و مصداق ہیں وہاں ضرورت پڑے پر صاف صاف ایسی رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اس سے بعض اوقات بعض حضرات غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس میں قصور و عیبت اور خلوص کا نہیں ہوتا بلکہ ایسا سرمائے راستی و حق گوئی ہوتا ہے۔" ۱

مظہر حسنی تادہ عاری کے تاگرد بھی ہے ہیں اور مرعاً بھی ان سے بڑی قریبت رکھتے ہیں زندگی کی عدالتی تیز رفتاری میں کھوکھلا سودہ عاری میں مبتلا ہونے کے کائنات واقفیت پسندی رسمی رویہ اختیار کر کے اور ہر وقت چونکنا رہنے کا رجحان دونوں کے مزاج کا مشترک قاعدہ ہے۔ ۲

مظہر حسنی کی تادہ عاری سے اس دہی ہم آہنگی اور مزاجی ماسمت کے میسر موت ان کے سن اور زندگی کے معمولات میں دکھائی دیتے ہیں مصلحت، استقامت، مہر و عینیت، عزائم، فرائض، فیوض و ترچہاں حق گوئی و عینا کی واقفیت پسندی، استقامت پسندی، رووسی، ایمانیت، سنجیدگی، سادہ آہنگی اور بالخصوص مزاج و طرز گوئی عینی حویاں یا مامیاں جو تادہ عاری کی شخصیت کے عیادی عناصر ہیں۔ مظہر حسنی کی شخصیت میں بھی حیرت انگیز طور پر کم و بیش موجود ہیں خود مظہر حسنی نے لکھا ہے: "میری تخلیقات کی سرشت میں داخل ہے۔" ۳

محمود ہاشمی کی رائے ہے: "مظہر حسنی نے شعری طرز ایسا رویہ اختیار کیا ہے جس میں تینکھاپن موجود ہے مظہر حسنی اس تینکھے پن کو لہر کا مترادف سمجھتے ہیں اعلیٰ شعور اور آہنگی کے لیے مافی کو تمام تر مزاجی کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔" ۴

حقیقت یہ ہے کہ لہر مظہر حسنی کے مزاج کی سرشت میں داخل ہے وہی لہر جو تادہ عاری کی شخصیت کا مرد لازم ہے ایسی مٹری اور دہی ہم آہنگی مظہر حسنی کی تادہ عاری سے قریبت کا سبب ثابت ہوئی تاگردی و استادی کا یہ رشتہ استوار ہونے کی داستان بھی نے مدد دلپس ہے شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

۱۔ مظہر حسنی گوپی چند مارگ کی نظر میں اسٹریو، محبوب آبادی، مسمولہ ادب، کھار متواتر، کھن حوری، سنہ ۱۹۶۱ء

۲۔ مقدمہ محمود سعیدی، "عریہ عامہ"، مظہر حسنی ص ۶

۳۔ "عری ادب اور میری عیناں" مظہر حسنی، تقدیر سے ص ۱۵۲

۴۔ دراما کاں محمود ہاشمی، مسمولہ، تاعری، کوہر و سر، سنہ ۱۹۶۲ء

دکانی دیتا ہے اس کی شخصیت کے مختلف پہلو مختلف موقعوں پر اس کی تعلیمات میں جھلکتے ہیں بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اسی کچھ قسمی کمروریوں کو عام حالات میں دیا کی نظروں سے دالستہ پوسیدہ رکھا جاتا ہے لیکن ان کا اظہار دانستہ یا نادانستہ خود ایسے فن کے دریغ کر دیتا ہے لہذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دکان کی شخصیت کو اس کے فن سے جدا نہیں کیا جاسکتا اس تاثر میں جب ہم مظہر قسمی کے فن پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں حامی ان کی شخصیت لولتی ہوئی دکانی دیتی ہے ان کا ایک مطلع ہے :

سرا دیا آنکھیں روئیں، لہجہ میاں ہمارا

مٹوے رحمی لہجہ سیدہ، دامن پاک ہمارا

مظہر قسمی کی شخصیت کی جامع تصویر اس مطلع میں موجود ہے اسی غزلوں کے میٹر اعتبار میں انھوں نے اپنی شخصیت کے مختلف پہلو اجاگر کیے ہیں ان کی غزلوں کی طرح ان کی شخصیت صاف بھی ہے اور پہلو دار بھی سردست غزل کے عام اشارے قطع نظر صرف ان کے چند مقطعوں کو ہی سامنے رکھیے جیسے مارے میں محمود اُتسی لکھتے ہیں ”مظہر قسمی کی غزل کا ہر مقطع ایک ایسے شاعر کی داخلی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے جو حور و حیات کی کش مکش میں تال ہے تو عوامی اور اجتماعی احساس سے پوری طرح دانستہ رہ کر اسی العزادیت اور کج کلاہی کو قائم رکھا جاتا ہے تو اتلا سے گر کر راتہاج اور اتسام کی سرل تک پہنچتا ہے لہذا یہ قطع ملاحظہ کیجیے :

اگر عوام سے نزدیک ہوں مظہر میں تو اک حیف سا کج بھی مری کلاہ میں ہے

یار مسد مظہر کہاں سے ہو جائے کہ ناکیں تو ہے اس کی سرت میں داخل

آستان لوس تو لاکھوں ہیں مظہر صاحب شہر میں سرہ جھکائے کی ادا ہم تک ہے

اے مظہر صاف اور تہہ دار ہے میری غزل آپ جیتی ہے حدیث دیگران ہوتے ہوئے

الغرض مظہر قسمی کی تقریباً ہر غزل کا مقطع ان کی داخلی شخصیت کا سر ملا، رحمتہ اور میاں کا سا اظہار ہے عوامی احساس سے دانستگی کے ماوجودان کا کج کلاہ رہا اسی فطرت کے ناکیں کا احساس و اظہار سرحدی دیا کے دیے ہوئے ہر علم کو معروض میں ڈھال لیا حدیث دیگران کے استعاروں میں آپ جیتی یاں کرنا ان تمام اظہارات کی روشنی میں مظہر قسمی کی شخصیت کا تحریر کرنے پر یہ دلیل حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان مقطعوں میں کہی گئی تمام باتوں پر اپنے رد و مرہ کے اعمال و افعال میں وہ سختی سے کارمد بھی ہیں ظہر جس سے وہ اپنے مافی العیر کے اظہار کا کام لیتے ہیں ان کی سرت میں داخل ہے حق گوئی (کسی کھاتلے کوئی) اور سیا کی ان کی فطرت تا یہ سبھی ہے اجتماعی احساس سے دانستگی کے ماوجود وہ اپنے آپ کو شعوری طور پر الگ جھلک رکھتے ہیں اسی ماوجود واری کے آئینوں کو ہر صورت محفوظ رکھتے ہیں ظہر کی آڑ میں گدما

۲۶ حسرت موہانی ریر طبع بیتل یک ٹرسٹ انڈیا، دہلی

۲۷	مظفر کے نام (ادنی مسائل پر خطوط) مایاب	(نیم مکڈو لکھنؤ کے یہاں ستودہ مانج ہو گیا)
۲۸	ترتیب تذکرہ	ماہنامہ سے چھ لڑے (دس تھامے) ۱۹۵۹
۲۹	ایک تھانے	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۶۷
۳۰	ترد عمر دست	مرکز ادب سہیل ۱۹۶۷
۳۱	شوحی تحریر	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۷۱
۳۲	شاد عاری کی عربی	مکتہ تاجراہ دہلی ۱۹۷۴
۳۳	کلمات شاد عاری	بیتل اکادمی سی دہلی ۱۹۷۵
۳۴	مدیریت تحریر و تقسیم	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۸۵
۳۵	جائزے	مکتہ جامعہ ٹیڈ سی دہلی ۱۹۸۵
۳۶	چوروں کا قاتل	مارچ پیسٹنگ اکادمی الزاماد ۱۹۸۵
۳۷	پراسرار قاتل	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۵۵
۳۸	دہری سار ش	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۵۶
۳۹	تراک ہڈر ہدوستان میں	نیم مکڈو لکھنؤ ۱۹۵۶
۴۰	نار عکسوت	(ماہنامہ شعلہ و شمع دہلی میں قسط وار شائع ہوا) ۱۹۵۶
۴۱	گلاب محج الخمر اردو تراول	بیتل اکادمی سی دہلی ۱۹۷۵
۴۲	سما روپ لے کہا	بیتل اکادمی سی دہلی ۱۹۷۶
۴۳	کراتی کے یکانی ڈولے	بیتل یک ٹرسٹ انڈیا، دہلی ۱۹۷۷
۴۴	گلاب محج الخمر اردو تراول	بیتل اکادمی سی دہلی ۱۹۷۸
۴۵	اڈیا اصلے	بیتل یک ٹرسٹ انڈیا، دہلی ۱۹۸۰
۴۶	بیلاری	بیتل یک ٹرسٹ انڈیا، دہلی ۱۹۸۰
۴۷	گلاب محج الخمر اردو تراول	بیتل اکادمی سی دہلی ۱۹۸۱
۴۸	سما ریمو و ہر ش چندر	ساتھ اکادمی سی دہلی ۱۹۸۳
۴۹	سک چندر چٹری	ریر طبع ساتھ اکادمی سی دہلی

(دج) شخصیت

دیکاری شخصیت کا عکس اس کے من میں کہیں یہاں اور کہیں صاف

۴	۴	میرید عامر	۱۹۷۳	میتل اکادمی نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۵	۴	ویک راگ	۱۹۷۳	میتل اکادمی نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۶	۴	یم سر یم	۱۹۷۹	انجمن ترقی اردو نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۷	۴	طلم حرف	۱۹۸۰	شف جلی کتاب گھرانہ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۸	۴	کھل حاسم سم	۱۹۸۱	مکتہ جامعہ لیسٹن نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۹	۴	پردہ سس کا	۱۹۸۷	مکتہ جامعہ لیسٹن نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۰	۴	الائیال دمود استعار	ریر طبع	لجیم کڈ پو نکھو	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۱	۴	ایٹ کا جواب	۱۹۶۷	مرکز ادب ہندیال	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۲	۴	دو عدسے	۱۹۶۹	لھرت پلستر نکھو	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۳	۴	دیدہ حیران	۱۹۷۰	من کدہ سپور	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۴	۴	سردوں کا سفر (فول ملاریہ)	۱۹۵۴	مکتہ کلیان نکھو	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۵	۴	یلا پیر (کہانیاں)	۱۹۸۳	مکتہ پیام تعلیم نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۶	۴	چمارے و لعلیں	ریر طبع	اردو پلستر نکھو	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۷	۴	شادمانی شخصیت اور	۱۹۷۸	مکتہ جامعہ لیسٹن نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۸	۴	نقد ریرے	۱۹۷۸	ادارہ مصراعہ کاپور	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۱۹	۴	جہات و جستجو	۱۹۸۲	مکتہ جامعہ لیسٹن نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۰	۴	تقید الیاد	۱۹۷۷	مؤرخین پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۱	۴	وفاقی کتابیات	۱۹۷۷	در اشتراک کوپی چند مارگ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۲	۴	وفاقی کتابیات	۱۹۷۷	در اشتراک کوپی چند مارگ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۳	۴	وفاقی کتابیات	۱۹۷۸	در اشتراک کوپی چند مارگ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۴	۴	وفاقی کتابیات	۱۹۸۱	در اشتراک کوپی چند مارگ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی
۲۵	۴	وفاقی کتابیات	۱۹۸۳	در اشتراک کوپی چند مارگ	آئیر پریٹس اردو اکیڈمی

- 3 MEN OF ACHIEVEMENT
- 4 WHO IS WHO IN THE WORLD
- 5 WORLD BOOK OF HONOUR
- 6 5000 PERSONALITIES OF THE WORLD
- 7 ASIAN WRITER S WHO IS WHO

(ب) الغامات دا، رمانہ غالب علی میں اشخاصِ جماعت کے سالانہ امتحان میں کسٹڈ کے تمام ہمدی ہاشمی اور اورادو ڈل اسکولوں میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے بی بی سونی پرائمر حاصل کیا۔

۲۷۔ ”دو دھڑے“، تحریر حارۃً تقدیر سے استادِ عارفی شخصیت اور منہجِ ”میر“، کمالِ حاشم سم اور فیلا ہیرا ان کتابوں پر اتر پڑی ہیں اردو اکادمی کے الغامات حاصل کیے

۲۸۔ ہمارا اردو اکادمی کے ”وفاقی کتابیات“، کمالِ حاشم سم اور فیلا ہیرا کتابوں کو انعام کا مستحق قرار دیا۔

۲۹۔ ”میری سنگھ اردو اکادمی کے کل ہمدی ہاشمی کی کتب میں ”میداری“، ”عہداتِ جوتو“ اور ”طہم حروفِ مظهر“ کو الغامات سے نوازا

۳۰۔ ”آدمی پڑی ہیں اردو اکادمی سے۔ ”میر“ پر انعام حاصل ہوا۔

۳۱۔ ”کمالِ حاشم سم“ پر ملک جہاد دینی ایوارڈ عطا کیا اور اسی کتاب پر پتھر اکادمی لکھنؤ نے ”میر ایوارڈ“ سے نوازا۔

۳۲۔ ”دہلی اردو اکادمی کے ”فیلا ہیرا“ پر انعام دیا

۳۳۔ ”میر کی لکھی ہوئی کتاب“ پر انعام دیا، ۱۹۸۵ء میں قومی ایوارڈ عطا کیا یہ اعزاز حاصل کرنے والے وہ اردو کے واحد ادیب و شاعر ہیں۔

ان کی تصنیفات و تالیفات کا گزشتہ وارہ دیں میں پیش کیا جاتا ہے۔

مظفر حنفی کی تصانیف ایک نظر میں

الغامات

موضوع	سر	نام کتاب	تاریخ	محل
تشریح مجموعے	۱	پالی کی زبان	۱۹۶۷	شب خون کتاب گراڈ آباد
۲	تیسویں عربی	مرکز ادب بھوپال	۱۱۶۸	
۳	عکس یوروپین تفریح	کتاب میلٹر لکھنؤ	۱۹۶۹	

ریورٹس اردو اکیڈمی

ریردیتس اردو اکیڈمی

پہرہ دہشت گرد و ایکٹ می

عمر اپنی پیش رفت کو دیکھ کر

رہی سنگالی اردو اکیڈمی

پہریتس اردو واکٹھی

فِیْ اَتَادِیْ حِیَا مِیْرَا اَدِیْ لَکھو

سرپرست اردو اکیڈمی

مدد کی کمی محسوس

اردو اکیڈمی

رویتیں اردو و اکیڈمی

رویتیں اردو و ایکٹرمی

ہنگال اردو کٹھمی

راہرواکیڈمی

ہالہارو واکسٹ می

[illegible]

تذکرہ اہل بیت علیہ السلام

نہایت

۱۰۰

[illegible]

۱۰ فیڈ ایکڑ کی مسسور میں ہر ایک کے سرکاری کشتی کے ساتھ ۲۹۵۳-۵۴

۱۰۰

۱۰۰

... ..

Journal of Management Studies, 19(1), 67-80.

مجلسه ششم

212200

قدرت نے مطہر حمی کو یکے بعد دیگرے چھ بٹوں سے واراح میں سے آخری رومی ولادت کے چند روز بعد ہی وفات یا گیا ماتی پانچ مردہ مطہر، یوریر مطہر، ہیل مطہر، حیل مطہر اور عرماں مطہر عرمانی ان کے گھر کی دقت میں اس لئے ان کو ان کے ہاں ایک مٹی بھی پیدا ہوئی جس کا نام صانیم رکھا گیا مرنے والے کو مطہر حمی حامدہ کی کے تندرست اردو میں ترقی یا کر دیا ہو گئے۔

علمی، ادبی اور سماجی خدمات:

مطہر حمی کی زندگی کا ہر لمحہ حرکت و عمل سے عبارت ہے، وقت میں مہادولت ہے، بھی جانے اور مانتے ہیں لیکن علمائے بہت کم لوگ اس کی قدر و قیمت جانتے ہیں اسے سلیقہ سے استعمال کرتے ہیں اور کوئی لمبی رائے گان نہیں جانتے۔ ان لوگوں میں ایک مطہر حمی بھی ہیں ان سے آج تک ان کے حالات زندگی پر نظر ڈالیں ان کے کارناموں کا جائزہ لیں تو تعجب ہوتا ہے ان کی تمام تر زندگی سیرج طرح کی ہنگامہ آرائیوں اور مسلسل کاتوں میں بسر ہوئی انھوں نے جہد مسلسل، سعی پیہم اور متواتر کوشش و جستجو سے صرف یہ کہ ایسی علمی استعداد اور مکارانہ ملا جلیوں کو پروان چڑھایا بلکہ اردو کو بھی علمی طبع دی۔ ۱۹۵۸ء میں کھڈوا میں ایچ جہد مخلص دوستوں کے تعاون سے انجمن ترقی اردو دہلی کی تاسیس قائم کی اسی کے زیر اہتمام کھڈوا میں میٹل لائبریری کھولی ایک اردو میڈیم ہائی اسکول کھڈوا کے لواحق قضاات میں اردو کے درجوں پر انگریزی اور مڈل اسکول جاری کر دئے حوری ۱۹۵۹ء میں ماہنامہ 'سے جرائع' (کھڈوا) جاری کیا جس نے اسی انفرادیت اور صاف ستھری ادبی معیار کی بنا پر دیکھتے ہی دیکھتے ادبی حلقوں میں ایسا ایک مقام سالیبا مطہر حمی کی زیر ادارت اس کے دس شمارے لکھے ان کے یہاں سے چلے جانے کے بعد حسن شیر مروج کی ادارت میں مرتبہ شمارے لکھنے کے بعد 'سے جرائع' بند ہو گیا ۱۹۶۲ء میں سیہورد سھویاں میں انجمن ترقی اردو کی تاسیس قائم کی سھویاں میں فصل پاکستان کے ساتھ 'مزم فکار' کے تحت کئی ماہوار سنجیدہ علمی و ادبی پروگرام منعقد کرتے رہے مطہر حمی کے علمی، ادبی، تخلیقی و تصنیفی کارناموں کا دائرہ عام وسیع ہے 'سے جرائع' کے دس شماروں کے علاوہ ان کی کتابوں کی ہر دست پیمائش تک جا پہنچی ہے جس کی تفصیل سہویاں میں علاوہ ارس مطہر حمی کی وہ تحریریں مضامین سیمیناروں کے لیے تحریر کردہ مقالات، بیس لفظ، مقدمے، تبصرے، اصناف، لطیف، عریں، علمی و ادبی ماحول پر مشتمل خطوط اور کئی متفرق تعلیمات جو کسی مجموعہ میں شامل نہیں، بے شمار ہیں جنہیں کتابی صورت میں شائع کیا جائے تو ان کی کتابوں کی ہر دست حاصی طویل ہو سکتی ہے۔

مطہر حمی کا پیتر حصر مدنی تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے مگر رہے کھڈوا میں اردو میڈیم

ان اسکول قائم کیا ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۸ء قہار کوئی تحصیل لہرانہ گج اور بیلیا خاص تحصیل سلوانی کے نڈل اسکول میں معلم رہے ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۱ء تک ایس سی ای آر ٹی میں اسٹنٹ پروڈکٹس آفیسر رہے اور ۱۹۷۱ء سے مامولہ اسلامیہ دینی دہلی کے شعبہ اردو میں ریڈر ہیں۔

اعزازات والاعامات : مطہر حسنی نے کئی الاعامات اور اعزازات کے حصول کے لیے سطحی طریقے استعمال ہیں کئی اس نے یارادہ روش کے ماحود دیائے ادب میں ان کے مقام و مرتبہ کو بچا گیا اور اعزازات والاعامات سے نوازا ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا گیا جس کی ہرست حسب ذیل ہے

الف: اعزازات

- ۱) دورانِ عالمی ایگورڈ مایکڈ اسکول کھڈوا کی ڈسٹنگ سو مائی کے سرٹ سکرٹری رہے
- ۲) اکس ترقی اردو تاج کھڈوا کے ۱۹۵۸ء تا ۱۹۵۹ء سکرٹری رہے۔
- ۳) سیٹل لائبریری کھڈوا اور اردو نواسر سکڈری اسکول کھڈوا کے مایوں میں ان کا شمار ہے
- ۴) اکس رقی اردو تاج سیہور کے ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۱ء مانت صدر رہے۔
- ۵) صلح ساہنگ کیٹی سیہور مدھیہ پردیش کے سرکی کیٹی کے ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۳ء رکن مہر دیے گئے۔
- ۶) ریڈیو اردو ورتس کے پروگراموں میں مسلسل حصہ لیتے رہے۔
- ۷) ہدائن لائبریری ٹرس کے لئے اردو کے اکامریں ادب کے ویڈیو کیسٹ مامولہ کے اس کیو کیسٹ سٹریے تیار کیے گئے ہیں جس میں سے کئی کے موڈ ریڈر مطہر حسنی ہیں
- ۸) مامولہ اسلامیہ کی میکل آف ہومیسٹر آڈس ایڈ سائیسز (FACULTY OF HUMANITIES ARTS & SCIENCES) کے ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء ممبر رہے
- ۹) مامولہ اسلامیہ کی کیٹی آف کورسز اردو کے مستقل ممبر ہیں
- ۱۰) یونیورسٹی آف اڈس کیس کے پروجیکٹ رائے و ماحاتی کتابیات کے نگراں ہیں۔
- ۱۱) سرولہ سے دہ رسالہ میوہیں صدی "دہلی" اور "رونی" دہلی کے ادبی سیر ہیں
- ۱۲) معری مالک میں حالی پہلے بد تہرت یات ہرمیدان کے ڈاکٹور کی ایوگر امل ڈکسریاں تاتے ہو رہی ہیں
- ۱۳) میں اردو شعرا دے کئی حد درجے چند کاروں کے سوانحی اتارے تال ہیں مدربرہ دہلی میں الاقوامی یونیت کی کتابوں میں مطہر حسنی کے علمی و ادبی کاراموں کی تفصیلات اور سوانحی اتارے تال ہیں

1 INTERNATIONAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY

2 MEN AND WOMEN OF DISTINCTION

قدرت کے مطہر حسنی کو یکے بعد دیگرے چھ بیٹوں سے لوار احسن میں سے آخری رومی ولادت کے چند روزہ بعد ہی وفات پا گیا باقی پانچ میرور مطہر، برور مطہر، ہیل مطہر، ہیل مطہر اور عرفان مطہر عربی ان کے گھر کی ولدی ہیں۔ انہی سب کو ان کے ماں ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی جس کا نام مصائبہ رکھا گیا۔ رومی ۱۹۸۱ء کو مطہر حسنی جامعہ ہی کے شعبہ اردو میں ترقی یافتہ ہو گئے۔

علمی، ادبی اور سماجی خدمات:

مطہر حسنی کی زندگی کا ہر لمحہ حرکت و عمل سے عبارت ہے، وقت میں بہادری ہے، اسی حالت میں اور مانتے ہیں لیکن علمائے نہایت کم لوگ اس کی قدر و قیمت جانتے ہیں اسے سلیقہ سے استعمال کرتے ہیں اور کوئی لمحہ رائیگاں نہیں جاتے۔ ان لوگوں میں ایک مطہر حسنی بھی ہیں جن سے آج تک ان کے حالات زندگی پر لفظ و الس ان کے کارناموں کا حائرہ لیں تو تعجب ہوتا ہے ان کی تمام تر زندگی شرح طرح کی ہنگامہ آرائیوں اور مسلسل کادستوں میں بسر ہوئی انھوں نے جہد مسلسل، سعی پیہم اور تہذیب و تہذیب و حتم سے صرف یہ کہ ایسی علمی استعداد اور مکارانہ ملا جلیتوں کو برواں چڑھایا بلکہ اردو کی علمی و ادبی - ۱۹۵۵ء میں کھڈوا میں ایسے چند فطرس دوستوں کے تعاون سے انھیں ترقی اردو دہلی کی ستارہ قائم کی اسی کے زیر اہتمام کھڈوا ہی میں میٹل لائبریری کھولی ایک اردو میڈیم ہائی اسکول کھڈوا کے نواحی قصبات میں اردو کے درجوں پر انگریزی اور مڈل اسکول جاری کروائے۔ ۱۹۵۹ء میں ماہنامہ 'سے جرائع' (کھڈوا) جاری کیا جس نے اسی الفاظ و ادب اور صاف ستھرے ادبی معیار کی سادہ دیکھتے ہی دیکھتے ادبی حلقوں میں ایسا ایک مقام سالیبا مطہر حسنی کی زیر ادارت اس کے دس شمارے لکھے ان کے یہاں سے چلے جانے کے بعد حسن تیسر مرحوم کی ادارت میں مرید جیہ ہمارے لکھے کے بعد 'سے جرائع' سدا ہو گیا ۱۹۶۲ء میں سیہوورد سہوایاں میں انھیں ترقی اردو کی ستارہ قائم کی سہوایاں میں فصل تہذیب کے ساتھ 'سرم مکار' کے تحت کئی ماقار سچیدہ علمی و ادبی پروگرام منعقد کرتے رہے۔ مطہر حسنی کے علمی، ادبی، تخلیقی و تعلیمی کارناموں کا دائرہ عام وسیع ہے، 'سے جرائع' کے دس شماروں کے علاوہ ان کی کتابوں کی ہر دست پیمائش تک ماہ سپہی ہے جس کی تفصیل آئندہ مباحث ہوگی۔ علاوہ اس میں مطہر حسنی کی وہ محو بریں مضامین سیماروں کے لیے تحریر کردہ مقالات، پیش لفظ، مقدمے، تبصرے، افسانے، نطیں، غزلیں، علمی و ادبی مباحث پر مشتمل خطوط اور کئی متفرق تخلیقات جو کسی مجموعہ میں شامل نہیں، بے شمار ہیں جنہیں کتابی صورت میں نتائج کیا جاتے تو ان کی کتابوں کی ہر دست ماحول فوہل ہو سکتی ہے۔

مطہر حسنی کا پیتر حسنی زندگی تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے گزر رہے کھڈوا میں اردو میڈیم

کئی ایڈیٹرز کے سلسلے میں بار بار طعنائیں اٹھانے، بھڑکنا اور انکار کے ساتھ ہر چیز کو قبول کرنا، سب سے سوائے
 کرنا اور ایک طالب علم کی طرح ان کے حوامات قبول کرنا تمام معاملات میں ایک غیر معمولی اور مثالی طالب علم
 ہوتے ہوئے میرے ساتھ ان کا رویہ ایک طالب علم کی طرح رہا۔

مطرحی، استاد عارفی پر پہلے ہی حاصوا مواد جمع کر کے تین کتابیں مرتب کر چکے تھے۔ ایم اے کر کے
 کے ایک سال کے اندر ہی انھوں نے استاد عارفی شخصیت اور اس کی تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کے لیے یونیورسٹی
 کو پیش کر دیا اس وقت تک مختلف اصنافِ ادب پر چودہ کتابیں پیش کر کے وہ بحیثیت شاعر، انساں، نگار، مترجم
 اور مرثیہ دوایک کے ادبی حلقوں میں حاصوا مام پیدا کر چکے تھے

۲۹ اگست ۱۹۷۱ء کو مطرحی کے بیاباں پانچواں مینار عارفی مطرحی عرفی پیدا ہوا۔ جولائی ۱۹۷۱ء میں
 مطرحی ہندوستان کی راجدھانی اور اردو کے بڑے ادبی مرکز دہلی میں گئے جہاں مرکزی وزارت تعلیمات
 کے ادارے ایس سی ای آر ٹی میں وہ اسٹنٹ پروفیسر آف اردو کے عہدے پر مامور کئے گئے۔ ہائوس
 کے پہلے ایک فلیٹ خاص میں وہ ایسے حادثات بحیثیت سپر ویزر سے متعلق ہو گئے۔ سیل کو سل آف انٹرکیشنل ریسرچ اینڈ
 ٹریڈنگ NO PROFIT NO LOSS کے اصول پر لسانی کتابوں کی اشاعت کا مدد و دست کرتے ہیں اردو کی
 کتابوں کی قیمت کے تعین کے معاملے میں ایسی ملازمت کو خطرے میں ڈال کر مطرحی نے صاحبانِ امداد کو بڑی
 مشکل سے اس سیرِ آمادہ کیا کہ اردو کی کتابوں کی قیمتیں بہت کم رکھی جائیں وگرنہ ان کی قیمتیں موجودہ قیمتوں سے چار یا پانچ
 گنا زیادہ ہوتیں اردو کے طلبہ پر مطرحی کا یہ بڑا احسان ہے۔

اسی سال میں ۱۹۷۱ء میں بھوپال یونیورسٹی نے مطرحی کے تحقیقی مقالے 'استاد عارفی شخصیت اور اس پر'
 انھیں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی

ایس سی ای آر ٹی کی ملازمت ہر اعتبار سے حامی اطمینان بخش تھی، اوقاتِ عہدہ معقول متاثرہ، دہلی
 جیسے شہر میں آرام و فلیٹ، کار کی سہولیات، گویا وہ سب کچھ تھا جسے ایک اوسط درجے کی خوشحال زندگی کے لوگوں
 میں شمار کیا جاسکتا ہے لیکن یہ مطرحی کی مرل مقصود تھی۔

۱۲ مئی ۱۹۷۱ء کو ان کا تقرر ہندوستان کی تاریخی حقیقت کی حامل مرکزی یونیورسٹی، احمد علیہ اسلامیہ کے
 شعبہ اردو میں بحیثیت پروفیسر ہو گیا جہاں انھیں علمی و ادبی ماحول، عہدہ سوسائٹی اور اصلاحیت ساقی ملے۔ جامعہ میں
 تقرری کے بعد انھیں ایس سی ای آر ٹی کا فلیٹ چھوڑنا پڑا اور وہ ایک کرایہ کے مکان میں ڈیڑھ سال تک
 رہے۔ مارچ ۱۹۷۱ء میں انھوں نے ہونہ کا ایسا آمانی مکان اور میں میر بھوپال کی رہیں فروخت کر کے ٹنڈاؤں
 جامعہ میں ذاتی مکان خرید لیا وہ ایسے حادثات کے ساتھ وہیں رہائش اختیار کر لی۔

میں ملازم تھے اور وہاں ایل ایل کے لیے بھی کالج میں داخلہ لے رکھا تھا ملازم کا کنبہ بھی ایک شے کر کے
 دہم داری اور ادنیٰ سرگرمی جاری رکھے ہوئے انھوں نے مہربان سپور کے داخلہ میں سے جس تہاؤکات کے
 امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی بلکہ ایم اے اردو میں بھی فرسٹ کلاس کے ساتھ یونیورسٹی میں پہلی
 پوزیشن حاصل کر کے اسی عمر میں ملاجیتوں کے ثبوت فراہم کئے لطف کی بات یہ ہے کہ ایم اے سال اول میں
 مطہر حمی کا بیٹھ واسطہ حجاب کرایا گیا تھا اس ماگوار واقعے کو مطہر حمی سے زیادہ مدت کے ساتھ ان کے استاد
 یرومیر عبدالقوی دسوی نے محسوس کیا اور کئی دنوں تک یریتاں اور سرگوداں رہے اس قتل کی ہتھیاری
 کا ذکر کرتے ہوئے آج بھی قوی صاحب کی آنکھیں نم ہوتی ہیں۔ مجھ سے دوران لکچر واقعہ بیان کرتے ہوئے
 ان کی آواز لرھل ہو گئی اور فرمایا "مطہر حمی کی کم عمری میں لمدادی تمام اور تہرت و مقبولیت کی وجہ سے
 بھوال میں ان کے ماسد میاں ہو گئے تھے جو کسی صحت انھیں بھاد رکھا جا چکا ہے تھے ان کے ایم اے سال ان کی
 کارلٹ واسطہ حجاب کرایا ایک ماسدار سارست بھی بطور مدخل مطہر حمی سے پاداشت کی اور بیٹھا سال اول میں
 ایم۔ اے ماسل میں فرسٹ ڈیویژن کے ساتھ پوری یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی"
 اس واقعے کی تصدیق ڈاکٹر بیج برید کی درج ذیل تحریر سے بھی ملتی ہے۔

"ایک واقعہ یہ ہے وہ ایم اے کا امتحان دے رہے تھے اس کے سال اول میں قیدہ مرتبہ کے زیرے
 میں ایک "ماصل" متھیں لے ان کو مانا ۱۵۸ نمبر دیے اتفاق سے ایم اے سال دوم کے دائرہ ادوسی
 کا میں متھن تھا میں نے بھوپال کے مختلف کالجوں کے طلبہ طالبات سے چار چار یا پانچ سوالات کیے شکل
 سے ہی کوئی طالب علم یا امیدوار اس ڈیو میں میرے پانچ سوالات کے صحیح انداز میں جواب دے سکا اس مرتہ
 بھوپال میں مجھے رڈی یا لوسی ہوئی تھی صاحب سے میں نے ۱۵۸ نمبر تک مسلسل سوالات کیے مختلف موضوعات
 پر ہر سوال کا جواب انھوں نے تسلی محسوس دیا سمجھ گئے سے وہاں کے حضرات سے میرے علم دا گہی میں اعلیٰ ہوئے
 سوالات کی کے متعلق میرے بیدار کو پہلی مرتہ شکست ہوئی طالب علم کی عظمت اور حقیقت اور محنت کے قرہ کا
 اندازہ ہوا ہے

پرومیر عبدالقوی دسوی اس واسطے میں مطہر حمی کے ماسے میں ایسے منتق آئیر تاثرات بیان
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

مطہر حمی کے مزاج میں یہاں وسیعہ کالج بھوپال میں آئے سے قبل جو توجہ اور کھلڈراں تھا
 وہ یہاں آکر یکسر بدل گئے۔ وہ یہاں ایک یکمہ دہیں لے کر آئے تھے مختلف تحریروں سے گزر کر آئے تھے
 لیکن یہاں ایک عام طالب علم کی طرح ایسے آپ کو پیش کیا طالب علم کی لگن کتابوں کے حصول کی خواہش

کے امور امارہ نگاروں میں ان کا شمار ہوئے لگاکھا ملازمہ اس کے ترجمہ کردہ چار حاسوسی ماول بھی
 سائے ہوئے تھے فارسی کی ملازمت نے انھیں وہ یکسوئی نصیب رہے وہی جو تخلص ستر کے لیے ضروری ہوئی
 ہے لہذا وہ اس دوران ستر کم اور شعر مادہ لکھے گئے ۱۹۶۲ء میں ان کا تبادلہ کھوپال سے سیہور کر دیا گیا جہاں
 انھوں نے اسے ساتھ ایسی والدہ بیوی اور بیٹے میروڑ مظفر کو جس کی عمر اس وقت سو ماہ تھی ملایا والد صاحب
 اور بڑی بہن حواک لڑکے اسحاق احمد کی پیدائش کے بعد مطلقہ ہو چکی تھیں ہوسہ ہی میں رہے صد ماہ
 رہ کر ان کی والدہ بھی ایسی جھوٹی بیٹی انیس ماہ کی تادی کے سلسلے میں ہوسہ چلی گئیں۔ اسی سال ان کے
 میں مظفر جی نے اردو کے صاحب طرز طرنگار شاعر تاد عارفی سے سلسلہ نایب استوار کر لیا اور اسی سال سلم بیو بڑی
 علی گڑھ سے بطور حاجی امیدواری لے کر امتحان پاس کیا

دوبارہ تہادے کی وجہ سے ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۶ء دوران وہ پھر کھوپال میں رہے اسی دوران ۱۹۶۴ء کو
 ان کے دوسرے فرزند میروڑ مظفر کی ولادت ہوئی۔ ۸ مئی ۱۹۶۶ء کو تاد عارفی کا انتقال ہو گیا۔ محکمہ نگار
 کی اس ملازمت میں کئی بار مظفر جی کو ترقی کے آفر ملے لیکن وہ اسے کھلے استحقاق احمد ہاسٹی کی تعلقہ دیر میں لکھنؤ
 اور امہاک سے کرے کے لے ان ترقیوں سے دستبردار ہوتے رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسحاق احمد کو اعلیٰ تعلیم
 دلا کر کسی اچھی سی ملازمت سے لگوا دیں اور حامداں کا مار کھال اسے سوس کر خود کو محنت و نصیب کے لے
 وقف کر دیں دوسرے بیات بھی دیں میں بھی کہ فارسی کی ملازمت میں بہت دلوں تک ہیں رہا ہے
 ہم جو ۱۹۶۵ء کو مظفر جی کے والدہ عند القدوس صاحب کی وفات ہو گئی ان کا مزار ہوسہ ہی میں ہے۔
 ۱۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ان کے گھر تیسرے لڑکے سہیل مظفر کی پیدائش ہوئی والد کی دعا سے تقریباً دس ماہ بعد
 ۲۸ مارچ ۱۹۶۶ء کو مظفر جی کی والدہ محترمہ حالتوں ماطہ بھی ہم سے لے لیں ان کا ساتھ جھوڑ گئیں ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء
 کو ان کے محکمے مرید فضل مظفر کی ولادت ہوئی

شاد عارفی شہزاد کی کئی اصناف پر اس کا کچھ لکھے تھے کہ انھیں کتابی شکل میں پیش کرے کے لے
 کئی محکمہ طلبہ و کارکنین ملکی موجودہ ان کے انتقال کے وقت تک صرف دو جھوٹے کھپے کسائیے سا سماج
 اور انتہا شاد عارفی ہی سائے ہوئے تھے مانی تمام ستری و شعری مواد مختلف لوگوں کے پاس اور ہندو پاک کے
 رسائل و جرائد میں پھرا بیٹھا تھا مظفر جی نے حالت تانی کے ساتھ ہندو پاک کے تمام مشاہیر اہل قلم سے شاد عارفی
 پر دھامیں کھائے جس کا مجموعہ ۱۹۶۶ء میں ایک مختصر سا تذکرہ کے نام سے سیم کٹ لٹس سائے ہوا اعداد انھوں
 نے ایسی مرتبہ کتب، مترجم لکھتے، اور متوجہ تحریر کے دل سے دسائے ادب کو شاد عارفی کی اہمیت کا احساس
 دلایا اس کے باوجود مظفر جی مطمئن نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ شاد صاحب کی شخصیت اور ادبی کارناموں پر
 تحقیقی مقالہ لکھا جائے کئی احباب کو اس کام مائل کرے کی کوئٹہ کی لکس حاطر خواہ ستر برآمدہ ہوا اس
 کام کے پھر کھوپال میں ام لے (اردو) میں داخلے لیا اس وقت وہ سہ

میں کے بعد دھنگے سالٹ ہوئے گئے۔ ورتو ماتھ مدر سر ستائے مختلف معروف و مقبول ماعرات کی منتخب نظموں کا مجموعہ بعنوان 'دل مگر اکیلا ہے دہلی سے ۱۹۹۶ء میں سالٹ کیا۔ جس کے صفحہ ۱۷ پر عاصمہ مطہر جی کی ایک نظم 'ایک رات ایک حال' اور صفحہ ۸ پر ان کا محقر معارف شامل ہے اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو آج عاصمہ مطہر جی کا شمار ملک کی مامور حاتون فنکاروں میں ہوتا۔ لیکن ایک غریب ہوئے کے ماٹے کہ تخلیق آدم کا مصب قدس ہے اسے عطا کیا ہے اور ماں کی شکل میں تمام مخلوقات میں ایک ممتاز وصف متا سے مصف کا ہے یہی اذلیں حتی حاجتی خلقی میور مطہر کی میدانتس (دہ رٹی ۱۹۹۶ء) کے بعد انھوں نے اسی مام تر تو تم بچوں کی پرورش نگہداشت اور مریت سر رکور کر دی۔

عاصمہ مطہر جی کے والد کا نام سعد محمد احمد کاظمی تھا جس کا انتقال عاصمہ حاتون کی سادسی سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ والد سعدہ حتمت النساء ۱۹۶۷ء میں رحلت فرما گئیں ماہال اور دادیہال ہر دو عاصمہ سے ورے میں کڑھا کٹورہ کے قرب و جوار کے کئی گاؤں ال کی رسیدری میں تھے جو حاتمہ زیداری کے مدد پر گئے سید احمد کاظمی کی صرف دو اولادیں تھیں۔ ایک عاصمہ حاتون اور ایک بیٹے ظہور احمد کاظمی، ظہور احمد کاظمی عاصمہ حاتون سے عزیزین تقریباً ستر برس بڑے ہیں ایک بڑے رمدار ٹھہرے کے اکوے حتم و جیراٹ ہوئے کی دھ سے ال کا بچے باور سرداروں اور تہائی لاٹویار میں گئے الہند معقول تعلیم بہ یاد کے رسیدری کے حاتمے کے بعد گھر بسنے کے لئے ملازمت کرنی پڑی پچھلے دنوں محکمہ میل میں وارڈ رہے۔ اب استعفی دے کر پاکستان حاتمے میں جہاں الہ کے لڑکے سرسرم ملازم ہیں عاصمہ مطہر کے بچے میں اکوے بھائی کے علاوہ کوئی دوسرا قریبی عزیز نہیں رہا علیٰ ادنیٰ اور سماجی اعتبار سے کئی مہر سبھیتیں لوح ناردی، وحد الدامادی اور صدیق حسن (رائی سی ایس) وغیرہ عاصمہ صاحبہ کے اعز میں سے ہیں۔

عاصمہ حاتون جس وقت سریک حاتم میں کر جی صاحب کے گھر آئیں مطہر جی اقتصادی مصلیٰ کا شکار تھے ملازمت کی منل تنخواہ مگر سرسرم بھارت یہ کہ تنخواہ کا ایک حامل لحاظ حقہ کتب و رسائل کی خریداری اور خط و کتابت پر صرف ہو جاتا تھا۔ ہوا تو نہ چاہئے بھا کہ رسیدار گھر لے کی مار و لطم میں یہ مردہ لڑکی عسرب و سنگدستی کا اچانک سامنا ہوئے یہ گھڑ حاتی عرب و افلاس کے ماحول میں رہنے سے انکار کردیتی مانت سے ٹھہلے پیدا کرتی سرعلاف اس کے جس صبر و استقامت سے مطہر جی کے ساتھ مل کر انھوں نے ایک افلاس زدہ گھر کو حوسالی سے مہر کر دیا اس کی مثالیں کم ملتی ہیں

سادسی کے بعد مطہر جی اسے حاجی مسائل میں کچھ اس طرح الجھے کہ بھر کھڑوہ لوٹنے کی سب ہی نہ آئی۔ ال کے والد صاحب کو سرکب میں ان کا تجارت کرنا پسند نہ تھا۔ ہند مارچ ۱۹۹۶ء میں اسے بیلے دوست بخش و بک کے اصرار پر بھوپال میں محکمہ جنگلات میں بحتیب لکھک ملازم ہو گئے۔

اسانک مطہر جی کے تقریباً ڈیڑھ سو سالے مہرور معروف حاتم میں سالٹ ہوئے بکے اور ملک

کے امور امانہ نگاروں میں ان کا شمار ہوتا تھا ملاوہ اس ان کے مرتبہ کردہ چار ماسوسی ماول بھی
 سابع ہو چکے تھے ماریٹ کی ملازمت نے انھیں وہ کمائی نصیب ہوئی تھی وہی حوتختی ترے لیے ضروری ہوئی
 ہے لہذا وہ اس دوران ستر کم اور ستر زیادہ لکھے گئے ۱۹۶۲ء میں ان کا تادلہ بھوپال سے سیہور کر دیا گیا جہاں
 انھوں نے اسے ساتھ ایسی والدہ، سہیلی اور بیٹے میرور مظفر کوٹس کی عمر اس وقت سوا ماہ تھی ملایا والد صاحب
 اور بڑی بہن حوا یک لڑکے اسحاق احمد کی پیدائش کے بعد مطلق ہو چکی تھیں سوہہ ہی میں رہے چند ماہ
 رو کر ان کی والدہ بھی ایسی جھوٹی بیٹی انیس ماہ کی تاروی کے لیے میں سوہہ بنی گئیں۔ اسی سال انکے شہ
 میں مظفر جی نے اردو کے صاحب طرطر نگار شاعر تاد عاری سے سلسلہ ملید استوار کر لیا اور اسی سال کلم پور پور
 علی گڑھ سے بطور حاجی امیدواری لے کر امتحان پاس کیا

دوبارہ تہاد لے کر دھم سے ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۴ء دو سال وہ پھر بھوپال میں رہے اسی دوران ۵ مئی ۱۹۶۴ء کو
 ان کے دوسرے فرزند میرور مظفر کی ولادت ہوئی۔ ۸ فروری ۱۹۶۴ء کو تاد عاری کا انتقال ہو گیا عکسہ شکلا
 کی اس ملازمت میں کئی ماہ مظفر جی کو ترقی کے آفر ملے لیکن وہ اپنے بھائی اسحاق احمد ہاسٹی کی تعلیم و تربیت کی گئی
 اور اہم کام سے کرے کے لیے ان ترقیوں سے دستبردار ہوتے رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسحاق احمد کو اعلیٰ تعلیم
 دلوا کر کسی اچھی سی ملازمت سے لگوا دیں اور حامداں کا مار کالاب اسے سوس کر خود کو مجلس و نصیب کے لیے
 وقف کر دیں دوسرے بیات بھی وہیں میں بھی کہ ماریٹ کی ملازمت میں بہت دلوں تک نہیں رہا ہے
 ۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو مظفر جی کے والد عبد القدوس صاحب کی وفات ہو گئی ان کا مراں سوہہ ہی میں ہے۔
 ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ان کے گھر تیسرے لڑکے سہیل مظفر کی پیدائش ہوئی والد کی دعا ہے تقریباً دس ماہ بعد
 ۲۹ مارچ ۱۹۶۶ء کو مظفر جی کی والدہ محترمہ حالات و ماہر بھی بہتر کے لیے ان کا ساکھ جیوڑ گئیں۔ ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء
 کو ان کے چوتھے فرزند فضل مظفر کی ولادت ہوئی

شاعر عاری شعور ادب کی کئی اصناف پر اساکھ لکھے تھے کہ انھیں کئی شکل میں پیش کرے کے لیے
 کئی صمیم مجلس و کار بخش لکس موجودہ ان کے انتقال کے وقت تک صرف دو چھوٹے چھوٹے کما کے 'ماسماج'
 اور اشعار سادہ عاری ہی شائع ہو سکے تھے مانی تمام تری و شعری مواد مختلف لوگوں کے پاس اور ہندو پاک کے
 رسائل و جرائد میں بکھرا پڑا تھا مظفر جی نے حال صانی کے ساتھ ہندو پاک کے تمام مشاہیر اہل قلم سے تاد عاری
 پر صامیں نکھولنے کے کاموے ۱۹۶۶ء میں ایک تھا شاعر کے نام سے سسم کٹو سے سابع ہوا بعد ازاں انھوں
 نے ایسی مرتبہ کتب 'متر و تر لہرستہ' اور 'تو جی بحر رے کے در سے دیئے ادب کو تاد عاری کی اہمیت کا احساس
 دلایا اس کے باوجود مظفر جی مطمئن نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ تاد صاحب کی شخصیت اور ادبی کارناموں پر
 حقیقی مقالہ لکھا جائے کئی احباب کو اس کام سائل کرے کی کوکس کی لکس خاطر خواہ سحر برآمد ہو اس
 مقصد کے تحت انھوں نے ۱۹۶۹ء میں سہیلیہ کالج بھوپال میں ایم اے (اردو) میں داخلے کرنا اس وقت وہ سہر

میں یکے بعد دیگرے شائع ہوئے تھیں۔ دستاویزہ مدیر سرتائے مختلف معروف و مقبول شاعرات کی سنگ نظموں کا مجموعہ بعنوان 'دل مگر اکیلا ہے' پہلی سے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا۔ جس کے صفحوں پر عامہ مطبعہ حسنی کی ایک نظم 'ایک رات ایک خیال' اور صفحہ ۱۱۱ میں ایک محقر لغات شامل ہے اگر یہ سلسلہ جاری رہتا تو آج عامہ مطبعہ حسنی کا شمار ملک کی نامور حاتون و نگاروں میں ہوتا۔ لیکن ایک عجب ہونے کے باوجود کہ تخلیق آدم کا مصعب درشت ہے اسے عطا کیا ہے اور ماں کی شکل میں کام تخلوقات میں ایک ممتاز وصف متناسع متعجب کیا ہے ایسی اولین صحتی حائقی خلق میور مطبعہ میدائیس (دہ مئی ۱۹۶۲ء) کے مدیرانوں نے ایسی کام تر ترقہ بخون کی بدولت ملکہ است اور تربیت سر مرکور کر دی۔

عامہ مطبعہ حسنی کے والد کا نام سعد محمد کاظمی تھا جس کا انتقال عامہ حاتون کی سادی سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ والدہ سیدہ قتبت النساء ۱۹۶۵ء میں رحلت فرما گئیں ماہال اور وار یہاں ہر دو صاحب سے درختے میں کڑھاکوہ کے قرب و خواہ کے کئی گاؤں ان کی رسیدری میں تھے جو حاتمہ رسیدری کے مدد ہو گئے سیدہ کاظمی کی صرف دو اولادیں تھیں۔ ایک عامہ حاتون اور ایک بیٹے طہور احمد کاظمی، طہور احمد کاظمی عامہ حاتون سے عمر میں تقریباً ستارہ برس بڑے ہیں ایک بڑے رسیدار گھر کے اکھوتے حاتمہ و حیراج ہونے کی وجہ سے ان کا بچپن بار سرداروں اور انتہائی لاڈلیاریں گریز الہدایہ عقول تعلیم سے باہر رسیداری کے حالتے کے بعد سرسہ کے لئے ملازمت کرنی پڑی پچھلے دنوں محکمہ جیل میں وارڈن سے اس مستعفی دے کر پاکستان حاسے ہیں جہاں ان کے لڑکے سرسہ ملازم ہیں عامہ مطبعہ کے بچے میں اکھوتے بھائی کے علاوہ کوئی دوسرا قریبی طہرہ نہیں رہا علیٰ ادنیٰ اور سماجی اعتبار سے کئی مشہور شخصیتیں روح بدوی، وحید الدامادی اور صدیقی حسن (آئی سی ایس) وغیرہ عامہ صاحب کے بڑے ہیں۔

عامہ حاتون جس وقت سرک حاتمہ کو حسنی صاحب کے گھر آئیں مطبعہ حسنی اقتصادی بحالی کا شمار ہے ملازمت کی طعنہ خواہ مگر سرسہ تھا طرہ یہ کہ خواہ کا ایک قابل لحاظ حصہ کتب و رسائل کی خریداری اور خط و کتابت پر صرف ہوتا تھا۔ ہوا تو یہ صاحبے بھا کہ رسیدار گھر کے کی مارویم میں یہ وردہ لڑکی عسرت و سنگدستی کا اچانک ضامہا ہونے پر گھر حاتی عرب و اعلا اس کے اتوں میں رہنے سے انکار کر دیتی یا تے سے جھیلے پیدا کرتی سر حلاف اس کے حسن و صبر و استقامت سے مطبعہ حسنی کے ساتھ مل کر انھوں نے ایک اعلا اس وردہ گھر کو توتوالی سے منور کر دیا اس کی مثالیں کم ملتی ہیں

سادگی کے بعد مطبعہ حسنی اسے حاجی مسائل میں کچھ اس طرح اٹھے کہ بھر کھڑوہ لٹنے کی کوس ہی نہ آئی۔ ان کے والد صاحب کو سرک میں ان کا تیار کر لیا سیدہ تھا۔ لہذا مارج سلائے میں اسے برے دوست بن گئی ان کے اصرار پر بھویاں میں محکمہ جنگلات میں بحیب کمرک ملازم ہو گئے۔

اساتک مطبعہ حسنی کے تقریباً ڈیڑھ سو سالے مشہور معروف حاتمہ میں شائع ہو چکے ہیں اور ملک

گر رہی تھی کہ رنگ حیات بھڑکی اور اس ادب ماتاس مقام سے ایک اردو کا ادبی ماہنامہ جاری کرے
کی تحریک میلادی نعلین کی کھنڈہ میں کی ہیں چاہے ایک خاص حلقہ حوصلہ مند جوانوں کا اس کام میں مری
دستگیری کے لیے تیار ہو گیا مختلف ادیبوں اور شاعروں کو قلمی تعاون کے لیے حلوہ لکھے گئے اور جنوری ۱۹۵۹ء
میں ماہنامہ ”سے چراغ“ کا پہلا شمارہ منظر عام پر آ گیا۔ ۱۰

”سے چراغ“ کے اولین شمارے سے ہی اس کا شمار برصغیر کے صف اول کے ادبی جریدوں میں ہونے
لگا ملک کے مشاہیر و نگاروں کا قلمی تعاون اسے حاصل ہو گیا منظر جمعی اں دلوں صبح ۶ سے رات ۸ بجے تک
تجارتی مصروفیات میں الجھے رہتے اس کے بعد رات کے ۸ بجے سے آدھی رات تک انجمن کی سرگرمیوں اور
”سے چراغ“ کی ترتیب و تدوین میں لگے رہتے جو س گھنٹوں میں مشکل چار پانچ گھنٹے آرام کے لیے مل پاتے
تھے۔

اس زمانے کے حالات بیان کرتے ہوئے یر و میر مزید سیخ رقم طراز ہیں:

”جمعی سے ایک اسیر آب و ہوا کی طرح کھنڈہ کی دھماں سانس ہیں لی انھوں نے اسی محب مطالعہ
اور لکھنے سے لے دیں و نظر کو دھب و کستادگی دی عصری نقاصوں کا مطالعہ لسا حالات اور رجحانات پر گہری
نظر رکھی ادب کی کروڑوں کو دیکھا، بھالا، بیکھا، سمجھا اور ”شادی“ ہی مطالعہ اب کو حاما لوجھا تو کئی الفاظ
کو معنی کے ”SHADES“ دیے ایک دوسروں کی بات ہیں کہ کتاب بڑھ لی امتحان دیا۔ کامیاب ہو گئے۔
میںوں حوں جگہ بیاثر تباہ ہے۔“ لکھ

شادی: کھنڈہ کی ان ہنگامہ سرور سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو کر نو مرس ۵۹ء میں منظر جمعی کو ایسی
شادی کے سلسلے میں احاطہ ہوا حاما بیاثر۔ ۹، نو مرس ۵۹ء کو ان کی شادی قصہ کردہ مبلغ
الآباد کے ایک تریف اور مامور حادان کی لڑکی عاصمہ جانوں کے ساتھ ہو گئی اور منظر جمعی کی زندگی تو
اب ایک انسان سے عاری تھی ایک مرکزیت سے بھگتا ہو گئی۔ عاصمہ جانوں نیم اپریل ۱۹۵۹ء کو قصیدہ
کردہ مانگور میں مباد ہوئیں ایک مسہور اور مامور مسدرا اور مدہی گھراے میں ماکرہ جانوں کی سرور عاصمہ جانوں
کو منظر جمعی جیسے مشہور و معروف شاعر و ادب کی ہمسری نصیب ہوئی تو سوے سرسہاگہ کی مصداق اُن کے
اندروں سے تخلیق جو ہر عروں اور لفظوں کی صورت میں اُجاگر ہوئے گئے ان کی تخلیق سستان، لاہور
(مدیر طبع مانگور) عالم لسان، کراچی، بھنگ، ہوا (مدیر و ماروالہ) سرتیا (مدیر و جہلم) (مدیر و سو مانگور)

انتخاب کے حسی طور سے ماہل مراد سے دیا گیا۔ یہ مطہر حسی کی زندگی میں متعدد کھجوں کا سامنا تھا۔

ایں دلوں مطہر حسی کے ہم وطن امتیاق عارف مدبر، انکار، دھویاں کسی کام سے دہلی گئے وہاں رسالہ 'نفع' کے دفتر میں بے روزگاری کے موضوع پر مطہر حسی کا ایک افسانہ دیکھا جس میں غائبانہ ماسہ بکار کے حالات کا عکس بھی دکھائی دیا۔ بھویاں موٹ کر اٹھوں بے روزگاریوں دو مئی مطہر حسی کو بھویاں آسے کے لیے خط لکھا اس زمانے میں بھویاں میں گزرتے سے بے اصول کھل رہے تھے جہاں ملازمت کے امکانات روشن تھے۔ مطہر حسی سے یہ پیشکش وراثت کرنی اور ۱۹۵۵ء میں بھویاں کی قسطنطنیہ گج کے قہر لڑ کوئی میں گورنمنٹ مڈل اسکول ٹیچر کی ملازمت پر مامور ہو گئے معاشی اعباس سے قدم بے اطمینان ہو لیں حصول علم کی نگیں ابھیں جیں نہ سے دیا لاز کوئی بے قصے میں رہ کر اٹھوں بے ادیب کامل اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے الف اے (انگریزی) کے پرائیویٹ امتحانات پاس کیے لکن محکمہ سے اسٹریڈیٹ کے ماقاعدہ امتحان میں شرکت کی اجازت نہیں ملی ستم بالائے ستم یہ کہ ۱۹۵۵ء میں ان کا تہوار داسہ ایکادھ اتناوہ مقام 'بیلیا ماس' میں کر دیا گیا حوس اسٹینس سے بکس میل بیدل مسافت بروافع تھا مطہر حسی محو ۱۹۵۵ء میں اس ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

دوبارہ کھنڈوا میں :

سیٹھ مطہر الدین، جو مطہر حسی کی ملازمت سے پہلے ہی ماحول تھے ان کے مستعفی ہوجانے کی حسس کرے حد تک ہونے اور اٹھوں بے روزگار کھنڈوا ملا کر مطہر حسی کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا۔ اس بار مطہر حسی سے کھنڈوا پہنچے ہی کاروبار اور تجارت کے ساتھ ساتھ ایسی علمی و ادبی سرگرمیاں بھی تیرتے کہ دس اٹھوں بے روزگاروں اور سرگرم عمل دوستوں اور ساتھیوں ماسی جس زمانہ حسن سیر (مجموع) قاصی انصار علی احمد ماسی جلس وغیرہ کے اشتراک سے کھنڈوا میں انجمن ترقی اردو کی تاج قائم کی جس نے کھنڈوا اور اس کے گرد و نواح میں اردو کے لیے بہت کام کیا۔

۱۹۵۸ء میں جیٹل اردو لائبریری قائم کی۔ ستمبر میں ایک اردو میڈیم ہائی اسکول کھنڈوا قریب دھوار کے دیہاتوں میں درجوں اور دیہاتوں اور مڈل اسکول جاری کئے۔ ان تمام کارناموں کو انجام دیتے ہوئے ایک اردو اخبار مارسلے کی صورت محسوس کی گئی جو ان کی تحریک کو مزید موثر بنائے اور ان کی آواز دور دور تک پہنچائے اس کام میں بھوجا جی حوری ۱۹۵۹ء میں ماسامہ سے حراج، کاہلا سارہ مطہر عام پر آگے جس کے مددگار علی مطہر حسی تھے اور ماسامہ میں جس زمانہ حسن کسرا اور قاصی انصار کے نام شامل تھے 'سے حراج' کے اجراء کے زمانے میں ایک محکمہ مطہر حسی لکھتے ہیں :

اُس وقت میں کھنڈوا میں رہا کرتا تھا اور اسے کھائی کی تجارت میں شریک تھا زندگی سبھی سادی

سے حراج کی تفصیلات ترتیب و تدوین والے اب میں ملاحظہ فرمائیے میرے تہ روزہ مسمو ۱۹۵۹ء (دہلی) ۱۹۵۹ء میں مطہر حسی نے 'سے حراج' کا سرائے متاع ہوا ۱۹۵۹ء لکھا ہے

ہی لکھوائے جاتے تھے اب کاروباری حلقہ لکھے کی دہدہ داری بھی اس کے سیر و گردی گئی۔ بعد میں
 نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر روز علی الصبح منڈی میں سلام کی سگرائی اور اسکول جیو ٹی سے رات
 کے ٹینک دن بھر کے نیتس اور حسانات کی جیکنگ کے فرائض بھی مطہر حسنی کو انجام دیے جیتے۔ مستزاد یہ
 کہ اسکول کے اوقات میں بھی مطہر سیٹھ کے ملازم تارا اور چیک مکے کے اکثر اسکول پہنچ جاتے تھے۔
 لسا اوقات مطہر حسنی کو مروٹ کی دیکوں کے ساتھ دہلی، کلکتہ، آگرہ، یٹھ۔ جے پور، دہلی، وارہ، جیسے
 دور دراز شہروں کے سفر کرتے پھرتے۔ وہ پہلے پہل تو ایسے تعلیمی نقصان اور اسکول سے مسلسل عیواری
 پر تھکھلاتے دیکھے لیکن بعد ازاں سر و سیاحت کی دلچسپیوں نے رفتہ رفتہ اس کی یہ تھلاہٹ کم کر دی۔
 مار مار کر حاضر و ہبہ اسکول سے اس کا امام حارج کر دیا گیا مت سماج کرے پیر دوبارہ داخلہ مل
 گیا۔ اس کے ماحولوں کی تجارتی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ ہائر سیکنڈری کے امتحان
 سے دو ماہ قبل مطہر سیٹھ نے انھیں آگرہ بھیج دیا جہاں کھڑدہ سے روراء دو تین دیکھیں سترے
 پہنچ رہے تھے۔ لیکن جیسا کہ اب تک کے اس کے حالات ثابت ہیں کہ انھیں تعلیم سے دیوانگی کی حد تک
 دلچسپی تھی۔ انھوں نے تعلیمی زندگی کے اس اہم اصحا میں شرکت کے لئے کاروباری نقصان اور مطہر سیٹھ کی
 ماراٹھی کی بیروا ہنس کی اور اصحا سے صرف میں دل سے کھڑدہ لوٹ آئے بیڑھانی میں ہرج۔ ہوس نے
 اصحا ختم ہوئے تک اسے دوست رام کرشن جوسی کے گھر مقیم رہ کر تباہ و دور پڑھانی میں لگے گئے امتحان
 ہوا۔ پاس بھی ہو گئے۔ لیکن ہر امتحان میں امتیازی عملے والے مطہر حسنی کو اس ماریکٹ ڈوٹینل بیڑی بکتھا
 کر لی شری

مطہر حسنی اپنی زندگی کی اس پہلی عمر امتیازی کامیابی سے بے حد دل برداشتہ ہوئے مطہر سیٹھ
 اب بھی اس بات پر مقرر تھے کہ وہ تعلیم کو حریاد کہہ کر ایسے آس کو مکمل طور پر تجارتی سرگرمیوں کے لئے دھکا
 کر دیں۔ لیکن مطہر حسنی نے اس کی مخالفت کے ماحول ڈھونڈا جس میں کھشتور کالج میں مرستہ ایئر میں داخلہ
 لے لیا اور جامعہ اردو کا اصحا، ادب ماہر، انتشاری نمبروں سے پاس کیا جیدہ ورنہ دی انھیں سالانہ
 حسانات کی چابچ کر کے لئے آگرہ بھیجے پیر اصرار کیا حالے لگا سالانہ تحریک کی روسی میں انھیں یقین بھا
 کہ یہ سلسلہ کبھی ختم ہوئے والا نہیں ہے لہذا انھوں نے مل کھشتور کالج سے ایسا پی ٹی سی حاصل کیا، الطاہر
 آگرہ کے لئے روانہ ہوئے لیکن جھانسی سے شریں مدل کر جیب جیاب ہموہ حایہج اور والد صاحب کو تمام
 حالات سے آگاہ کیا۔ انھوں نے مطہر الدین صاحب کو مدد و حط مطلع کیا کہ وہ کسی اور کو آگرہ بھیج دیں مطہر
 جے پور میں مرید تعلیم حاصل کرے گا۔

سے تعلیمی سال کے حارہا بیت چکے تھے اسٹریٹس کالج میں ہر روز وقت مطہر حسنی کو داخلہ
 ملا۔ بھاب، ماول، ساتھی سہی کچھ اسی تھا بھر ہموہ سے فتح پور مدد و حط مائیکل ہر روز سولہ میل کی مسافت

مدعو کیا جاتا تھا۔

اس زمانے میں مطہر حسنی اسے حجاز راہ دکھائی، مطہر الدین کے ساتھ معہم تھے حکم الہی کے والدیدار مستور ہوٹل میں کھائے اور کرائے کے مکان میں رہتے تھے، مطہر الدین صاحب کا کھڑوہ کے حوٹے کے زمینوں میں تھمار ہونا تھا۔ بیلوں کا بہت وسیع کاروبار تھا، صلح بھر کے کئے، اسکتے، آم و عمرہ کی مصلوں خریدے تھے، بہت سادہ لوح اور حد ماتنی آدمی تھے، تعلیم جو بھی جماعت تک تھی۔ لاکھوں کا کاروبار مستوروں کے بھروسے پر چلا جاتا تھا، الہی مدد ہی سرگرمیاں بھی بے حد محنت اور عجب شخص گناہوں میں مستغفروں تکمے دیکھ کر داتے ہوئے بہر کی عام و خوب کرے عمدہ ملازمتی کے موقع سنا بہت ہیرا مال و اعطیس ملانے جانے ایک مرسہ اسے ذاتی حرج سے مسلسل ایک ماہ تک کھڑوہ میں دوطے کے سرگرم معقد کردانے میں ہیں ہر دستاں کے اگر مریوی علماء کے ایمان اور دواور ہنگام حیر و عطف ہوتے رہے۔ انجمن ترقی کے غرض کے موقع پر کسی سے عادی سو اگر سیکڑوں رائیوں کو اسے حرج نہ سنا تھے اسے اور مرار شریف سے بجا درجہ بڑھا تھے۔

سعودی کے ساتھ بھی مطہر الدین صاحب کا معاملہ کچھ غم سا تھا۔ خود بیڑھے لکھے کا زیادہ سوق نہ تھا لیکن کھڑوہ کے سورہ پیر بحث کے پاس آئے والا ہر اردو احار اور سال الہی کی دوکان پر ضرور آتا تھا۔ گھر میں ایک اچھی حاضی لائبریری تھی جس میں آئے دن کچھ احباب کے متوروں سے اور مدار الہی مطہر حسنی کی لکھنے والوں کو اور ذریعہ کرنا میں ملگائی ذاتی شخص۔ اس طرح ہندو سال کے تمام اہم لکھے والوں کی کتابوں سے الہی کی لائبریری بھی ہوتی تھی اور تمام اہم رسائل الہی کے پاس آئے سے جس کے مطالعے سے مطہر حسنی خوب مستفید ہوئے، مطہر بیٹھ اکثر ٹرے ٹرے شاعر بھی معقد کردانے سے ایسے ہی ایک آل انڈیا مساعری میں جو مسلسل دو روز تک چلنا رہا اور جس کی صدارت ستور علیک نے کی تھی ماہر نقادری، اساعر نظامی، ادب سہار پوری اور شعری بھوبالی جیسے اس زمانے کے صوبہ اول کے شعرا شریک ہوئے تھے۔

تعلیم کے مسئلے میں مطہر بیٹھ کی مطلق دماغی برائی تھی۔ حصول تعلیم سے الہی کی عدم دلچسپی کا سبب الہی کا یہ خیال تھا کہ بیٹھے لکھے لوگ صرف کرسیاں توڑتے اور معلق الحال رہتے ہیں ترقی کے لیے تجارت میں صدارت حاصل کرنا ضروری ہے وہ مطہر حسنی کو ایسی اولاد سے راہ دیا جانتے تھے اس کے ماحوداں کی طرحانی نکھائی کے حق میں رہتے لیکن ایسے جماعتی عدالتوں صاحب کے خوف اور مطہر حسنی کے ترقی کے آگے اس نے تھے ہندو اور تعلیمی سہولیات جو ایک اچھے طالب علم کے لیے ضروری ہوتی ہیں، مطہر حسنی کو کسی معاملہ میں بھی شہداء میں حب الہی کے والد ملازمت سے مکدوش ہو کر ہوا طے گئے تو مطہر بیٹھ نے متفر حسنی کو تجارت میں اور ماہر ہاسے کے لیے میٹر کاروباری معاملات ان کے سرکردہ سے ملنے الہی سے صرف ہارا

تم جو قیمت بڑھ کر بیسے دے دو، مطہر نصف قیمت تا کر کتاب خرید لیتا اور خوش ہوتا کہ کتب فروش کو خوب ہوقوں پایا۔

مطہر حسی پچیس ہی سے حاداد صلاحیتیں، غیر معمولی دہانت اور خود اعتمادی رکھتے تھے جس رکھا تھا کہ کوئی لیڈر امتحان کے پرچے کی پتیانی پر کوئی یا ک سوال حل کیجے، کے جواب میں، کوئی یا ک سوال حایجے، لکھ کر پورا پرچہ حل کر دیتے اور مدد میعد سر حاصل کرتے تھے جو سو سو سوہ میں درنا کو لبرڈل کے تحریر کے تحت انھیں ریاضی میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی لہذا انھوں میں جماعت کے سالانہ امتحان کے ریاضی کے پرچے پر انھوں نے بھی، کوئی یا ک سوال حایجے، کاوٹ لگا کر پورے آٹھ سوال حل کر ڈالے۔ جب تمام مڈل اسکول میں ادلی سر آئے پر انھیں لی لی سولی پر اثر دینے کی تحریز ہوئی تو کاپیاں اور سرلوچیک کی گئیں اور ریاضی کے پرچے میں حل کردہ آٹھ سوالوں میں سے ایک غلط مکمل آیا متعلقہ کمیٹی کے اراکین نے اعتراض اٹھایا کہ امتحان کو غلط سوال کے سر کاٹے چاہئیں۔ رحل صاحب نے اس پر ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اور بالآخر مشروط امتحانی میں کر دیا نتیجہ میں اس وقت کے کلکٹر اور لعداراں مدعیہ پرنسٹن کے چیف سکریٹری ایم ایس چودھری کے ہاتھوں انعام مطہر حسی کو ملا لیکن انعام لے کر گھر بھیجے تو رحل صاحب کو ایسی گوسٹالی کے لیے منظر پایا۔

اس زمانے میں کھڈوا میں اردو میڈیم کا ایک بھی ہائی اسکول نہیں تھا عام ہائی اسکولوں میں درجہ تعلیم ہندی مانگتے تھے لہذا انھوں جماعت تک اردو میڈیم سے ٹھہرے والے طلباء میں سے اکثر گھر بیٹھے کچھ حوصلہ کرے بھی تو کچھ دور چل کر لوٹ آتے ان حالات میں مطہر حسی نے سمجھا ہائی اسکول میں داخلہ لیا جہاں ریاضی، سائنس، جغرافیہ اور انجنت کے ساتھ ان کو ہندی لٹریچر سے سائقہ پڑا اور تمام مصائب میں درجہ تعلیم بھی ہندی قرار پایا۔ اس اسکول میں ان کے انجنت شیخ حسین صاحب ہندی کے مودی جی صاحب اور جغرافیہ کے شرمیانی جی تھے۔ ریاضی کے استاد مکرگائے ان سر طور خاص مہراں تھے مطہر حسی آج بھی اسے ان استادہ کا ذکر سید احترام اور محنت کے ساتھ کرتے ہیں۔

حلول وغیرہ میں تقاریر کرے اور ماحول میں حقہ بے کا انھیں پہلے سے ہی جیکہ لگا ہوا تھا سمجھا ہائی اسکول میں بھی اسے ہی ایک طے میں تقریر کے لئے ٹھہرے اعتماد کے ساتھ ایسا نام دے دیا رماں میر اردو کے ادق الفاظ، محاصے اور استعارے سے بھرے تھے، حکم یہاں مجمع محالیں ہندی والوں کا تھا۔ نتجہ یہ لکھا کہ کچھ ہی دیر میں آوازے کسے حارے لگے اور مطہر حسی ایسی تقریر حتم کر کے لیسید پڑھتے ہوئے وائس لوٹے۔ سمجھا ہائی اسکول کے ال حلول میں اکثر ہندی کے مسہور شاعر انھیں لال تیر وندی کو بھی

ہوئے۔ ریاضی میں اس کی طرزی کا یہ عالم تھا کہ ملکہ لکھ ڈیر سوال لکھتے لکھتے رات بھر جاگتا دیکھتا تھا۔ میری بچھے خواب دیکھے یہ اکثر اس کے اساتذہ اس سے مارا اس پر حملے اس اسکوئی میں اس راتے میں جس صاحب احسان الخید صاحب، طارق صاحب اور اقبال احمد صاحب بالترتیب ریاضی، اردو، حراریہ اور انگریزی پڑھاتے تھے مظهر حسنی کو مطالعے کا دوق اتنا دے طالب علمی سے ہی تھا۔ ہسودہ میں لکھے لکھائے کی حامی متن ہو چکی تھی لہذا اس کی ادنی صلاحیتوں کا اعتراف اس کے اساتذہ اس کی مصلوب نویسی اور امتحان کی کاپیوں پر جو صلہ ارا تھے لکھ کر کیا کرتے تھے اس کی ادنی استعداد کو دیکھ کر انھیں ڈیٹنگ سوسائٹی کا سربراہ سادیا گیا۔ نئے موضوعات پر معتقد کیے جانے والے اس ماحول میں مظهر حسنی ماڈل تیس کر سکتا یا کروڑ پادٹی کے حلیف بنائے جاتے اکثر یوں بھی ہوتا کہ شروع میں انھیں جس موضوع کی محالقت میں لے لے کے لیے متغ کیا جاتا کچھ ہی در بعد حقیقی محال کے ساتھ اسی موضوع کی محالقت میں لے لے کا حکم دیا جاتا اس طرح اس کی وقت اظہار ویال میں بہت اضافہ ہوا۔ یہاں بھی سالانہ امتحان میں تمام سیکشن میں وہ اول رہے۔

مظهر حسنی کے اس زمانے کے ہم جماعت، نے تکلف دوست اور کھڈوہ کے معروف ستاعر قاضی حسن رعایا یہ تاثرات اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

”اساں کی زندگی کا سب سے حسین زمانہ لڑکپن یا طالب علمی کا زمانہ ہوتا ہے اس حسین زمانے میں ایک دلائل حقیقی لڑکا ساتویں درجہ میں میرا ہم جماعت ہوا یہ لڑکا پڑھے میں لے جلد ہیں تھلائی دہانت سے جلد ہی اس نے جماعت میں امتیازی حیثیت حاصل کر لی اور سالانہ امتحان میں ہندی مراٹھی اور اردو کے ساتوں سیکشنوں میں اول آیا اردو میں جو کہ یہ لڑکا خصوصی استعداد رکھتا تھا لہذا اس نے نہ صرف ایسے ہم جماعتوں پر بلکہ اساتذہ پر بھی سکہ حمار لکھا تھا۔ ہم ادب کے سرپرست احسان الخید صاحب اکثر اس کی مصلوب نویسی کی کاپی پر اس قسم کے نوٹ لکھتے،

”تم مستقل کے اچھے ادیب ہو گے، یا! مشاورتہ مستقل بہت تا مدتہا نظر آتا ہے“

یہ لڑکا الاطفر آج کا مظهر حسنی تھا جو بہت جلد میرا گہرا دوست بن گیا۔ مظهر حسنی ہر وقت کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا یا پھر پریشانی والے ایک بحالی کتب فروش کا وہ مخصوص گاہک تھا اس کے پاس ”قصہ طوایف“ اور ”ہرام کاہر“ قسم کی کتابیں ہوا کرتی تھیں جن پر بایچ پانچ روپے قیمت بھی ہوتی کتب فروش عید کا تیاں تھا اور مظهر میاں اپنے آپ کو جالاک لکھتے کتب فروش سے کتاب کی قیمت پوچھتے وہ بڑی مسکیت سے کہتا، ”ہی! میں تو ان بڑھوں

تھے اور کیا حذر تھا ان کے لیے تو ہمیشہ ایک مڈل فائل کی کلاس بل مراطی رہتی تھی۔
 ان مدرسوں کی انتہک محنت کے نتیجے میں یورے صوفے میں ہسودہ مڈل اسکول کے دو طلباء
 مظفر حسنی اور سرلیف الحسن (میں) امتیازی سرور سے کامیاب ہوئے۔ لطف کی بات زائد در حاضر
 کے لیے ناقابل یقین ایہ کہ ہسودہ مڈل اسکول کے ہجرت کے طلباء سے اشتراک کی تقطیع اور طرحی معرعوں پر
 طبع آزمائی کرانی جاتی تھی حکم آج ہجرت کے الزامات ایسے نام کا اعلانک مہم ہیں لکھ پاتے۔
 اسکول کی یہ ادلی سرگرمیاں مظفر حسنی کے سمد شوق کے لیے ماریا ت ثبات ہوئیں وہ اس کھڑکی
 میں اسکول میں دیے گئے معرعوں پر طبع آزمائی کرتے اور اسکول کے بعد کے اوقات میں دیر تک
 تک مدیوں کا سلسلہ چلتا رہتا اسی راتے میں ٹری ہمیشہ شفیق حاطہ کے نام ان کی کسی پہلی سے حط
 میں بطور شکوہ یہ شعر لکھ بھیجا۔

۔ کا عد کی گرائی ہے ۔ سا ہی میں قیمت ہے

اسی سے صاف ظاہر ہے کہ ہم سے کم قیمت ہے

حوالہ مظفر حسنی نے بہن کی طرف سے یہ شعر گروہ دیا۔

۔ سیاہی میں قیمت ہے ۔ کا عد کی گرائی ہے

علیم العرصتی آخر گناہ کا مرالی ہے

اور انعام کے طور پر ہمیں سے ایک آر حاصل کیا جسے وہ ایسی مدگی کا پہلا ادلی مداردہ کہتے ہیں اسی
 راتے میں ایسے ہم جماعت کیتو کے ایسا ایک مقال پر مظفر حسنی نے ایک مرثیہ لکھا جس کا ٹیپ کا
 مد تھا۔

یاد کیتو کی حب ستانی ہے

آنکھ کیا کیا لہو رلاتی ہے

۱۹۴۶ء میں مظفر حسنی بھر کھڑوا گئے۔ والدہ اور بہن وطن میں ہی رہ گئیں اس امر ان کے قیام کا
 مد و سبب جیازاد بھائی مظہر الدین کے یہاں کیا گیا یہاں سال بھر خاچی طور پر انگریز کی کچھ کردارہ
 میونسپل ایسکولوں میں مڈل اسکول کے درجہ ہجرت میں داخل ہوئے صورت حال یہ تھی کہ یو پلا میں
 در مایکولر مڈل اسکولوں میں درجہ ہجرت میں انگریز کی ہیں یو بھائی جاتی تھی اور ہجرت میں راہ راست
 داخلے کے بعد ایک سال تک خصوصی کلاس میں انگریز کی سکھائی جاتی تھی جب کہ مدھیر برڈش
 میں درجہ ہجرت سے ہی بطور تالوئی رماں انگریز کی یو بھائے کا چلن تھا انگریز کی اس طرح کو پائے
 کے لیے مظفر حسنی کو جو خصوصی محنت کرنی یو بھائی اس سے ان کی دہی صلا سیتوں کو مریدہ ملا ملی تیتہ
 یہ نکلنا کہ وہ دوسرے معام میں کے ساتھ ساتھ انگریز کی میں بھی کلاس میں سب سے خیر نام

”موصوف (تلی ناموں) نے مدد کر مجھے کلام پاک کے ابتدائی سات اکٹھ پاروں کا احاطہ باوریا مغرب کی مار ہم مکتب میری اہانت میں ادا کرتے جس کے ساتھ پر پہلے مولوی صاحب مار کے دوراں ہوئے والی علیطیوں کے لیے مجھے رد و کف کرتے اور بعد ازاں عمر میں مجھ سے بڑے بچے زیادہ طویل سورتیں مار میں استعمال کرنے کے حرم میں میری سرپرستی۔ عجیب مصیبت تھی طرہ یہ کہ حادثے کی کرداراتی راتوں میں مولوی صاحب کی دگ تدریس پھر کئی نوکھی بارہ کھی ایک کے گھر پر مازل ہوتے مجھے بیدار کرتے اور مردانے کمرے میں ہانک دیا جاتا جہاں حسب فرمائش ایک یا دو کوع قرات کے ساتھ آوارہ سارے پرستے۔ سب دور و درازی مشکل میں گٹ رہے تھے۔“

۱۹۲۳ء میں مطہر حسنی اپنے حامدوں کے ساتھ ہسودہ منتقل ہو گئے یہاں بھی یا کوئیں جماعت میں ان کے ساتھی عمر میں ان سے کافی بڑے تھے کچھ تو تادی تہدہ بھی تھے ہیڈ ماسٹر مولوی ستراتی صاحب، عبدالقدوس صاحب کے کلاس میں تھے اس لیے مطہر حسنی کے ساتھ شفقت کے ساتھ ساتھ صحت گیری کا بھی رتاؤ کرتے تھے ان کے ہم جماعت تھا کورسے سنگھ خوتا دی تہدہ تھے، انھیں جرمہ کی کلاس میں اکثر نگرانی کی چربی مادیا کرتے تھے مولانا تریب الحسن عرف چھس جس کے دادھی موچھ سکل آئی تھی، مطہر حسنی کے سب سے قریبی دوست تھے ان کی دوستی سے دو فائدے پہنچے ایک تو چھوٹا ہوئے پراسکول کا کوئی لڑکا ان پر دعب ہیں حاسکتا تھا دوسرے لائبریریوں کی کئی نہیں میاں کے یاس ہوئے کی دعب سے انھیں تمام کتابوں میں کئی مار بڑھے کو ملتی تھیں مولوی ستراتی، مطہر حسنی کو میں یشاح اور چھس میاں کو مولوی صاحب کے دلچسپ ماموں سے بیکار لے تھے۔

اس زمانے میں تعلیم کا معیار آج کی طرح بہت رہتا اساتذہ قلیل تر ہیں سچا ہوں یہ تعلیمی وسائل کی کمی کے باوجود حد درجہ اتیار سے سرشار دیا تہداری اور ملکی کے ساتھ درس و تدریس کے لیے ایسے آپ کو ہمہ وقت وقف کیے رہتے تھے ہسودہ مڈل اسکول کے معلمین اس دور کے اعتبار سے بھی بے مثال تھے جیسے تیسے کورس کی کتابیں رٹا کر سکر دیتی حاصل کر لیا ان کا مطلع نظر تھا۔ بچوں کا مستقل سوارے کے لیے ۵۵ دن رات ایک کر دیتے تھے مالمصوب ہستم کے طلباء کو امتحان کی تیاری کے لیے صبح ہرے سے رات ۱۲ بجے تک لکھائی بڑھائی کے تھیلوں میں گزرتا رہتے مطہر حسنی ان اساتذہ کے لیے اطہار عقیدت کرتے ہوئے محول مالمصوبی میں بیٹھتے ہیں

”اس وقت مولوی ستراتی، پڈت سست رائے، منشی رحمو ہیں اور ماسٹر یادویر دل ہی دل میں حصہ آتا تھا اب سوچتا ہوں تو احترام کا ایک حورہ سا ان لوگوں کے لیے دل سے آتا ہے کیا لوگ

ہی میں گزارنے اور رات گئے گھر لوٹتے تھے۔ اسکول میں مطہر حسنی کا دن ٹرے مرے میں گزرنا دن بھر مختلف جماعتوں میں نظم خوانی کے سرٹڈ میں ترک ہوئے اور بچوں کے ساتھ نطیں پڑھ کر لطف اندوز ہوتے تھے ایک سال بعد مسئلہ امین ال کی والدہ کھنڈ داوٹ آئیں اس بار یہ نوک کھڑکپورہ میں کرائے کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ اب مطہر حسنی کا امام والہ ایک ایسے مدرسے میں لکھوایا گیا جہاں اس کے والدہ ہوں تاکہ ان کی تعلیم باقاعدگی سے ہو۔ یہاں ہمہ وقت نظم خوانی سے لطف اندوزی کی پہلی سی سہولتیں حاصل ہوئے یہاں ان کے والد صاحب سے ایک محرومی کی شکایت کی عبدالقدوس صاحب نے بچوں کے دوست رسالے ان کے امام ماری کرا دیے جو نظم خوانی سے محرومی کا بہترین بدل ثابت ہوئے۔ ان میں بچوں کا سہوہہ رسالہ بھول بھی تھا جس کے مدیر حبیط جامد صری اور احمد مدیم قاسمی ہوا کرتے تھے۔ مطہر حسنی کے لیے ان رسالوں کی صفحات اور کہانیوں سے زیادہ دیکھتی کسی کھیل میں نہ تھی۔

وقت مرے میں گزر رہا تھا۔

مسئلہ امین جانوں عالمہ میرا براہ سادات حلی گئیں۔ اس ماریٹیوں کے علاوہ مطہر حسنی کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئیں۔ ابراہاں ماہال ہوئے کی دھڑ سے یہاں کا سرپرداں کا مایا ماموں تھا اور ان کے لیے قابل احترام۔ ہر شخص کسی مٹی یا میداں میں ابھیں کھیلنا یا کراہتا تھا اسانیت سے ان کی سررٹش کر کے درگاہ شفقت کا ثبوت دیتا۔ ابراہاں میں ماماں اپنے بھانجوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے رادھا و کرش کے مانی بھائے دے رشتے کی روایت کو مدد رکھے ہوئے تھیں۔ ہر گھر میں مطہر حسنی کی ماماں موجود تھیں جس گھر میں چلے جاتے کوئی نہ کوئی ساتوں مانی کے رشتے کا اظہار ابھیں یوہ کھوٹ کر کرتیں۔ جب یہ روہائے ہو جاتے تو ان کی خاطر مدارات گھر میں سے ہوئے چیوڑے۔ گرد لائی اور پڑوں سے کرتیں۔ وہاں کی بول چال کی زماں سرپوری زماں کی پوری چھاپ تھی۔ مطہر حسنی کے ”ہم کاہ تم کا“ نوئے کی محائے ماڑی پہنے ہیں ”ہمارے کو“ ”تھارے کو“ نوئے پرچے ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ابراہاں میں اپنے دوسالہ قیام کے دوران مطہر حسنی تسری اور جویتی جماعت میں رہے۔ میری جماعت میں ان کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ حکم ان کے ہم جماعت گیا وہ تا حدودہ سال کی عمروں کے لڑکے تھے۔ لہذا وہ مطہر حسنی پر رعایت کرتے اور یہ بھی ان سے مرعوب رہتے تھے۔ مدرسے کے اوقات کے علاوہ صبح ۷ سے ۱۱ اور شام ۵ سے ساڑھے سات بجے تک مولوی صاحب (جس میں مطہر حسنی لٹی ماموں کہا کرتے تھے) سے قہر و دینس زماں درویش کے مسداق عربی سیکھے۔ ان حالات کو مطہر حسنی نے بڑے دلچسپ انداز میں ساں کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

ہی ریس میں والد اور والدہ دونوں ہی کی دانی معارف کے صدے جھیلے پڑے سیہو میں مرحوم کے لوح مراد پر کندہ مطہر جمعی کے قطعہ تاریخ وفات کا مقطع درجہ دیں ہے۔

دھال کا س اکھیں میں پہاں تھا اے مطہر مراد حاتوں کا طہ پر حہ پھول سے

۶ ۱ ۹ ۶ ۶

پیدائش اور بچپن:

عبدالقدوس متی دوران ملازمت کھنڈا کے محلہ دھوارہ میں خودہری محمد اسحق کے کرائے کے مکان میں قیام پذیر تھے یہیں یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو مطہر جمعی پیدا ہوئے۔

ام محمد ابوالمطہر رکھا گیا عبدالقدوس صاحب کے سوتیلے بھائی امام الدین صاحب نے گھیرلو امام محمد حسن تنخواہ کیا۔ لہذا آج بھی حادماں کی اس شاخ میں مطہر جمعی کو محمد حسین بنی کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔ تین نوکیلوں کے بعد عبدالقدوس صاحب کے گھر پہلا لڑکا تھا اس لیے اس کی میدائیں گھر بھر کے لیے بے باہر حسیوں کا موحب ہوئی۔ عبدالقدوس صاحب کو تقریباً چالیس روپے ماہوار مشاہرہ ملتا تھا۔ سارا ماہ تھا۔ اس لیے اس رقم میں جہاد اور شیشل یہ کہہ سکتا دگی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا کرائے کا ایک ماسب مکان تھا عام طور پر سبے حلیوں اور مالائی کا ماسبہ کرتے اسکول سے لڑتے وقت عبدالقدوس صاحب بچوں کے لیے سیب انگور وغیرہ لاتے ہر تہوار اہتمام کے ساتھ سا ماما۔ اور اکثر گرمیوں کی تعطیلات تمام حادماں ایسے وطن ہودہ فتح پور جا کر گزارتا تھا اور کھنڈوہ سے فتح پور کا طویل سفر اس کے لیے مارا ہوتا۔

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۷ء میں سال کی عمر تک مطہر جمعی اسے پورے حادماں کے ساتھ کھنڈوہ میں رہے۔

۱۹۳۷ء میں اس کی والدہ منیوں سمت ایسے میکے اپرا یاں سادات چلی گئیں مطہر جمعی ایسے والد کے ساتھ کھنڈوہ ہی میں رہے۔ دونوں ماہ سٹے ہوئے میں کھاتے دن کا میسر وقت اسکول

لے آمد کچھ ایسے ارے میں مطہر جمعی مشمولہ مدرسہ محمد سعید بھیل ۱۹۳۷ء میں مطہر جمعی کی تاریخ پیدائش لکھنؤ کے حاکمات کی عطی کی وجہ سے یکم اپریل ۱۹۳۳ء چھپ گئی صحیح تاریخ پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۶ء ہے جس کے حوالے ہیں

(۱) دیدہ حیران مطہر جمعی لکھنؤ کا سرورق (۲) لکھی عریں مطہر جمعی لکھنؤ کا سرورق (۳) ستر و دل دست مرتضیٰ مطہر جمعی سرورق کی لکھنؤ کے طیب سرورق (۴) کلیات سادات عاری مرتضیٰ مطہر جمعی سرورق کی لکھنؤ کے طیب سرورق (۵) تقدیر سے ص ۹۶ (۶) عزالاسما لکھنؤ بیڈا کی کاکوروی ص ۶۹ (۷) میر سبب درور مطہر جمعی ص ۱۶ (۸) حباب جوتھو ص ۲ (۹) دستاویز اردو لکھنؤ ص ۳۱۵۔

محمد یعقوب ناردنی کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں مایہ نگیں ان کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں میں سڑاڑ کا معصور
دہرہ دوں میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدے پر مامور تھا اور ابھی پچھلے دنوں دہلی میونسپل کارپوریشن میں اسی
جیٹس سے ملازم ہو گیا ہے۔ سب سے چھوٹی بہن امیں فاطمہ خومطر حصی سے تین سال چھوٹی ہیں
ان کی استاد کی منج پور میں سید لشارت حسین دستار اسرار کا کے ساتھ ۱۹۵۷ء میں ہوئی دو بیٹیوں اور
اور تین بیٹوں کی ماں ہیں

حائق فاطمہ عید سادہ لوح پامدوم و صلوات ایک یردہ لیتیں گھر پور عورت تھیں ان کے رمانے
میں سرفار میں لڑکیوں کو پڑھانا لکھانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ حائق فاطمہ کی تعلیم بھی نہیں ہو سکی اور ان
کی معلومات مار روڑے کے میادی مسائل تک محدود تھیں تعلیم سے اس محرومی کا مالہ انہیں احساس
تھا اس لیے وہ ایسے بچوں کی تعلیم میں امکاں گھر دہلی جیتی تھیں۔ ایک سال ماں کی طرح ایسے بچوں کو
دھنا جاتیں لکھاتی پڑھاتی کے معاملے میں اتنی ہی سمجھ بھی کرتیں

الوالمطر (مطر حصی) حالانکہ تین بہنوں کے اکوڑتے بھائی اور حائق فاطمہ کے اکوڑتے بیٹے تھے گھر
کے تمام افراد بالخصوص والدہ کے لاڈ پیار کے انکے عقدار لیکن جہاں کہیں حائق فاطمہ کو حیف سا
بھی لگاں ہوتا کہ ان کا لاڈ لڑ بھائی میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لے رہے تودہ ایسی مادرارہ شفقتوں کے
مادود اس پر سختی کر لے سے گریز کرتیں ہم سماعت لڑکوں کی صریحاً غلط شکایت پر یا ماسرر فاد حسن
صاحب کے تارے پر کہ آپ کا لڑکا کلاس میں گریہ میکنے مانگتا ہے، مططر حصی کی خوب سر ریش کرتیں
اسکول کے علاوہ انھوں نے مططر حصی کو ایک دیہی مکتب میں بھی داخل کر دیا جہاں اسکولی اوقات کے بعد
صبح شام یا سدی سے قرآن شریف اور ابتدائی دیہی مسائل کی تعلیم دی جاتی تھی۔

حائق فاطمہ نے ایسی تعلیم سے محرومی کا ازالہ اپنے بیٹے بیٹیوں کو دیہی تعلیم سے آراستہ کر کے
کیا عبدالقدوس صاحب ملازمت کے مسئلے میں کھڑوہ میں رہتے۔ یہ کبھی ان کے ساتھ رہتیں کبھی
ہسودہ یا ایریاں میں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کی ذمہ داری بہر صورت انھیں پر تھی تو یہ ایک
شبیخ ماں کے ساتھ ساتھ ایک سخت گیر مایہ کے فرائض بھی ان کے دے تھے خواہ انھوں نے استہائی
خوش اسلوبی سے احایکے حسن کا بیٹہ آج بھی ان کی اولاد کی زندگی میں تہذیب و ثقافت کی عزت نص
اور خود داری کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے

یہ بیک لی ٹی اپنے حادہ کے انتقال سے ۱۹۵۹ء ۲۲ دن بعد ۲۸ مارچ ۱۹۶۳ء کو سپرد میں
جہاں ان دنوں مططر حصی سلسلہ ملازمت مقیم تھے، وفات پا گئیں اور مططر حصی اور ان کی بہنوں کو ایک

اس زمانہ کی دولت قصبے میں ہے تمہارے تم سو رہا، بہادر تم، جو دہلی کے پیارے
یہ ملک آساں ہے تم اس کے چاند تارے اب صلح و دوستی کے دیکھو دریا نظارے

سندھ میں مثالو، ہندوستان والو

عبدالقدوس صاحب امتیازی خود دار طبیعت کے مالک تھے

۱۲۹۵ء میں طارمت سے سکدوش ہو کر عبدالقدوس صاحب اپنے وطن ہسودہ چلے گئے وہیں
۱۲۹۵ء کو مختصر سی علالت کے بعد ال کی وفات ہو گئی اور اپنے آٹائی قمرستان حجرہ میں مدفون
ہوئے

ڈاکٹر شفا گوایاری نے قطعہ تاریخ وفات لکھا جو عبدالقدوس صاحب کی لوح مرار پر کتبہ ہے،

میسویں ماہ صفر کو ۱۲۹۵ء ہو گئی رحلت عبدالقدوس

یاک دل یاک نظر، یاک خیال آہ وہ میرت عبدالقدوس

وہیں میں پھر تارے کا آئینہ نقشہ صورت عبدالقدوس

آج کن آنکھوں سے دیکھیں انہوں منظر رحلت عبدالقدوس

آہ اس منظر آخر کا شفا

نام ہے تربت عبدالقدوس

۱۳۸۵ھ

حافظ عالم، مطہر حنفی کی والدہ جن کا عقد ۱۲۹۲ء میں عبدالقدوس صاحب کے ساتھ ہوا
ایرا یاں سادات صلیہ مجبور کے محلہ سادات کے میر ولایت حسین کی بیٹی تھیں میر ولایت حسین کے والد
سید میر علی شفیق عالمی شیعہ عالم اور لکھنؤ کے تعلقہ کراچی میں فارسی کے پروفیسر تھے لیکن میر ولایت حسین
نے سنی مسلک اختیار کر لیا اور اس حرم میں عاق کر دیئے گئے۔

حافظ عالم کے بطن سے عبدالقدوس صاحب کے چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے

جن کی پیدائش اس ترتیب سے ہے

عزیز عالم، شہین عالم، عین عالم، محمد الومطر۔ ان کو اور امیں عالمہاں میں عین عالمہ تین
سال کی عمر میں اور ان کو صرف چھ ماہ رمدہ رو کر فوت ہو گئے لہذا تین بہنوں کے ان کو تے بھائی
الومطر ہی دراصل بہادر مطہر حنفی ہیں ان میں بہنوں کے حالات اس طرح ہیں۔

عزیز عالمہ جو مطہر حنفی سے آٹھ سال بڑی ہیں ہسودہ میں سید محمد مدنی ہاتھی سے شادی
ہوئی اور چھ سال بعد ان کی طلاق ہو گئی ان کا کلونا لڑکا اسحاق احمد ہاتھی کھنڈا میں
مکہ حنکات میں طارم سے ان سے دو سال چھوٹی ہیں شہین عالمہ مجبور کے ایک قصبہ کورائیں میں

قلب السار کا نکاح عبدالقدوس کے ساتھ کرمان لال سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے آس پاس قلب کا انتقال ہو گیا عبدالقدوس اس وقت حوال تھے قلب السار کے انتقال کے بعد عبدالقدوس صاحب نے تقریباً بیس برس کی عمر میں دوسری شادی حاتون فاطمہ سے کی اس کے سال چھ ماہ کے اندر ہی یہ لالہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا

والدہ کے انتقال کے بعد جو مکروٹ میں عبدالقدوس صاحب کا اور کوئی دوسرا قریبی عرب نہیں رہ گیا تھا اس لیے وہ ۱۹۲۷ء کے آس پاس فقیر کی ملازمت سے مستفی ہو کر سہوہ سے کھڑوہ منتقل ہو گئے اور یہاں میوہ پھل بیٹی کے مین اردو پرائمری اسکول میں مدرس ہو گئے ان کی دوران تعلیمی اشارات کی ایک میاں دیکھنے سے ان کی ایسے مرض کی دیا اندازہ اکام دہی کا اندازہ ہوتا ہے کلاس میں جانے سے پہلے صلیقہ کی تیاری کا اس قدر اہتمام کرتے ہوئے اشارات کے ساتھ ساتھ متعلقہ قصا ویر اور خاکے بھی مباحث میں سالیہ کرتے تھے ان کی تحریر سید حوس خط تھی۔ انتہائی خوش وضع اور رکھ رکھاؤ والے آدمی تھے معمولات میں خوش میلنگی اور نظم و ضبط کی بامدی کا ہر دم لحاظ رکھتے اس کا اہتمام اور سلیقہ ان کی خوش دوتی اور لغت لیس دی کا آئینہ دار ہوتا تھا انہیں پاحامہ ہر وقت نے شک ہوتا۔ سیر والی اور ٹولی کے بغیر ماہر نہ سکتے۔ استری ٹوٹے ہی کپڑے دھوئی کو دے دیتے تھے تو کما سیر والی میں بھی کہیں معمولی سا سوراخ ہو جاتا تو کسی عرب کو دے دی جاتی حوتے ہمیشہ چماتے رہتے اور ٹولی ہر بیسے کی تردید تھے۔ شہر گوئی کا بھی شوق تھا صلیقہ تخلص فرماتے تھے ان کی ایک علمی میاں میں بچوں کے مختلف موضوعات پر ان کی تین نظمیں، چار لہجیں اور ایک غزل بڑھ کر ان کے دو قریب طبع کا اندازہ ہوتا ہے شاعری سے ان کی دلچسپی درس و تدریس تک محدود معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی تخلیقات یا تو کلاس روم کے طعوناں میں سمائی جاتیں یا ان کے شاگردوں کو بڑھائی جاتیں۔ کھڑوہ کے تمام اردو اسکولوں میں ایک ماہ تک ان ہی کی مساحات بڑھی جاتی تھی حسن کا شیب کا مندر ہے۔

ہم ایک خدا کے مددے ہیں
سب ہم کو مسائل بچتے ہیں

ملک ہے آپے مراج کے رکھ رکھاؤ اور کم آ میری کی وجہ سے عبدالقدوس صاحب نے اپنے کلام کی اتاعت کے لیے مسائل کے استعمال سے گریز کیا جو حسن سے ان کی تاعار صلاحیتوں کو پرواں چڑھنے کے مواقع مسدود ہو گئے ہوں دورہ ان کی دلچسپ، عام ہمہ رواں دواں اور مانتقد نظمیں بچوں کے ادب میں اپنا ایک مقام ساسکتی تھیں ان کی ایک نظم مہر سناں والو کا ایک مندر لفظ لکھیے !

ایم اس کے کلاسیں ایڈ کر کے اور لی ایج ڈی کی تیاریوں اور مختلف ادنی سرگرمیوں پر ملازمت کے سلسلے میں اُسے دل ال کا بھویاں آماجہ ہوتا تھا

اس زمانہ میں بھی سہودی، امراء شاہجہا سہودی اور یعقوب سلیم سہودی کے بزرگ شعراء میں شمار کیے جاتے تھے ایسے ایسے کلاسیکی انداز میں خوب کہتے تھے اکثر شاعری وادی میں عملیں مسند ہوتی رہتی تھیں جس میں مذکورہ بالا درگاہ کے علاوہ فاروق عبداللہ عیوب رامس ادیس کاوش وغیرہ تو مطہر حسنی کے ہم عمر تھے اور علام عباس علوی، ڈاکٹر حیدر شاہیں وغیرہ (مطہر حسنی کے شاگرد) سربیک ہوتے رہتے تھے۔

سہودی میں مطہر حسنی کے قریبی دوستوں میں یردیسر عبداللہ، میاں سلطان محمد حال، اصحاب اراد شاہجہا پور، ڈاکٹر عبدالودود کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں ان میں آخر الذکر سے مطہر حسنی کے گہرے اور گہرے مراسم تھے سہودی میں قیام کے دوران مطہر حسنی نے یہاں انیس ترقی اردو کی شائع نام کی اور صلح سائیک کیلئے مدھیہ رویت کی سررکھی کئی کے سر بامرد، بوسے اور ان کی کئی کتابیں قیام سہودی کے دوران شائع ہوئیں

سوانح حیات

مطہر حسنی کا سلسلہ نسب قطب الدین صدیقی سے ملتا ہے جو محل تمہتاہ شاہجہاں کے دربار میں خطیب تھے اور انھیں جاگیر میں صلح متج پور کے واجی موصعات دلتو اور ماں پور عطا ہوئے تھے سلطنت معلیہ رور وال ہوئی تو قطب الدین صدیقی کی اولاد میں سے شیخ جہاں سے دلتو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اگلی بستیوں میں بیچ ہمدان، شیخ احمد شیخ محمد علی اور علی ملک یہ جاہاں دلتو میں سکونت پذیر رہا حساب اور علی کے در بدر حسب علی کے ہاتھ سے دلتو کی زمیندار کی کل گئی تو وہ ماں پور مستقل ہو گئے انھیں حسب علی کے صاحبزادے اور مطہر حسنی کے دادا عبدالشکور صدیقی کی تادی ہوسہ دلتو کے یہاں تھے جس شخص کی اکوٹی مٹی ریب السار سے ہوئی میاں جی کے اسقال کے بعد عبدالشکور صدیقی مستقل ہوسہ آکر بس گئے

پھر حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ ادا حرا میوس صدیقی میں عبدالشکور صدیقی کھڈوا گئے اور انھیں محکمہ جنگلات میں ملازمت کرنی پڑی یہاں انھوں نے ایک اور حالات سے تادی کر لی جس سے دوڑ کے امام الدین اور حال الدین پیدا ہوئے پہلی بیوی ریب السار سے دو بیٹے رسول احمد اور عبدالقدوس تھے یہی عبدالقدوس مطہر حسنی کے والد تھے رسول احمد بڑے تھے جس کا انتقال میں ہی انتقال ہو گیا تھا اس وقت عبدالقدوس مجبور ہی کے قصائی اسکولوں میں پڑھتے تھے۔ والد نے رسول احمد کی یوہ

تھے۔ مطہر حسنی بھی کبھی کبھار تریک ہو جایا کرتے تھے۔ روم فکار کے کرتا دھرتا اصل تائش اور مطہر حسنی تھے۔ بھویال میں تعمیری ادنیٰ سرگزینوں کے لیے یہ ادارہ ایسا شاندار ریکارڈ رکھتا ہے اس روم کے زیر اہتمام اکثر اوقات اور مسجد، اعلیٰ ادنیٰ نشستیں منعقد ہوتی رہتی تھیں جس میں عربی، نظم و نثر اور ادب، تنقیدی مضامین پڑھے جاتے اس پر صحت مند تنقیدیں ہوتیں بحث و مباحثے ہوتے کبھی کبھار متاع عرب بھی ہوتے تھے۔

بھویال میں میاں سلطان محمد خاں ڈیٹی اسپیکر اسمبلی، محنتی خاں، اصل تائش، حضرت قادری، واحد یریمی، ٹھیکیدار اسرار مسعود، اقبال حسین اور کشتی عباس سے مطہر حسنی کے بہت قریبی اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ محنتی خاں موٹیل کارپوریشن کے اسرار علی تھے بعد میں امیر دو منٹ ٹرسٹ کے چیئرمین ہو گئے اصل تائش ان دنوں مدھیہ پردیش اور واکینڈی کے سکریٹری ہیں عباس علوی اور ڈاکٹر حیدر شاہیں مطہر حسنی کے تارکدروں میں ہیں ان میں بالخصوص کشتی عباس چونکہ مشکلات میں ملارہے تھے، مطہر حسنی کے لاڈ کوئی میں ملازمت کے وقت سے بھویال چھوڑے تک ان کے بہت قریب رہے مطہر حسنی سے ان کی قربت کی پیمائش وہ یہ بھی تھی کہ ہوسہ منچ یور میں ان کی سسرال بھی یہ تھا مطہر حسنی کا بھویال

یہ تصویر کا وہ روح ہے جس سے بھویال کی صحت مند ادبی روایات کی دلکش تنبیہ اھر کر سامنے آتی ہے۔ مرحلاف اس کے اس تصویر کا دوسرا رخ تاریک ہے ریاستی اور عالمگیر ادارہ ماحول کے اثرات گہرے ماحول کی مسافرت حیات کی سطحیت سوچوں کا ادھاپاں خود مائی ایسے آگے کسی کو خاطر میں نہ لانا اور غیر بھویالیوں کی تعمیر و ترمیم کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا بھویال کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں ہر شخص ایسے آپ کو مادل کر کا کھاتا ہے بھویال ہی کے لوگوں متاع عرب مہمانی کا ایک شجر ہے یہاں لوگ اول گرے میں بہت

یہ بھویال سالی حکم خوب ہے

ایسے رنگی امرا، خیالات اور رحمت رکھے والے خیر بھویال سے مطہر حسنی کی رنگی کا وہ دورہ راستہ رہا ہے جس میں اسان ایسے مستقل کی تعمیر کے لیے مبادی استوار کرتا ہے اس شہر کا ادبی ماحول مطہر حسنی یا مطہر حسنی یہاں کے ادبی ماحول پر کس حد تک اور کس طرح اثر انداز ہوئے ہوں گے عاں اس کی وضاحت کی ضرورت مانتی نہیں رہتی۔

کچھ باتیں سیہور کے بارے میں:

یہ شہر بھویال سے ۱۹ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں مطہر حسنی سلسلہ ملازمت تقریباً ۱۰ سال رہے اس لیے ان کے سوانح پر دیکھنے ہوئے سیہور کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا حالانکہ اس مدت میں

ہے حقیقت ہے کہ بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے متعہ اردودہ کام نہیں کر سکتے جو سیمینہ کا لائحہ کر رہا ہے
ہم سیمینہ کا لائحہ کے صدر متعہ اردو حساب عبدالقوی دسوی کو مارکا دیتے ہیں کہ انھوں نے ایک ایسے
رہائے کو تو صرف کالج کے طالب علموں تک محدود تھا اس قابل سادیا کردہ ادنیٰ دنیا میں عزت و احترام
سے دیکھا جائے گا

بقول امتحان امام محلے کے اقبال عمر میں "یرد میر عبدالقوی دسوی کی محنت
اور ریاست لوبی ہوئی سی لگتی ہے درہ ہندوستان میں جتنی بھی یونیورسٹیاں ہیں ان کے اردو متعہ
سے اس تک تو کوئی ایسا رسالہ دیکھنے میں نہیں آیا جو سیمینہ کی طرح ہو گا

صحافت کے میدان میں بھی بھوپال کی خدمات قابل قدر ہیں۔ یار مقبوری کے "نگار" اور "بھوپال" کے
"ادکار" اکادمی کے ایسے ۱۹۸۵ء میں ترقی پسند مصنفین کی کل ہند کالغرس مسعودہ بھوپال کی
ردداد "ادکار" کے حامل مسر کی شکل میں نتائج کی اس طرح "دکڑا" (بھوپال) جس کے ایڈیٹر مفتی
صدیقی تھے، حاضری ادنیٰ ماہنامہ تھا ادنیٰ دنیا میں اس رسالہ کا ایک مقام تھا ان کے علاوہ ماہناموں
میں "عادہ" (کوثر چاندیو دیار بخیر، دیکھ بھوپال)، "مراح" (مظفر تالپڑا) اور دیگر ادنیٰ ماہنامے
یہاں سے جاری ہوئے اور امتداد نامہ کا شکار ہو کر مدہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ درجنوں ہفتہ وار اور
میدرہ روزہ اخبارات بھوپال سے نکلتے ہیں جو صحافتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ شعروادب کی ترویج
و اشاعت کے فرائض بھی بقدر استطاعت ادا کر رہے ہیں

بھوپال میں درجنوں کتب خانوں دارالمطالعوں اور ادنیٰ انجمنوں کا حال سا پھیل ہوا تھا۔ استاذی
اداروں میں سرکر ادب، بھوپال جس کے روح رواں عشرت قادری ہیں کچھ اہم کتابیں شے اہتمام ادب
سیلئے سے نتائج کر کے ایسا اعتبار قائم کر چکا ہے ان میں مظہر صحی کی مرتب کردہ سلسلہ شاد عارفی کی
محکم کتاب "سردار دست" اور اصنافی مجموعہ "ایٹ کا جواب" عبدالقیس یار کا شعری مجموعہ "نعمہ
شعور" میر جعفری کا مجموعہ کلام "محنت اب" اور طرز قریشی کا شعری مجموعہ پہلی کڑی، لائق ذکر ہیں مظہر قتی
کے قیام کے زمانے میں بھوپال میں جو ادنیٰ انجمنیں ایسے ایسے نظریات و مقاصد کے تحت سرگرم کار تھیں
ان میں حلقہ دانشوران "ادارہ تحفہ ادب" سرگرم کار دیگرہ قابل ذکر ہیں حلقہ دانشوران میں کوثر چاندیو کا
امان احمد اور بھوپال کے ترقی پسند ادیب و شاعر شامل تھے ادارہ تحفہ ادب کے مالی سید نسیم الحسن
تھے جو ماہظمی متاعرے معتمد کر داتے تھے جس میں بھوپال کے بیشتر ماہرہ شعرا شرکت کرتے

نعمہ عبدالسید یادگار اقبال عمر تحفہ طبعی اہم دہشتہ روزہ ہندکار مال ہوئی، ۱۸ مرسہ ۱۱

نعمہ محمد سیمینہ یادگار اقبال عمر تحفہ طبعی اہم مدنی شاعر و محقق، حاضری سرکار ہندوستان کے، ۱۸ مرسہ ۱۱

امجد محمد عبدالقوی دسوی، آفاق و تسخیم کھویال، مطہر حسی، فصل آفتاب، تین سار اور طغر صہبائی کا مسکن
شکیلہ مالو، آسہ کھوپالی اور سحر کھویالی کا تہر معلوم ہوا کہ اس حاکم سے اردو کے بڑے درخشاں موتی نکلے
ہیں۔ ایسا لگا کہ ایک کھویال مہاراشٹر کے بھی اردو سرگروں سے باری لے گیا۔

اسی عہد کے کھویال سے تعلق رکھنے والے ان مامور و کارکنوں میں بالخصوص دو ہستیاں ایسی ہیں
جو ایسے سچیدہ اور اداکار علمی و ادبی کارناموں کی ساری تمام اردو دنیا میں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھی
جاتی رہیں وہ ہیں ڈاکٹر الامجد محمد اور یردیسر عبدالقوی دسوی متعین و تحقیق کے میدانوں میں ان دونوں
حضرات نے اپنی وسیع ادبی خدمات کے وسیلے سے ایسی صلاحیتوں کا اعتراف کرایا ہے ڈاکٹر الامجد محمد کریمیدہ
کارلج میں اور یردیسر عبدالقوی دسوی سیمپہ کارلج میں اردو کے شعبوں کے سربراہ ہیں ان دونوں حضرات
کی ادبی اور تخلیقی کاوشوں کی وجہ سے متعلقہ کالوں کو علمی و ادبی دنیا میں خاصا وقار حاصل ہوا ہے۔ ان
میں یردیسر عبدالقوی دسوی اور سیمپہ کارلج سے مطہر حسی کا بہت قوی اور گہرا ربط رہا ہے اس لیے
موضوع کی مباحثہ سے قوی صاحب کا تفصیلی ذکر اگلے اہباب میں کیا جائے گا یہاں رسیل تذکرہ موصو
کی ادبی خدمات کا احوالی حاکم ملاحظہ فرمائیے۔

یردیسر عبدالقوی دسوی نے سیمپہ کارلج کھویال کے شعبہ اردو کے لیے اہی پوری ریلوے کی وقت
کر رکھی ہے ان کی مسلسل کاوشوں کے نتیجے میں شعبے کی لائبریری میں کئی ہزاروں کتب اور لاتعداد
رسائل کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، جو تعداد اور ادایت کے لحاظ سے بڑے اور دل کی لائبریریوں
سے دقیق تر ہے شعبہ اردو کے زیر انتہام قوی صاحب مالک صدی اور اقبال صدی تقریبات جیسے ادبی
پرگرام بڑے اداکارانہ انداز میں منعقد کر دیتے رہے ہیں۔

ان کی سگالی میں شعبہ اردو کے تحت تائیلے ہوئے والے کارلج میگزین، محلہ سیمپہ، کے خاص عمر تازی
اور دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں۔

مالک صدی کے موقع پر محلہ سیمپہ، کا غالب بھر کچھ ایسی شاخ و وقار سے نکال کر شاید ہی کسی ناواقف
ادبی رسالے نے نکالا ہو اقبال صدی تقریبات کے موقع پر قوی صاحب نے ایسی دیرینہ روایات کو آگے بڑھاتے
ہوئے یادگار اقبال نمبر، تائیلے کیا جس پر علمی و ادبی حلقوں میں ابھیں داد و تحسین سے نوازا گیا
مثلاً طلیق انجم لکھتے ہیں،

”حال ہی میں سیمپہ کارلج کھویال کے محلہ سیمپہ، کا یادگار اقبال نمبر تائیلے ہوا ہے اس سے پہلے اس نمبر
کا غالب نمبر بھی تائیلے ہوا تھا ان دونوں نمبروں کو دیکھ کر یقین کرنا مشکل ہے یہ کارلج کی ادبی کاوش

کے لیے انھوں نے خوب صورت اور رمل تمثیل پیش کرتے ہوئے دکھایا ہے۔

”ہماری عمل ایک ایسی دُنہیں ہے جو وصل کے ترکیف لمحات کے اندر عجم حمانی کی مرل سے گزری ہے اور جو تخی کے معزق حمل کرتے رقی رقی گہرے اور توجہ رنگوں سے مرلے ہوئے میں لپٹی ہوئی ایسے حس کی تانایوں سے ساری حمل کو اساطیر حیرت میں ڈالے ہوئے سے اس کے رطلاف حدید اور رشی حد تک حدید ترسار اس حوصلہ لڑکی کی ماسد ہے جو مانیوں کی معید مگر بہت ہی نہیں اور یرس ساری میں مٹوس سے۔ جس یرتھوڑا سایی بھی گز گیا ہے اور اس کی شکل اور سلوٹ کسی قدر سایی ہو کر اندر چھپے ہوئے حس کا دھندلا دھندلا لیکس حمار انگلیں عکس ادیری سطح یر اھلدر ہی ہے یہ محض ایک تمثیل نہیں ہے بلکہ اردو عمل کی ساری داستان ان دیکھوں میں چھپی ہوئی ہے ان میں ایک کام روایہ ہے کہ آج بھی روایتاً نو سیاتاً کو چوتھی کے ہوئے سے سوار اور ساییا حاتیبے اور دھنرا کام حدت ہے کہ حدید عہد کی سواریاں اس قسم کی رسوم یر بہت ہی ہیں۔“

اس تمثیل کے ساتھ حس کا اطلاق اس دور کی تمام اردو ساعری پر ہوتا ہے، بھویال کی غرضیہ شاعری کا حائرہ لیتے ہوئے شمیم احمد نظر آ رہی ہے۔

بھویال میں ہیں جو تخی کا جوڑا بھی نظر آتا ہے اور مانیوں کی ساری بھی اس مجموعے میں من لوگوں کی عریات شامل ہیں وہ مانیوں کی ساری کی دلا دیروں اور جو تخی کے ہوئے کے گہرے رنگوں سے دانستہ ہیں یہ بھی لوگ غزل کے اس عہد سے تعلق رکھتے ہیں، حس اس مانیوں کی ساری کا۔ صرف ناقد جلس ہی ہو گیا تھا بلکہ اس یریالی بھی گز چکا تھا مگر اس کی عمل کی ساری۔ صرف یالی کی نمی اور گیلے سے محروم ہے بلکہ ایسی سادہ اور رنگوں کی لطافت میں بھی بھول رکھتی ہے۔“

اس سادہ شعری مجموعے میں دو تین ماموں کے ساتھ مطھر حس کے ۲۵ بھر ۲۵ بھویالی شعراء کی عریات شامل ہیں جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ان لوگوں میں کچھ تو روایتی امدار کی شاعری کر رہے تھے اور کچھ ترقی پسند حمامات کی حامل غریبیں بھیں لکھ رہے تھے۔ صرف دو حکار فصل تانس اور مطھر حس حدیدیں طر مکر ویاں ایسے ہوئے تھے۔ ان میں بھی فصل تانس کا شعری روایت پرستوں اور ترقی پسند کو تواد عہد میں متلا کر کے والا تھا۔ بقول شمیم احمد، فصل تانس کی عریں حواد عہد غزل کی روح اور مزاج کے ساتھ کھلاؤ کرتی نظر آتی ہیں۔

بھویال کی ہمہ گیر ادنی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے عبدالرحیم مستر لکھتے ہیں ”بتقدیمتیں اور شاعری، تیوں میدالوں میں بھویال کا ایسا مقام ہے علامہ محوی، شعری و آج اور کیف بھوپالی کا وطن

یوسف احمد ایم عرفان و غیرہ نذرگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور مطہر حسنی کے ہم معروں میں مصل تائس، قائم یاری، وحید پروار، کامل بہرادی، شاہد بھویالی، مقصود عرفان، نصیر پروار، ارتد صدیقی، دوا صدیقی، عشرت قادری، رحمت الحیسی وغیرہ شامل تھے۔

۱۹۶۱ء میں جب مطہر حسنی دوسری بار بھویالی پہنچے تو بھویالی حسب سابق علمی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز ماہر تھا۔ انھوں نے ایم عرفان ایڈیٹر سیدہ رورہ شعلہ حیات، بھویالی میں سترائے کرام کی تعداد ۱۵۶ سے زائد تھی۔ انھوں نے ایم عرفان کی اس کتاب کو مالہ سے تفسیر کرتے ہوئے نکھاسے:

”مدھیہ پردیش میں تنازعوں کی تعداد کے بارے میں اکثر مالہ سے کام لیا جاتا ہے مرحوم ایم عرفان نے ۱۹۶۴ء میں شاعروں کی ہرست شائع کی تھی جس کے مطابق صرف بھویالی میں ان کی تعداد دوسرے کے قریب تھی۔ اس حساب سے پورے صوبے میں یہ تعداد یایح صوبے سے تجاوز کرے گی لیکن ان میں کم از کم ۲۵-۳۰ مرد و ایسے ہیں جس کے کلام کا معیار اور انداز سخن انھیں کسی بھی ادبی تاریخ میں جگہ دلانے کو کافی ہے۔ ان میں یایح گوایاری، اختر سعید، اسد بھویالی، الطہر سعید، ارتد صدیقی، محمد علی تاج، اصغر جری شاداں گوایاری، گوپی کرشن کے علاوہ کئی نسل میں مصل تائس، قائم یاری، وحید پروار، مطہر حسنی، صابر یاری، مبین یار، رحمت الحیسی، دوا صدیقی اور ان کے رفیقوں کا ایک معقول گروہ ہے جو اپنی شاعری حقیقتوں کو تسلیم کر رہا ہے۔“

یہ وہ زمانہ ہے جب اردو دنیا میں جدید ادبی رجحانات کی آمد آمد ہے۔ حدیث کی طوفانی اور سرکش موجیں روایت اور ترقی پسندی کے پرشکوہ اور بلند مآلظموں کی مھیلوں سے ٹکرا کر ان کی میادوں کی ستر ل کر رہی ہیں۔ روایت اور ترقی پسند تحریک کے سائنہ مکار حمار سورماؤں کی طرح ایسے محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ملاحض کی کوشش میں ایسی ماکاوی و مکرری صلاحیتیں رد کے کار لارہے ہیں ان میں کچھ دور اندیش اور زمانہ ساز لوگوں نے ہوا کا رخ پہچان لیا ہے اور ایسے محاذوں سے ہٹ کر حدیث کی بیاہ نگاہوں میں ایسا مستقل موقوف کر لیا ہے لیکن بھویالی کی صورت حال کچھ اور ہے یہاں کے مینہ ۲۵-۳۰ صبا اولی کے ملاحضت شاعر دنیا میں صرف دو شاعر جدید رجحانات پر لیک کھنے والوں میں شامل ہیں وہ ہیں مطہر حسنی اور مصل تائس۔

اس دور کے بھوپال کے ادبی رجحانات اور تحری سرگرمیوں کی معیصل، بھویالی میں عرفان کے دیباہ میں شمیم احمد نے پیش کی ہے اس کتاب میں روایت اور حدیث کے پیکروں کے انفرادی موقوف کی وضاحت

ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ جہاں لکھنؤی نے ایسا رسالہ (افکار) ہمیں سے جاری کیا اس کے علاوہ کوثر چاند پوری،
 ابو محمد عمر، سید سلیمان مدنی، عبدالرحمن محوری، عبدالغنی و سلوی اور دہاے کئی مشہور و معروف شخصیتیں ہیں
 میں نے نام بھویال سے واسطہ نہیں لیا لیکن بھویال کو ان میں سے کسی ایک کا وطن ہونے کا شرف حاصل
 نہیں ہے تو یہ تو ہوتا ہے کہ اس شہر کے صاف ستھرے اور سادہ گار ادنیٰ ماحول میں ماہر سے آنے والے
 فکار تو خوب بھیلے بھولتے ہیں اور ایسی صلاحیتوں کو جس کا کہ ہمدستان گیر تہرت کے حامل قرار دیتے ہیں،
 اس سر میں پر جسم لیے والے، اس ماحول میں یر داں چڑھے والے اور مقول صلاحیت رکھنے والے
 مقامی شعراء وادار میں کوئی بھی تاریخ ادب میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل نہ کر سکا سولہ سہ سراج میر
 جاں نثار، سہا محمدی، ملازمی اور شخص بھوپالی کے، حصول مخصوص انداز اور مفرد طرز میان کی
 بدولت بھویال کا ہم رکھ لیا

حالاً اس کی وجہ بھویال کے جاگیردار ماحول میں یر دستان یا نے والی وہ روایات رہی ہوں
 جو مکاروں کو انعامات و اعزازات دے گئی تہرت کے طلسمی حصاروں میں قید رکھتی ہیں لیکن ان کی
 صلاحیتوں کو کھلی نساؤں میں یر داں چڑھے کے مواقع نصیب نہیں ہوئے دہشتیں بھویال نے پیش
 صلاحیت شاعر وادیب پیدا کیے جو مشہور و مقبول بھی ہوئے لیکن اس حد تک سے ممتاز ادنیٰ کارنامہ
 کہا جاسکے کوئی رسائی حاصل نہ کر سکا۔

۱۹۱۹ء تک تو بھویال کے شعراء وادب اور امیر میانی کے رنگ کی حالت روایتی شاعر کرتے رہے
 ایسی ستاعری جو متاعر دے کے توسط سے پیش کی جاتی تھی اور جس کا مطبع بطر عوامی شہرت و مقبولیت حاصل
 کرنا تھا اس لئے میں بھوپال میں ترقی پسند ادیبوں کی کل ہند کانفرنس ہوئی جس کے دوری اثرات کے
 تحت نئی نسل نے ترقی پسندوں کی بیرونی شروع کردی اور اس وقت تک اس ڈھڑے پر چلتے رہے
 جب تک جدیدیت کا رجحان ہندو پاک میں عام نہیں ہو گیا۔

بھوپال کے ماحول میں دو رنگ کا امیر نے بے ضروری نہیں ہے مجھے تو صوبہ بھوپال کے اس
 دور کے ادنیٰ ماحول پر نظر ڈالی سے جو مظہر حسنی کے واپس قیام کا زمانہ ہے اور اس کے پس منظر کی روشنی
 میں اندازہ لگتا ہے کہ بھوپال کے ادنیٰ ماحول سے مظہر حسنی نے کتنا اثر قبول کیا یا اس ماحول پر وہ خود
 کس حد تک اثر انداز ہوئے۔

۱۹۵۵ء میں جب مظہر حسنی سلسلہ ملازمت بھوپال و قصبہ لاڈ کوئی، تحصیل بھونیر (پنجاب) پہنچے تو بھوپال
 کی ادنیٰ نساؤں میں روایتی ستاعری کے ساتھ ساتھ ترقی پسند ستاعری کی گونج بھی مچی تھی اس دوران رحمان
 کی ساندگی کر کے والے ستاعروں میں محوی صدیقی، ستر سید جان، مسطھو بیانی، سحر بیانی، دیکل بھوپالی
 شعا گو ایاری، محمد علی تاج، کیف بھوپالی اور متر نگاروں میں کوثر چاند پوری، ابو محمد عمر، قمر حسنی، ابراہیم

ان سبازوں میں ایک ڈاکٹر ایس عابد چیمبراسی تھے جو مظهر حسنی کے قرامت دار دل میں تھے اور شکر گوئی کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ تارنق ایرایانی اس کے اساتذہ کس میں سے تھے پیام چیمبراسی مرقن چیمبراسی۔ ساحر محی، وحید الدین طاہر، مرزا چیمبراسی رائیڈ نیرنگار پاکستان (طیبر چیمبراسی پاکستان میں انتقال ہو چکا ہے) اسلام بیگ چنگیری دستر نگار، نسیم چیمبراسی اور شاعر چیمبراسی بھی مظهر حسنی سے سیر کرتے تھے جبکہ حیات نامی، حلال چیمبراسی، اطلاق مکی پوری رحیل مکی پوری کے لڑا سے ان کے ہم عصروں میں اور طفر اقبال (امام نگار) حاوید کاظمی۔ اختر کاظمی، علام مرتضیٰ راہی، تیم کوئل اور میا حسنی وغیرہ مظهر حسنی سے خویش رہیں ان کے علاوہ ہندوستان گیر تہرت رکھے والے چند ایسے نگار ہیں جن کا دامن چیمبراسی مگر وہاں سے ان کو کوئی نہ کوئی خاص نسبت رہی ہے مثلاً "لورس" کے مصنف چیمبراسی کا دامن ہمو چیمبراسی شاعر و نقاد ڈاکٹر ابو محمد بحر اور دور ماہر، انکار، بھوپال کے مدیر استیفاق عارف چیمبراسی کے رہے والے ہیں۔ مرقن گوہر چیمبراسی کی سسرال ہونے کی وجہ سے ان کا اکثر وہاں آنا جا رہا ہے مشہور ملی کہانی نویس دارو حسنی کا دامن ایرایانی (چیمبراسی) تھا شیر ندر کی ادنیٰ زندگی کا آغا چیمبراسی ہی ہوا کیونکہ ان کے والد اس زمانے میں وہاں بحیثیت کانسٹبل خادم تھے شہر جنگا کی ص کے مارے میں مشہور ہے کہ پریم چند کے ماہل دراصل انہیں کے دربار میں ہی اسی صلی چیمبراسی کے قصبہ بنگام کے باشندے تھے۔

بھوپال کا ادبی پس منظر:

اے مظهر کس لیے بھوپال یاد آئے نگا
کیا سمجھتے تھے کودلی میں۔ ہوگا آسمان

بھوپال خودلی میں رہتے ہوئے بھی مظهر حسنی کو یاد آتا رہتا ہے، مدھیہ پردیش کی راجدھالی ہے جہاں قیام کے دوران مظهر حسنی نے تقریباً سولہ سترہ رسن تک تحت حد و جد کر کے اپنے مستقل کی میادیں استوار کی ہیں بھوپال ایک تاجدار ادبی مامی لکھتا ہے اور عرصے تک مسلم ریاست کا یا یہ تحت رہے کی وجہ سے ایک عظیم تبدیلی ورثے اور اسلامی ثقافت کا گہوارہ بن گیا ہے

دہلی، لکھنؤ اور حیدرآباد کی طرح بھوپال بھی اپنی مخصوص اور مصر دہندی روایات رکھتا ہے جہاں تک بھوپال کے تاجدار ادبی مامی کا تعلق ہے ایک زمانہ تھا کہ شاید ہی کوئی بڑی ادبی شخصیت انہی ہو جس کا بھوپال سے تعلق نہ ہو جو اب مدین حسن حال تو دلی ریاست کے شہر ہی تھے بھوپال کے ساتھ ہی تہرہ آفاق طبعی شاعر علامہ اقبال کا نام دہلی میں آتا ہے جو کچھ عرصہ تک بھوپال میں آئے تھے رہے۔ ریاست کی ممانعت سے ان کی خوب قدر افزائی کی گئی مگر مراد آبادی کا گہرا تعلق اس شہر سے تھا

اپنے رسالہ نگار، کی اعتبار ہیں سے کی جس نے بہت جلد تاریخ ادب و صحافت میں ایک

۱۵۹۲۹
۲۶۶۸۹

۳۳

مطہر حسنی نے ایسے ایک شعری مجموعے "عصرِ حاتمہ" کا اقتباس مولانا عارف ہسوی کے نام کرتے ہوئے لکھا ہے:

مولانا عارف ہسوی مرحوم اس حلیہ آرا دی کے اولین رہاؤں میں تھے سیاست نے انھیں ادراں کی بے مثال قریبوں کو فراموش کر دیا ہے۔ میں ایسی یہ پتھرِ خلیق ال کے نام مضمون کر کے ادب کی حاسا سے حراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

مختصر کی سیاسی، ثقافتی، تاریخی، علمی، ادبی اور روحانی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے یزدیسیہ فرماں فتح پوری رقمطراز ہیں:

"اگر آباد اور کایور کے درمیاں، شیر شاہ کی سانی ہوئی متہود شاہراہ یردات ہوئے کی وجہ سے اسے ہر درمے میں مصیر کی سیاسی و ثقافتی زندگی میں نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ مغل کی جنگ آرا دی میں اس صلے اور شہرے انگریزوں کے خلاف در دستِ حماد قائم کیا تھا اور ان کے لیے حب انگریزوں نے عہدیں آرا دی پر قائم کیا تو دلی، لکھنؤ، میرٹھ اور کایور کی طرح مختصر کو بھی تہا درماد کر کے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ امراء اور دروہا کی حامد ایں صفا کر لیں اور اکثر کو بھیاسی دے دی گئی۔ خود یار مختصر کی کے دادا اور ال کے عہدوں کے افراد اس سلسلے میں کوئی کالناہ سائے گئے اور دو ڈرامہ کے اولین معمار محمد عبداللہ مختصر کی کے والد متی الہی بخش جو کہ اس وقت ایہ میں منصب کے عہدے پر مامور تھے، عزمِ لہادت میں مامور ہوئے اور انھیں مختصر تہر کے صدر بار میں اسرار و کسر عہدہ کو وقتِ عصر بھیاسی دی گئی۔ یہاں سے علم و ادب اور تقویٰ و دعائیت کے بعض ایسے جتنے بھیٹے میں حصوں نے مصیر کی زندگی کو کسی نہ کسی طور پر متاثر کیا ہے اس سلسلے میں میر سیت اللہ شاہ، مولانا شاہ عبدالسلام ہسوی، حضرت شاہ نجم الدین، مولانا الو سید ابراہانی سید شاہ بدیع الحسن، فتح پور کے مولانا شاہ ظہور الاسلام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔"

یہ ہے ہسود فتح پور کے تاساگ اور یر شکوہ مامی کی ایک جھلک۔ ہسود مطہر حسنی کا آئینی وطن ہے اور ان کی صلے مختصر کا ایک موصع ابراہاں ال کی مایمال مطہر حسنی کی زندگی کا کچھ دورانی میں مقامات میں بھی گرا ہے اس لیے اس دور کے شعراء واداء کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے جو مطہر حسنی سے لحاظِ عمر صبر تھے یا ان کے ہم عصر، جس کے درمیان رہتے ہوئے نئی صلاحیتوں کو ابھرے کا موقع ملا اس دور کی یاد کرتے ہوئے مطہر حسنی نے ایک شعر کہا ہے۔

اک رماہ تھا مگر ہسود یہاں استاعز کہاں اک مطہر ہے تودہ بھی حاساں رماہ ہے

۱۔ اقتباس، عصرِ حاتمہ، مطہر حسنی

۲۔ بیار اور معیور، فرماں مختصر کی مشورہ، مکار پاکستان، سال ۱۹۶۳ء، ص ۸۹

کابل ہر گ اور مولانا سید شاہ احمد سعید امیری کے طبع تھے مولانا عبد السلام ہسوی کا وصال ۱۳۸۲ھ میں ہوا ہے جس کی حرا سس زمانے کے مہوار احسا زور لالہ لوانہ کا بیور میں ۲۲ رگست ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوئی آگے چل کر مرزا صاحب دجید ہسوی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”ایسویں صدی کے ادوار میں مقبور سے ”سحر مائل“ نامی ایک رسالہ نکلتا تھا اس کے مدیر یہ میری نظر سے گرے ہیں اس کا پہلا شمارہ نومبر ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوا تھا اور سید داہد علی دجید اس کے مدیر تھے اس پرچے میں مقبور کے س شاعروں کی عربی میں ال میں خود داہد علی دجید التمار احسا ہسوی حکموں لال شاعر اور دوسرے شعراء کے نام ملتے ہیں ”یہ داہد علی دجید بھی ہسودہ کے تھے اور متعدد شعری اور نثری تصانیف کے مصنف ہیں۔

ایسے اسی مضمون میں آگے چل کر مرزا مقبور کے ہسودہ کی ایک ماوقار علی ادلی اور سیاہی شخصیت عارف ہسوی کو یاد مقبور کا ہمعصر بتاتے ہوئے ال کے چند سال میستر اسعالی کی تردی ہے مظهر صی مولانا عارف ہسوی کے گو ماگوں کالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”مولانا عارف ہسوی ادوار ایسویں صدی اور ادلی ایسویں صدی کی مایاں جمعیتوں میں تھے۔ موصوف ساعر ہوئے کے علاوہ ہندستان کی تحریک آزادی کے یحد حویطے اور صف اول کے رہاؤں میں سے تھے اور دہلی میں ۱۹۱۵ء میں احسا ر حویطے کے اب سیاست کے مدیر تھے پھر احسا ر انقلاب دہلی کے ایڈیٹر رہے۔ یہ احسا ر ہند میں انگریزوں کے عتاب کا شکار ہو گیا اسکا زمانے میں مولانا محمد علی جوہر کا دور نامہ ہمدرد حوصوف اور سیاست کی تاریخ کا ایک روشن باب رہا ہے دہلی سے نکلتا تھا مولانا محمد علی رٹے جاؤ سے انھیں ایسے ادارے میں لے گئے مولوی عبدالمجید حال کے زمانے مولوی کے اس زمانے کے سدرا ت اور سیاسی کالم مولانا عارف ہی قلم کا متجہ ہیں راشد الحیری جو اہ فصل احمد اسید بھیا احسا ر الحق میر بھی دیرہ موصوف کے مقرر ماں مامس تھے۔ عارف ہسوی عمر کھر گھوم پھر کر حویطے معاشیت لکھتے اور چل جاتے رہے۔ انھوں نے دلی ریاد لعل کا گز بس کیٹی کی طرف سے احسا ر کانگریس، نکالا جس کے ادار یوں اور مصا میں کی بیباکی اس دور میں بھی دلچہ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیا حری مرد تھے مولانا عارف ہسوی ریاد لعل کا گز بس کیٹی کے صدر بھی تھے آخر آخر حسب چیل گئے تو سر طان کا شکار ہو کر ماہر آئے اور ۱۹۳۵ء میں انتقال فرمایا انھوں نے میرزا غالب موس اور کئی دیگر کلاسیکی شعراء کے اصحاب ترتیب دے کر ال یہ مقدمات لکھے تھے اور انھیں کتابی کی صورت میں حوا تہ جس نظامی نے شائع کیا تھا وہ دوران قیام حیل میں انگریز شاعر دیرہ معقد کرتے رہتے تھے۔

سرہاپوری۔ حامد انصاری راسد سرہاپوری مائت سرہاپوری حاصل سرہاپوری حلیق سرہاپوری آزاد امید کی اور محمود دوانی کے شغری مجموعے یا ستری تصانیف شائع ہو چکی ہیں

کھنڈو اور رہاں پور کے ادبی واسط کا اندازہ درج ذیل دو مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے

۱۔ ماہنامہ ”سے چراغ“ کھنڈوہ کے سررست حاجی صلاح الدین مالک اولیاء میٹری میٹری سرہاپور تھے اور اس کی مجلس مشاورت میں سرہاپور کے محرم حاکم محمود تاج اور دلی اللہ انصاری شامل تھے

۲۔ ماہنامہ ”شعر“ سرہاپور کے ایڈیٹر کھنڈوہ کے اندر سین اتر تھے یہ رسالہ تجارتی مصلحتوں کی بنا پر سرہاپور سے نکالا گیا۔ ان حقائق کے مبنی مطر سرہاپور کو الگ رکھ کر کھنڈوہ کی مکمل ادبی حیثیت کا تعین نہیں کیا جاسکتا جس زمانے میں مطر حسی نے کھنڈوہ سے ایسے تخلیقی سفر کا آغاز کیا یہ دونوں تہہ ادبی اعتبار سے بہت زیادہ معروف اور درجہ بہت ہی قطعی غیر معروف اور محرم بھی ہیں تھے یہ اور بات ہے کہ اس دور میں ان تہہوں میں کسی ایسی ادبی شخصیت یا انہماک کا وجود نہیں تھا جو ہندوستان گیر تہہ کی حامل یا ہندوستان کے ادبی ماحول پر کسی اعتبار سے اثر انداز رہی ہو۔

ہسودہ، فتحپور کا ادبی پس منظر:

ہسودہ، ضلع فتحپور (پٹی) کا ایک قصبہ ہے جو فتح پور سے صرف آٹھ میل کی دوری پر واقع ہے فتح پور بہار فتحپوری کے نام کی سست سے پوری اور دنیا میں مشہور ہے اور ہسودہ بھی حامی نامور عالموں شاعروں، ادیبوں اور جنگبار ادبی کے حوالے سورماؤں کا ماس و سکن ہوئے کی وجہ سے ایسا ایک اہم ادبی اور سیاسی ماحول رکھتا ہے ہسودہ کے بارے میں مطر حسی لکھتے ہیں

”ہسودہ فتح پور (پٹی) کے اڑے اگالوں کی سستی رہی ہے، وحید ہسودی، احسان ہسودی وغیرہ ایسی صدی اور اثر کے مقول و مشہور شعرا تھے اول الذکر اس زمانے میں مقبول نئے شعر مائل، مانی ایک رسالہ نکالتے تھے اور عداوت خود صاحب دیوان اور تقریباً ڈیڑھ صدیوں کے کمالوں کے مصنف تھے۔ مولانا محمد مائت ہسودی اور مولانا محمد السلام ہسودی ایسویں صدی کے اکمال رنگوں میں گزرے ہیں جو ہندوستان گیر تہہ کے مالک اور درجہ اولی و علمی کتب کے حلقے تھے محمد مائت صاحب کا مزار میرٹھ میں موضع ملائق ملہا ہے اور مولانا محمد السلام ہسودی صاحب ہسودہ میں مدفون ہیں اور ان سے پہلے کرام کا ایک وسیع حلقہ متعلق ہے جسے مولانا محمد السلام ہسودی کے نام سے میں ڈاکٹر مرزا فتحپور کا ایڈیٹر نگار (کراچی) رقمطراز ہیں“ مولانا محمد السلام ہسودی اس سید شاہ الواقام ایسویں صدی ہسودی کے صاحب

لے ایسے دائرہ کار میں قابلِ تدریسات احکام ویں ال میں اول الذکر کے مافی مظہر حمی حسن تشریفامی
 حسن رضا، قاسمی انصار، علی احمد قریشی اور ال کے رفقاء کے کار میں ال پر خوش اور عامل و حوالوں سے حال ہوا
 حفاظت علی بیٹھ مظہر الدین، ڈاکٹر حور شید احمد صدیقی، سیٹھ عبداللطیف، ڈاکٹر مسرت جیس، ماسٹر اقبال
 احمد وغیرہ کے تعاون سے ایک تحریک جلائی جس کے نتیجے میں ۱۳۳۲ھ میں انھیں اردو ہائی اسکول کا قیام عمل
 میں آیا اس وقت کھنڈ واہ میں اردو میڈیم ہائی اسکول نہیں تھا علاوہ ازیں ان لوگوں نے مواصات میں
 تقریباً بیس پچیس اسکول کھولے اردو والوں کے لیے مستقل لائبریری قائم کی ان مستقل کارناموں کے
 علاوہ اس انٹس نے کھنڈ واہ میں متبن غالب، حسن اقبال، عجزہ برکٹ، ہمدیہ سار بھی معتقد کیے جس میں رصیر
 کے نامور ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی

رم حوش، ڈاکٹر ممتاز حوشتر کے انتقال کے بعد لے حال ہو گئی حوشتر مرحوم کی رمدگی میں اس
 رم کے زیر اہتمام کئی رٹے متاعے ہوئے۔

مدیر ملاحقانی سے امداد ہوتا ہے کھنڈ واہ اس دور میں اردو شعروادب میں کسی حد تک
 دلچسپی ضرور لیتا رہا ہے لیکن یہ دلچسپیاں وقتی، عارضی اور چھوٹے چھوٹے مقاصد کے حصول تک محدود
 رہیں مجموعی اعتبار سے اس تہ میں کسی بھی رالے میں ایسی ادبی نصاب تیار نہ ہو سکی تھوکی نکار کے من کو
 پرواں یڑھے اور شاداب ہونے کے لیے ضروری ہوتی ہے

جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں، کھنڈ واہ کے ادبی ماحول پر ربا پور کے شعراء وادباء ہمتہ اقبال دار نے
 رہے ہیں کھنڈ واہ سے ربا پور کا فاصلہ صرف ۶۹ کلومیٹر ہے صدیوں سے یہ شہر اسلامی تہذیب و ثقافت
 کا گہوارہ اور اردو شعروادب کا مرکز رہا ہے یہاں صرف ال قابل ذکر نکاروں کے نام کو اسے پرکتھا
 کر رہا ہوں رادوار کا قیام کیے غیر حوشتر حمی کے قیام کھنڈ واہ کے دوران یا تو تنید حیات تھے یا ان کے
 ہمعصروں میں شمار ہوتے تھے۔

صادق ربا پوری، راعت ربا پوری، اسد ربا پوری، غالب ربا پوری، مولوی اختر رامپوری،
 طہیر الدین مدنی، صلاح الدین خان، عتیق ربا پوری، فاضل ربا پوری، ڈاکٹر سیح مرید، مولوی عتیق
 ماروٹی، حادید انصاری، عاری ربا پوری، راستہ ربا پوری، اراد الدین محمود، درانی محمد، ماسٹر
 وغیرہ ال میں ڈاکٹر سیح مرید، طہیر الدین مدنی، مولوی عتیق الدین ماروٹی، مولوی اختر رامپوری، عاری

لے حال ہوا حفاظت علی مودہ، مودہ و راد کے دور مملکت مرکزی خلافت کیفی کے مرید جیسے ہی مدیر پرتی
 کے دستور و کلام میں شمار ہوتا ہے حال ہی میں انتقال ہوا ہے

لے سیٹھ مظہر الدین، مظہر حمی کے چچا زاد بھائی

اور ساحر ادبی جیسے قدیم رنگ کے شاعر تال بھی تو دوسری طرف طالب قریشی۔ حکمت اللہ شاعر اور
استر قریشی ترقی پسندی کی طرف مائل تھے جبکہ قاضی حسن رضا، حسن آئینہ وغیرہ جدید ادب
کے فنکار تھے۔ ان میں ڈاکٹر مختار جوتستر کے دو شعری مجموعے 'انکار جوتستر' اور 'گلِ انتائیاں' شائع
ہو چکے ہیں اور قاضی انصار کی یوں کی کہانیوں کے مجموعے چھپ چکے ہیں

یہاں سے سید مقصود علی صاحب قلمی رسالہ 'مختصر خیال' نکالتے تھے، ۱۹۷۰ء کے آس پاس کھنڈا سے
ایڈریس اختر کی ریر ادارت ماہنامہ 'تحرک' کا اہتمام ہوا جو تحریاتی مصلحتوں کی سائرہ راہ پرورد سے نکالا گیا اور حیدر
شماروں کے بعد مدد ہو گیا ان کے علاوہ اس دور کے حیدر ایسے فنکار جو کاردار، طاہریت یا کسی اور دور سے
تعلی وطن کر کے باہر جاتے لیکن اپنے تخلیقی کارناموں کے باعث لائق ذکر ہیں، ان کے نام اور کارنامے
اس طرح ہیں

ڈاکٹر عبدالحمید باہری۔ ۱۹۷۰ء کے آس پاس پاکستان ہجرت کر چکے ہیں حال ہی میں پاکستان میں
ان کا شعری مجموعہ شائع ہوا ہے

ریاض احمد خاں۔ ۱۹۷۰ء قومی راج، بمبئی کے ایڈیٹر ہیں صحافی اور مصنف نگار ہیں یوں کے لیے
قابلِ قدر ادب تخلیق کیا ہے ایک کتاب پر ہمارا 'استر اردو' کا ڈبھی کا العام بھی ملا ہے
قمر اقبال۔ رور ماہر دو ٹائمر، 'اورنگ آباد' کے ایڈیٹر ہیں معروف جدید شاعر ہیں دو شعری
مجموعے چھپ چکے ہیں۔

مقبول سیاری۔ رور ماہر اردو ٹائمر، بمبئی کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں دو کتابیں 'رگ سر' اور
'اردو سے ہندی کچھ' چھپ چکی ہیں 'رگ سر' پر ہمارا 'استر اردو' کا ڈبھی کا العام سے نوازا ہے
گرا می جیستی۔ رور ماہر، طوطا، بمبئی کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں جنگ آزادی کے موضوع پر ان کے ڈرامے
مقبول ہوئے

عیر قنری۔ یورپ میں پرومیسر رہ چکے ہیں ادبی رسائل میں شعری تخلیقات شائع ہوتی رہی ہیں
خلیل کھنڈوی۔ پاکستان میں ہیں وہاں کے رسائل میں بھیجتے ہیں ان کے چار کتابچے 'انکار معظم'
'اکام حق' 'فاصولہ خلیل' اور 'اصول حیات' پاکستان میں شائع ہو چکے ہیں

طالب قریشی۔ رور ماہر ہندوستان، بمبئی اور رور ماہر اردو ٹائمر، بمبئی کے اداری تعلیم کا کام کر چکے
ہیں ان کے علاوہ سندھ وستان گیر تہرت کے مالک ہندی کے شاعر ماکھن لال جتوہ دیادی اور کوئی تیلوں
کے ماہر شاعر ماکھن دور ماکھن لال جتوہ دیادی ہے جو کسی زمانے میں اردو میں بھی شاعر کہتے تھے اردو کے ان
شعرا وادار کی افرادی خدمات کے علاوہ کھنڈا میں ادبی انجمنوں کی صورت میں اردو کی ترویج و دفاع کے
لیے اجتماعی کوششیں بھی کی گئیں۔ ان میں ترقی اردو سماج کھنڈا، 'رم جوتستر' اور 'رم حادما' اردو

کھنڈوا کی ماس سے یروہیستر ترقی صاحب کی ریرادارت یہاں سے ماہنامہ مہارستان کانی دیوں تک لکھتا رہا۔ پھر صوری ۱۹۱۵ء میں ماہنامہ نے حیرانگاہ کا احترام ہوا جس کے ادارہ میں راقم الحروف کے علاوہ حسن رضا (قاسمی) جس بشیر (مروم) اور قاسمی انصار شریک تھے لیکن نرود کی کساد ماراوری کا شکار ہو کر یہ پرچہ ڈیڑھ سال بعد ہی سد ہو گیا۔^{۱۱}

کھنڈوا کی قدیم شعری وادنی روایت سے عدم واقعیت پر اظہار اوصاف کرتے ہوئے محض یادداشت کے سہارے منظر معنی نے مس تاعروں کے نام مصموں میں گوائے ہیں ان میں فتح محمد قہرور، نور لکھانی، شوق ماہری، حسن رضا، مختار عوثر، طالب قریشی، انسر کھنڈوی، ساحرادی اور ترنگدوں میں قاسمی انصار قابل ذکر ہیں۔ منظر معنی نے یہ مضمون کھنڈوا سے دور (صوبہ) میں بہتے ہوئے صوبہ یادداشت کے سہارے اور خاص وقتی مرورت کے تحت لکھا تھا۔ ان کے سامنے اس وقت کوئی مواد بھی نہیں تھا۔ اس لیے مضمون میں صرف ان تصور کے نام آتے ہیں جو ان کے ہمسایہ نقید حیات تھے جب کہ یہاں کے ایک تاعر منق نور محمد لوآب کھنڈوی، تلید دہلوی کے دودریواں چستان اس میں ۱۹۱۵ء میں اور ساعر میل ۱۹۲۵ء میں شائع ہو چکے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقریباً ایک صدی قبل ہی کھنڈوا کی ایک مضمون ادبی حیثیت پر قائم اس سے پہلے کے حالات ہو رہے تارکی میں ہیں۔ لوآب کھنڈوی کا پہلا دیواں، چستان اس میں ۱۹۲۵ء میں مطبع نو کستور لکھنؤ سے دوسرا دیواں ساعر میل کوتر پر تنگ پریس سرپا پور سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

لطور مکر کلام دو ترشوش کر ہا ہوں۔

عوس کی میں نے کہ دل اسے دلر ماما تار ہا
(چستان اس) ہس کے ورا یا بلوا اچھا ہوا۔ حاتا تار ہا
اچھی رہے گی دشت نور دی میں چھٹر چھاڑ
(ساعر میل) اعتسہ میری ایلہ پائی کو ماسے

لوآب کھنڈوی کے ان دونوں شعری نمونوں کے مطالعے اور کھنڈوا کے کہہ متقی تاعر شوق ماہری سے گھٹو کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ لوآب کھنڈوی کے ہمعروں میں شامل سرپا پوری، کنگلی کا کوروی عبدالرحمن صدیقی، فتح محمد شمس، تنوکت سرپا پوری، رخصت سرپا پوری، راعت سرپا پوری اور عا دق سرپا پوری اس دور کے کہہ متقی شعرا میں شمار کیے جاتے تھے جس کے دم سے کھنڈوا میں آنے والے حوروں کی مجلسیں گرم راتیں تھیں۔ بیسویں صدی کے آغاز سے ۱۹۶۶ء تک کھنڈوا کے شکاروں میں نور لکھانی، فتح محمد قہرور، امیر الدین آفر، ایوب شاہ داں، احسانی، ڈاکٹر مختار عوثر، شوق ماہری، عین ماہری، یعقوب حال (مسر)، مقبول یاری، عبداللہ شیخ، عزیز قہری، تحمل حسین، جوہر، شیخ مجید، کامل گرائی، جیسی، لستر کھنڈوی

۱۱) کھنڈوا کی ساعر معنی جیلہ بعدہ شہاد حیات، صوبہ پٹی، اردو سرگرم اکو مرکتہ (مدیر راقم حواں)

۲) سرما ہی بہارستان، لکھنؤ، سکول معنی، ان کے سامنے ۱۹۱۵ء میں نرود مارا شریک ہو چکا ہے (ڈیڑھ صحتی انرجل میں)۔

رنگ آلودہ اور سیکار ہو چکے تھے، ہذا اعلیٰ الرجال اعلیٰ۔ مہر یاری۔ آخر الاماں وغیرہ عالمی لہجہ کی ادھات
نکار جیسے سیکار بر سر کمال کو اس میں داخلیت نہ ہوگی، تاہم تہہ واری اور اندر پریت کے لئے اور کار آمد پر سے لگانے اور ترقی
پسندوں میں رائج موضوعات کی حصار بندی سے یزادی کے احسان کو عام کیا۔

اسی دور میں ہر قسم کے نظریاتی حصاروں سے آزاد ہو کر واسطی کی واپسی برٹل پر اسے ہوئے اسی تخلیقی صلاحیتوں
کا اظہار کرنے والے مفکاروں میں حور شیدا محمد حامی۔ قدیر آغا۔ شکیب جلالی۔ شہزاد احمد۔ مظہر علی۔ شہزادہ طوقال
طراز کوئی۔ محمد طوی۔ محمود سیدی۔ حسنین احمد نقاشی۔ سلیم احمد۔ سائی مادونی گلاریائی اور مائی کے نام قابل ذکر ہیں
مائی تانائی تھے مام اور پرگولہ گئے ہیں ال میں سے بیشتر وہ لوگ ہیں جو ٹرے ٹرے ادنیٰ مکر سے واسطہ رہے ہیں اور صمیم
رسل در سافل اور تبلیغ و اشاعت کے وسائل بھی حاصل رہے جو ان کی تہمت و ماموری میں اصدا کا سبب ہوئے بدھوتان
کے ادنیٰ تھے پراں تا ساک مرا کے ملاوہ کچھ چوٹی چوٹی حاصل رو تہیوں کے نقطے بھی ایسے دکھائی دیتے ہیں یہ وہ چھوٹے
چھوٹے تہا اور قصے ہیں جہاں کے شاعر و ادیب محدود وسائل اصدا سا رکھنا حوال میں رہتے ہوئے مستان کش کی تہا اور طے
کی ہر دلیکے تعمیر ایسی استعداد کے مطابق خدمت شعروادب میں مصروف ہیں۔

یہاں ایسے ہی تین شہروں کا ادبی یس مطر پیتا کر رہا ہوں۔
۱۔ کھنڈوا (جہاں مظہر علی پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت حاصل کی)

۲۔ ہسود (مظہر علی کا آبائی وطن)

۳۔ صوبال (جہاں مظہر علی نے اسی عمر کے کئی سال بسر کیے)

کھنڈوا کا ادبی پس منظر:-

کھنڈوا مدھیہ پردیش کا ایک ضلع ہے اور جیسے کہ مظہر علی لکھتے ہیں:

”اور دسے محلے میں یہ خطہ مدھیہ پردیش کے علاقوں میں سے ایک گھاماتا ہے۔ لیکن مظہر علی نے اپنے اسی مضمون
میں اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کھنڈوا کی درجہ کی متعدد تہوت فراہم کیے ہیں یہاں پرانے سلسلے میں اردو
شاعری میں ملتے ہوئے حاصل اور تعمیر پذیر ریحات کی مارگت سسانی دیتی تھی یہاں کے شعرا اور ادباء نے
تقدیر استعداد سے رحماں اور مدھیہ کو قول کیلئے اپنا ہے اور ایسے مح میں رہتا ہے کھنڈوا املا کا کمی کوئی کڑا ادنی
مرکز نہیں رہا جب کہ اسی کی ایک تفصیل اور شہرت تاریکی تہر رہا یور جو مادی تہا ہی حکومت کا یا بہ تحت تھا ائے دن
مستعد ہونے والے شاعرین، عیلموں اور ادباء اور دو کی تہر آ مادی کے اعتبار سے کھنڈوا پر مرتری رکھتا ہے رہا یور
مدیوں سے ادنیٰ سرگرمیوں کا گہوارہ رہا ہے اور حاصل کی کمی اور مام کار و ماری روانہ کی ورسے کھنڈوا کے ادنی
ماحول پر براہ راست اثر انداز ہوتا رہا ہے۔ اس کے وجود کھنڈوا کی ایک عظیمہ ادنی حیثیت ہے۔

کھنڈوا کے ادنی پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے مظہر علی اپنے محولہ ماموں میں لکھتے ہیں: ”شعروادب سے
شخلق اس نگہ کی قدیم روایات کا علم نہیں ہے الزامی یلہوات کے سہارے آنا کھنڈوا میں کھنڈوا کی کل

کے امام مہاراج کر دیئے مابین تو وہی قدیم اور روایتی عمل ہی نکالی کرتی نظر آئے گی جو عام آدمی کی زندگی کے سبب
دور سے گر کر رہتے ہوئے صرف جاگیر دار اور نظام کی ترغیب کے لیے وقف تھی۔ لیکن ، شاعرانی اور فرائض کے لیے
والی نسلوں کے لیے نئی شاعری کی مصالحتاری۔ اس میں فرق گو کہ پوری ایسی روایت کی مصادوں میں برقی نئی گرم اور
ملازم ہے والی شاعری کی بدولت اور کچھ مدت خود ایک اچھا فائدہ ہونے کی وجہ سے تہمت حاصل کر چکے تھے لیکن لیکن لیکن
اور شاعرانی ہے کی اعترافیت، سال و یہاں کی قدرت اور اسلوب کی قدرت و قدرت کے ماحول دہائی تک مرامی ،
لا آسانی ہے، حلاوت، اتنا پسندیدہ اور شاعروں اور اقداروں سے موقع سے موقع ملتے رہے کی وجہ سے ماحول ماقبول
تھے اور شاعرانہ کے ساتھ لے اقداری سرتی تھی۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ ابتدائی گو کہ رسول تک تو یہ عصر سارا نکلا گیا ہی
ہار کیوں میں دے رہے لیکن ماحول گو کہ پوری ہے لیکن کی اطلاع میں کہ اس کی ایک دو دیگر بات یہ بھی اس کی ماریات پر تو
دی اور بہت سے شعراء نے لیکن کے رنگ و آہنگ کو تھوری طور پر قبول کیا۔ جو ماحول مہاراج اور برقی ماحول مہاراج کی
ایم جے اور اور میں امتیازی مقام دلائے کے لیے ماحول طور پر کوکشتش کی ہی امر حرجت شاعرانی کے سلسلے میں
مظہر جی لے اس کی وفات کے فوراً بعد مدد پاک کے یہ شاعر اول کے شاعر ادب اور ماحول مہاراج سے اس کی تمجید اور
میں ہر مہاراج ماحول کیے اور کی ایک عظیم کتاب ایک شاعر شاعر کی اور شاعر کلام کو یک ماحول کے شروع شدہ
متوجہ شاعر شاعرانی کی تحلیس اقدار شاعرانی کی صورت میں بدور مہاراج کے راستہ کیا اور ادبی دیاسے شاعرانی
کی کھلا عطلت و اعتراف کا احترام کرنا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو راجی کا مورج ہندوستانی تاریخ کے اتنی بڑا انقلاب انگریز تہذیبوں ، مگو مگو ماحول مہاراج اور
دور تو غیرت کا نقیب ن کو طلوع ہوا۔ یہ تبدیلیاں کم و بیش ہر شاعر حیات پر اثر انداز ہوئیں۔ ملک تقسیم ہوا ، حکومتیں بدلیں
قدیم بدلیں جمالات لطیفات اور رجحانات بدلے کوڑوں اور ادب کے گھر ہوئے۔ کئی آبادیاں دیرالوں میں بدل گئیں جب
اس امر تو ہی انتشار و عاصی اور ہنگامہ جی میں کچھ کی آئی اور حالات قدرے برسکوں ہوئے تو زندگی کے دیگر مسائل کے
ساتھ ساتھ شعراء و ادب کے موضوعات اور مینتوں میں تحریکات کی نوعیت کے بارے میں غور فکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی
۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۵ء کا دور مہاراج ہے جس میں ملک شعراء و ادب پر ترقی پسند تحریک کا مکمل طور سے تسلط ہو چکا ہے لیکن
میدان میں پہلے عرصہ گزرا ہوں چند مخصوص موضوعات اور مہاراج کی تعلیمات کی نکالی کے علاوہ ترقی پسند ادب میں مدد
ہوئے موضوعات اور نئے رجحانات قبول کرنے کی سربمصلحت نہیں رہ گئی تھی لہذا ترقی پسند سے میرا ہی کارخانہ عام
ہوئے لگا تھا ۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۴ء کی مدت کو اردو شاعری کا عورتی دور کہا جاسکتا ہے۔

اس دور میں ہماری شاعری میں ترقی پسند اور قدیم رنگ دونوں شامل ہیں موجودہ علامات دور اور کار
تشیہات بعد از ہم استعارات اور گھسی ٹی تعلیمات کا وہ ڈھونڈ والی ایک ایسی شیں میں جکی تھی جس کے کل میرے

ادبی پس منظر، سوانح اور شخصیت

ادبی پس منظر:

ہمارے موصوعہ کا تعلق آزادی پسند کے اردو ادب سے ہے۔ جسے ترقی پسند ادبی تحریک کا مادہ و محرک قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرف تو انقلابی اور دماغی کے اتار بیت پسندوں اور ہیئت پرستوں کی نصیاتی اور داخلی شاعری کے روبرو اثر حلقہ آراب دوق سے تعلق رکھنے والے دیکاروں کی نصیاتی نمونگیائیوں اور علمی موضوعات پر مشتمل تخلیقات ایسے نئے اسلوب کی وجہ سے ترقی پسند ادب میں شہرہ کی جگہ لے گئیں اور ادب کے دامن پر عریاں بیکاری کے یہ دھبے دیکھ کر عادت پسند لوگ ترقی پسندی پر ہلکے بھول چڑھا رہے تھے۔ دوسرے ترقی پسند تحریک کی مقصدیت کی ترجمانی اور افادیت کی کائنات کی کمرے والے اہل قلم کی تحریروں میں مخصوص لفظیات، علامات اور اصطلاحات میں ڈھلے ڈھلائے سکھ رہا تھا۔ یہیں حد مائیت، کھوکھلی نعرہ ماری اور وقتی موضوعات کی بھرمار ہوتی تھی جس کی بیکار سے لوگ اکتائے لگے تھے۔ گھوم بھوم کر تخلیق کی تاں اسی اشتراکیت مسافرا اور سرج انقلاب پر جا کر ٹوٹتی تھی۔ لوگ بہر حال ادب میں کسی جوشگوار تبدیلی کے منظر تھے۔ ایسی تبدیلی جو پیش اور سائل اور عہد کی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔

لے بہنگ اور بیرونہ آزادی کے اس عہد میں بھی کچھ آوازیں اچھی حال ملامت مردار لہے، انداز کی نئی طرز، آہنگ اور نصیاتی جدید گیوں کی عکاسی کی وجہ سے سب سے نمایاں تھیں۔ ان میں بیگانہ اور تادمائی طور خاص قابل ذکر ہیں۔ یہوں نے عہد کے سرمائے سے میسر نہ لے لے الفاظ جو روایت پرستوں اور ترقی پسندوں کے ہاتھوں کثرت استعمال کی وجہ سے اسی معنویت اور پہلو داری کھو چکے تھے، کم کر دیے اور نئے موضوعات سے حیالات اور نئے الفاظ و تراکیب کو جوتا عری میں سپاٹا دیا۔ کچھ دوسرے کی وجہ سے مادریائی تھیں ایسے اشعار میں برت کرنے سعی امکانات عطا کیے اور ان کی معنویت کو اما کر کھتے ہوئے اردو شاعری کو ایک نئے اور بے غماز دار حلقہ سے روشناس کرایا۔

حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کی پچھلی اور پانچویں دہائی کی عزل سے اگر بیگانہ، تادمائی اور مرد آ،



باب اول

$$\begin{array}{r} 10429 \\ \hline 264.89 \end{array}$$

ادبی پس منشی : سراج احمد مختص



مقالے میں ہو یا محمود اے میں کر سکا، اں سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں بالخصوص پرویسر عبدالقوی دہلوی
 پرویسر گوپی چند نارنگ، میرے دوست و ساتھی حس رما، سلیم حامد، مظہر اور محترمہ عزیزہ فاطمہ خصوصی تھکیے
 کی مستحق ہیں کہ اں کا قیاد اس مقالے کی تکمیل میں ریشہ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔
 ایسی اس حقیر کا دست کے مارے میں یہ سوچ کر گور اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ مستقل میں اس
 موضوع پر مکمل یا مختلف جہتوں میں کام کر کے والوں کے لیے میں نظر مقالہ کئی اعتبار سے معادل امت ہوگا

محسب راجہ

نیم نومبر ۱۹۸۶ء
 ماسی ٹاکی (راکول) جلد اشتر

کے وسیع علمی اور ادبی حلقوں میں حمی صاحب کو بہت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جس کا اندازہ محترم یرومیر گویا چند مارگ (اس وقت کے قائم مقام وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ) یرومیر عنوان ترقی، ڈاکٹر صغیر امجدی جیسے رفقاء کار، صاحب محور سعیدی، صاحب ڈاکٹر جلیق انجم، صاحب شاہد علی خاں، صاحب یریم گویا، مثلاً، صاحب فکرتوسری، صاحب یوسف آیا جیسے دوستوں اور رادرم خالد محمود، مسعود باغی، خوشحال بیدی، اور کمال جلی اور ڈاکٹر سنجہ امروہر بیدی جیسے ریسرچ اسکالروں کے خیالات و افکار سے ہوا، خواہوں نے حمی صاحب کی شخصیت اور ان کے فن کے تعلق سے ظاہر کیے، بالخصوص محترم بلرگ صاحب کے علاوہ اور مختلف خیالات سے مجھے بڑی روشنی ملی۔ ایسے دینی قیام کے دوران مظہر حمی صاحب کے ذاتی کتب خانے کے علاوہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مرکزی ڈاکٹر ڈاکٹر حسین لائبریری میں حمی صاحب کی تمام تصانیف سے استفادہ کیا جس میں کئی کتابیں عام لائبریریوں یا بازار میں دستیاب نہیں ہیں اور ایسے موضوع سے متعلق بہت سی کم یا کتب درمائل تھے یہیں دستیاب ہوئے جس سے اس مقالے کو تکمیل و انتشار کا درجہ حاصل ہوا۔

ڈاکٹر مظہر حمی صاحب کے فن پر ہمد و پاک کے مختلف اور متعدد حمانات کے حامل صف اول کے کم دیتیں سمجھی مآدین و مقتریں سے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ حمی صاحب کے بارے میں اکابرین ادب کے ذاتی تاثرات خانے کے لیے میں نے مختصر حصرات سے مراسلت کی جس میں ڈاکٹر ویرا ما، ڈاکٹر فخر العالی محترم وارث علوی، ڈاکٹر فرید سنجہ اور ڈاکٹر سلیمان الطہر ماوید نے مجھے ایسے گراں قدر حوانات سے نوازا۔ علاوہ ارمیں و درجہ کے معروض و مکاروں صاحب شاہد کسیر، ڈاکٹر عدت الاحتر، ڈاکٹر عبدالرحیم ستر، صاحب سید سعد، صاحب عی احمد و غیرہ سے ملاقات کے دوران حمی صاحب کی شخصیت اور ان کا فن پر بحث آتے رہے جس سے مجھے ایسی حقیقت کے سلسلے میں کافی مدد ملی۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ تحقیق کے مبادی اصولی معروضیت پر عمل پیرا ہونے کی شعوری کوشش کے تحت میں نے ڈاکٹر مظہر حمی کی تصانیف پر کیے گئے چند سمعی شعروں پر خصوصی قصہ دی اور ان لوگوں سے بھی ملا تا میں کیں جو حمی صاحب سے نظریاتی یا کسی حد تک ذاتی اختلافات بھی رکھتے ہیں اس طرح مجھے دیا تہذراہ اور ان سر قرار رکھے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

میرے رنگ اور کرم پر مانتہری ڈاکٹر محمد متار الرحمن حال متا نے اس مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں قدم قدم پر ایسے رنگار اور متفقہ متعددوں سے مجھے متعین فرمایا اور ہر مرحلہ پر میری رہنمائی کی سب سے پہلے ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرنا مجھ پر واجب ہے اس مقدمہ میں مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں جس حصرات کی پُرتلوس معاشرت کا ذکر کر چکا ہوں، ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں جن کا بالواسطہ یا بالواسطہ تعاون مجھے حاصل رہا ہے اور جس کا ذکر

مرف سگ میاد کی حقیقت رکھتا ہے لہذا اس کے لیے میٹر سالہ اور رنگ و روغن بھی وہیں سے حاصل ہوا ہے کھنڈ والیں حمی صاحب کے تے کلف احباب، اعتراف اور 'یادیں' نے حیرانہ کے علاوہ اردو تحریک کے دیگر رفقہ کے ساتھ میں نے میٹر اوقات گزارا ہے۔ لہذا قاضی حسن رحمان، قاضی نصار، اطہر الدین، ڈاکٹر خورشید احمد صدیقی اور حبیب عالم صاحبان سے حاصل کردہ عام مواد اس مقالہ کی تیاری میں میاد کی اہمیت رکھتا ہے علاوہ ازیں کھنڈ والی کی متعلقات لائبریری سے، نئے چراغ، کی مکمل مائل، ادمار و محرار کے مراسلات کی مائل اور کچھ پرانے رسائل میں مطہر حمی کی ابتدائی تخلیقات شامل ہیں، دستیاب ہوئے

ڈاکٹر مطہر حمی صاحب کی تاحال شائع ہوئے والی مطبوعات میں سے میٹر ان کے سپہر اور بھویال میں قیام کے دوران مطہر عام پرائز ایں اسی زمانے میں تخلیق کے ساتھ ساتھ تحقیق و تنقید کے میدانوں میں بھی ان کی حیثیت کی استقام حاصل ہوا ان مقامات کے بیٹن نظر میں نے بھویال اور سپہر کے کئی سفر کیے سپہر ادیب و محقق پر دھیر عبد القیوم و صدیقہ اردو و ہندیہ کالج بھویال) نے تحقیق کے سلسلے میں مجھے ایسے بیٹن ہوا مستردوں سے لوہا اور اپنے گراں قدر خیالات سے حمی صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے مرید کریم پر مریا کر اسے ذاتی کتب خانے اور بھویال کی سپہر دانش گاہ ہندیہ کالج کے تنہا اردو کی لائبریری سے کئی کتب و رسائل سے استفادہ کرنے کے مواقع فراہم کیے ساتھ ہی حمی صاحب کے ایم اے کے ڈیرٹمنٹ اور بی ایچ ڈی کے مقالے کی اصل کاپیاں مجھے دیکھنے کی امانت دی مطہر صاحب کے اس زمانے کے ایک اور دوست اور بھویال کے معروف شاعر صاحب عشرت قادری نے بھی اس سلسلے میں اپنے پیر حلوس تبادلے سے مجھے لوہا اسی طرح حمی صاحب کے قریبی دوست مرحوم ڈاکٹر عبدالودود صاحب کی اہلیہ ڈاکٹر صدیقہ وود و دیگر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سپہر، مطہر صاحب کے بھائی اتفاق احمد ہاشمی، عباس طلوی، صاحب مستحاق اعجازی، عمرترہ حدیثہ اعجازی، اور مرحوم میاں سلطان محمد خاں ڈوہڑی اسپیکر مدھیر پریش اسمبلی) و دیگر سے سپہر میں حمی صاحب کے بہایت قریبی اور گھر پر ملازم رہے ہیں میں نے ان تمام لوگوں سے ملاقاتیں کیں ان سے حمی صاحب کے گھر پر حالات، معمولات اور عادات و رجحانات کے بارے میں میٹر معلومات حاصل ہوئیں مرن کی زندگی میں حمی صاحب کی شخصیت کے مختلف گوشے احساگر ہوئے۔

گزشتہ دس سال سے ڈاکٹر مطہر حمی صاحب اردو کے سب سے شے علمی و ادبی مرکز اور سداوتان کے دل میں دلی کی جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستہ ہیں ان کی روزمرہ کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کر کے اور ان کے حالات، خیالات اور رجحانات کا تحقیقی جائزہ لینے کے لیے میں نے چار مرتبہ دلی کا سفر کیا عمرترہ صاحب مطہر حمی، ان کے صاحبزادگان اور ڈاکٹر محمد امین و دیگر اہلیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ سے مختلف نوعیت کے سوالات کیے، جس کے جوابات حمی صاحب کے مزاج اور اطوار و رجحانات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوئے۔ وہ

غیر مترقہ ثبات ہوئی کہ ان کے قوسل سے ڈاکٹر مطہر حسنی صاحب کی اکثر تفصیلات و ذیلیات تک میسر
 رسائی ہوئی اور اسی وسیلے سے کھڈوہ میں حسنی صاحب سے ملاقات کا سرب بھی مجھے حاصل ہوا موصوف سے پہلی
 سرسری ملاقات ہی میں ان کی محرک شہسیت نے مجھے کچھ ایسا گویہ کیا کہ دل میں بے ساختہ خواہش پیدا ہوئی
 کہ کیوں راہے اس پسیدہ نگار کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا کچھ اور قریب سے مطالعہ کیا جائے اور
 اس کے فن پر دل کی تھوس میں اثر کر دیکھا جائے یہ حقیقت بھی واضح کر دے کہ صرف حصول علم کی تلقین تھی جس کا
 مجھے ایم اسے کی سدا کی شکل میں ملا تھا جس کی حقیقت میرے نزدیک نالودار و حد کثرت تھی اور اس سے کوئی میاں
 فیض حاصل کرنا مقصود نہ تھا بلکہ اپنی ڈی کے تلقین سے ڈاکٹر مطہر حسنی صاحب کی دلیدہ شخصیت اور معروف
 تخلیقات بے مل کر دل میں شوق پیدا کیا کہ انہیں کوئی تحقیق کا موضوع پایا جائے تاکہ اس بابے پر اپنی ویرنہ
 خواہش کی تکمیل بھی ہو جائے لہذا میں نے اگلی ملاقات میں حسنی صاحب کے در و دریا مدعا پیش کر دیا موصوف
 نے سمجھتی سے انکار کیا اور کہا کہ اپنی ڈی کے لیے مددہ شخصیتوں کو موضوع تحقیق مانا مستحسن ہیں سے حرم
 ابھی ان کا تعلیقی سفر جاری ہے اس لیے موضوع کے ساتھ انصاف کرادستار ہوگا اس کام کی مسامتہ اور
 مدد دیت کا میرے پاس یہ حوالہ تھا کہ رجسٹریٹ شاعر، امراء، نقاد، محقق، مدیر و مرتب اور مترجم ان کی
 نامہالی تیشیس سالہ خدمات کا دائرہ کچھ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ ان کے تعلیقی سفر کے اختتام پر کسی ایک
 کے لیے دیا مدداری کے ساتھ سب کو ہمیشہ اس حال ہوگا کافی رد و کد کے بعد اس حوالہ کی مغولیت تسلیم کرتے ہوئے
 ڈاکٹر مطہر حسنی صاحب نے بالآخر احاطہ مرحمت فرمائی میں نے مایکوریہ یورسٹی سے اس موضوع پر سرٹیفکیشن
 حاصل کیا اور آج سے چار سال قبل خرم ڈاکٹر مستاد الحسنی مال مستار کی زیر نگرانی ایسے کام کا آغاز کر دیا
 موضوع کی وسعت اور کام کی دقت کا کچھ اندازہ تو پہلے ہی سے تھا لیکن اس قدر میں حب امتدائی
 جا کہ تیار کیا تو محسوس ہوا کہ مسائل کا ایک محدود دائرہ سامنے ہے سے ہر صورت محدود کرنا سے حد کا شکر ہے کہ
 وہ میں کر چکا ہوں

ان چار برسوں میں حسنی صاحب کی حیات و شخصیت کے بارے میں حقائق حاصل کیے مجھے کھڈوہ میں
 ہسپتال اور دلی کے سرکاری مہار کے پڑے۔ حسنی صاحب کے آنائی وطن ہسودہ رنج پور یو پی کا سفر اس لیے
 غیر ضروری سمجھا گیا کہ حسنی صاحب ایسا آئی مکان اور عایداد و غیرہ مرحمت کر کے وہاں سے مستقلاً دلی متعلق
 ہو چکے ہیں اور ان کے آخری آثار بھی نقل وطن کر کے یا کرتاں یا ہندوستان کے دیگر شہروں میں بس گئے
 ہیں لہذا ہسودہ کے حالات کچھ تو ان کے ہم وطنوں مثلاً صاحب ہاشمی اور علامہ مرتضیٰ راہی سے مدلیہ مطوکتات
 معلوم کر لیے گئے اور مختصر حالات و واقعات کی تحصیل حسنی صاحب کی بڑی بہن خرمہ عریہ ماطہ سے کھڈوہ میں
 معلوم کی گئی

حسنی صاحب کی ادنیٰ زندگی کا ایک ہنگامہ حیرتور کھڈوہ میں گزر رہا ہے اس تحقیق کی عمارت میں کھڈوہ

ویاچہ

میں مناشی اعتبار سے کمرور اور تعلیمی لحاظ سے یہ مادہ حامل کا ایک نڈل یا سیرانجی ٹیجر علمی مراکز سے دور دربار، ادبی لحاظ سے سحر علاقے کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں (اثر گائوں) پیل گاؤں راجہ، لاکھن واڑہ، باری ٹانگی) میں رہتے ہوئے سخرا دوس سے اپنی علمی و دستگی کا مطالعہ کوئی خواہش رکھتا ان پستیوں سے مکمل کرکے کو کھانے کا حد نہ کہہ لیجیے جس سے نامساعد حالات، مارمیت اور اناس کے جھیلوں سے سروارمانی کے باوجود حصول علم کی لومیرے اندر دوش کی اور میں نایس ایس۔ سی سے تدریج لعلی اقبال کی مرلیں ساتھ لے کرتا ہوا ایم۔ اے (اردو) کے مرحلہ سے بھی سرحدوں کے ساتھ گزر گیا۔ مکمل ہے لعلی کتب کا مطالعہ فطرت کی دیویت کردہ حامیدہ علیقی صلاحیتوں کی سیداری کا موجب ہوا ہو۔ بہر حال ۱۹۶۲ء سے میری طبیعت سمجھ گئی سے تعلیق سخرا دوس کی حامل مائل ہوئی

یہ وہ زمانہ ہے جب حدید رحمان کی حامل تعلقات کا رسائل پر عمل ہے ان میں کچھ شعرا کی تخلیقات لے مار مار میری توہ ای صاحب مدد کی جس سے مجھے ایسے تخلیقی سفر کی سمتوں کا تعین کرنے میں خاصی مدد ملی۔ انھوں نے ڈاکٹر مظہر حسینی کا مظہر وحدانیت کی ایمرتس سے رجحان سفر دلچسپ ایک الگ کھانا تر دین دہلی پر مشتم کرتا رہا اور آہستہ آہستہ وہ میرے سب سے زیادہ پسندیدہ مفکر بن گئے اس کے ساتھ ہی ان سے ملنے، قریب سے انھیں دیکھنے اور سمجھنے کی خواہش بھی دہلی میں مید ہوئی لیکن وہی دور است والا معاملہ تھا جس اتفاق سے اسی زمانے میں کھنڈہ کے قاضی حس رضا صاحب سے ملاقات ہوئی مدد و رابطہ ٹھہرے اور ہوتے ہوئے ہمارے درمیان پر محسوس دوسرا مراسم قائم ہو گئے رضا صاحب کا طوس ہر چار چھ ماہ بعد کھنڈہ کھنچ لے جاتا یا میری محنت کے برابر اور وہ خود کسی ناگہانی تشریف لے آتے ان قری ملاقاتوں کے دوران یہ انکشاف میرے لیے انتہائی اہم سمجھتا تھا کہ میرے پسندیدہ شاعر، ادیب اور نقاد ڈاکٹر مظہر حسینی رضا صاحب کے کلاس میں پڑھائے گئے تھے کثرت دوست میں اور ان دونوں کے امیں پر محسوس دوستانہ تعلقات ہیں اس اعتبار سے حس رضا صاحب کی دوستی میرے لیے نعمت

درق گردانی کر کے وقت بظری اور مائیکاپی کے ساتھ مواد یکجا کیا اور اسے طبقے سے ترتیب دے کر مناسب امدادیاں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ لاسٹہ مطہر صلی کی سمیت اور مادی مددات میں اہمیت کی حامل میں ڈاکٹر محبوب راہی نے اسی ماسحت سے مشقت و جستجو بھی کی ہے اور اپنی تحقیق کے نتائج کو مسطقی ترتیب و تنظیم کے ساتھ ہدایت و ہمیت اور وضاحت سے پیش کرے میں کامیاب ہوئے ہیں اس مقالے کی اتاعت ہر میں مقالہ نگار اور صاحب موضوع دونوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں

عبدالغوی دسوی

۲۵، محمودی ۱۹۸۶ء
شعبہ اردو و بیہیہ کالج، بھوپال

ترجمانی کرتی ہے اور بہت زیادہ زیر تاثر رسداتی ہے جس میں اس کی زندگی کی تلخیاں تو سما جاتی ہی ہیں، سارے سالے کا کرب اس کا ایسا کلب جن کو اسے اور زیادہ تنگی، لوہیلی اور لوہکی مادیتا ہے، یہی مظہر حمی کے عمل کا رنگ ہے مراح ہے اور یہی اس کی امیاری بھیجیاں ہے، جس نے اس کو اندوہ کے دوسرے تمام متاعوں سے الگ اور معروہ مادی ہے، اس کی عمل کو بڑھ کر اسے اعتبار اس کا یہ شعر اس کی راجا تھا ہے

واللہ مظہر تری عریں میں کرتی کش

ہیوست بھنے دل میں تیرے شعر ہیں بایتر

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس کے استعار کے تیر و متر مضمون نہیں کرتے بلکہ اس کی تاریکی اس کا بیاں اور اس کے سنے شعر، اثر، زندگی کی ایک خاص لذت سے آسا کرتے ہیں اور اس کے معروہ ہونے کی تصدیق کرنے ہیں، عمل کے علاوہ انھوں نے اردو کے تحقیقی اور تنقیدی سرمایہ میں بھی احصاء کیا ہے جس کی قدر عیدتہ ہوتی رہے گی۔

مارگاہ حلاوت میں دعا ہے کہ اس کے قدم اس راہ پر آگے ہی شہتے جائیں

مظہر حمی نے متاع، اسرار، نگار، نقاد، محقق، مدیر، تدوین کار، ناشر اور ادب اطفال اور مترجم کی حیثیت سے اردو ادب کی مختلف جہتوں میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، حال اس کی کم و بیش پچاس کتابوں میں شائع ہو چکی ہیں اور اس کی ادبی فتوحات کا سلسلہ ابھی جاری ہے انھیں حقائق کے پیش نظر ڈاکٹر محبوب راہی نے اس کی بحیثیت اردو کوئی ایرج ڈی کے لیے ایسے تحقیقی مقالے کا موضوع قرار دیا تو مجھے ایک گورہ مسرت کا احساس ہوا اس موضوع پر خود میری نگرانی میں چند اسکالر بھوپال یونیورسٹی میں ریسرچ میں اسے کے خواہشمند تھے لیکن چونکہ مظہر حمی میرے شاگرد رہے ہیں اس لیے تکلف ہوتا تھا کہ اسے حاضری پر محمول کیا جائے محبوب راہی انگریز یونیورسٹی سے ایک غیر حاضری پر ویز کی نگرانی میں کام کر کے جا رہے تھے اس لیے مجھے اطمینان تھا کہ وہ موضوع کے ساتھ انصاف کر سکیں گے مظہر حمی کے طبعی انکسار اور اصول پسندی کو یہ بھی گوارہ تھا اور وہ بہت دنوں تک محبوب راہی کو نالتے رہے آخر کار میرے علم میں آئی اور میں نے انھیں سمجھایا تو محبوب راہی کو امداد مل گئی۔

مقالہ نگار نے ایسے کام میں جتنی محنت کی ہے اس کا اندازہ لیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے سلسلے میں ان کو اسے خود میرے پاس بھی لے کر بھوپال آئے معاملہ سچ ہے کہ ڈاکٹر محبوب راہی نے خود کو ہر طرح اس کام کا اہل نام کیا۔ اور انھوں نے مظہر حمی کی زندگی پر بہت تحقیق اور وسیع ادبی خدمات کا کھربا جائزہ لیا ہے اور انھیں نقد و نظر کی میراں پر حیران ممداری کے ساتھ پرکھے ہیں کامیابی حاصل کی ہے بمعصم کاروں پر کام کرتے ہوئے ان سے متعلق تنقیدی مواد کی فراہمی حاضری و دعوت ہوتی ہے کیونکہ اس ضمن میں مستقل کتابوں کا قیام ہوتا ہے میں ہمہ محبوب راہی نے سند و پاک کے لئے تمل ادبی رسائی کی

یہ استاد اور شاگرد کا رشتہ اردو میں بیاہیں تھا، لہذا اصلاح، نئی متق، تربیت اور ہدایت کی سرل سے گزرنے کے لیے ان کی حقیقت اور اہمیت ہمیشہ سے رہی ہے، لیکن اس رشتہ کا مظہر حمی نے جس طرح احترام کیا، اسے قائم رکھا، استاد کے نام سے ایسے نام کو توڑے رکھا اور ان کی شاعری کی کو سے اپنی شاعری کی کو تیر کی، اس کی گرمی سے ایسی شاعری کو تمارت عطا کی اور سوش سے خود بھی مصطرب ہوئے اور مطالعہ کرنے والوں کو بھی لے چیں کیا اور اس طرح استاد کی شخصیت اور شاعری سے ایسا مصوڑہ قائم کیا جس کی مثال عام طور سے دیکھنے میں نہیں آتی۔

اسی مشترک رشتہ کا نتیجہ ہے کہ مظہر حمی نے ایسے استاد کی تخلیقات کو 'مرد و رستہ'، ایک شاعر، 'توحی تحریر'، شاد عارفی کی عربی، ادب کلیات شاد عارفی کے ناموں سے کتابی صورت میں شائع کیا ہے اور ان کو ایسی تحقیق کا موضوع سا کر 'شاد عارفی'، شخصیت اور فن، 'پرلی ایرج' ڈی کی سند حاصل کی یہی مقالہ چار سال کے بعد مکہ جامعہ دہلی سے کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبول ہوا اور ادبی مطلقوں میں کئی برسوں تک اس کی بارگشت سہی جاتی رہی۔

لہذا یہ مظہر حمی کے لیے ایسے استاد سے لے اتہا امت اور عقیدت کی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے صرف سچیدہ ہو کر ہدایت محبت، طووس اور حد نہ احترام کے ساتھ ایسے استاد کی ایک ایک چیز تلاش کی اور انھیں ہدایت سلیقہ سے ترتیب دے کر پیش کرے میں کامیابی حاصل کی، لہذا ان کی شخصیت کا ہر پہلو تلاش کر لے اور اردو ادب میں ان کو صحیح مقام دلانے میں کامیاب حصہ لیا۔ اس طرح انھوں نے اپنی ادبی صلاحیتوں، تحقیقی نظر اور تنقیدی نظر سے واقفیت کے تحت بھی فراہم کیے ہیں۔

مظہر حمی نے شاعری سے ایسی ادبی سرگزشتوں کی ابتدا کی، بھرا امار، نگاری کی طرف رجوع ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ان کے اضافوں کے عین مجموعے 'ایٹ کا عاب'، 'دو وعدے' اور 'دیدہ حیراں' مظہر عام پر آگئے تو نموس ہوئے لگا کہ ان کا بھرا امار، نگاری ال کی شاعری پر حاوی ہے، جو طوائے، لیکن ایسا نہیں ہوا، ان کے اندر کا شاعر زیادہ تو امارت و محبت مد تھا اس نے مظہر حمی کو اپنی طرف کھینچا اور وہ ہمیشہ کے لیے اس کی طرف ہو گئے، چنانچہ ۱۹۶۷ء سے آج تک ان کے نو شعری مجموعے 'یالی کی رماں' (۱۹۶۵ء) 'تکلی عربی' (۱۹۶۸ء) 'مکس ریر' (۱۹۶۹ء) 'صریر حامہ' (۱۹۷۳ء) 'دیباک راگ' (۱۹۷۴ء) 'یم یم' (۱۹۷۹ء) 'ظلم حرف' (۱۹۸۰ء) 'کھل حاسم سم' (۱۹۸۲ء) اور 'پروہ سمن' کا (۱۹۸۷ء) مظہر عام پر آچکے ہیں۔

ان مجموعوں میں ان کی عربی، طریہ عربی، طلیں، طویل طلیں اور رما عیاں جگہ یا سکی ہیں، یہ سب خوب ہیں، ہنوز بھی کرتی ہیں، اور مارت بھی کرتی ہیں، ان میں سکو کی مدرت بھی ہے، لہذا کی الصرا دیت بھی رماں کی درستگی اور تہلی بھی اور ایک الٹھا اثر دیتا بھی ہے، لیکن جب مظہر حمی صرف عربی کے ہو کر رہ جاتے ہیں تو عربی اپنی تمام تر رعایتوں، براکتوں، الطائوں اور سرسیتوں کو سمیٹ کر ایک حاصل کیفیت کی

پیش لفظ

16429
76189

یو مدیر عبد القوی د سنوی

اس کارگہ سودوریاں میں وہی آدمی سب سے زیادہ کامیاب ہے جو ایک دولت و دکادت کی رہائی میں محنت و مشقت کے درپے ایسے مقاصد کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس بھی دولت و دکادت کے ساتھ محنت و مشقت یکساں ہو جاتی ہیں تو کوئی قابل قدر سمجھتے و خوش آتی ہے اور دور دور تک ایک پہچان سالیبتی ہے محمد انوار المظفر اس راز سے واقف رہے ہیں چنانچہ ان کی دولت اور دکادت سے محنت اور مشقت ہاتھ لائے دکھا جس کے نتیجے میں وہ مظہر حسنیؒ کی اور ابھر کر سامنے آئے۔ اردو دنیا میں پہلے اسی نام سے متعارف ہوئے پھر کیا بال طور عامے، یہ چاہے گئے ادب ایک معرود ادارہ اور لب و لہجہ کے مالک سے گئے اور صرف پسند اور قدر کی سرلوں سے گزر رہے ہیں ملک عامے ٹکے طلقے کے دلوں میں محترم مقام حاصل کر چکے ہیں۔

ان کی ابتدائی زندگی کے مطالعہ سے یہ جلتا ہے کہ ستر و سوس میں ان کے حصے میں وہی لوگ، وہی ماحول، وہی مشاغل، وہی مسائل آئے تھے جو عام طور سے اردو دوالوں کی قسمت ہے لیکن چونکہ ان کے مزاج میں ادب سے بڑی رغبت تھی، عام طور سے شاعری کی طرف میلان تھا اس لیے اسکول کے ابتدائی درجوں میں رہے اور تو ڈوٹی بھوٹی شاعری کرتے ہیں، چٹکیا تے ہیں، ملک ان سے ان کی دلچسپی بڑھتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شاعری رفتہ رفتہ بکھرے لکھی، سپورے لکھی، سہی حاسے لکھی اور پسند کی حاسے لکھی اور ایک مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا، مختلف نثری تخلیقات ان کی نظر سے گزرے لکھیں، شعرا معمولی کا مطالعہ وسیع تر ہوتا گیا، پھر پسند اور پسند کی سرلوں سے گزرے لکھے یہاں تک کہ شاعرانہ کے کلام نے انھیں اپنی طرف کھینچا اور مباح کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شاعرانہ کے علاوہ میں شامل ہو گئے اس تعلق سے ان کی شاعری کو حاسن نامہ بھی حاسن کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا ہے

ہے شاعرانہ سے مظہر کا سلسلہ

استعارہاں چٹھہ کے بہت تیر ہو گئے

بابِ ششم

۳۹۶

۶۔ تحقیق و تنقید

۳۹۹

الف۔ سادہ ماری شخصیت اور میں

۴۱۷

ب۔ نقد و سریرے

۴۱۸

ج۔ جنہات و حسنِ جو

۴۵۲

د۔ روماحتی کما میات

۴۶

۵۔ تضرعے۔ میں لعل و حیرت

بابِ ہفتم

۴۷۵

۷۔ تراجم

۴۷۸

الف۔ انگریزی حاشوی ادب

۴۷۹

ب۔ عربی و فارسی و سنائی و سنی و کاجیر حاشوی ادب

بابِ ہشتم

۴۹۱

۸۔ ماحصل

۵۰۵

کتابیات ●

ب۔ حدیثِ عمرین

باب چہارم

۴- لشعری تحلیقات (نظمیں اور متعزات) ۲۶۳

۲۶۵ الف۔ حدیثِ نظمیں
۲۸۷ ب۔ یاسد نظمیں
۲۹۵ ج۔ طویل نظم، مکس دریا
۳۱۱ د۔ معوں کی نظمیں
۳۱۳ کا۔ متعزات

16429
264-89

۳۱۳ رباعیات ①
۳۲۲ شخصی مرقعے ②
۳۲۷ سعد، نف، سلام ③
۳۳۳ سہرے، مٹا کڑیاں، گیت و غیرہ ④
۳۲۵

باب پنجم

۳۲۸

۵- ترتیب و تدوین

۳۳۱ الف۔ حصے خراج
۳۵۵ ب۔ سلسلہ شادیات (شاد ماری)
۳۸۹ ج۔ حدیث، اشعار و تعظیم
۳۹۷ د۔ متعزات و کلام

ب۔ سوانح حیات

- | | |
|---|-------------------------------------|
| ۱ | پیدائش اور بچپن |
| ۲ | روایتی کی زندگی کی لمبائیوں کے ایام |
| ۳ | دولت کے کھدوے میں |
| ۴ | مندی |
| ۵ | علمی، ادبی اور سماجی خدمات |
| ۶ | اعزازات و انعامات |

ج۔ شخصیت

باب دوم

۲۔ سترنی تخلیقات

- الف۔ اساتذہ اور شاگرد
 ب۔ نقوش کی کہانیاں
 ج۔ ریٹاسیڈ

باب سوم

۳۔ سترنی تخلیقات (عمل)

- الف۔ طرز و عمل

فہرست

۱۳	میں لفظ ————— پر میری رائے اور اس کی وضاحت
۱۷	دعا ————— مصنف

باب اول

۲۳	۱۔ ادنیٰ پس منظر، سوانح اور شخصیت
۲۵	۲۔ ادنیٰ پس منظر
۲۷	① کھڑا کا ادنیٰ پس منظر
۳۱	② ہمدردی کا ادنیٰ پس منظر
۳۴	③ محبوبان کا ادنیٰ پس منظر
۴	④ کھانا کا ادنیٰ پس منظر







والدہ مرحوم
محمود حاکم ٹیپل صاحب
اور
والدہ محترمہ
ظاہرہ بی صاحبہ

کے
نام

_____ محنتِ رامی

ڈاکٹر محبوب زراہی
 ماری ٹاکلی ۱، ۲۲۲۲ (صلح اکوڑ) مہاراشٹر

۶۱۹۸۷	بیہیلی نار
ایک سو تھیں روبرے	ہیمت
سچو سو	تعلد اد
نہائی آسٹیک پرنس، دہلی	طاعت
مُصنّف	ناشر
سکیل اعجاز	قرمیں

دراہتمام
 پریم گونیال متل

موڈرن بیلٹنگ ہاؤس، ۹ گولامار کیٹ، دریا گم، نئی دہلی۔ ۲ ۱۱

29
189
ڈاکٹر منظر حفی :

حیاتِ شخصیت اور کارنامے

ڈاکٹر محبوب راہی

تقریب کار

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹، گولمارکیٹ، دریا گنج، دہلی ۲

یہ اکیثات
فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی
حکومت اتر پردیش، لکھنؤ کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

ڈاکٹر مظفر حنیف : حیات، شخصیت اور کارنامے



Report

I have read the Thesis - entitled "Dr Muzaffar Hanafi Hayat, Shakhisiyat aur Kar name"-submitted by Mehboob Khan (Rahi) for the award of Ph D degree in Urdu in Faculty of Arts of Nagpur University Nagpur

Dr Hanafi, a living writer has worked and produced valuable literature on Afsana Drama Satire, modern poetry, criticism research translation etc He has edited many books For the last thirty years he has devoted himself to literature The domain of his pen is very vast

The candidate has explored all sources and surveyed all aspects He collected the matter arranged it systematically He has read all his writings and works He has analysed and judged the matter scientifically, formed a balanced opinion about his diction prose style and merit

The Thesis is divided into 8 chapters dealing with the background, life, personality, prose-writings, poetical compositions, edited works, critical and research works and translations

The last 8th chapter is the concluding one The candidate has assessed the value of the works of Dr Hanafi and has determined his place as translator, Storywriter, literary critic, poet, researcher and textual critic

I recommend the award of Ph D Degree in Urdu to Mehboob Khan (Rahi)

DR KHURSHID NOMANI
(Examiner)